تفہیم الاحادیث

تفہیم القرآن اور مولانا مودودیؒ کی دوسری تحریروں میں مذکور
احادیث اور فقہی احکام ومسائل کی ترتیب وتخریج

جلد سوم

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ترتیب و تخریج
مولانا عبدالوکیل علوی

فہرست عناوین

کتاب الصلوٰۃ

فصل: ۱ ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے

فصل: ۲ وضو کے مسائل

فصل: ۳ غسل کے مسائل

فصل: ۴ اذان کا آغاز کس طرح ہوا

فصل: ۵ کیفیات صلوٰۃ

فصل: ۶ امامت صلوٰۃ

فصل: ۷ تلاوت

فصل: ۸ جماعت میں شمولیت کے آداب

فصل: ۹ عورتوں کی نماز باجماعت میں شمولیت

فصل: ۱۰ وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا شرعاً ممنوع ہے

فصل: ۱۱ آداب نماز

فصل: ۱۲ تحویل قبلہ

فصل: ۱۳ نماز قصر

فصل: ۱۴ صلوٰۃ خوف اور اس کے احکام ۱۸۹

فصل: ۱۵ سُترہ اور اس کے احکام

فصل: ۱۶ اذان اور نماز کی دعاؤں کی تشریح

وہ مسائل جن میں رائے کا اختلاف موجود ہے

فصل: ۱ فاتحہ خلف الامام

فصل: ۲ رفع الیدین اور آمین بالجہر

فصل: ۳ درود

فصل: ۴ نماز کے درود میں سیدنا و مولانا کے اضافے پر اہم اصولی مباحث

فصل: ۵ جمعہ اور اس کے احکام

فصل: ۶ آداب جمعہ اور ضروری ہدایات

فصل: ۷ دیہات میں نماز جمعہ اور اس کی اہمیت

فصل: ۸ دیہات میں نماز جمعہ اور مسلک حنفی

فصل: ۹ نماز اور خطبۂ جمعہ کی زبان

فصل: ۱۰ نماز تہجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند باتیں

قارئین محترم کی خدمت میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر وقلم کے شاہ کار تفہیم الاحادیث کا زیرنظر حصہ پیش کرتے ہوئے ہمیں یک گونہ خوشی ومسرت محسوس ہورہی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عنایت کے لیے اس کے بے حد شکرگزار ہیں کہ اس نے ہمیں اکیسویں صدی کے بالکل آغاز میں اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات وفرمودات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب پیش کرنے کی توفیق بخشی۔ ہمیں یقین ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کی طرف سے مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس پیش کش کا خیر مقدم کیا جائے گا اور حدیث کے اس مبارک سلسلے کو تمام انسانوں تک پہنچانے اور انھیں پیغام رسولؐ سے روشناس کرانے میں مکتبے کے ساتھ بھرپور تعاون کا مظاہرہ ہوگا۔

تفہیم الاحادیث مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے، جو مولانا محترم نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''تفہیم القرآن'' اور بعض دوسری تصانیف میں حسب موقع نقل کی ہیں۔

صورت واقعہ یہ ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جس نہج پر اپنی مقبول عام تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی چھ٦ جلدیں تحریر کی تھیں، بالکل اسی نہج پر وہ احادیث پر بھی کام کرنے کا عزم مصمّم کرچکے تھے۔ نہ صرف عزم مصمم کرچکے تھے، بلکہ انھوں نے اس کام کے لیے ایک ابتدائی خاکہ بھی تیار کرلیا تھا ـــــ لیکن اچانک وہ بیمار ہوگئے، پھر بیماری کا یہ سلسلہ اتنا طویل ہوتا گیا کہ انھیں اس سے نجات ہی نہ مل سکی۔ اسی بیماری میں ان کی مہلتِ عمر بھی ختم ہوگئی۔ اس کے بعد یہ کام التوا میں پڑ گیا۔ وفات کے کافی دنوں کے بعد مولانا محترم کے رفیق خاص مولانا خلیل احمد حامدیؒ ڈائریکٹر ادارۂ معارف اسلامی منصورہ کو اس کام کی فکر لاحق ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے ذمے داروں اور دوسرے ارباب علم و دانش کے مشوروں سے علوم اسلامیہ اور عربی ادب کے فاضل مشہور عالم ومحقق مولانا عبدالوکیل علوی کو یہ ذمّے داری تفویض کی کہ وہ تفہیم القرآن اور دوسری تصانیف کی مدد سے مولانا محترم کے بنائے ہوئے خاکے میں رنگ بھریں۔ چنانچہ مولانا موصوف نے پورے کام کا از سر نو خاکہ تیار کیا اور ضروری کتب فراہم کرکے کام کا آغاز کردیا۔

مولانا عبدالوکیل علوی کا نام تحریکی حلقے کے لیے غیر معروف واجنبی نہیں ہے۔ وہ عربی ادب کے مایۂ ناز فاضل، اسلامی علوم کے ذہین عالم اور صاحب طرز اہل قلم کی حیثیت سے تعارف رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے مولانا مودودیؒ کی تصانیف کی مدد سے وہ متعدد ترتیبی وتخریجی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ سیرت سرور عالم کی دو جلدیں ان کی ترتیبی وتخریجی صلاحیتوں کی بہترین نمایندگی کرتی ہیں۔

مولانا عبدالوکیل علوی نے اس کام میں کتنا وقت صرف کیا ہے، اور انھوں نے احادیث کی چھان بین یا ترتیب و تخریج میں کتنی عرق ریزی اور دقّتِ نظر سے کام لیا ہے، یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں۔ پڑھنے والے خود ہی اس کا ادراک کرلیں گے۔ ''مشک آنست کہ خود بہ بوید نہ کہ عطار بگوید'' اصلی مشک خود اپنی مہک سے پہچان لیا جاتا ہے، اس کے لیے کسی عطار کی تعریف وتوصیف کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز کی اس کوشش کو شرفِ قبول سے نوازے، تمام انسانوں کے لیے اِسے نفع بخش بنائے اور اس کی تیاری میں جن رفقاء اور کارکنوں نے حصہ لیا ہے، انھیں حدیثِ رسولؐ کی خدمت کی برکات سے سرفراز کرے۔

ناشر

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی

عرض مرتب

الحمدللہ تفہیم الاحادیث کے جس کارِ عظیم کو آج سے چند سال قبل شروع کیا تھا، اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ یہ سعادت محض خالق ارض وسما کے فضل وکرم اور اس کی توفیق خاص کی مرہون منت ہے، ورنہ ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑے کٹھن مراحل سے گزر کر ساحل تکمیل تک پہنچنے کی اپنی حد تک ایک کاوش کی ہے۔

جب یہ کام شروع کیا گیا تب اندازہ ہوا کہ ایک ٹھوس علمی وتحقیقی کتاب اپنی طرف سے مدون ومرتب کرنے کے مقابلے میں مولانا محترم رحمتہ اللہ علیہ کے پورے ذخیرۂ کتب میں سے عبارتیں نکال کر کوئی کتاب ترتیب دینے کا کام کتنا محنت طلب ہے۔ تفہیم القرآن کی چھے جلدوں کے ساتھ ساتھ مولانا کے وسیع لٹریچر کو ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھنا، تمام احادیث کے متون، تراجم، تشریحات اور فقہی مسائل کی الگ الگ نشان زدگی، پھر اس کی تشریح کے لیے مفید مطلب مناسب و موزوں عبارات پر نشان لگانا، ان کی نقول تیار کرنا اور سب سے آخر میں ان کی بہ اعتبارِ ابواب وفصول ترتیب اور ان کی عنوان بندی، یہ سارا کام اتنا صبر آزما تھا کہ بار بار دامن ہمت تار تار ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوتا رہا۔ مگر ایسے مواقع پر فضل ایزدی نے ڈھارس بندھائی اور کام جاری رہا۔ الحمدللہ آج اس کاوش اور سعی وجہد کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے۔

تالیف وتدوین کا یہ کام اپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے جتنا اہم اور عظیم ہے، اپنے حجم کے لحاظ سے اُسی قدر ضخیم بھی۔ مولانا کی تصانیف میں سے انتخاب کر کے جو مواد نقل کیا گیا، وہ سیکڑوں نہیں بل کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں وہ تمام احادیث جمع کی گئی ہیں، جنہیں مولانا محترم نے اپنے پورے لٹریچر میں استعمال کیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اسے نقل کرنے سے پہلے پورے کا پورا لٹریچر ایک خاص نقطہ نظر سے پڑھا گیا، مفید مطلب عبارات پر نشان لگایا گیا اور واضح کیا گیا کہ یہ حدیث کا متن ہے اور یہ اس کا ترجمہ وتشریح۔ جن احادیث سے فقہی مسائل استنباط کیے گئے، ان پر الگ نشان لگایا گیا، متنِ حدیث کی بجائے کہیں محض ترجمہ ملا تو اسے بھی نکال لیا گیا۔

اس کام کی تکمیل پر کس قدر محنت کی گئی یا کتنی عرق ریزی سے یہ کام انجام پایا؟ اس کا صحیح اندازہ صرف انہیں کو ہو سکتا ہے، جنہوں نے کبھی اس وادیٔ پرخار میں قدم رکھا ہو۔ مولانا محترم نے زیادہ تر مقامات پر احادیث نقل کرتے وقت صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ فلاں حدیث بخاری ومسلم میں ہے یا متفق علیہ یا ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔ اسی طرح احادیث کی دوسری کتب کے حوالے بھی دیے ہیں، مگر بخاری ومسلم نے اس حدیث کو کس کتاب میں، کس فصل یا باب میں اور کس عنوان کے تحت یا کتاب کے کس صفحے پر روایت کیا ہے؟ اس کا التزام کم ہی کیا جا سکا ہے۔ پھر مولانا محترم نے اکثر

مقامات پر حدیث کا صرف اتنا ہی جز نقل کیا ہے جتنا انہیں اس مقام کے لحاظ سے استشہاد کے لیے مطلوب تھا۔ پوری حدیث نقل نہیں کی اور پوری سند تو بہت ہی کم نقل ہو سکی ہے۔

اس نقل شدہ مواد کو ایک مفید کتاب کی صورت میں مرتب و مدون کرنے کے لیے ان تمام نقل شدہ احادیث کی سندیں شامل کی گئیں۔ جہاں حدیث کا ایک جز واستعمال کیا گیا، وہ پوری حدیث مع سند نقل کی گئی تا کہ قاری یہ جان سکے کہ یہ کس حدیث کا جزو ہے یا کس محدث نے اپنی کس کتاب اور اس کتاب کے کس باب یا فصل میں اور کس عنوان کے تحت روایت کیا ہے وغیرہ اور حدیث کے بارے میں محدث کی محدثانہ رائے کہ یہ حدیث کس درجے کی ہے، صحیح، حسن یا ضعیف وغیرہ بھی درج کی گئی ہے۔ مزید برآں ایسی احادیث بھی شامل کی گئی ہیں، جو ان کے مفہوم کی تائید کرتی ہیں، جنہیں مویدات کہہ سکتے ہیں۔ اس مفید اضافے سے اصل مواد کی ضخامت تو واقعۃً بڑھ گئی مگر فوائد میں بے حساب اضافہ بھی ہوا ہے۔

حدیث کی تخریج کے لیے جو اصول پیش نظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے:

سب سے پہلے حدیث کو (بخاری و مسلم) میں تلاش کیا گیا۔ اگر وہ ان میں مل گئی اور دونوں کے الفاظ بھی یکساں ملے تو اس صورت میں سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا اور حوالے میں متفق علیہ درج کیا گیا ہے۔ اگر صحیحین کی روایت میں معنوی یکسانی تو موجود ہے مگر لفظی اختلاف ہے تو اس صورت میں بھی سند اور متن حدیث صحیح بخاری کا لیا گیا ہے اور صحیح مسلم کا اختلاف اور فرق الگ سے واضح کر دیا گیا ہے۔ اگر مولانا محترم نے خود ہی صحیح مسلم کی روایت لی ہے تو پھر اصل متن اسی روایت کو قرار دیا گیا ہے اور صحیح بخاری کی روایت میں جو اختلاف ہے، اسے واضح کر کے اس کا حوالہ دیا ہے اور اگر مولانا نے صحیحین کے علاوہ باقی کتب اربعہ یعنی سنن ابی داؤد، ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں سے کسی کا حوالہ دیا ہے اور وہ حدیث صحیحین میں سے کسی ایک میں بھی قدرے لفظی اختلاف یا فرق کے ساتھ موجود ہے تو اس صورت میں اصل ماخذ بیان کرنے کے بعد صحیحین کا حوالہ اور فرق واختلاف بھی درج کرنے کی محتاط کوشش کی گئی ہے۔ اگر کوئی حدیث صحیحین میں نہ ملی تو پھر ابوداؤد کی روایت کو ترجیحاً نقل کیا گیا ہے۔ اگر ابوداؤد اور دیگر کتب میں بھی کوئی حدیث موجود ہے تو اصل متن کے طور پر ابوداؤد کی روایت درج کی گئی ہے اور باقی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ اور دیگر کتب کے حوالے درج کیے گئے ہیں۔ حوالوں کے بارے میں میری یہ کوشش رہی ہے کہ حتی الوسع ایک حدیث کے زیادہ سے زیادہ ممکن الحصول ماخذ و مصادر درج کیے جائیں۔ اصل کتب ماخذ جتنی مجھے دستیاب ہو سکیں، ان سب کے حوالے دینے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ تخریج مواد، اس کو نقل کرنے، عبارات پر اعراب لگانے اور اضافہ شدہ عربی عبارات کا ترجمہ کرنے کے بعد نقل شدہ مواد کی روشنی میں اسے ایک کتابی صورت میں لانے کے لیے اس کی پہلے ابواب بندی کی گئی اور پھر انہیں فصول اور مختلف عناوین کے تحت تقسیم کیا گیا، پھر ذیلی عنوانات قائم کیے گئے۔ بعد ازاں حوالے جات اور احادیث کے نمبر لگائے گئے اور ان حوالوں کو اپنے اپنے مقام پر درج کیا گیا تا کہ قاری کو اگر کسی عبارت کے اصل ماخذ کی ضرورت محسوس ہو تو وہ بغیر کسی دشواری اور پریشانی کے اصل ماخذ سے رجوع کر سکے۔

آخر میں بارگاہِ رب العزت میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کام کو اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبول حاصل ہو اور یہ مولانا محترم کے لیے بلندی درجات کا باعث بنے۔

وما توفیقی الا باللہ

خاکسار

عبدالوکیل علوی

كتاب الصّلوٰة

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ
وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ (الحشر: ۷)

”جو کچھ رسولؐ تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو
روک دے اس سے رُک جاؤ۔“

فصل:۱

ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے

۱۔ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ [۱]

''ہر وہ کام جو کوئی اہمیت رکھتا ہو، اللہ کی حمد کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ ابتر ہے۔''

تخریج: قُرِئَ عَلٰى اَبِى الْقَاسِمِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَاَنَا اَسْمَعُ، حَدَّثَكُمْ دَاوُدُ بْنُ رَشِيْدٍ، ثنا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ اَقْطَعُ [۲] (۱)

مفہوم

یعنی اس کی جڑ کٹی ہوئی ہے، اسے کوئی استحکام نصیب نہیں ہے۔ یا اس کا انجام اچھا نہیں ہے۔

ابتر کے معنی

یہ لفظ بَتَرَ سے ہے، جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ مگر محاورے میں یہ بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ نامراد آدمی کو بھی ابتر کہتے ہیں۔ ذرائع و وسائل سے محروم ہو جانے والا بھی ابتر کہلاتا ہے۔ جس شخص کے لیے کسی خیر اور بھلائی کی توقع باقی نہ رہی ہو اور جس کی کامیابی کی سب امیدیں منقطع ہو گئی ہوں، وہ بھی ابتر ہے۔ جو آدمی اپنے کنبے، برادری اور اعوان و انصار سے کٹ کر اکیلا رہ گیا ہو، وہ بھی ابتر ہے۔ جس آدمی کی کوئی اولاد نرینہ نہ ہو یا مر گئی ہو، اس کے لیے بھی ابتر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پیچھے اس کا نام لیوا باقی نہیں رہتا اور مرنے کے بعد وہ بے نام و نشان ہو جاتا ہے۔''

(تفہیم القرآن، ج۶، الکوثر، حاشیہ:۴)

---

۱ نبی ﷺ کا مستقل معمول تھا کہ آپ ہمیشہ اپنے خطبوں کا آغاز حمد و ثنا سے فرمایا کرتے تھے۔ (لہٰذا) جب تم اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے اٹھو تو اللہ کی حمد و تسبیح سے اس کا آغاز کرو۔ (تفہیم القرآن، ج۵، الطور، حاشیہ:۴۰)

۲ تَفَرَّدَ بِهٖ قُرَّةُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، وَاَرْسَلَهٗ غَيْرُهٗ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَقُرَّةُ لَيْسَ بِقَوِيٍّ فِى الْحَدِيْثِ۔ وَرَوَاهُ صَدَقَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَلَا يَصِحُّ الْحَدِيْثُ، وَصَدَقَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ ضَعِيْفَانِ، وَالْمُرْسَلُ هُوَ الصَّوَابُ۔

تشریح: اسلام جوتہذیب انسان کوسکھا تا ہے،اس کےقواعد میں سے ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہرکام کی ابتدا خدا کے نام سے کرے۔اس قاعدے کی پابندی اگرشعوراورخلوص کے ساتھ کی جائے تواس سے لازماً تین فائدے حاصل ہوں گے۔

ایک یہ کہ آدمی بہت سے برے کاموں سے بچ جائے گا،کیونکہ خدا کا نام لینے کی عادت اسے ہرکام شروع کرتے وقت یہ سوچنے پرمجبورکردے گی کہ کیاواقعی میں اس کام پرخدا کا نام لینے میں حق بجانب ہوں؟

دوسرے یہ کہ جائز،صحیح اورنیک کاموں کی ابتدا کرتے ہوئے خدا کا نام لینے سے آدمی کی ذہنیت بالکل ٹھیک سمت اختیارکرلےگی اوروہ ہمیشہ صحیح ترین نقطہ سے اپنی حرکت کا آغازکرے گا۔

تیسرا اورسب سے بڑافائدہ یہ ہے کہ جب وہ خدا کے نام سے اپنا کام شروع کرے گا توخدا کی تائیداورتوفیق اس کے شامل حال ہوگی۔اس کی سعی میں برکت ڈالی جائے گی اورشیطان کی فسادانگیزیوں سے اس کوبچایاجائے گا۔خدا کا طریقہ یہ ہے کہ جب بندہ اس کی طرف توجہ کرتا ہےتووہ بھی بندے کی طرف توجہ فرماتا ہے۔

دعا کی ابتدا اس ہستی کی تعریف سے کی جانی چاہیے جس سے ہم دعا مانگنا چاہتے ہیں یہ گویااس امرکی تعلیم ہے کہ دعا جب مانگوتومہذب طریقہ سے مانگو۔یہ کوئی تہذیب نہیں ہے کہ منہ کھولتے ہی جھٹ اپنا مطلب پیش کردیا۔تہذیب کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے دعا کررہے ہو پہلے اس کی خوبی کا،اس کےاحسانات اوراس کے مرتبے کااعتراف کر۔

تعریف ہم جس کی بھی کرتے ہیں،دووجوہ سے کیا کرتے ہیں۔

- ایک یہ کہ وہ بجائے خودحسن وخوبی اورکمال رکھتاہو،قطع نظراس سے کہ ہم پراس کےان فضائل کا کیااثر ہے۔
- دوسرے یہ کہ وہ ہمارامحسن ہواورہم اعتراف نعمت کے جذبہ سے سرشارہوکراس کی خوبیاں بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ کی تعریف ان دونوں حیثیتوں سے ہے۔یہ ہماری قدرشناسی کا تقاضا بھی ہےاوراحسان شناسی کا بھی کہ ہم اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوں۔

دنیا میں جہاں،جس چیزاورجس شکل میں بھی کوئی حسن،کوئی خوبی،کوئی کمال ہےاس کا سرچشمہ اللہ ہی کی ذات ہے۔کسی انسان،کسی فرشتے،کسی دیوتا،کسی سیارے،غرض کسی مخلوق کا کمال بھی ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ کا عطیہ ہے۔پس اگرکوئی اس کا مستحق ہے کہ ہم اس کےگرویدہ اورپرستار،احسان منداورشکرگزار،نیازمنداورخدمت گاربنیں تووہ خالق کمال ہےنہ کہ صاحب کمال۔ (تفہیم القرآن،ج۱،فاتحہ،حاشیہ:۲،۱)

حمد کے معنی

حمد کا لفظ تعریف اورشکردونوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔لیکن اس کے اصل معنی تعریف کے ہیں۔شکر کے معنی ضمناً پیدا ہوتے ہیں۔جب ایک آدمی کسی کا احسان مند ہوتا ہےتواس کی تعریف کرتا ہے،اس وجہ سے شکر کا مفہوم اس کے اندرآپ

سے آپ آجاتا ہے۔ اسی لیے بسا اوقات جب کوئی آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کا مزاج کیسا ہے؟ آپ کہتے ہیں الحمدللہ؛ تو وہ الحمدللہ شکر کے معنی میں ہوتا ہے۔ کھانا کھا کر آپ اٹھتے ہیں آپ کہتے ہیں الحمدللہ۔ پانی پیتے ہیں آپ کہتے ہیں الحمدللہ۔ یہ سارا الحمدللہ شکر کے معنی میں ہے۔ لیکن اس کی بنا کیا ہے؟ اس کی بنا یہ ہے کہ آدمی جب کسی کا شکر گزار ہوتا ہے اور اپنے دل میں احسان مندی محسوس کرتا ہے تو وہ اس کی تعریف کرتا ہے اور اس تعریف کا جو اصل محرک ہوتا ہے وہ شکر کا جذبہ ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ آپ دیکھیں گے کہ کسی شخص نے اگر ان کے اوپر بہت بڑا احسان کیا ہے وہ کہیں گے اجی اس کا کیا کہنا! وہ تو بڑا سخی آدمی ہے۔ بڑا فیاض آدمی ہے۔ بڑا ہمدرد آدمی ہے۔ اب یہ ساری باتیں جو وہ کہہ رہا ہے تو وہ ظاہر ہے تعریف کررہا ہے۔ درحقیقت وہ اظہار شکر کررہا ہے۔ محرک اس کا شکر ہوتا ہے۔ لیکن بنا جو اصل ہے وہ حمد کی ہے وہ تعریف ہے۔ اور تعریف دو طرح سے ہوا کرتی ہے۔ ایک بجائے خود کسی کے کمال کی تعریف ہوتی ہے اور ایک کسی کے ایسے کمال کی تعریف ہوتی ہے، جو ہمارے لیے نافع ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک پھول کو آپ دیکھتے ہیں۔ اس کے حسن کی آپ تعریف کرتے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ آپ کے لیے نافع ہے، یا نہیں۔ یعنی بجائے خود وہ پھول اتنا حسین ہے کہ آپ اس کی تعریف کررہے ہیں، وہ اس تعریف کا مستحق ہے۔ ایک دوا کی آپ تعریف کرتے ہیں۔ یہ تعریف اس بنا پر ہے کہ اس کے خواص آپ کے لیے نافع ہیں۔

تعریف اللہ ہی کے لیے مخصوص کیوں ہے؟

اللہ تعالیٰ کی جو تعریف ہے وہ ان دونوں وجوہ سے ہے۔ اس وجہ سے بھی ہے کہ وہ بجائے خود کامل ہے، بجائے خود تمام کمالات کا اور ساری خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ اس بنا پر بھی ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی قابل تعریف ہے اس کے اندر جو صفت بھی پیدا ہوتی ہے تعریف کی، وہ اللہ کے پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ تو وہ منبع کمالات بھی ہے اور سرچشمہ کمالات بھی ہے۔ تمام خوبیوں کی ابتدا اسی کی ذات سے ہوتی ہے اور تمام خوبیاں اسی کی پیدا کردہ ہیں اور اس بنا پر بھی ہے کہ اس کی بے شمار صفات ایسی ہیں جو براہ راست ہمارے وجود کا سبب بنی ہیں۔ براہ راست ہمارے لیے جو کچھ بھی ہم کو بھلائی پہنچتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ان صفات سے پہنچتی ہے۔ تو ان فوائد و منافع کی وجہ سے بھی جو اللہ سے ہم کو پہنچتے ہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور بجائے خود اس کے کمالات کی بنا پر بھی تعریف کرتے ہیں کہ جس چیز میں بھی جو کچھ کمال ہے اس کا سرچشمہ اس کی ذات ہے۔ جب الحمدللہ کہا جائے تو اس کے اندر خود یہ مفہوم شامل ہو جاتا ہے کہ حقیقت میں تعریف جس چیز کا نام ہے اس کا مستحق وہی ہے۔ یعنی دوسرا کوئی کسی تعریف کا مستحق نہیں ہے۔ دوسرا اگر تعریف کا مستحق ہے تو مجازاً ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بالذات مستحق ہے اور حقیقت میں تعریف اگر پہنچتی ہے تو اسی کو پہنچتی ہے۔ مثلاً آپ چیز دیکھتے ہیں کہ بڑی اچھی بنی ہوئی ہے۔ جب آپ اس کی تعریف کرتے ہیں کہ کیا خوب بنی ہوئی ہے تو حقیقت میں اس بنانے والے کی تعریف کرتے ہیں۔ یعنی وہ چیز بجائے خود تعریف کی مستحق نہیں، بنانے والا تعریف کا مستحق ہے جس نے اتنی اعلیٰ درجے کی چیز بنائی۔ تو جتنی چیزیں بھی ہیں جن کی کوئی شخص تعریف کرتا ہے حقیقت میں وہ ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے ــــــ اگر تعریف کا مستحق اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے تو باقی وہ کون ہیں جو معبود ہونے کے مستحق ہیں: ظاہر بات ہے کہ اگر تمام تعریف اللہ کے لیے ہے تو یقیناً ساری عبادت اللہ ہی

کے لیے ہے۔کوئی دوسرا کسی عبادت کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اگر اس میں کوئی کمال ہے بھی تو عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کا۔اپنا ذاتی کوئی کمال نہیں۔ذاتی کمال جب اس کا نہیں ہے تو وہ عبادت کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے۔ایک نبی بلاشبہ نہایت ہی مقدس ہستی ہے نہایت پاکیزہ ہستی ہے۔لیکن کس بنا پر وہ قابل تعریف ہے اس بنا پر کہ اللہ نے نبی بنایا ہے۔جب اللہ کا بنایا ہوا نبی ہونے کی وجہ سے وہ قابل تعریف ہے اور جو کچھ اس کے کمالات ہیں وہ اللہ کے دیے ہوئے ہیں تو معبود نبی کو ہونا چاہیے کہ اللہ کو ہونا چاہیے؟ اسی طرح دوسری جو ہستیاں بھی ہیں اگر فرض کیجیے کوئی شخص سورج کی عبادت کر رہا ہے۔سورج کو روشنی کہاں سے ملی۔سورج کو حرارت کہاں سے ملی۔یہ انرجی جو سورج دے رہا ہے یہ اُسے کہاں سے حاصل ہوئی؟ اگر اس کا بنانے والا اللہ ہی ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ ہی ہے تو معبود ہونے کا مستحق سورج نہیں ہے بلکہ اللہ ہے۔تو اس طرح سے الحمدللہ کا لفظ خود شرک کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔یہیں سے آغاز ہو جاتا ہے شرک کی جڑ کاٹنے کا اور توحید کے اثبات کا۔

(کیسٹ سورۃ الفاتحہ، تفسیر سید مودودیؒ، ادارہ الابلاغ نور چیمبر لاہور)

پوری زمین پاک اور عبادت کی جگہ ہے

۲۔ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِداً وَّ طُهُوْراً۔

''نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے لیے پوری زمین عبادت کی جگہ اور طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے۔''

(تفہیم القرآن، ج ٦، الجن، حاشیہ:١٩)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ سِنَانٍ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَيَّارٌهُوَ اَبُوالْحَكَمِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ِالْفَقِيْرُ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اُعْطِيْتُ خَمْساً لَمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌمِّنَ الْاَنْبِيَآءِ قَبْلِیْ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِداً وَطُهُوْراً وَاَيُّمَا رَجُلٍ منْ اُمَّتِیْ اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَآئِمُ وَكَانَ النَّبِیُّ يُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ كَآفَّةً وَاُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ۔(۲)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے پانچ (امتیازات) ایسے عطا کیے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دیے گئے۔ایک مہینے کی مسافت کی بقدر (دشمنوں پر) رعب و دبدبہ سے میری نصرت فرمائی گئی، میرے لیے پوری زمین عبادت کی جگہ اور طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنائی گئی ہے، اور میرا کوئی امتی، جب اسے نماز کا وقت آن پہنچے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز پڑھ لے۔اور غنائم میرے لیے حلال قرار دیئے گئے ہیں۔دوسرا نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے اور شفاعت (کبریٰ) کا اعزاز مجھے عطا ہوا ہے۔

تشریح: نماز پڑھنے کے لیے اس امر کے علم کی ضرورت نہیں ہے کہ جگہ پاک ہے، بلکہ ہر خشک جگہ کو پاک ہی سمجھنا چاہیے جب تک کہ اس کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو۔ اس لیے محض شک اور وہم کی بنا پر نماز قضا کرنا درست نہیں۔ اگر طبیعت کا وہم دور نہ ہو تو اپنا ہی کوٹ (وغیرہ) اتار کر کہیں بچھا لیجیے اور اس پر پڑھ لیجیے۔ (رسائل ومسائل دوم، فقہی مسائل: دارالکفر میں...)

ماٰخذ

(۱) سنن دار قطنی ج ۱ کتاب الصلوٰة ☆ ابن ماجه: کتاب النکاح، باب خطبة النکاح قال السندی: الحدیث قد حسنه ابن الصلاح والنووی وَاَخُرَجه ابن حبان فی صحیحه والحاکم فی المستدرک۔☆ السنن الکبری للبیهقی ج۳ کتاب الجمعة، باب مایستدل به علی وجوب التحمید فی خطبة الجمعة ☆ کنزالعمال ج۱، حدیث ۲۵۱۱۔ ☆ مجمع الزوائد: ج ۲ ☆ ریاض الصالحین: کتاب حمد الله تعالی و شکره۔ ☆ فتح القدیر للشو کانی ج ۱ ص۲۱۔ ☆مصنف ابن ابی شیبة ج۹ کتاب الادب باب ماقالوا یستحب ان یبدأ به من الکلام۔ ابن ابی شیبة میں"کل کلام ذی بال، لایبدأ فیه بالحمد لله فهو اقطع" منقول هے اور المصنف میں عبدالرزاق نے ج٦-ص١٨٩ پر"کل کلام ذی بال لا یبدأ فیه بذکر الله فهوابتر" اور مسند احمد ج۲، ص ۳۵۹ پر عن ابی هریرة "کل کلام او امرذی بال لایفتح بذکر الله عزوجل فهو ابتر اوقال اقطع" مذکور هے اور سنن دارقطنی ج ۱،کتاب الصلوٰة میں حضرت ابوهریرة سے کل امر ذی بال لا یبدأ فیه بذکر الله اقطع" روایت کیا هے۔ کنزالعمال ج ۱، احادیث ۲۵۰۹۔۲۵۱۰۔ ۲۵۱۱ میں"کل امر ذی بال لا یبدافیه بحمد الله والصلوٰة علی فهو اقطع ابتر ممحوق من کل برکة" ذکر کیا هے۔ فتح المجید کے ص ٦ پر"کل امر ذی بال لایبدأ فیه بسم الله الرحمن الرحیم فهو اقطع اخرجه ابن حبان، قال ابن الصلاح والحدیث حسن ذکر هے۔کنزالعمال ج۱۔۵۵۵ پر فی فضائل السور والآیات والبسملة کے تحت عبدالقادر الرهاوی فی الاربعین عن ابی هریرة کے حواله سے "کل امر ذی بال لا یبدأ فیه بسم الله الرحیم[1] اقطع"مذکور هے۔ ابوداؤد نے ج ٤،کتاب الادب باب الهدی فی الکلام میں "کل کلام لایبدا فیه بالحمد لله فهو اجزم" بهی بیان کیا هے۔

(۲) بخاری: کتاب الصلوٰة، باب قول النبی ﷺ جعلت الارض مسجدا وطهورا۔ کتاب التیمم میں کافة کی بجائے عامة هے۔☆مسلم: کتاب المساجد ومواضع الصلوٰة ☆ ترمذی: ابواب السیر، باب ماجاء فی الغنیمة اور ابواب الصلوٰة، باب ماجاء ان الارض کلها مسجدٌ إلا المقبرة☆نسائی کتاب الغسل اورکتاب المساجد ☆ ابن ماجه:

---

[1] اس مقام پر غالباً الرحمٰن چھوٹ گیا ہے کیونکہ دار قطنی، ج ۱ میں کتاب الصلوٰة کے تحت حاشیہ الرہاوی کے حوالہ میں الرحمٰن مذکور ہے۔ (مرتب)

کتاب المساجد والجماعات، باب المواضع التی تکره فیها الصلوٰة۔ ابن ماجه نے بهی ترمذی کی ابواب الصلوٰة والی روایت بیان کی هے۔☆دارمی: کتاب السیر، باب ان الغنیمة لاتحل لاحد قبلنا ☆ دارمی: کتاب الصلوٰة، باب الارض کلها طاهرة ماخلا المقبرة والحمام☆مسند احمد، ج٥، ص ١٤٥- ١٤٨- ١٦١- ٢٤٨- ٢٥٦- ٣٨٣-مسند احمد ج١، ص ٢٥٠-٣٠١، ج٢، ص ٢٢٢- ٢٤٠- ٢٥٠- ٤١٢-٤٤٢-٥٠٢، ج٣ ، ص٣٠٤، ج ٤، ص ٤١٦☆ مجمع الزوائد هیشمی ج ١،کتاب الطهارة، باب فی التیمم☆الطبرانی اور بزار بحواله مجمع الزوائد☆ مسند ابی عوانة ج ١، ص ٣٩٦ ☆ تفسیر ابن کثیر، ج ٣، ص ٣٢١-٣٠٨- سوره فرقان اور ج ١، ص ٥٠٥ عن جابر☆ احکام القرآن للجصاص ج ٤ ، ص ٢٦٠۔

فصل:۲

وضو کے مسائل

چہرے میں منہ اور ناک، سر میں کان شامل ہیں

۳۔ ”نبی ﷺ نے فرمایا کہ وضو کے دوران منہ دھونے میں کلی کرنا اور ناک صاف کرنا بھی شامل ہے۔“

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنا حَمَّادٌ ح وَثَنا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ عَنْ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيْعَةَ، عَنْ شَهْرِبْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ، ذَكَرَ وُضُوْءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ الْمَاْقَيْنِ قَالَ: وَقَالَ (اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاسِ)۔ (۱)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ (باہلی) سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وضو کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ آپؐ ناک کی طرف کے گوشہ چشم کا مسح فرماتے اور فرمایا، کان سر کا ایک حصہ ہیں۔

ابن ماجہ نے اسے مرفوع نقل کیا ہے:

〈۲〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْاُذُنَانِ مِنَ الرَّاْسِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کان سر کا ایک حصہ ہیں۔

ابوداؤد نے اس پر جرح کرتے ہوئے کہا ہے اور ترمذی نے بھی:

—— قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: يَقُوْلُهَا اَبُوْاُمَامَةَ۔ قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادُ: لَا اَدْرِىْ هُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ اَوْ (من) اَبِىْ اُمَامَةَ۔ يَعْنِىْ قِصَّةَ الْاُذُنَيْنِ، قَالَ قُتَيْبَةُ عَنْ سِنَانٍ اَبِىْ رَبِيْعَةَ قَالَ اَبُوْدَاؤُدَ: وَهُوَ ابْنُ رَبِيْعَةَ، كُنْيَتُهُ اَبُوْ رَبِيْعَةَ۔ (۲)

—— سلیمان بن حرب کا قول ہے کہ یہ ”الاذنان من الراس“ کا جملہ ابوامامہ کا ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان نہیں۔ قتیبہ کہتے ہیں کہ حماد کا قول ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ جملہ نبی ﷺ کا فرمودہ ہے یا ابوامامہ کا اپنا قول۔

تشریح: بغیر اس کے منہ کے غسل کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور کان چونکہ سر کا ایک حصہ ہیں، اس لیے سر کے مسح میں کانوں کے اندرونی اور بیرونی حصوں کا مسح بھی شامل ہے۔ نیز وضو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہییں تاکہ جن ہاتھوں سے آدمی وضو کر رہا ہو وہ خود پہلے پاک ہو جائیں۔ (تفہیم القرآن، ج۱، مائدہ، حاشیہ:۲۴)

وضو سے فراغت کے بعد دعا

٤۔اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

''میں شہادت دیتا ہوں کہ ایک اکیلے لاشریک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔خدایا مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والا بنا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا جَعْفَرُبْنُ مُحَمَّدِبْنِ عِمْرَانَ الثَّعْلَبِيُّ الْكُوْفِيُّ نَازَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ الدمَشْقِيِّ، عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ وَاَبِىْ عُثْمَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَن تَوَضَّأَفَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ:''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ''وَفِى الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ۔(۳)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا پھر وضو کے بعد اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ الخ پڑھا کہ ''میں شہادت دیتا ہوں کہ ایک لاشریک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔خدایا مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والا بنا۔''اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ جس میں سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

ـــــ قَالَ اَبُوْ عِيْسىٰ: حَدِيْثُ عُمَرَ قَدْ خُوْلِفَ زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ فِىْ هٰذَا الْحَدِيْثِ۔ رَوىٰ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِىْ اِدْرِيْسَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عُمَرَ، عَنْ اَبِىْ عُثْمَانَ، عَنْ جُبَيْرِبْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عُمَرَ۔ وَهٰذَا حَدِيْثٌ فِىْ اِسْنَادِهٖ اِضْطِرَابٌ۔ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِىْ هٰذَا الْبَابِ كَبِيْرُ شَيْئٍ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: اَبُوْ اِدْرِيْسَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ شَيْئًا۔

تشریح: وضو کے دوران میں اگر تم اپنے اعضاء دھونے کے ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو اور فارغ ہو کر وہ (مندرجہ بالا) دعا پڑھو جو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے، تو محض تمہارے اعضاء ہی نہ دھلیں گے، بلکہ ساتھ ساتھ تمہارا دل بھی دھل جائے گا۔
(خطبات، باب سوم، نماز میں...)

نواقض وضو

نواقض وضو کے مسئلے کی صحیح صورت یہ ہے کہ شریعت میں جن جن باتوں سے وضو کے ٹوٹنے اور تجدید وضو لازم آنے کا حکم لگایا گیا ہے، پہلے ان سب کو اپنے ذہن سے نکال دیجیے۔ پھر خود اپنے طور پر سوچیے کہ عام انسانوں کے لیے (جن میں عالم اور

جاہل، عاقل اور کم عقل، طہارت پسند اور طہارت سے غفلت کرنے والے، سب ہی قسم کے لوگ مختلف درجات وحالات کے موجود ہیں) آپ کو ایک ایسا ضابطہ بنانا ہے جس میں حسب ذیل خصوصیات موجود ہوں:

(۱) لوگوں کو بار بار صاف اور پاک ہوتے رہنے پر مجبور کیا جائے اور ان میں نظافت کی حس اس قدر بیدار کر دی جائے کہ وہ نجاستوں اور کثافتوں سے خود بچنے لگیں۔

(۲) خدا کے سامنے حاضر ہونے کی اہمیت اور امتیازی حیثیت ذہن میں بٹھائی جائے، تا کہ نیم شعوری طور پر آدمی خود بخود اپنے اندر یہ محسوس کرنے لگے کہ نماز کے قابل ہونے کی حالت، دنیا کی دوسری مشغولیتوں کے قابل ہونے کی حالت سے لازماً مختلف ہے۔

(۳) لوگوں کے اپنے نفس اور اس کے حال کی طرف توجہ رکھنے کی عادت ڈالی جائے، تا کہ وہ اپنے پاک یا ناپاک ہونے، اور ایسے ہی دوسرے احوال سے جو ان پر وارد ہوتے رہتے ہیں، بے خبر نہ ہونے پائیں اور ایک طرح سے خود اپنے وجود کا جائزہ لیتے رہیں۔

(۴) ضابطہ کی تفصیلات کو ہر شخص کے اپنے فیصلہ اور رائے پر نہ چھوڑا جائے بلکہ ایک طریق کار معین ہو، تا کہ انفرادی طور پر لوگ طہارت میں افراط وتفریط نہ کریں۔

(۵) ضابطہ اس طرح بنایا جائے کہ اس میں اعتدال کے ساتھ طہارت کا مقصد حاصل ہو، نہ اتنی سختی ہو کہ زندگی تنگ ہو کر رہ جائے اور نہ اتنی نرمی کہ پاکیزگی ہی باقی نہ رہے۔

ان پانچ خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر آپ خود ایک ضابطہ تجویز کریں اور خیال رکھیں کہ اس میں کوئی بات اس نوعیت کی نہ آنے پائے جس پر اعتراضات ہو سکتے ہیں۔

اس قسم کا ضابطہ بنانے کی کوشش میں اگر آپ صرف ایک ہفتہ صرف کریں گے تو آپ کی سمجھ میں خود بخود یہ بات آ جائے گی کہ ان خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر صفائی وطہارت کا کوئی ایسا ضابطہ نہیں بنایا جا سکتا جس پر اعتراضات وارد نہ ہو سکتے ہوں۔ آپ کو بہر حال کچھ چیزیں ایسی مقرر کرنی پڑیں گی جن کے پیش آنے پر ایک طہارت کو ختم شدہ فرض کرنا اور دوسری طہارت کو ضروری قرار دینا ہوگا۔ آپ کو یہ بھی متعین کرنا ہوگا کہ ایک طہارت کی مدت قیام (Duration) کن حدود تک رہے گی اور کن حدود پر ختم ہو جائے گی۔ اس غرض کے لیے جو حدیں بھی آپ تجویز کریں گے، ان میں ناپاکی ظاہر اور نمایاں اور محسوس نہ ہوگی بلکہ فرضی اور حکمی ہی ہوگی اور لامحالہ بعض حوادث ہی کو حد بندی کے لیے نشان مقرر کرنا ہوگا۔

جب آپ اس زاویہ نظر سے اس مسئلہ پر غور کریں گے تو آپ خود بخود اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ شارع نے جو ضابطہ تجویز کر دیا ہے، وہی ان اغراض کے لیے بہترین اور غایت درجہ معتدل ہے۔ اس کے ایک ایک جزئیہ کو الگ الگ لے کر علت ومعلول اور سبب ومسبب کا ربط تلاش کرنا معقول طریقہ نہیں ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ کیا بہ حیثیت مجموعی ان اغراض و مصالح کے لیے جو اوپر بیان ہوئی ہیں، اس سے بہتر اور جامع تر کوئی ضابطہ تجویز کیا جا سکتا ہے؟ لوگوں کو احکام وضو میں جو غلط

فہمی پیش آتی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ اس بنیادی حکمت کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے جو بہ حیثیت مجموعی ان احکام میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ بلکہ ایک ایک جزئی حکم کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ فلاں فعل میں آخر کیا بات ہے کہ اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی ضرب آخر کس طرح شکست وضو کا سبب بن جاتی ہے۔

(رسائل ومسائل اول، فقہی مسائل: نواقض وضو)

سگریٹ نوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: ''مولانا! وضو کی حالت میں سگریٹ پینا کیسا ہے؟''

جواب: ''کوئی حرج نہیں۔ وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ نماز سے پہلے کلی کر کے منہ کو اچھی طرح صاف کر لینا چاہیے تاکہ سگریٹ کی بو باقی نہ رہے۔'' (۵-اے ذیلدار پارک دوم، ص: ۱۷۲)

جرابوں پر مسح

۵۔ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ۔

''نبی ﷺ نے اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا۔'' [1]

تخریج: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، عَنْ وَكِيْعٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ اَبِىْ قَيْسٍ الْاَوْدِىِّ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَرْوَانَ، عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ.

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا۔

—— قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ، وَهُوَ قَوْلُ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ قَالُوْا يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا نَعْلَيْنِ اِذَا كَانَا ثَخِيْنَيْنِ۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: كَانَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِىْ لَا يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، لِاَنَّ الْمَعْرُوْفَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

—— حضرت مغیرہ سے مروی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: وَرُوِىَ هٰذَا اَيْضاً عَنْ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ۔

—— ''ابوداؤد کا خیال ہے کہ ابوموسیٰ الاشعری کے واسطہ سے مسح علی الجوربین والی روایت متصل بھی نہیں اور نہ وہ قوی ہے۔''

---

[1] نسائی کے سوا تمام کتب سنن اور مسند احمد میں یہ روایت مغیرہ بن شعبہ موجود ہے۔

ـــــ قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ، وَابْنُ مَسْعُوْدٍ، وَالْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ، وَاَنَسُ ابْنُ مَالِكٍ، وَاَبُوْ اُمَامَةَ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ، وَرُوِيَ ذٰلِكَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ عَبَّاسٍ۔(٤)

ترجمہ : حضرت علیؓ بن طالب، عبداللہ بن مسعودؓ، براء بن عازبؓ، انس بن مالکؓ، ابوامامہؓ، سہل بن سعدؓ، عمرو بن حریثؓ نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب اور ابن عباسؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

٦۔ حضرت اوس بن ابی اوس ثقفی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضوفرمایا اور اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح فرمایا۔

تخریج:〈۱〉وَقَالَ عبادٌ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتىٰ كِظَامَةَ قَوْمٍ ـــ يَعْنِي الْمِيْضَاةَ ـــ وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْمِيْضَاةَ وَالْكِظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلىٰ نَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ۔ (ابو داؤد)

〈۲〉حدَّثنا مُسَدَّدٌ وَعَبَادُبْنُ مُوْسىٰ قَالَا: ثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلىٰ بْنِ عَطَآءٍ عَنْ اَبِيْهِ ، قَالَ عبادٌ: قَالَ: اَخْبَرَنِيْ اَوْسُ بْنُ اَوْسٍ الثَّقَفِيُّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ توضأ ومَسَحَ عَلىٰ نعْلَيْهِ وَقَدَمَيْه .

تشریح: سنت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے۔ ابوداؤد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعود، براء بن عازب، انس بن مالک، ابوامامہ، سہل بن سعد اور عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ نیز حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بھی یہ فعل مروی ہے۔ بلکہ بیہقی نے ابن عباس اور انس بن مالک سے اور طحاوی نے اوس بن ابی اوس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا ہے۔ اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہی عمل حضرت علی سے بھی منقول ہے۔ ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جراب اور صرف جوتے، اور جرابیں پہنے ہوئے جوتے پر مسح کرنا بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی ﷺ نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط[۱] میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو۔ اور نہ یہ ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضور اور مذکورہ بالا اصحابہ نے مسح فرمایا وہ کس قسم کی تھیں۔ اس لیے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی عائد کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں ہے اور فقہاء چونکہ شارع نہیں ہیں، اس لیے ان کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے، تو وہ گنہگار نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی اور امام احمد کی رائے یہ ہے کہ جرابوں پر اس صورت میں آدمی مسح کرسکتا ہے جب کہ آدمی جوتے اوپر سے پہنے رہے۔ لیکن اوپر جن صحابہ کے آثار نقل کیے گئے ہیں ان میں سے کسی نے بھی اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔

(رسائل ومسائل دوم، فقہی مسائل: جرابوں پر مسح)

مَسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ (موزوں پر مسح)

مسح علی الخفین کے مسئلے پر غور کر کے میں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ تیمّم کی طرح ایک سہولت ہے جو اہل ایمان کو ایسی حالتوں کے لیے دی گئی ہے جب وہ کسی صورت سے پاؤں ڈھانکے رکھنے پر مجبور ہوں اور بار بار پاؤں دھونا ان کے لیے

---

[۱] جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا تعلق ہے اس کے جواز پر قریب قریب تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ مگر سوتی اور اونی جرابوں کے معاملے میں عموماً ہمارے فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ موٹی ہوں، اور شفاف نہ ہوں کہ ان کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے۔ اور وہ کسی قسم کی بندش کے بغیر خود قائم رہ سکیں۔ میں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ ان شرائط کا ماخذ کیا ہے مگر سنت میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی۔ (از مولف)

موجب نقصان یا وجہ مشقت ہو۔اس رعایت کی بنا اس مفروضے پر نہیں ہے کہ طہارت کے بعد موزے پہن لینے سے پاؤں نجاست سے محفوظ رہیں گے۔اس لیے ان کو دھونے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ اس کی بنا اللہ کی رحمت ہے جو بندوں کو سہولت عطا کرنے کی مقتضی ہوئی۔لہٰذا ہر وہ چیز جو سردی سے، یا راستے کے گردوغبار سے بچنے کے لیے، یا پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لیے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اتارنے اور پھر پہننے میں آدمی کو زحمت ہو، اس پر مسح کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ اونی جراب ہو، یا سوتی۔ چمڑے کا جوتا ہو یا کرمچ کا، یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ لیا گیا ہو۔ میں جب کبھی کسی کو وضو کے بعد مسح کے لیے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھاتے دیکھتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ بندہ اپنے خدا سے کہہ رہا ہے کہ ''حکم ہو تو ابھی یہ موزے کھینچ لوں اور پاؤں دھو ڈالوں۔مگر چونکہ سرکار ہی نے رخصت عطا فرما دی ہے، اس لیے مسح پر اکتفا کرتا ہوں۔'' میرے نزدیک دراصل یہی معنی مسح علی الخفین وغیرہ کی حقیقی روح ہیں۔اور اس روح کے اعتبار سے وہ تمام چیزیں یکساں ہیں جنھیں ان ضروریات کے لیے آدمی پہنے، جن کی رعایت ملحوظ رکھ کر مسح کی اجازت دی گئی ہے۔

(رسائل ومسائل، دوم، فقہی مسائل: جرابوں پر مسح)

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْحَرَّانِیُّ، قَالَ: ثَنَااللَّیْثُ عَنْ یَحْیٰ بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعْدِ ابْنِ اِبْرَاهِیمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرٍ، عَنْ عُرْوَةَبْنِ الْمُغِیْرَةِ عَنْ اَبِیْهِ الْمُغِیْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهٖ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِیْرَةُ بِاِدَاوَةٍ فِیْهَا مَآءٌ فَصَبَّ عَلَیْهِ حِیْنَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهٖ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ۔(۵)

ترجمہ: حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ مغیرہ بن شعبہ پانی کا لوٹا لے کر آپ کے پیچھے ہو لیے۔جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے پانی ڈالا۔ آپؐ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔

وضو کے احکام قرآن کو سمجھنے میں حدیث نبویؐ سے مدد

(ایک سائل کے جواب میں) بلاشبہ وضو کے بارے میں قرآن مجید میں یہی حکم ہے کہ جب نماز کے لیے اٹھو تو وضو کرو، مگر نبی ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ اس کا منشا کیا ہے؟ اسی طرح قرآن میں صرف منہ دھونے کا حکم ہے مگر آں حضرت ﷺ نے ہمیں منہ دھونے کا صحیح طریقہ اور معنی بتائے کہ اس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی شامل ہے۔قرآن میں صرف سر کے مسح کا حکم ہے، مگر حضورؐ نے ہمیں بتایا کہ سر کے مسح میں کان کا مسح بھی شامل ہے۔آپ نے ہمیں یہ بھی بتایا کہ وضو شروع کرتے وقت پہلے ان ہاتھوں کو پاک کر لو، جن سے تمہیں وضو کرنا ہے۔یہ باتیں قرآن میں نہیں بتائی گئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے حکم قرآنی کی تشریح کر کے ہمیں یہ باتیں بتائی ہیں۔قرآن کے ساتھ نبی کے آنے کا مقصد یہی تھا کہ وہ کتاب کے منشا کو کھول کر ہمیں بتائے اور اس پر عمل کر کے بتائے۔آیت وَاَنْزَلْنَااِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْهِمْ (النحل:۴۴) میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔یعنی اے نبی! ہم نے یہ ذکر لوگوں کے پاس براہ راست بھیج دینے کے بجائے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے وضاحت کے ساتھ اس ہدایت کی تشریح کرو جو ان کی طرف بھیجی گئی ہے۔

اس بات کو اگر آپ اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ کو اپنے اس سوال کا جواب سمجھنے میں بھی کوئی زحمت پیش نہ آئے گی کہ ایک ہی وضو سے ایک سے زائد نمازیں پڑھنا کیوں جائز ہے۔ دراصل نبی ﷺ نے ہمیں بتایا کہ ایک وضو کی مدت قیام کس قدر ہے اور کن چیزوں سے یہ مدت ختم ہوتی ہے۔ اگر حضورؐ یہ نہ بتاتے تو ایک شخص یہ غلطی کر سکتا تھا کہ تازہ وضو کے بعد پیشاب کر لیتا، یا کسی دوسرے ناقض وضو فعل کا صدور اس سے ہو جاتا اور وہ پھر بھی نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ یا مثلاً دوران نماز میں ریح خارج ہو جانے کے باوجود نماز پڑھ ڈالتا۔ قرآن میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ نماز کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ وضو کب تک باقی رہتا ہے اور کن چیزوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص بہ طور خود یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ ابھی ابھی جس شخص نے وضو کیا ہے، ریح خارج ہونے سے اس کے وضو میں کیا قباحت واقع ہو جاتی ہے۔ اب جبکہ حضورؐ نے واضح طور پر یہ بتا دیا کہ وضو کو ساقط کرنے والے اسباب کیا ہیں تو اس سے خود بخود یہ بات نکل آئی کہ جب تک ان اسباب میں سے کوئی سبب رونما نہ ہو، وضو باقی رہے گا۔ خواہ اس پر کتنے ہی گھنٹے گزر جائیں اور جب ان میں سے کوئی سبب رونما ہو جائے تو وضو باقی نہیں رہے گا۔ خواہ آدمی نے ابھی ابھی تازہ وضو کیا ہو اور اس کے اعضاء بھی پوری طرح خشک نہ ہوئے ہوں۔

اب اگر (کوئی صاحب یہ کہتے ہیں) کہ قرآن میں چونکہ حکم ان الفاظ میں آیا ہے (کہ جب تم نماز کے لیے اٹھو تو وضو کرو، اس لیے ہر نماز کے لیے تازہ وضو ضروری ہے) تو اسی طرح کا استدلال کر کے ایک شخص یہ حکم لگا سکتا ہے کہ ہر مستطیع مسلمان کو از روئے قرآن ہر سال حج کرنا چاہیے اور یہ بھی دعویٰ کر سکتا ہے کہ عمر بھر میں ایک دفعہ زکوٰۃ دے کر آدمی قرآن کا حکم پورا کر دیتا ہے۔ تشریح رسولؐ سے بے نیاز ہو کر تو ہر مسلمان شخص قرآن کی ہر آیت کی ایک نرالی تعبیر و تاویل کر سکتا ہے اور کسی کی رائے بھی کسی دوسرے شخص کے لیے حجت نہیں بن سکتی۔ (رسائل و مسائل دوم، تفسیر آیات ...حدیث کے...)

احکام وضو کی تشریح

منہ اور پاؤں (وضو میں) دھونے کے حکم کی جو وجہ بعض لوگوں نے سمجھی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم محض گرد صاف کرنے کے لیے دیا گیا ہے۔ اور جہاں گرد و غبار نہ ہو وہاں اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے ہی نہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کی عبادت کے قابل ہونے اور قابل نہ ہونے کی حالت کے درمیان فرق کیا جائے تاکہ آدمی جب اس کی عبادت کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے جسم اور لباس کا جائزہ لے کر دیکھے کہ آیا میں خدا کے حضور حاضر ہونے کے قابل ہوں یا نہیں؟ اور جانے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کر کے اہتمام کے ساتھ جائے۔ اس طرح عبادت کی اہمیت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اور آدمی اسے اپنے عام معمولی کاموں سے ایک مختلف اور بالاتر نوعیت کا کام سمجھ کر بجالاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں پانی نہ ملے وہاں تیمّم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ تیمّم سے بہ ظاہر کوئی صفائی بھی نہیں ہوتی۔

علاوہ بریں وضو میں جس صفائی کا حکم دیا گیا ہے اس سے ایک ضمنی مقصد یہ بھی ہے کہ پنج وقتہ نماز کی وجہ سے آدمی کو پاک رہنے کی عادت پڑ جائے۔ گندگی لازماً صرف مٹی اور گرد و غبار کی وجہ سے ہی نہیں ہوتی، بلکہ آدمی کے مسامات سے ہر وقت کچھ نہ کچھ فضلات خارج ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اسے دھویا نہ جاتا رہے تو یہ مادے جسم کی سطح پر جم جم کر بو پیدا کر دیتے

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب لوگوں کے منہ سے بھی بو آتی ہے، ان کے بدن میں بھی ایک طرح کی سڑاند ہوتی ہے، اور ان کے پاؤں تو سخت بدبودار ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے جوتوں اور جرابوں میں بھی ایک تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے پیرو کسی حیثیت سے بھی نفرت انگیز حالت میں رہیں۔ یورپ کے لوگ اس بدبو کو دبانے کے لیے عطریات اور لونڈر استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ بدبو کو اوپری خوشبوؤں سے دبانا کوئی پاکیزگی وطہارت نہیں ہے۔

جاڑے کے زمانے میں یا سرد علاقوں میں پاؤں دھونے کی زحمت سے بچانے کے لیے شریعت نے پہلے ہی یہ آسانی رکھ دی ہے کہ آدمی ایک دفعہ وضو میں پاؤں دھونے کے بعد موزے پہن لے۔ پھر ۲۴ گھنٹے تک مقیم کے لیے اور ۷۲ گھنٹے تک مسافر کے لیے پاؤں دھونے کی حاجت نہیں ہے بشرطیکہ اس دوران میں وہ موزے نہ اتارے۔

(رسائل ومسائل سوم، فقہی مسائل: اجتہاد کے حدود)

آیت وضو میں اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف

آیت وضو (سورۂ مائدہ، رکوع دوم) کے متعلق شیعوں اور سنیوں کے درمیان یہ اختلاف بہت پرانا ہے کہ آیا اس میں پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے یا ان پر صرف مسح کرنے کا۔ ان کو یہ غلط فہمی ہے کہ قرآن میں صاف پیروں کے مسح کرنے کا حکم ہے اور اہل سنت نے محض حدیث کی بنیاد پر دھونے کا مسلک اختیار کرلیا ہے۔ اگر صاف حکم یہی موجود ہوتا تو پھر کس کی مجال تھی کہ اس کے خلاف عمل کرتا۔ اصل مختلف فیہ سوال تو یہی ہے کہ قرآن فی الواقع ان دونوں فعلوں میں سے کس کا حکم دیتا ہے اور اس کا حقیقی منشا کیا ہے۔

آیت کے الفاظ یہ ہیں:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَكُمۡ وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ اِلَى الۡكَعۡبَيۡنِ ؕ (المائدۃ: ٦)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم اٹھو نماز کے لیے تو دھوؤ اپنے منہ اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک اور مسح کرو اپنے سروں پر اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔''

اس میں لفظ وَاَرۡجُلَكُمۡ کی دو قرأتیں متواتر ہیں۔ نافع، ابن عامر، حفص، کسائی اور یعقوب کی قرأت وَاَرۡجُلَكُمۡ (بفتح لام) ہے، اور ابن کثیر، حمزہ، ابوعمرو اور عاصم کی قرأت وَاَرۡجُلِكُمۡ (بکسر لام) ہے۔ ان میں سے کسی قرأت کی حیثیت بھی یہ نہیں ہے کہ بعد میں کسی وقت بیٹھ کر نحویوں نے اپنے اپنے فہم اور منشا کے مطابق الفاظ قرآنی پر خود اعراب لگا دیے ہوں، بلکہ یہ دونوں قرأتیں متواتر طریقے سے منقول ہوئی ہیں۔ اب اگر پہلی قرأت اختیار کی جائے تو وَاَرۡجُلَكُمۡ کا تعلق فاغۡسِلُوۡا کے حکم سے جڑتا ہے اور معنی یہ ہو جاتے ہیں اور دھوؤ اپنے پاؤں ٹخنوں تک، اور اگر دوسری قرأت قبول کی جائے تو اس کا تعلق وامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ سے قائم ہوتا ہے اور معنی یہ نکلتے ہیں: ''اور مسح کرو اپنے پاؤں پر ٹخنوں تک۔''

یہ صریح اختلاف ہے جو ان دو مشہور ومعروف اور متواتر قراءتوں کی وجہ سے آیت کے معنی میں واقع ہو جاتا ہے۔

اس تعارض کو رفع کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں قراءتوں کو کسی ایک ہی مفہوم (غسل یا مسح) پر محمول کیا جائے۔ لیکن اس کی جتنی کوششیں بھی کی گئی ہیں وہ ہمیں کسی قطعی نتیجے پر نہیں پہنچاتیں۔ کیونکہ جتنے وزنی دلائل کے ساتھ ان کو غسل پر محمول کیا جاسکتا ہے قریب قریب اتنے ہی وزنی دلائل مسح پر محمول کرنے کے حق میں بھی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ محض قواعد زبان کی بنا پر ان میں کسی ایک معنی کو ترجیح دی جائے۔ لیکن یہ صورت بھی مفید مطلب نہیں، کیونکہ دلائل ترجیح دونوں پہلوؤں میں قریب قریب برابر ہیں۔ اب آخر اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھا جائے۔

ظاہر ہے کہ وضو کا حکم کہیں خلا میں تو نہیں دیا گیا تھا، اور نہ وہ محض قرآن کے مصحف پر لکھا ہوا ہمیں مل گیا ہے۔ یہ تو ایک ایسے فعل کا حکم ہے جو پنج وقتہ نمازوں کے موقع پر عمل کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ حضورؐ خود اس پر ہر روز کئی بار عمل فرماتے تھے۔ اور آپؐ کے متبعین، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب روزانہ اس حکم کی تعمیل اس طریقے پر کرتے تھے جو انہوں نے آں حضورؐ کے قول اور عمل سے سیکھا تھا۔ آخر ہم کیوں نہ یہ دیکھیں کہ قرآن کے اس حکم پر ہزارہا صحابہؓ نے حضورؐ کو اور بعد کے بے شمار مسلمانوں نے صحابہؓ کو کس طرح عمل کرتے دیکھا؟ قرآن کے الفاظ سے جو بات واضح نہ ہوئی ہو اسے سمجھنے کے لیے اس ذریعہ سے زیادہ معتبر ذریعہ اور کون سا ہو سکتا ہے۔

اس ذریعہ علم کی طرف جب ہم رجوع کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ صحابہؓ کی اتنی کثیر تعداد رسول اللہ ﷺ سے پاؤں دھونے کے قول اور عمل کو نقل کرتی ہے اور تابعین کی اس سے بھی زیادہ تعداد صحابہؓ سے اس کو روایت کرتی ہے کہ اس خبر کی صحت میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ درست ہے کہ کچھ تھوڑی سی روایات مسح کے حق میں بھی ہیں، لیکن ان میں سے کسی میں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کا عمل مسح کا تھا، بلکہ دو تین صحابیوں کی اپنی رائے یہ تھی کہ قرآن صرف مسح کا حکم دیتا ہے نیز ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ اگر وضو سے ہوتے اور پھر نماز کے وقت تجدید وضو کرنا چاہتے تو صرف مسح پر اکتفا کرتے تھے۔ دوسری طرف متعدد مستند روایات خود اہل تشیع کے ہاں ایسی ملتی ہیں، جن سے پاؤں دھونے کا حکم اور عمل ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً محمد بن نعمان کی روایت ابوعبداللہؒ سے جس کو کلبی اور ابوجعفر طوسی نے بھی صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اس میں وہ فرماتے ہیں کہ ''اگر تم سر کا مسح بھول جاؤ اور پاؤں دھو بیٹھو، تو پھر سر کا مسح کرو اور دوبارہ پاؤں دھولو۔'' اس طرح محمد بن حسن الصفار حضرت زید بن علیؒ سے، وہ اپنے والد امام زین العابدین سے، وہ اپنے والد امام حسینؓ سے اور وہ اپنے والد سیدنا علیؓ سے ان کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''میں وضو کرنے بیٹھا، سامنے سے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ میں پاؤں دھونے لگا تو آپؐ نے فرمایا ''اے علی! انگلیوں کے درمیان خلال کرلو۔'' الشرف الرضی نے نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ سے رسول اللہ ﷺ کے وضو کی جو کیفیت نقل کی ہے اس میں بھی وہ پاؤں دھونے ہی کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روایات کا وزن تمام تر غسل قدمین کے حق میں ہے۔ اور محض مسح کی تائید بہت ہی کم اور سنداً و معنیً کمزور روایتیں کرتی ہیں۔

اب عقل کے لحاظ سے دیکھیے تو پاؤں دھونے ہی کا عمل زیادہ معقول اور قرآن کے منشا کے قریب تر محسوس ہوتا ہے۔ وضو میں جتنے اعضاء کی صفائی کا حکم دیا گیا ہے، ان میں سب سے زیادہ گندگی اور میل کچیل لگنے کا امکان اگر کسی عضو کو ہے تو وہ پاؤں ہی ہیں۔ اور سب سے کم جس حصہ جسم کے آلودہ ہونے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں وہ سر ہے۔ یہ عجیب بات ہوگی کہ دوسرے سب اعضاء کو تو دھونے کا حکم ہو اور پاؤں مسح کے حکم میں سر کے ساتھ شامل کیے جائیں۔ پھر پاؤں پر مسح اگر وضو کے

آخر میں کیا جائے تو لامحالہ گیلے ہاتھ ہی پھیرنے ہوں گے۔ اس صورت میں پاؤں پر جو گرد و غبار یا میل کچیل ہوگا وہ گیلے ہاتھ پھیرنے سے اور بھی زیادہ گندہ ہو جائے گا۔ علاوہ بریں اگر آدمی پاؤں پر صرف مسح کرے تو آیت کے دو محتمل معنوں میں سے ایک (غسل قدمین) لازماً چھوٹ جاتا ہے اور صرف ایک ہی مفہوم کی تعمیل ہوتی ہے۔ لیکن اگر آدمی پاؤں دھوئے بھی اور اچھی طرح ہاتھوں سے مل کر ان کو صاف بھی کر دے تو آیت کے دونوں مفہوموں پر بدرجہ اتم عمل ہو جاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں غسل اور مسح دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔

البتہ مسح کے حکم پر عمل رسول اللہ ﷺ نے اس حالت میں بیان کیا ہے جبکہ آپ موزے پہنے ہوئے تھے۔ یہ آیت کے دوسرے مفہوم سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ بکثرت روایات صحیحہ سے بھی ثابت ہے اور سراسر معقول بھی۔ مگر تعجب ہے کہ شیعہ حضرات اسے نہیں مانتے، حالانکہ یہ ان کے اپنے مسلک سے بھی قریب تر ہے۔

(رسائل و مسائل دوم، اختلافی مسائل، اہل سنت...)

ماٰخذ

(۱) ابوداؤد ج۱، کتاب الطهارة، باب صفة وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم ☆ ترمذی: كتاب الطهارة، باب ماجاء ان الأذنين من الراس☆ ابن ماجه: كتاب الطهارة و سننها، باب الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ۔

(۲) دارقطنی نے کتاب الطهارة ج۱ ص ۹۷ پر باب ماروی من قول النبی ﷺ الاذنان من الراس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

(۳) ترمذی ج۱ ابواب الطهارة، باب مايقال بعد الوضوء۔ مسلم نے کتاب الطهارة میں عقبه بن عامر سے باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ابوداؤد نے کتاب الطهارة، باب مايقول الرجل اذا توضا، دارمی نے کتاب الصلوٰة، باب القول بعد الوضوء ص ۱٤۷ پر اور مسند احمد ج ٤ ، ص ۱٤٦ روایت عقبه بن عامر سے صرف" اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد اعبده ورسوله الا فتحت له ابواب الحنة الثمانية يدخل من ايهاشاء" نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں ابن خزیمه ، ابن حبان اور ابن ابی شیبه نے بھی اتنا ہی روایت کیا ہے۔ تاریخ بغداد ج ٥ ص ۲۷۰ پر بھی مذکور ہے۔

(٤) ابوداودج۱ كتاب الطهارة، باب المسح على الحوربين ☆ ترمذی: ابواب الطهارة، باب فی المسح على الحوربين والنعلين☆ ابن ماجه: ابو اب الطهارة وسننها، باب المسح على الحوربين والنعلين☆مسند احمد ج٤، ص ۲۵۲، مغيرة بن شعبة☆موارد الظمأن۔ كتاب الطهارة، باب المسح على الحوربين والنعلين والخمار۔

(٥) بخاری ج۱كتاب الوضوء، باب المسح على الخفين☆مسلم ج۱كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين☆ ابوداؤدج۱، كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين☆ ترمذی ج۱ ابواب الطهارة، باب المسح على الخفين ☆ نسائی ج۱كتاب الطهارة، باب المسح على العمامة اور باب المسح على الخفين فی السفر☆ابن ماجه ج۱ کتاب الطهارة، باب ماجاء فی المسح على الخفين☆ دارمی،ج۱،كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين ☆دارقطنی ج۱ كتاب الطهارة، باب المسح على الخفين☆ موطا امام مالك، باب ماجاء فی المسح على الخفين ☆مسند احمد، ج ٤، ص ۲٤٤، مغيره بن شعبة،ج۱، ص ١٤، ١٥، ٢٠، ٢٣، ٣٥، ٤٤، ٤٩، ٥٤، ١٠٠، ١١٣، ١٨٦، ٣٢٣، ٣٦٦۔ ج ٤، ص ١٣٩، ١٧٩، ٢٤٠، ٢٥١، ٢٥٣۔ ج ٥، ص ٢١٣، ٢٨١، ٢٨٧، ٢٨٨، ٣٥١، ٣٨٢، ٤٠٢، ٤٣٩، ٤٤٠، ٤٤٠۔ ج ٦، ص ١٢، ١٥، ٣٣٣۔

غسل کے مسائل

غسل جنابت کے لیے پانی کی مقدار

۷۔ ابوسلمہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ''میں اور حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور حضرت عائشہؓ کے بھائی نے ان سے نبی ﷺ کے غسل کی بابت دریافت کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے ایک برتن منگایا جو قریب قریب ایک صاع کے برابر تھا اور انہوں نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اس حال میں کہ ہمارے اور ان کے درمیان (ایک) پردہ تھا۔ (بخاری)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الصَّمَدِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ ابْنُ حَفْصٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ یَقُوْلُ: دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْ عَائِشَةَ علی عائشة فَسَاَلَهَا اَخُوْهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِیِّ ﷺ فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوٍ مِّنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ وَاَفَاضَتْ عَلٰی رَاْسِهَا وَبَیْنَنَا وَبَیْنَهَا حِجَابٌ۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابوبکرؒ نے بتایا کہ میں نے ابوسلمہؓ کو یہ بیان کرتے سنا ہے کہ ''میں اور حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور حضرت عائشہؓ کے بھائی نے ان سے رسول اللہ ﷺ کے غسل کی بابت دریافت کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے ایک برتن منگوایا جو قریب قریب ایک صاع کے برابر تھا اور انہوں نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اس حال میں کہ ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ تھا۔

—— قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ: قَالَ یَزِیْدُبْنُ هَارُوْنَ وَبَهْزٌ وَالْحَدِّیُّ عَنْ شُعْبَةَ قَدْرَ صَاعٍ۔

⟨۲⟩ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ. قَالَ: دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ، اَنَا وَاَخُوْهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ. فَسَاَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ؟ فَدَعَتْ بِاِنَآءٍ قَدْرَ الصَّاعِ. (فَاغْتَسَلَتْ) وَبَیْنَنَا وَبَیْنَهَا سِتْرٌ. وَأَفْرَغَتْ عَلٰی رَاْسِهَا ثَلاثاً۔(۲)

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی نے ان سے نبی ﷺ کے غسل جنابت کی بابت دریافت کیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے ایک برتن منگوایا جو بقدر صاع تھا۔ انہوں نے غسل فرمایا اور اپنے سر پر تین مرتبہ پانی گرایا (بہایا)۔ درآں حالیکہ ان کے اور ہمارے درمیان ایک پردہ تھا۔

تشریح: اس حدیث پر اعتراض کرنے والوں کی پہلی غلطی یہ ہے کہ وہ ابوسلمہؓ کا نام پڑھ کر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ کوئی غیر شخص

تھے، حالانکہ وہ حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھانجے تھے، جنہیں حضرت ام کلثوم بنت ابی بکر صدیقؓ نے دودھ پلایا تھا۔ پس دراصل یہ دونوں صاحب جو حضرت عائشہؓ سے مسئلہ پوچھنے گئے تھے، آپ کے محرم ہی تھے، ان میں سے کوئی غیر نہ تھا۔

پھر دوسری غلطی، بلکہ زیادتی وہ یہ کرتے ہیں کہ روایت میں تو صرف ''حجاب'' یعنی پردے کا ذکر ہے مگر یہ لوگ اپنی طرف سے اس میں یہ بات بڑھا لیتے ہیں کہ وہ پردہ باریک تھا۔ اور اس اضافے کے لیے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ اگر باریک نہ ہوتا جس میں سے حضرت عائشہؓ نہاتی ہوئی نظر آ سکتیں تو پھر اسے درمیان ڈال کر نہانے سے کیا فائدہ تھا؟ حالانکہ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اس وقت مسئلہ کیا درپیش تھا جس کی تحقیق کے لیے یہ دونوں صاحب اپنی خالہ اور بہن کے پاس گئے تھے، تو انہیں اپنے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا اور یہ سوچنے کی ضرورت بھی نہ پیش آتی کہ پردہ باریک ہونا چاہیے تھا۔

دراصل وہاں سوال یہ نہ تھا کہ غسل کا طریقہ کیا ہے؟ بلکہ بحث یہ چھڑ گئی تھی کہ غسل کے لیے کتنا پانی کافی ہوسکتا ہے۔ بعض لوگوں کو نبی ﷺ کے متعلق یہ روایت پہنچی تھی کہ آپؐ ایک صاع بھر پانی سے غسل کر لیتے تھے۔ اتنے پانی کو لوگ غسل کے لیے ناکافی سمجھتے تھے۔ اور بنائے غلط فہمی یہ تھی کہ وہ غسل جنابت اور غسل بغرض صفائی بدن کا فرق نہیں سمجھ رہے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کو تعلیم دینے کے لیے بیچ میں ایک پردہ ڈالا جس سے صرف ان کا سر اور چہرہ ان دونوں صاحبوں کو نظر آتا تھا اور پانی منگا کر اپنے اوپر بہایا۔ اس طریقے سے حضرت عائشہؓ ان کو دو باتیں بتانا چاہتی تھیں۔ ایک یہ کہ غسل جنابت کے لیے صرف جسم پر پانی بہانا کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مقصد کے لیے صاع بھر پانی کفایت کرتا ہے[1]

(رسائل ومسائل دوم تفسیر آیات... چند احادیث...)

بربنائے عذر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

۸۔ حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی ﷺ چلے جارہے تھے کہ راستے میں آپؐ کوڑے کے ڈھیر کی طرف گئے جو ایک دیوار کے پیچھے تھا اور آپؐ کھڑے ہوئے جیسے تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے اور آپؐ نے پیشاب کیا۔ میں ہٹ کر دور جانے لگا تو مجھے آپؐ نے اشارہ کیا اور میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہوگیا یہاں تک کہ آپؐ فارغ ہوگئے۔

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، قَالَ: ثَنَا جَرِیْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَیْفَةَ، قَالَ: رَاَیْتُنِیْ اَنَاوَالنَّبِیُّ ﷺ نَتَمَاشٰی فَاَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ کَمَا یَقُوْمُ اَحَدُکُمْ، فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَاَشَارَ اِلَیَّ فَجِئْتُهٗ، فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهٖ حَتّٰی فَرَغَ۔(۳)

ترمذی نے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں:

‹۲› عَنْ حُذَیْفَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتٰی سُبَاطَةَ قَوْمٍ، فَبَالَ عَلَیْهَا قَائِمًا، فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْءٍ فَذَهَبْتُ لِاَتَاَخَّرَ عَنْهُ، فَدَعَانِیْ حَتّٰی کُنْتُ عِنْدَ عَقِبَیْهِ، فَتَوَضَّاَ، وَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْهِ۔(٤)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ قوم کے کوڑے کے ڈھیر کی طرف آئے اور کھڑے کھڑے اس پر

---

[1] اس تشریح کے بعد آپ خود سوچیں کہ اس میں آخر قابل اعتراض کیا چیز ہے جس کی بنا پر خواہ مخواہ ایک مستند حدیث کا انکار کرنے کی ضرورت پیش آئے اور پھر اسے تمام حدیثوں کے غیر معتبر ہونے پر دلیل ٹھہرایا جائے؟

پیشاب کیا۔ میں وضو کا برتن لے کر حاضر خدمت ہوا اور آپؐ سے ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہا۔ آپؐ نے مجھے بلایا یہاں تک کہ میں آپؐ کے پیچھے کھڑا ہو گیا پھر آپؐ نے وضو فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

ـــــ قَالَ اَبُوْعِیسیٰ: وَھٰکَذَارَوَی مَنْصُوْرٌوَّعُبَیْدَۃَ الضَّبِّیُّ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ حُذَیْفَۃَ مِثْلَ رِوَایَۃِ الْاَعْمَشِ وَرَوٰی حَمَّادُبْنُ اَبِیْ سُلَیْمَانَ وَعَاصِمُ بْنُ بَھْدَلَۃَ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنِ الْمُغِیْرَۃَ بْنِ شُعْبَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ۔ وَحَدِیْثُ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ اَصَحُّ۔ وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ فِی الْبَوْلِ قَائِماً۔

〈۳〉 عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ: اَتَی النَّبِیُّ ﷺ سُبَاطَۃَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِماً ثُمَّ دَعَا بِمَآءٍ فجئته بماءٍ فَتَوَضَّأَ۔(۵)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ قوم کے ایک کوڑے کے ڈھیر کی طرف آئے اور کھڑے کھڑے پیشاب کیا، پھر پانی طلب فرمایا اور وضو کیا۔

〈۴〉 عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ: اَتَی النَّبِیُّ ﷺ سُبَاطَۃَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِماً ثُمَّ دَعَابِمَآءٍ فَمَسَحَ عَلٰی خُفَّیْہِ۔(۶)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ ہی سے مروی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ قوم کے ایک کوڑے کے ڈھیر کی طرف آئے اور کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔ پھر آپؐ نے پانی طلب فرمایا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

تشریح: یہ حدیث بخاری کتاب الوضوء کے متعدد ابواب میں آئی ہے اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے دیوار اور ڈھیر کے درمیان کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ تاکہ دونوں طرف سے پردہ رہے۔ اور حضرت حذیفہؓ کو روک کر پیچھے کھڑا کیا۔ کیونکہ اس صورت میں نظر آنے کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مستند روایات کے مطابق نبیؐ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے، مگر اس موقع پر آپؐ نے کسی عذر کی وجہ سے ہی ایسا کیا تھا اور حضرت حذیفہؓ نے یہ روایت اس لیے بیان کی تھی کہ ان کے زمانے میں بعض لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو قطعی ناجائز قرار دینے لگے تھے۔ (رسائل ومسائل دوم، تفسیر آیات...: چند احادیث...)

جہاں بیٹھ کر پیشاب کرنا ممکن نہ ہو وہاں کھڑے ہو کر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اگر احتیاط برتی جائے تو کپڑے چھینٹوں سے بچائے جا سکتے ہیں۔ اگر باہر کہیں رفع حاجت کر کے پانی استعمال کرنا ممکن نہ ہو تو کاغذ استعمال کر لیں اور بعد میں قیام گاہ پر آ کر پانی سے استنجا کریں۔

اگر مکھی مشروب میں گر جائے؟

۹۔ اگر مکھی کسی پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکالو، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہوتی ہے اور دوسرے میں شفا۔ (بخاری)

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا خَالِدُبْنُ مَخْلَدٍ، ثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ بَلَالٍ، ثنی عُتْبَۃُ بْنُ مُسْلِمٍ، اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ ابْنُ حُنَیْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ شَرَابِ اَحَدِکُمْ فَلْیُغْمِسْہُ ثُمَّ لِیَنْزِعْہُ، فَاِنَّ فِیْ اِحْدٰی جَنَاحَیْہِ دَاءً وَالْاُخْرٰی شِفَاءً۔**(۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب تم میں سے کسی کے پینے کی چیز میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر باہر نکالو اور پھینک دو، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔

—— (اس روایت میں وقع کے بجائے سقط ہے۔ دونوں کے معنی قریب قریب ''گرنا'' ہیں)۔ (ازمرتب)

〈۲〉 حَدَّثَنَا اَحمَدُ بْنُ حَنبَلٍ، ثنا بِشْرٌ یعنی —— اِبْنَ الْمُفَضَّلِ —— عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِیْدِنِ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَامْقُلُوْهُ، فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَاءً وَفِی الْاٰخَرِ شِفَاءً، وَاِنَّهٗ یَتَّقِیْ بِجَنَاحِهِ الَّذِیْ فِیْهِ الدَّاءُ، فَلْیَغْمِسْهُ کُلَّهٗ۔(۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا ''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جب تمہارے کسی کے برتن (کھانے کے برتن) میں مکھی گر جائے تو اسے خوب غوطہ دو، کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔'' اور مکھی (برتن میں گرتے وقت) اپنے بیماری والے پر سے اپنا بچاؤ کرتی ہے (یعنی کھانے پینے کے برتن میں اسی کے بل گرتی ہے) لہٰذا اسے پوری طرح غوطہ دے کر نکالا کرو۔

مشکوٰۃ نے شرح السنہ کے حوالہ سے کِتَابُ الْاَطْعِمَۃِ فصل دوم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت نقل کی ہے اس میں ہے:

〈۳〉 فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ سَمًّا وَفِی الْاٰخَرِ شِفَاءً وَاِنَّهٗ یُقَدِّمُ السَّمَّ وَیُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ کا ارشاد بیان کیا کہ ''جب مکھی کھانے میں گر جائے تو اسے خوب غوطہ دے کر نکال لو، کیونکہ اس کے ایک پر میں زہر ہوتا ہے اور دوسرے میں شفاء۔ زہر والے پر کو وہ آگے کرتی ہے اور شفا والے کو پیچھے رکھتی ہے۔

تشریح: اس مضمون کی روایات بخاری نے کتاب بدء الخلق اور کتاب الطب میں نقل کی ہیں۔ نیز ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد اور دارقطنی میں بھی یہ موجود ہیں۔ بعض شارحین نے اس حدیث کے الفاظ کو ٹھیک ان کے لغوی معنوں میں لیا ہے اور اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ فی الواقع مکھی کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں اس کا تریاق پایا جاتا ہے، اس لیے جب یہ کسی کھانے پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے ڈبو کر نکالا جائے[1]

اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ نبی ﷺ دراصل اس بے جا غرور کا علاج کرنا چاہتے تھے جس کی بنا پر بعض لوگ دودھ کے اس پیالے یا سالن کی اس پوری رکابی سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں جس میں مکھی گری ہو۔ اور پھر یا تو اسے پھینک دیتے ہیں یا اپنے خادموں کو کھانے کے لیے دے دیتے ہیں۔ اس طرح کے لوگوں کا غرور توڑنے کے لیے آپؐ نے فرمایا کہ مکھی اگر تمہارے کھانے میں گر جائے تو اسے ڈبو کر نکالو اور پھر اس کھانے کو کھاؤ۔ اس کے ایک پر میں بیماری ہے، یعنی کبر و غرور کی بیماری جو اسے دیکھ کر تمہارے نفس میں پیدا ہوتی ہے اور دوسرے پر میں اس کا تریاق۔ یعنی اس کبر و غرور کا علاج جس کی وجہ سے تم ایسے کھانے کو پھینک دیتے ہو یا اپنے خاص خادموں کو کھلاتے ہو۔ اس معنی کی تائید وہ احادیث بھی کرتی ہیں جن میں

[1] جدید طبی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مکھی کے پروں میں ایک خاص قسم کے جراثیم ہوتے ہیں جن کو جراثیم کش یا جراثیم خور (Bacteriophge) کہا جاتا ہے۔ یہ مکھی کے جسم کے دوسرے جراثیم کو بآسانی ہلاک کر سکتے ہیں۔

نبی ﷺ نے برتن میں تھوڑا کھانا چھوڑ کر اٹھ جانے کو ناپسند فرمایا ہے اور حکم دیا ہے کہ اپنی رکابی کو صاف کر کے اٹھو۔ اس حکم کی وجہ بھی یہی ہے کہ جو شخص اس طرح برتن میں کچھ چھوڑ کر اٹھتا ہے وہ گویا یہ چاہتا ہے کہ یا تو اس بقیہ کھانے کو پھینک دیا جائے یا اسے کوئی دوسرا کھائے۔ (رسائل ومسائل دوم،تفسیر آیات...چند احادیث...)

عورت اور احتلام

۱۰۔ نَعَم. فَمِنْ اَیْنَ یَکُوْنُ الشَّبَهُ!اِنَّ مَآءَ الرَّجُلِ غَلِیْظٌ اَبْیَضُ. وَمَآءَ الْمَرْاَةِ رَقِیْقٌ اَصْفَرُ. فَمِنْ اَیِّهِمَا عَلَا، اَوْ سَبَقَ، یَکُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ. (بخاری و مسلم)

''ام سلیم نے آ کر نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر عورت خواب میں وہ کچھ دیکھے جو مرد دیکھا کرتا ہے (یعنی اس کو احتلام ہو) تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا ''غسل کرے''۔ اس پر حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا ''عورت کو بھی یہ معاملہ پیش آتا ہے؟'' ان کا مطلب یہ تھا کہ کیا عورت کو بھی انزال اور احتلام ہوا کرتا ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا: ''ہاں! ورنہ آخر بچہ ماں کے مشابہ کیسے ہو جاتا ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا سپیدی مائل ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زردی مائل۔ پھر ان میں سے جو بھی غالب آ جاتا ہے یا جو بھی سبقت لے جاتا ہے، بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔''

۱۱۔ وَهَلْ یَکُوْنُ الشَّبَهُ اِلَّا مِنْ قِبَلِ ذٰلِکَ. اِذَاعَلَا مَآءُ هَا مَآءَ الرَّجُلِ اَشْبَهَ الْوَلَدُ اَخْوَالَهُ. وَاِذَا عَلَامَآءُ الرَّجُلِ مَآءَ هَا اَشْبَهَ اَعْمَامَهُ۔

''ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک خاتون کے سوال پر حضرت عائشہؓ نے بھی اسی طرح کے تعجب کا اظہار کیا تھا اور اس پر حضورؐ نے فرمایا تھا: ''اور کیا بچے کا ماں کے مشابہ ہونا اس کے سوا کسی اور وجہ سے ہوتا ہے؟ جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ اپنی ننھیال پر جاتا ہے اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ ددھیال پر جاتا ہے۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ سَلَامٍ ، قَالَ: اَنَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ زَیْنَبَ ابنة اُمِّ سَلَمَةَ، عن اُم سلمة قَالَتْ: جَآءَ تْ اُمُّ سُلَیْمٍ اِلَی رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَایَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَی الْمَرْاَةِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ؟ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا رَاَتِ الْمَآءَ فَغَطَّتْ اُمُّ سَلَمَةَ تَعْنِیْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَتَحْتَلِمُ الْمَرْاَةُ؟ قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ یَمِیْنُکَ فَبِمَ یُشْبِهُمَا وَلَدُهَا۔(۹)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ام سلیم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہؐ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل ہے؟ اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا ''جب عورت پانی دیکھے'' (تو اس وقت غسل ہے)۔ (یہ سن کر) ام سلمہ نے اپنا منہ چھپا لیا اور عرض کیا یارسول اللہؐ کیا عورت کو بھی انزال اور احتلام ہوا کرتا ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو، تو پھر اس کا بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا ہے؟

کتاب الانبیاء میں مروی روایت کے الفاظ:

﴿۲﴾ اِنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ: اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَی الْمَرْاَةِ الْغُسْلُ اِذَا

اِحْتَلَمَتْ؟ قَالَ: نَعَمْ اِذَا رَأَتِ الْمَآءَ. فَضَحِكَتْ اُمُّ سَلَمَةَ، فَقَالَتْ: تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ "فَبِمَ يُشْبِهُ الْوَلَدُ؟"(۱۰)

ترجمہ: حضرت ام سلیم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ بے شک اللہ تعالیٰ حق کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت پر غسل ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ فرمایا! ہاں، جب اسے پانی نظر آجائے۔ یہ سن کر ام سلمہ ہنس کر بولیں "عورت کو بھی احتلام ہوا کرتا ہے؟" رسول اللہؐ نے فرمایا تو پھر بچے کی اس سے مشابہت کیسے ہوتی ہے؟

—— یہ روایت موطا امام مالک میں بھی ہے مگر اِذَا رَأَتِ الْمَاءَ تک ہے۔

ابوداؤد میں اسی مضمون کی دو روایتیں حضرت عائشہؓ صدیقہ سے مروی ہیں:

〈۳〉 عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ اِحْتِلَامًا، قَالَ: يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ يَرٰى اَنْ قَدِ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبَلَلَ قَالَ: لَا غُسْلَ عَلَيْهِ، فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ: اَلْمَرْاَةُ تَرٰى ذٰلِكَ اَعَلَيْهَا غُسْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ اِنَّمَا النِّسَآءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو خواب میں تری پاتا ہے مگر احتلام اسے یاد نہیں۔ فرمایا: وہ غسل کرے گا۔ اور ایک دوسرے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جسے احتلام لاحق ہو جاتا ہے مگر تری اسے نظر نہیں آتی، اس کے بارے میں فرمایا: اس پر غسل نہیں ہے۔ (اس موقعہ پر) ام سلیم نے دریافت کیا۔ عورت اگر ایسی صورت حال سے دوچار ہو تو کیا اس پر بھی غسل ہے؟ فرمایا: ہاں! عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔

〈۴〉 عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ الْاَنْصَارِيَّةَ وَهِيَ اُمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اللّٰهَ (عزوجل) لَا يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ اَرَاَيْتَ الْمَرْاَةُ اِذَا رَأَتْ فِي النَّوْمِ مَا يَرَى الرَّجُلُ اَتَغْتَسِلُ اَمْ لَا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ اِذَا وَجَدَتِ الْمَآءَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَاَقْبَلْتُ عَلَيْهَا فَقُلْتُ اُفٍّ لَّكِ وَهَلْ تَرٰى ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ. فَاَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ يَا عَائِشَةُ! وَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیم نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حق کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا، اگر عورت خواب میں وہ کچھ دیکھے جو مرد دیکھتا ہے (یعنی اس کو احتلام ہو) تو عورت غسل کرے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جب وہ پانی دیکھے تو غسل کرے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں ام سلیم کی طرف متوجہ ہوئی اور اس سے کہا کہ افسوس ہے تم پر اتنا بھی پتہ نہیں کہ عورت کو یہ حالت لاحق نہیں ہوتی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے میری جانب روئے سخن فرمایا: تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو اے عائشہؓ! یہ مشابہت پھر کہاں سے آجاتی ہے۔

ترمذی نے یہ حدیث ام سلمہ سے روایت کی ہے:

〈۵〉 عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: جَآءَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ بنت مَلِحان اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّ اللّٰهَ لَا

يَسْتَحْيِيْ مِنَ الْحَقِّ، فَهَلْ عَلَى الْمَرْاَةِ ــــ تَعْنِي غُسْلاً ــــ اِذَا هِيَ رَاَتْ فِي الْمَنَامِ مِثْلَ مَا يَرَى الرَّجُلُ؟ قَالَ: نَعَمْ اِذَا هِيَ رَأَتِ الْمَآءَ فَلْتَغْتَسِلْ. قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: قُلْتُ لَهَا: فَضَحْتِ النِّسَآءَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ۔(۱۳)

ــــ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حضرت ام سلیمؓ کا سوال سن کر فرمایا اے ام سلیم تو نے تو عورتوں کو رسوا کر دیا۔

ــــ نسائی نے حضرت انسؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ اور خولہ بنت حکیم کی روایات بیان کی ہیں۔ اختلافِ الفاظ کے قدرے فرق کے باوجود مضمون روایت وہی ہے جو متذکرہ روایات کا ہے۔(۱۴)

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيْدِ، قَالَ: نَايَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، قَالَ: نَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُمْ، اَنَّ اُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْ: اَنَّهَا سَالَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْمَرْاَةِ تَرٰى فِيْ مَنَا مِهَا مَايَرَى الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَارَاَتْ ذٰلِكَ الْمَرْاَةُ فَلْتَغْسِلْ، فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ: وَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَتْ: وَهَلْ يَكُوْنُ هٰذَا؟ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: نَعَمْ، فَمِنْ اَيْنَ يَكُوْنُ الشَّبَهُ؟ اِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيْظٌ اَبْيَضُ، وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيْقٌ اَصْفَرُ، فَمِنْ اَيِّهِمَا عَلَا اَوْسَبَقَ يَكُوْنُ مِنْهُ الشَّبَهُ ۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ ام سلیم نے خود بیان کیا کہ اس نے نبی ﷺ سے اس عورت کے متعلق دریافت کیا کہ جو خواب میں وہ کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ ام سلیم خود کہتی ہیں کہ مجھے اس سے شرم محسوس ہوئی اور کہنے لگی کہ ایسا بھی ہوتا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! ورنہ آخر بچہ ماں کے مشابہ کیسے ہو جاتا ہے؟ مرد کا پانی گاڑھا سپیدی مائل ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا زردی مائل۔ پھر ان میں سے جو بھی غالب آ جاتا ہے، یا جو بھی سبقت لے جاتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

﴿۷﴾ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى الرَّازِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ. وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ، قَالَ سَهْلٌ: ثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ: اَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ مُسَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْاَةُ اِذَا احْتَلَمَتْ، وَاَبْصَرَتِ الْمَاءَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ: تَرِبَتْ يَدَاكِ وَاُلَّتْ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: دَعِيْهَا، وَهَلْ يَكُوْنُ الشَّبَهُ اِلَّا مِنْ قِبَلِ ذٰلِكَ؟ اِذَا عَلَامَاءُ هَا مَاءَ الرَّجُلِ اَشْبَهَ الْوَلَدُ اَخْوَالَهُ. وَاِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ هَااَشْبَهَ اَعْمَامَهُ۔(۱۶)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ جب عورت کو احتلام ہو جائے اور وہ پانی دیکھ لے، تو کیا وہ غسل کرے گی؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں! حضرت عائشہؓ نے اس عورت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں، تجھے نیزہ لگے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: عائشہؓ! چھوڑو اسے، کیا بچے کا ماں کے مشابہ ہونا اس کے سوا کسی اور وجہ سے ہوتا ہے؟ جب عورت کا پانی (منی) مرد کے پانی (منی) پر غالب آ جاتا ہے تو بچہ اپنی ننھیال پر جاتا ہے اور جب مرد کا پانی (منی) عورت کے پانی (منی) پر غالب آ تا ہے تو بچہ ددھیال پر جاتا ہے۔

۱۲۔مَآءُ الرَّجُلِ اَبْیَضُ وَمَآءُ الْمَرْاَۃِ اَصْفَرُ، فَاِذَا اجْتَمَعَا فَعَلَا مَنِیُّ الرَّجُلِ مَنِیَّ الْمَرْاَۃِ اَذْکَرَا بِاِذْنِ اللّٰہِ، وَاِذَا عَلَامَنِیُّ الْمَرْاَۃِ مَنِیَ الرَّجُلِ، اٰنَثَا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔

''ایک اور روایت میں ہے کہ ایک یہودی عالم نے نبی ﷺ سے اولاد کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے جواب میں فرمایا: ''مرد کا پانی سفیدی مائل اور عورت کا پانی زردی مائل ہوتا ہے۔ جب یہ دونوں ملتے ہیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آتی ہے تو اللہ کے حکم سے بیٹا ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آتی ہے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ''اگر یہ مرکب مائل بہ سفیدی ہو تو بچہ ہوتا ہے ورنہ بچی۔'' اور نہ یہ کہ ''اگر مجامعت کے وقت مرد کا انزال عورت سے پہلے ہو تو بچہ باپ پر جاتا ہے ورنہ ماں پر؟'' (رسائل ومسائل دوم،تفسیر آیات...چند احادیث...)

تخریج: حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ ، قَالَ: نَا اَبُوْ تَوْبَۃَ وَھُوَ رَبِیْعُ بْنُ نَافِعٍ، قَالَ: نَامُعَاوِیَۃُ ـــ یَعْنِی ابْنَ سَلَّامٍ ـــ عَنْ زَیْدٍ ـــ یَعْنِیْ اَخَاہُ ـــ اَنَّہُ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اَسْمَاءِ الرَّحْبِیُّ، اَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَدَّثَہُ، قَالَ: کُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَجَاءَ حِبْرٌ مِنَ الْاَحْبَارِ الْیَھُوْدِفَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ، فَدَفَعْتُہُ دَفْعَۃً کَادَ یُصْرَعُ مِنْھَا، فَقَالَ: لِمَ تَدْفَعُنِیْ؟ فَقُلْتُ: اَلَا تَقُوْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَالَ الْیَھُوْدِیُّ: اِنَّمَا نَدْعُوْہُ بِاسْمِہِ الَّذِیْ سَمَّاہُ بِہ اَھْلُہُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اِسْمِیْ مُحَمَّدٌ الَّذِیْ سَمَّانِیْ بِہ اَھْلِیْ. فَقَالَ الْیَھُوْدِیُّ: جِئْتُ اَسْئَالُکَ. فَقَالَ لَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَیَنْفَعُکَ شَیْئٌ اِنْ حَدَّثْتُکَ قَالَ: اَسْمَعُ بِاُذُنِیْ فَنَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعُوْدٍ مَعَہُ، فَقَالَ سَلْ، فَقَالَ الْیَھُوْدِیُّ: اَیْنَ یَکُوْنُ النَّاسُ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَالْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ھُمْ فِی الظُّلْمَۃِ دُوْنَ الْجِسْرِ، قَالَ: فَمَنْ اَوَّلُ النَّاسِ اِجَازَۃً؟ فَقَالَ: فُقَرَاءُ الْمُھَاجِرِیْنَ، قَالَ الْیَھُوْدِیُّ: فَمَآ تُحْفَتُھُمْ حِیْنَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ؟ قَالَ: زِیَادَۃُ کَبِدِ النُّوْنِ، قَالَ: فَمَا غَدَاءُ ھُمْ عَلٰی اَثْرِھَا؟ قَالَ: یُنْحَرُ لَھُمْ ثَوْرُالْجَنَّۃِ الَّذِیْ کَانَ یَاْکُلُ مِنْ اَطْرَافِھَا، قَالَ: فَمَا شَرَابُھُمْ عَلَیْہِ؟ قَالَ: مِنْ عَیْنٍ فِیْھَا تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: وَجِئْتُ اَسْئَالُکَ عَنْ شَیْئٍ لَا یَعْلَمُہُ اَحَدٌ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: یَنْفَعُکَ اِنْ حَدَّثْتُکَ قَالَ: اَسْمَعُ بِاُذُنِیْ، قَالَ: جِئْتُ اَسْئَا لُکَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ: مَاءُ الرَّجُلِ اَبْیَضُ، وَمَا ءُ الْمَرْاَۃِ اَصْفَرُ، فَاِذَا اجْتَمَعَا، فَعَلَا مَنِیُّ الرَّجُلِ مَنِیَّ الْمَرْاَۃِ اَذْکَرَا بِاِذْنِ اللّٰہِ ، وَاِذَا عَلَا مَنِیُّ الْمَرْاَۃِ مَنِیَّ الرَجُلِ اٰنَثَا بِاِذْنِ اللّٰہِ، قَالَ الْیَھُوْدِیُّ: لَقَدْ صَدَقْتَ وَاِنَّکَ لَنَبِیٌّ، ثُمَّ انْصَرَفَ، فَذَھَبَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : لَقَدْ سَئَالَنِیْ ھٰذَا عَنِ الَّذِیْ سَئَالَنِیْ عَنْہُ وَمَا لِیْ عِلْمٌ بِشَیْئٍ مِّنْہُ حَتّٰی اَتَانِیَ اللّٰہُ بِہٖ۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت ثوبان، رسول اللہ ﷺ کے مولا (یعنی آزاد کردہ غلام) نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا ہوا تھا۔ اتنے میں علماء یہود کا ایک عالم آیا۔ اور السلام علیک یا محمد کہا۔ یہ سن کر میں نے اسے ایسا دھکا دیا، قریب تھا کہ زمین پر گر پڑتا۔ وہ بولا تم نے مجھے دھکا کیوں دیا؟ میں نے جواب دیا کہ تو یارسول اللہؐ کہہ کر حضورؐ سے مخاطب کیوں نہیں ہوا؟

یہودی عالم بولا میں نے تو آپؐ کو اس نام سے بلایا ہے جو ان کے گھر والوں نے ان کا رکھا ہے۔ (یہ مکالمہ) سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واقعتاً میرا نام محمد ہے۔ میرے گھر والوں نے میرا یہی نام رکھا ہے۔ اب یہودی نے کہا میں آپ کی خدمت میں کچھ پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا: میں اگر تجھے کچھ بتاؤں تو کیا کوئی چیز تیرے لیے سودمند ہوگی؟ وہ بولا میں بغور کان لگا کر سنوں گا (یعنی پوری توجہ اور انہماک سے سنوں گا)۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں لکڑی تھی۔ آپؐ نے اس سے زمین پر خط کشیدگی شروع کر دی اور فرمایا ''پوچھو! یہودی نے دریافت کیا، ''لوگ اس روز کہاں ہوں گے جب زمین اور آسمانوں کو ان کی موجودہ حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کر دیا جائے گا۔'' آپؐ نے جواب دیا کہ ''پل صراط کے ورے تاریکی میں ہوں گے۔'' پھر پوچھا کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے (جنت میں داخلہ کی) اجازت کسے ملے گی؟ فرمایا ''فقراء مہاجرین کو۔'' پھر پوچھا کہ ''جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے کس چیز سے ان کی تواضع کی جائے گی؟'' (سب سے پہلے کون سا تحفہ انہیں دیا جائے گا) فرمایا ''مچھلی کی کلیجی۔'' پھر پوچھا کہ ''اس کے بعد کون سا کھانا پیش کیا جائے گا۔'' فرمایا کہ ''ان کی مہمان نوازی کے لیے جنت کا وہ بیل نحر کیا جائے گا جو جنت میں چر کر پلا ہوگا۔'' پھر اس نے پوچھا، ''انہیں مشروب کون سا دیا جائے گا؟'' فرمایا ''سلسبیل نامی چشمہ کا پانی۔'' (یہ جوابات سن کر بولا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس نے کہا کہ میں آپ سے ایک ایسی چیز کے متعلق پوچھنے حاضر ہوا ہوں جسے سوائے ایک نبی کے روئے زمین کے دوسرے کسی کو اس کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''میں اگر کچھ بتاؤں تو تجھے اس کا کچھ فائدہ ہوگا؟'' وہ بولا میں آپ کا ارشاد بغور کان لگا کر سنوں گا۔ اس نے سوال کیا میں آپ سے بچے کی پیدائش کے بارے میں پوچھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا مرد کا پانی (منی) سپیدی مائل اور عورت کا پانی (منی) زردی مائل ہوتا ہے، جب یہ دونوں ملتے ہیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آتی ہے تو اللہ کے حکم سے لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آتی ہے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔ (یہ جواب) سن کر یہودی عالم بول اٹھا ''آپ نے سچ فرمایا بلاشبہ آپ نبی ہیں۔'' پھر پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس شخص نے مجھ سے ایسی بات دریافت کی جس کا مجھے اس سے پہلے کوئی علم نہیں تھا، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھے علم عطا فرمایا۔

ماٰخذ

(۱) بخاری ج ۱، کتاب الغسل، باب الغسل بالصاع و نحوہ۔☆ مسند احمد ج ٦، ص ۷۲، عن عائشة۔

(۲) مسلم ج ۱، کتاب الحیض، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابة۔

(۳) بخاری ج ۱، کتاب الوضوء، باب البول عندصاحبه والتستربالحائط۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۱، کتاب الطهارة، باب البول قائما۔

(٤) ترمذی ج ۱ ابواب الطهارة، باب الرخصة فی ذلك☆ السنن الکبریٰ ج ۱، کتاب الطهارة، باب البول قائماً۔

(٥) بخاری ج ۱، کتاب الوضوء، باب البول قائماً وقاعداً ☆بخاری: ابواب المظالم والقصاص، باب الوقوف والبول عند سباطة قوم ☆ مسلم ج ۱، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین ☆دارمی: کتاب الصلوٰة والطهارة، باب فی البول قائماً ☆ مسند احمد، ج ٥، ص ۳۸۲، عن حذیفة۔

(٦) ابو داؤد ج ۱، کتاب الطهارة، باب البول قائماً ☆ مسند احمد، ج ٥، ص ٤٠٢، حذیفة بن الیمانج ۱، ص ۲۸٤

ج ٤، ص ٢٤٦، مغیرہ بن شعبه ☆ نسائی ج۱ کتاب الطهارة، باب الرخصة فی البول فی الصحراء قائماً ☆ ابن ماجه: کتاب الطهارة وسننها، باب ماجاء فی البول قائماً☆دارمی ج۱، کتاب الصلوٰة والطهارة، باب فی البول قائماً☆نسائی اور مسند احمد دونوں نے "مشیٰ الی سباطة قوم..." بھی نقل کیا ہے۔

(۷) بخاری ج۱،کتاب بدا الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احد کم فَلْيَغْمِسْهُ فان فی احدی جناحيه داء وفی الاخریٰ شفاءً۔ ج۲ کتاب الطب، باب اذا وقع الذباب فی الاناء ۔ ☆سنن دارمی ج۲،کتاب الاطعمة، باب الذباب يقع فی الطعام☆ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۴۶، ۲۶۳، ۳۴۰، ۳۵۵، ۳۸۸، ۳۹۸، ٤٤٣، عن ابی هريرة ج ۳، ص ۲٤ ۔ ☆نسائی ج۷، کتاب الفرع والعتيرة، باب الذباب يقع فی الماء مختصرًا عن ابی سعيدٍ خدری☆ ابن ماجه: کتاب الطب، باب يقع الذباب فی الاناء۔ عن ابی هريرة۔ ابن ماجه نے "فليغمسه فيه ثم ليطرحه" روایت کیا ہے۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱، کتاب الطهارة، باب مالانفس له سائلة اذامات فی الماء القليل۔

(۸) ابو داؤد ج۳، کتاب الاطعمة، باب فی الذباب يقع فی الطعام۔ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱،کتاب الطهارة، باب مالا نفس له سائلة اذامات فی الماء القليل ۔

(۹) بخاری ج۱ کتاب العلم، باب الحياء فی العلم الخ۔ کتاب الغسل، باب اذا احتلمت المراة ج۲ کتاب الادب، باب اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ج۱ کتاب الانبياء، باب خلق آدم و ذريته ☆مسلم ج۱ کتاب الحيض، باب وجوب الغسل علی المرأة بخروج المنی منها۔ مسلم نے "فغطت ام سلمة و جهها" نقل کیا ہے۔

(۱۰) موطا امام مالك: کتاب الطهارة، غسل المرأة اذارأت فی المنام مثل مايری الرجل ۔

(۱۱) ابوداؤد ج۱، کتاب الطهارة، باب فی الرجل يجد البلة فی منامه ☆ ترمذی ج۱، ابواب الطهارة، باب فيمن يستيقظ ويری بللا ولا يذكر احتلاماً ☆ دارمی: کتاب الصلوٰة والطهارة، باب فی المرأة تری فی منامها مايری الرجل۔

(۱۲) ابوداؤدج۱، کتاب الطهارة: باب فی المرأة تری مايری الرجل☆دارمی ج۱، کتاب الصلوٰة والطهارة، باب فی المرأة تری فی منامها☆ موطا امام مالك: کتاب الطهارة، غسل المراة اذارأت فی المنام مثل مايری الرجل ۔

(۱۳) ترمذی ج۱، ابواب الطهارة، باب ماجاء فی المرأة تری فی المنام مثل ما يری الرجل☆ابن ماجه ج۱ کتاب الطهارة، باب فی المراة تری فی منامها مايری الرجل۔

(۱٤) نسائیج۱، کتاب الطهارة، غسل المرأة تری فی منامها مايری الرجل☆ ابن ماجه ج۱، کتاب الطهارة، باب فی المرأة تری فی منامها مايری الرجل۔

(۱۵) مسلم ج۱، کتاب الحيض، باب وجوب الغسل علی المرأة بخروج المنی منها☆ ابن ماجه :کتاب الطهارة، باب فی المراة تری فی منامها مايری الرجل ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱ کتاب الطهارة، باب المراة تری فی منامها مايری الرجل۔

(۱٦) مسلم ج۱، کتاب الحيض، باب وجوب الغسل علی المر أة بخروج المنی منها ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱ کتاب الطهارة، باب المراة تری فی منامها مايری الرجل۔

(۱۷) مسلم ج۱،کتاب الحيض، باب بيان صفة منی الرجل والمراة وان الولد مخلوق من مائهما ☆طبقات ابن سعد ، ج۱، ص۱۷۵، ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱، کتاب الطهارة، باب صفة ماء الرجل وماء المراة الذين يوجبان الغسل۔

فصل:۴

اذان کا آغاز کس طرح ہوا؟

۱۳۔ مشکوٰۃ کی کتاب الصلوٰۃ میں باب الاذان میں جو احادیث جمع کی گئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب نماز با جماعت کا باقاعدہ نظام قائم کیا گیا تو اوّل اوّل اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت اس بارے میں نہیں آئی تھی کہ نماز کے لیے لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے۔ حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ بعض لوگوں نے رائے دی کہ آگ جلائی جائے تاکہ اس کا دھواں بلند ہوتے دیکھ کر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نماز کھڑی ہو رہی ہے۔ بعض دوسرے لوگوں نے ناقوس بجانے کی رائے دی۔ لیکن کچھ اور لوگوں نے کہا کہ پہلا طریقہ یہود کا اور دوسرا انصاریٰ کا ہے۔ ابھی اس معاملہ میں کوئی آخری فیصلہ نہ ہوا تھا اور اسے سوچا جا رہا تھا کہ حضرت عبداللہؓ بن زید انصاری نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ناقوس لیے جا رہا ہے۔ انہوں نے اس سے کہا، اے بندۂ خدا یہ ناقوس بیچتا ہے؟ اس نے پوچھا اس کا کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا نماز کے لیے لوگوں کو بلائیں گے۔ اس نے کہا میں اس سے اچھا طریقہ تمہیں بتاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اذان کے الفاظ انہیں بتائے۔ صبح ہوئی تو حضرت عبداللہؓ نے آ کر حضورؐ کو اپنا خواب سنایا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سچا خواب ہے، اٹھو اور بلالؓ کو ایک ایک لفظ بتاتے جاؤ، یہ بلند آواز سے پکارتے جائیں گے۔ جب اذان کی آواز بلند ہوئی تو حضرت عمرؓ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ خدا کی قسم آج میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ (مشکوٰۃ کی احادیث در باب اذان کا خلاصہ)

تخریج: (۱) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ: كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ لَيْسَ يُنَادٰى لَهَا فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: بَلْ بُوْقًا، مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ. فَقَالَ عُمَرُ: اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِیْ بِالصَّلٰوةِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا بِلَالُ قُمْ، فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ۔(۱)

ترجمہ: ابن عمر بیان کرتے تھے کہ مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو نماز کی ادائیگی کے لیے وقت کے تعین کے لیے جمع ہوئے۔ اس وقت تک نماز کی منادی کرنے والا کوئی مقرر نہیں تھا۔ اس بارے میں گفتگو ہوئی۔ کچھ نے کہا نصاریٰ کی طرح ناقوس بنالو۔ اور کچھ نے رائے دی کہ یہود کی طرح بوق بنالو۔ ساری کارروائی سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم لوگ کسی ایسے آدمی کو کیوں نہیں مقرر کرتے جو نماز کی منادی کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلالؓ! تم اٹھو اور نماز کے لیے منادی کرو۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَحْىٰ بن سعيدِ الْاُمَوِیّ، نَا اَبِیْ، نَامُحَمَّدُبْنُ اسْحَاق عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: لَمَّا اَصْبَحْنَا اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرْتُهٗ بِالرُّؤْيَا، فَقَالَ: اِنَّ هٰذِهٖ لَرُؤْيَا حقٍ، فَقُمْ مَعَ بَلَالٍ فَاِنَّهٗ اَنْدٰى وَاَمَدُّ صوْتًا مِنْکَ، فَاَلْقِ عَلَيْهِ مَاقِيْلَ لَکَ وَلْيُنَادِبِذٰلِکَ قَالَ: فَلَمَّا سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نِدَآءَ بَلَالٍ بِالصَّلوٰةِ خَرَجَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يَجُرُّ اِزَارَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَاَيْتُ مِثْلَ الَّذِیْ قَالَ، [قَالَ]: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ، فَذٰلِکَ اَثْبَتُ۔(۲)

ترجمہ: عبداللہ اپنے باپ زید سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے صبح کی تو ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے اپنا خواب آپ کو سنایا تو آپ نے فرمایا یہ برحق خواب ہے۔ بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ کیونکہ ان کی آواز تم سے اونچی اور لمبی ہے۔ اور جو کچھ تجھے خواب میں بتایا گیا ہے وہ ان کو بتاتے اور سناتے جاؤ۔ وہ اس کو اونچی آواز سے پکاریں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بلالؓ کی نماز کے لیے منادی سنی تو گھر سے اپنی ازار کھینچتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے، یہ کہتے ہوئے کہ اے اللہ کے رسول قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہی کچھ دیکھا ہے جو اس نے کہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فللہ الحمد۔

—— وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ اَتَمَّ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَاَطْوَلَ۔ وَذَكَرَ فِيْهِ قِصَّةَ الْاَذَانِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْاِقَامَةَ مَرَّةً مَرَّةً وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ عَبْدِرَبِّهٖ، وَيُقَالُ ابْنُ عَبْدِرَبٍّ وَلَا نَعْرِ فُ لَهٗ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا يَصِحُّ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثُ الْوَاحِدِ فِی الْاَذَانِ۔ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَاصِمِ الْمَازِنِیُّ لَهٗ اَحَادِيْثُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ عَمُّ عُبَّادُبْنُ تَمِيْمٍ۔

﴿۳﴾حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الطُّوْسِیُّ، ثَنَا يَعْقُوْبُ، ثَنَا اَبِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِیُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ : لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِا لنَّاقُوْسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهٖ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلوٰةِ طَافَ بِیْ وَاَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوْسًا فِیْ يَدِهٖ فَقُلْتُ: يَاعَبْدَ اللّٰهِ ، اَتَبِيْعُ النَّاقُوْسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ؟ فَقُلْتُ نَدْعُوْبِهٖ اِلَى الصَّلوٰةِ، قَالَ: اَفَلَا اَدُلُّکَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِکَ ؟ فَقُلْتُ: (لَهٗ): بَلٰى قَالَ: فَقَالَ تَقُوْلُ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ،اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَیَّ عَلَى الصَّلوٰةِ، حَیَّ عَلَى الصَّلوٰةِ،حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ،حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ،لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَاْخَرَ عَنِّیْ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ قَالَ: وَتَقُوْلُ اِذَا اَقَمْتَ الصَّلوٰةَ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَیَّ عَلَى الصَّلوٰةِ، حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰةُ،

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَاَخْبَرْتُہٗ بِمَا رَاَیْتُ، فَقَالَ: اِنَّھَا لَرُءْ یَا حَقٍّ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَاَلْقِ عَلَیْہِ مَارَاَیْتَ فَلْیُؤَذِّنْ بِہٖ، فَاِنَّہٗ اَنْدٰی صَوْتًا مِنْکَ. فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ، فَجَعَلْتُ اُلْقِیْہِ عَلَیْہِ وَیُؤَذِّنُ بِہٖ، قَالَ: فَسَمِعَ ذٰلِکَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ وَھُوَ فِیْ بَیْتِہٖ فَخَرَجَ یَجُرُّرِدَاءَ ہٗ وَیَقُوْلُ: وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْرَاَیْتُ مِثْلَ مَارَاٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ:(۳)

—— قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: ھٰکَذَارِوَایَۃُ الزُّھْرِیِّ: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَقَالَ مَعْمَرٌ وَیُوْنُسُ عَنِ الزُّھْرِیِّ فِیْہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَمْ یُثَنِّیَا۔

تشریح: اس سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے لیے اذان دینے کا طریقہ مشورے سے نہیں طے ہوا، بلکہ الہام سے ہوا ہے، اور یہ الہام بصورت خواب حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت عمرؓ پر ہوا تھا۔ لیکن مشکوۃ کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں جو روایات آئی ہیں، ان سب کو اگر جمع کیا جائے تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ جس روز ان صحابیوں کو خواب میں اذان کی ہدایت ملی اسی روز خود نبی ﷺ کے پاس بھی بذریعہ وحی یہ حکم آ گیا تھا۔

فتح الباری میں علامہ ابن حجر نے ان روایات کو جمع کر دیا ہے۔ (سنت کی آئینی حیثیت: اعتراضات اور...)

اذان

دن میں پانچ وقت آپ کو یہ کہہ کر پکارا جاتا ہے:

- اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، ''خدا سب سے بڑا ہے، خدا سب سے بڑا ہے''۔
- اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، ''میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی بندگی کا حق دار نہیں''۔
- اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔
- حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، ''آؤ نماز کے لیے''۔
- حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، ''آؤ اس کام کے لیے جس میں فلاح ہے''۔
- اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، ''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے''۔
- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

دیکھو یہ کیسی زبردست پکار ہے۔ ہر روز پانچ مرتبہ یہ آواز کس طرح تمھیں یاد دلاتی ہے کہ ''زمین میں جتنے بڑے خدائی کے دعویدار نظر آتے ہیں سب چھوٹے ہیں۔ زمین و آسمان میں ایک ہی ہستی ہے جس کے لیے بڑائی ہے، اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ آؤ اس کی عبادت کرو۔ اسی کی عبادت میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔'' کون ہے جو اس آواز کو سن کر ہل نہ جائے گا؟ کیونکر ممکن ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو، وہ اتنی بڑی گواہی اور ایسی زبردست پکار سن کر اپنی جگہ بیٹھا رہے اور اپنے مالک کے آگے سر جھکانے کے لیے دوڑ نہ پڑے؟ (خطبات، باب سوم: اذان...)

سوال: حالیہ بارشوں اور سیلاب کے دوران بعض لوگوں نے مکانوں کی چھتوں پر خوف خدا سے اذانیں دیں، ایسا کرنا کہاں تک جائز ہے؟ کیا یہ فعل مستحب ہے یا گناہ ہے یا خلاف شرع ہے؟

جواب: سیلاب یا کثرت بارش، یا کسی اور آفت کے موقع پر اذانیں دینا مسلمانوں میں رائج ہو گیا ہے، لیکن میرے علم کی حد تک یہ طریقہ کسی سند پر مبنی نہیں ہے، بلکہ غالباً لوگوں نے اسے اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکارنے کی ایک صورت سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اگر لوگ اسے مشروع سمجھ کر کریں تو غلط ہے، اور اگر محض اللہ سے فریاد کرنے اور اس کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی نیت سے کریں تو مباح ہے۔ (رسائل و مسائل پنجم، فقہی و معاشی مسائل: کوے کی...)

اذان سن کر شیطان کا گوز کرنا

حضورؐ کا فرمانا کہ اذان سن کر شیطان گوز کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

۱۴۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ فَاِذَا قَضَی النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قَضَی التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذکر کذا لِمَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ حَتّٰی یَظِلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی۔

''جب نماز کے لیے ندا کی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کے گوز صادر ہوتے ہیں کہ اذان نہ سنے پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پلٹ آتا ہے۔ پھر جب نماز کے لیے تکبیر اقامت کہی جاتی ہے تو پھر بھاگتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے کہ وسوسہ ڈالے آدمی اور اس کے نفس کے درمیان۔ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر۔ ایسی ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جن کا اس کو نماز سے پہلے خیال تک نہ تھا۔ حتیٰ کہ آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔''

بخاری میں مروی روایات:

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَ نَا مَالِکٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ، فَاِذَا قَضَی النِّدَاءُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَحَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ: اُذْکُرْ کَذَا، اُذْکُرْ کَذَا، لِمَالَمْ یَکُنْ یَذْکُرُهٗ حَتّٰی یَظِلَّ الرَّجُلُ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی۔(۴)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی دوسری روایت:

‹۲› عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِذَانُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ، فَاِذَا قُضِیَ اَقْبَلَ، فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ، فَاِذَاقُضِیَ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْاِنْسَانِ وَقَلْبِهٖ، فَیَقُوْلُ: اُذْکُرْ کَذَا، وَکَذَا، حَتّٰی لَا یَدْرِیْ، اَثَلَاثًا صَلّٰی اَمْ اَرْبَعًا، فَاِذَا لَمْ یَدْرِ ثَلَاثًا صَلّٰی اَوْ اَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَیِ السَّهْوِ۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے ''جب نماز کے لیے ندا کی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کے گوز صادر ہوتے ہیں۔ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے۔ تو واپس پلٹ آتا ہے۔ پھر جب نماز کے لیے تکبیر اقامت کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے کہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان خطرے (وساوس) ڈالے کہ فلاں اور فلاں بات یاد کر۔ حتیٰ کہ نمازی نہیں جانتا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ جب اسے یہ یاد نہیں رہتا ہے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار، تو پھر سجدہ سہو کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی تیسری روایت:

﴿۳﴾ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا اُذِّنَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَايَسْمَعَ التَّاذِيْنَ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ اَقْبَلَ، فَاِذَا ثُوِّبَ اَدْبَرَ، فَاِذَا سَكَتَ اَقْبَلَ ، فَلَا يَزَالُ بِالْمَرْءِ يَقُوْلُ لَهُ: اُذْكُرْ مَالَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتّٰى لَا يَدْرِىْ كَمْ صَلّٰى۔(٦)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے ''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور اس کے گوز صادر ہوتے ہیں کہ اذان نہ سنے۔ جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو پھر واپس پلٹ آتا ہے۔ پھر جب تکبیر اقامت کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ پھر جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ اسی طرح بندے کے ساتھ رہتا اور اسے کہتا ہے یاد کر ایسی چیزیں جو اسے یاد نہیں ہوتیں۔ یہاں تک کہ نمازی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔

﴿۴﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ اَدْبَرَ الشَّيْطٰنُ وَلَهُ حُصَاصٌ.(٧)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جب موذن اذان کہتا ہے تو شیطان دم دبا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگتا ہے۔''

ایک روایت میں ولّٰی ولهُ حُصاصٌ ہے۔

دارمی اور دارقطنی نے مندرجہ ذیل روایت بیان کی ہے:

﴿۵﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال : اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، خَرَجَ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسْجِدِ لَهُ حُصَاصٌ، فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ رَجَعَ، فَاِذَا اَقَامَ الْمُؤَذِّنُ الصَّلٰوةَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ، حَتّٰى يَاْتِىَ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ فِىْ صَلَاتِهٖ فَيَدْخُلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ نَفْسِهٖ لَا يَدْرِىْ اَزَادَفِىْ صَلَاتِهٖ اَمْ نَقَصَ۔(٨)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جب موذن اذان کہتا ہے تو شیطان دم دبا کر مسجد سے بھاگتا ہے۔ پھر جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو واپس لوٹ آتا ہے۔ پھر جب موذن تکبیر اقامت کہتا ہے تو مسجد سے باہر نکل بھاگتا ہے اور اس کے گوز صادر ہوتے ہیں۔ پھر جب موذن خاموش ہو جاتا ہے تو واپس لوٹ آتا ہے۔ تا آنکہ ایک

مسلم آدمی کے پاس آتا ہے جب کہ وہ نماز میں ہوتا ہے۔ پھر اس آدمی کے اور اس کے نفس کے درمیان داخل ہو جاتا ہے اور نمازی نہیں جانتا کہ اس نے نماز زیادہ پڑھ لی ہے یا کم۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، (قَالَ اِسْحَاقُ: اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ : نَاجَرِيْرٌ) عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِىْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِىَّ ﷺ يَقُوْلُ:"اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآ ءَ بِا لصَّلَاةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَآءِ" قَالَ سُلَيْمَانُ: فَسَاَلْتُهُ عَنِ الرَّوْحَآءِ؟ فَقَالَ هِىَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ سِتَّةٌ وَّثَلَاثُوْنَ مِيْلًا۔(۹)

ترجمہ: حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے خود سنا ہے، فرما رہے تھے: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ شیطان جب نماز کے لیے کی گئی ندا سنتا ہے تو مقام روحاء تک بھاگتا چلا جاتا ہے۔'' سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے روحاء کے متعلق ان سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ وہ ایک مقام ہے جو مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

تشریح: حدیث کی روایت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بنا پر وضع یا ضعف کا حکم لگایا جاسکے۔ اس کو امام بخاری نے خفیف سے لفظی تغیر کے ساتھ تین مختلف ابواب میں تین طریقوں سے روایت کیا ہے۔ کتاب الاذان، باب فضل التاذین میں عبداللہ بن یوسف، مالک، ابوالزناد اعرج اور ابو ہریرہ اس کے راوی ہیں۔ باب تفکر الرجل الشئ فی الصلوٰۃ میں یحییٰ بن بکیر، لیث، جعفر بن ربیعہ، اعرج اور ابو ہریرہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور کتاب بدء الخلق باب صفة الابلیس و جنوده میں محمد بن یوسف، اوزاعی، یحییٰ بن ابی کثیر، ابو سلمہ اور ابو ہریرہ کے نام اس کے اسناد میں نظر آتے ہیں۔ نسائی نے بھی باب فضل التاذین میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ سلسلہ اسناد میں قتیبہ اور مالک آتے ہیں۔ مسلم نے بھی باب فضل الاذان میں اس مضمون کی پانچ روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے بعض میں لَهٗ ضُرَاطٌ کی جگہ لَهٗ حُصَاصٌ آیا ہے۔ جس کی تفسیر اصمعی نے شدت فرار سے کی ہے۔ ایک اور حدیث جو مسلم نے جابر سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے تو روحاء[1] تک بھاگتا چلا جاتا ہے۔

اب رہا متن حدیث تو اس میں جو کچھ ارشاد ہوا ہے اس کی صداقت پر نماز پڑھنے والا گواہی دے سکتا ہے۔ اذان اور تکبیر کی آواز سن کر فی الواقع انسان خدا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس وقت کوئی خطرہ اس کے قلب میں نہیں آتا۔ مگر نماز شروع کرتے ہی طرح طرح کے وسوسے آنے لگتے ہیں۔ اس کیفیت کی وجہ کو مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ مقصود صرف یہ بتانا تھا کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ اس میں فرار کی شدت کو ظاہر کرنے کے لیے کہیں فرمایا گیا ہے کہ وہ روحاء تک بھاگتا چلا جاتا ہے۔ یعنی میلوں تک نہیں ٹھہرتا، کہیں وہی مفہوم له حصاص کے لفظ سے ادا فرمایا ہے اور کہیں له ضراط کہہ کر شدت کے ساتھ کراہت کا بھی اظہار کر دیا گیا ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم اردو میں کہیں کہ شیطان دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ محض استعارہ ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص اس مجازی کلام کو حقیقت پر محمول کرے اور یہ فرض کرلے کہ شیطان واقعی ایک دم رکھتا ہے اور بھاگتے وقت اس کو ٹانگوں میں دبا لیتا ہے۔ تو یہ قائل کے بیان کا نہیں، سامع کی عقل کا قصور ہوگا۔ اسی طرح شیطان کے گوز کرتے ہوئے بھاگنے

---

[1] روحاء ایک مقام ہے مدینہ سے کئی میل کے فاصلہ پر۔

سے بھی اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ شیطان واقعی پیٹ رکھتا ہے اور اس میں غذا ہضم ہوتی ہے اور اس سے ریاح خارج ہوتے ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ یکسر کودن آدمی ہے۔ بات کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ ایسی باتوں پر اعتراض کرنے والے تو محض فتنہ پرداز ہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے، جو انہیں سیدھی سی بات کو بھی سیدھی طرح نہیں سمجھنے دیتی۔ مگر افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو ایسے اعتراضات کو سن کر لاجواب اور شرمندہ ہوتے ہیں۔ (ترجمان القرآن، ج ۴، عدد ۵، ص ۳۰۵-۳۰۷)

حدیث اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ کی مزید تشریح

مختلف احادیث پر نظر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے مختلف مواقع پر اذان کی تاثیر کو مختلف طریقوں سے بیان فرمایا ہے۔ ان سب ارشادات کو ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اصل مقصد اذان کا یہ اثر بیان کرنا تھا کہ اس کو سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے اور اس کے دوران میں انسان شیطانی وساوس سے محفوظ رہتا ہے۔

میں نے جہاں تک کتاب اللہ کا مطالعہ کیا ہے، اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت اور جن، انسان اور حیوان کی طرح مادی جسم نہیں رکھتے، بلکہ آتشیں مخلوق ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ابلیس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (الاعراف:۱۲) اور جنوں کے متعلق حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے کہ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن:۱۵) اور ابلیس کے متعلق ارشاد ہے کہ كَانَ مِنَ الْجِنِّ۔ (الکھف: ۵۰) ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کی حقیقت انسان سے مختلف ہے۔ نہ وہ انسان کا سا جسم رکھتا ہے اور نہ اس پر وہ احوال گزرتے ہیں جو انسان پر گزرا کرتے ہیں، مثلاً اکل طعام و اخراج ریاح وغیرہ۔ باقی رہی یہ بات کہ حدیث نبوی کے الفاظ له ضراط کو شیطان کے صاحب شکم ہونے اور اس سے ریاح خارج ہونے کے لیے دلیل قرار دیا جائے تو میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ لغت عرب میں ضراط کا لفظ محض ریح شکم کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ مجازاً بہت سے معانی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً خفت کے معنی میں، چنانچہ بالوں کی کمی کو الضراط کہتے ہیں اور جس شخص کی داڑھی ہلکی ہو اس کو اضرط کہا جاتا ہے۔ جس عورت کی بھویں ہلکی ہوں وہ ضرطاء کہلاتی ہے۔ انکار او استخفاف کے معنی میں: يُقَالُ اَضْرَطَ فُلَانٌ بِفُلَانٍ اِذَا اسْتَخَفَّ بِهٖ وَسَخِرَ مِنْهُ اور حدیث علیؓ میں ہے کہ اِنَّهٗ دَخَلَ بَيْتَ الْمَالِ فَاَضْرَطَ بِهٖ اَیْ اسْتَخَفَّ بِهٖ وَسَخِرَ مِنْهُ ناپسندیدگی اور کراہت کے معنی میں: وَفِی الْمَثَلِ اَلْاَكْلُ سَرْطَانٌ وَالْقَضَاءُ ضَرْطَانٌ وَتَاوِيْلُ ذٰلِكَ اَنْ تَأْخُذَ وَتَكْرَهَ اَنْ تَرُدَّ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں شیطان کے بھاگنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضورؐ نے له ضراط جو فرمایا ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ بھاگتے وقت فی الواقع اس کے پیٹ سے ریاح خارج ہوتی ہیں، بلکہ اس سے مراد ایسی شدت فرار ہے جس میں خوف اور کراہت اور گھبراہٹ بھی شامل ہے۔ خود ہماری زبان کے محاورات میں بھی گوز کرنے کا لفظ حقیقی معنی پر محمول نہیں کیا جاتا، بلکہ اس سے اضطراب اور خوف اور بدحواسی اور عجز وغیرہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کہیں کہ فلاں شخص گوز کرتا ہوا بھاگا، تو کوئی بھی اس کا یہ مفہوم نہیں لیتا کہ فی الواقع بھاگتے وقت اس کے پیٹ سے ریاح خارج ہو رہی تھی، بلکہ اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ سخت بدحواسی اور خوف کی حالت میں بھاگا۔ پس جب انسان کے متعلق یہ الفاظ سن کر آپ ان کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے، حالانکہ انسان پیٹ رکھتا ہے اور اس سے ریاح خارج ہونا ایک امر طبیعی ہے، تو پھر شیطان کے حق میں یہ الفاظ سن کر

آپ ان کو حقیقت پر کس طرح محمول کر سکتے ہیں، درآں حالیکہ وہ انسان وحیوان کا سا جسم نہیں رکھتا؟

میں اپنے محدود علم کی بنا پر اس حدیث کے معنی کی جو تحقیق کر سکتا تھا وہ میں نے بیان کر دی ہے۔ اگر کوئی شخص میری تحقیق کو غلط ثابت کر دے تو میں اس سے رجوع کرنے میں کبھی تامل نہ کروں گا۔ الحمدللہ، میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی رائے کو وحی والہام سمجھتے ہیں، اور اختلاف کرنے والوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

رہا آپ کا یہ سوال کہ جب اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے تو نماز پڑھنے میں واپس کیوں آ جاتا ہے؟ اور کیا نماز اذان سے فروتر چیز ہے؟ تو اس کا جواب میرے ذمہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنا چاہیے کہ اس نے اذان اور نماز کے درمیان کیا فرق رکھا ہے جس کا یہ اثر ہے، یا پھر شیطان سے پوچھنا چاہیے کہ تو اذان کی آواز سن کر بھاگ کیوں جاتا ہے اور نماز پڑھنے میں واپس کیوں آ جاتا ہے؟ مگر ایک بات میں بھی آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے آیا وہ صحیح ہے، یا نہیں؟ آپ کا خود اپنا تجربہ اس کی تصدیق کرتا ہے، یا نہیں؟

دوسرے نماز پڑھنے والوں کے تجربات بھی اس کی تائید کرتے ہیں، یا نہیں؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اذان کی آواز سن کر ہر نمازی مسلمان کا دل یکایک ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور یہ چند لمحے شیطانی وساوس سے خالی گزرتے ہیں، لیکن نماز پڑھنے میں طرح طرح کے خیالات آ کر اس کو گھیر لیتے ہیں، اور ایسی ایسی باتیں یاد آتی ہیں جو نماز شروع کرنے سے پہلے اس کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتیں؟ اگر یہ واقعہ ہے اور آپ کا ذاتی تجربہ بھی اس کا شاہد ہے تو آپ اس کی تصدیق کو اس کی وجہ معلوم ہونے پر کیوں موقوف رکھتے ہیں؟ کیا واقعہ کو واقعہ تسلیم کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ کو اس کی وجہ معلوم ہو جائے؟ اگر کسی واقعہ کی وجہ نہ معلوم ہو تو کیا آپ اس کے واقعہ ہونے سے انکار کر دیں گے؟ اگر آپ کے سر میں درد ہو اور اس کی وجہ سمجھ میں نہ آئے تو کیا آپ اپنے احساس درد کو جھٹلا دیں گے؟ یہ بات تو بالکل عقل عام (Common Sense) سے تعلق رکھتی ہے کہ واقعہ کو واقعہ ماننے کے لیے وجہ کا معلوم ہونا شرط نہیں ہے۔ آپ دنیا کے بہت سے واقعات کو تسلیم کرتے ہیں۔ درآں حالیکہ آپ کو ان کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ پھر آخر یہ حجت طلبی مذہبی لٹریچر ہی کے ساتھ کیوں مخصوص ہو گئی ہے کہ اگر اس کے کسی بیان کی تائید تجربہ و مشاہدہ سے بھی ہو جائے تو اسے ماننے کو دل نہیں چاہتا جب تک کہ اس کی وجہ معلوم نہ ہو جائے؟ اور اگر اس کی وجہ بھی معلوم ہو جائے تو پھر تصدیق میں یہ سوال مانع ہو جاتا ہے کہ جب اس خاص معاملہ میں یہ واقعہ پیش آتا ہے تو ایک دوسرے معاملہ میں بھی یہی واقعہ کیوں پیش نہیں آتا۔

آپ پوچھتے ہیں کہ کیا نماز اذان سے بہتر ہے یا نماز میں کوئی ایسی خرابی موجود ہے جس کے باعث حالت نماز میں شیطان کو تسلط کا موقع مل جاتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ شیطان کے بھاگنے اور واپس آ جانے سے نہ تو نماز پر اذان کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور نہ نماز میں کسی خرابی کا موجود ہونا لازم آتا ہے۔ اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اذان اور نماز کی کیفیات میں فرق ہے۔ شیطان کے لیے ان دونوں میں جو کچھ فرق ہے اس کو ہم نہیں جان سکتے اور نہ وہ ہم کو بتایا گیا ہے۔ البتہ نفس انسانی کے لیے ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔ نفسیات کا ایک معمولی نکتہ ہے کہ جب کوئی آواز انسان کی توجہ کو دفعتاً اپنی طرف جذب کرتی ہے تو تھوڑی دیر کے لیے انسان کا نفس دوسرے مشاغل سے ہٹ کر اس کی جانب

متوجہ ہوجاتا ہے۔مگر جب انسان کسی کام میں زیادہ دیر تک مشغول رہتا ہے، تو بغیر خاص کوشش کے اس کو پوری جمعیت خاطر (Concentration) حاصل نہیں ہوتی، اور خیالات ادھر ادھر بھٹکنے لگتے ہیں۔عوام پر یہ حالت اکثر گزرتی ہے، کیونکہ وہ جمعیت خاطر اور کامل توجہ الی اللہ بہم پہنچانے پر کم قادر ہوتے ہیں۔لیکن خواص بھی اس پر خاص قدرت رکھنے کے باوجود کبھی کبھی بتقاضائے بشریت محض اضطراری طور پر انتشار خیال میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اذان اور نماز کا یہ فرق دونوں کی کیفیتوں کے فرق پر مبنی ہے، نہ کہ خدا کی جناب میں ان کی مقبولیت اور ان کے مراتب کے فرق پر۔ (ترجمان القرآن، جلد ۵، عدد ۶، ص ۱۵۴ تا ۱۵۷)

اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ کا حکم کن حالات میں ہے؟

۱۵ ۔ نماز کے بارے میں شرعی حکم یہی ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہو وہاں کے لوگوں کو مسجد میں حاضر ہونا چاہیے۔ الا یہ کہ کوئی عذر شرعی مانع ہو۔عذر شرعی یہ ہے کہ آدمی بیمار ہو، یا اسے کوئی خطرہ لاحق ہو۔یا کوئی ایسی چیز مانع ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہو۔بارش اور کیچڑ، پانی ایسے ہی موانع میں سے ہے۔چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ اس حالت میں اذان کے ساتھ اَلَاصَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ کی آواز لگادیتے تھے، تاکہ لوگ اذان سن کر اپنی اپنی جگہ ہی نماز پڑھ لیں۔

(رسائل ومسائل دوم)

تخریج: ⟨۱⟩ **حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیٰ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ، قَالَ: اَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِیْ لَیْلَۃٍ بَارِدَۃٍ بِضَجْنَانَ، ثُمَّ قَالَ: صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ وَاَخْبَرَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَامُرُمُؤَذِّنًا یُؤَذِّنُ ثُمَّ یَقُوْلُ عَلٰی اِثْرِہٖ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ فِی اللَّیْلَۃِ الْبَارِدَۃِ اَوِالْمَطِیْرَۃِ فِی السَّفَرِ۔** (۱۰)

ترجمہ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر نے مقام ضجنان پر، سرد رات میں اذان کہی اور پھر صلوا فی رحالکم (اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھ لو) کہا۔اور ہمیں خبر دی گئی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے موذن سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ اذان کہے اور پھر الاصلوا فی الرحال کہے۔سرد رات یا سفر میں بارش کے موقع پر یہ ارشاد فرماتے۔

ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

⟨۲⟩ **کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُنَادِیْ مُنَادِیْہِ فِی اللَّیْلَۃِ الْمَطِیْرَۃِ اَوِاللَّیْلَۃِ الْبَارِدَۃِ ذَاتِ الرِّیْحِ، صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ ۔**

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنے موذن سے فرمادیا کرتے تھے کہ جب رات بارش والی ہو یا سرد و ٹھنڈی یخ بستہ ہوا چل رہی ہو تو صلوا فی الرحال کی ندادے دیا کرو۔

⟨۳⟩ **عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ. فَمُطِرْنَا. فَقَالَ: لِیُصَلِّ مَنْ شَاءَ مِنْکُمْ فِیْ رَحْلِہٖ۔** (۱۱)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ایک سفر پر نکلے۔راستے میں بارش نے آلیا۔اس موقع پر آپؐ نے فرمایا ''تم میں سے جو اپنے ٹھکانہ پر نماز پڑھنا چاہے وہ پڑھ سکتا ہے۔''

اورترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی روایت:

﴿۳﴾ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنَّامَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ سَفَرٍ، فَاَصَابَنَا مَطَرٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ شَآءَ فَلْيُصَلِّ فِيْ رَحْلِهٖ۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ اتنے میں باران رحمت ہوئی تو آپؐ نے اعلان کروادیا''جوکوئی چاہے وہ اپنے ٹھکانے پرنماز پڑھ لے۔

—— امام ترمذی کی تحقیق کے مطابق بعض اہل علم نے بارش اور کیچڑ کی حالت میں نماز باجماعت اور جمعہ میں حاضری سے رخصت دی ہے۔

—— وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَسَمُرَةَ، وَاَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ اَبِيْهِ، وَعَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ۔ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: حَدِيْثُ جَابِرٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْرَخَّصَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقُعُوْدِ عَنِ الْجَمَاعَةِ وَالْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ وَالطِّيْنِ۔ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ، وَاِسْحَاقُ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَازُرْعَةَ يَقُوْلُ رَوٰى عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ حَدِيْثًا۔ وَقَالَ اَبُوْزُرْعَةَ لَمْ نَرَبِالْبَصْرَةِ اَحْفَظَ مِنْ هٰؤُلَآءِ الثَّلَاثَةِ: عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ، وَابْنُ الشَّاذَكُوْنِي وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، وَاَبُو الْمَلِيْحِ بْنُ اُسَامَةَ اِسْمُهٗ عَامِرٌ وَيُقَالُ " زَيْدُ بْنُ اُسَامَةَ بْنِ عُمَيْرِ الْهُذَلِيِّ۔

ماخذ

(۱) بخاری ج۱، کتاب الاذان، باب بدء الاذان وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاِذَانَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُواً وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّايَعْقِلُوْنَ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ۔ ☆مسلم ج۱ کتاب الصلوة، باب بدء الاذان۔ مسلم میں بَلْ بُوْقًا کی جگہ قَرْنا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ ھے۔☆ترمذی ج۱ ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی بدء الاذان ☆ترمذی نے"فیتحینون الصلوات" نقل کیا ھے۔ قال ابوعیسیٰ: هذا حدیث حسن صحیح غریب من حدیث ابنِ عمر۔

(۲) ترمذی ج۱ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی بدء الاذان۔

(۳) ابوداود ج۱کتاب الصلوٰة، باب کیف الاذان۔

(٤) بخاری ج۱، کتاب الاذان، باب فضل التأذین اورکتاب التهجد، باب ماجاء فی السهو کے تحت "باب اذالم یدر کم صلی ثلاثا او اربعا۔☆ مسلم ج۱: کتاب المساجد،اورکتاب الصلوٰة، باب فضل الاذان وهرب الشیطن۔☆ ابوداؤد ج۱ کتاب الصلوٰة، باب رفع الصوت بالأذان۔☆نسائی ج۲،کتاب الاذان، باب فضل التاذین۔☆ کنزالعمال، ج۷، ص۶۹۱۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۱کتاب الصلوٰة، باب الترغیب فی الاذان۔☆ موطا امام مالك: باب ماجاء فی النداء للصلوٰة۔☆دارمی ج۱،کتاب الصلوٰة، باب الرجل اذالم یدرأ ثلاثا صلی أم اربعاً۔☆ مسند ابی عوانه،ج۲، ص۱۹۲، ج ۱، ص ۳۳٤۔

(۵) بخاری ج۱، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده۔

(٦) بخاری ج١، کتاب التهجد، باب یفکر الرجل الشئی فی الصلوٰۃ۔

(٧) مسلم ج١ کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الاذان وهرب الشیطان عند سماعه۔☆ مسند ابی عوانة، ج١، ص ٣٣٤۔

(٨) دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، باب ادبار الشیطان من سماع الأذان☆دارمی ج١ کتاب الصلوٰۃ، باب الشیطان اذا سمع النداء فر۔

(٩) مسلم ج١، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الاذان وهرب الشیطان عند سماعه۔☆ مسند ابی عوانة ج١ باب الترغیب فی الاذان۔☆ کنزالعمال، ج٧، ص٦٩٢، بحواله ابن خزیمه۔☆السنن الکبریٰ ج١،کتاب الصلوٰۃ، باب الترغیب فی الأذان۔

(١٠) بخاری ج١، کتاب الاذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعة ☆مسلم ج١،کتاب صلوٰۃ المسافر وقصرها، باب الصلوٰۃ فی الرحال فی المطر☆ ابوداود ج١،کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب الجمعة، باب التخلف عن الجماعة فی اللیلة الباردة اواللیلة المطیرة☆ نسائی ج٢، کتاب الاذان، باب الاذان فی التخلف عن شهود الجماعة فی اللیلة المطیرة عن ابن عمر۔☆مسند احمد، ج ٢، ص ٤، عبدالله بن عمر۔☆مسند ابی عوانة،ج٢، ص ٣٤٨۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها:، باب الجماعة فی اللیلة المطیرة۔☆السنن الکبریٰ ج١، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب تاخیر الکلام الیٰ آخر الاذان، عن ابن عمر۔

(١١) مسلم ج١، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرها، باب الصلوٰۃ فی الرحال فی المطر۔

(١٢) ترمذی: ابواب الصلوٰۃ عن رسول اللّٰه ﷺ، باب ماجاء اذا کان المطر فالصلوة فی الرحال۔

فصل:۵

کیفیاتِ صلوٰۃ

جسمانی و بدنی طہارت

اس آواز (اذان) کو سن کر تم اٹھتے ہو اور سب سے پہلے اپنا جائزہ لے کر دیکھتے ہو کہ میں پاک ہوں یا ناپاک؟ میرے کپڑے پاک ہیں یا نہیں؟ مجھے وضو ہے یا نہیں؟ گویا تمہیں اس بات کا احساس ہے کہ پادشاہ دو عالم کے دربار میں حاضری کا معاملہ دنیا کے دوسرے سب معاملات سے مختلف ہے۔ دوسرے کام تو ہر حال میں کیے جاسکتے ہیں، مگر یہاں جسم اور لباس کی پاکی اور اس پاکی پر مزید طہارت (وضو) کے بغیر حاضری دینا سخت بے ادبی ہے۔ اس احساس کے ساتھ تم پہلے اپنے پاک ہونے کا اطمینان کرتے ہو اور پھر وضو شروع کر دیتے ہو۔ اس وضو کے دوران میں اگر تم اپنے اعضاء دھونے کے ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر کرتے رہو اور فارغ ہو کر وہ دعا پڑھو جو رسول اللہؐ نے سکھائی ہے تو محض تمہارے اعضاء ہی نہ دھلیں گے بلکہ ساتھ ساتھ تمہارا دل بھی دھل جائے گا۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں:

١٦ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔

''میں شہادت دیتا ہوں کہ اکیلے ایک لاشریک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ خدایا مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والا بنا۔'' (خطبات،ص:۱۴۸،۱۴۹)

تخریج: ﴿١﴾ **حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِبْنِ عِمْرَانَ الثَّعْلَبِیُّ الْکُوْفِیُّ، نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ الدِمَشْقِیِّ، عَنْ اَبِیْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِیِّ وَاَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ قَالَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. فُتِحَتْ لَهٗ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ اَيِّهَا شَآءَ۔**(١)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا، پھر یہ دعا پڑھی ''میں شہادت دیتا ہوں کہ اکیلے ایک لاشریک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں شہادت دیتا

ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں۔ خدایا مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر اور مجھے پاکیزگی اختیار کرنے والا بنا۔ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔

—— وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: قَالَ اَبُوْ عِیسٰی حَدِیْثُ عُمَرَ قَدْ خُولِفَ زَیْدُ بْنُ حُبَابٍ فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔ رَوٰی عَبْدُاللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ وَغَیْرُهٗ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ یَزِیْدٍ، عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عُمَرَ، وَعَنْ رَبِیْعَةَ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ، عَنْ عُمَرَ۔ وَهٰذَا حَدِیْثٌ فِیْ اِسْنَادِهٖ اِضْطِرَابٌ۔ وَلَایَصِحُّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ هٰذَا الْبَابِ کَبِیْرُ شَیْئٍ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَاَبُوْادْرِیْسَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ عُمَرَ شَیْئاً۔

﴿۲﴾ عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ یَحْیٰ عَنِ ابْنِ الْعَلَاءِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ: اِذَا تَوَضَّاَ الرَّجُلُ فَلْیَقُلْ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔(۲)

ابن ابی شیبہ میں عقبہ بن عامر سے مروی روایت میں ہے:

﴿۲﴾قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ تَوَضَّاَفَاَتَمَّ وُضُوْءَ هٗ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَی السَّمَآءِ، فَقَالَ: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ۔(۳)

نیت نماز

اس کے بعد تم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ منہ قبلہ کے سامنے ہے۔ پاک صاف ہو کر پادشاہ عالم کے دربار میں حاضر ہو، سب سے پہلے تمہاری زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں: اللہ اکبر، ''اللہ سب سے بڑا ہے۔'' اس زبردست حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے تم کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہو، گویا دنیا و مافیہا سے دست بردار ہو رہے ہو۔ پھر ہاتھ باندھ لیتے ہو، گویا اب تم بالکل اپنے بادشاہ کے سامنے باادب دست بستہ کھڑے ہو۔ اس کے بعد تم کیا عرض معروض کرتے ہو۔

تسبیح

۱۷۔ سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ ۔

''تیری پاکی بیان کرتا ہوں اے اللہ! اور وہ بھی تیری تعریف کے ساتھ۔ بڑی برکت والا ہے تیرا نام، سب سے بلند و بالا ہے تیری بزرگی اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔''

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عِیسٰی، ثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَامٍ، ثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ الْمَلَائِیُّ، عَنْ بُدَیْلِ بْنِ مَیْسَرَةَ، عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوۃَ قَالَ: سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ۔(۴)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرنا چاہتے تو فرماتے: ''اے اللہ تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ اور تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

ـــــ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: وَهٰذَا الْحَدِيْثُ لَيْسَ بِالْمَشْهُوْرِ عَنْ عَبْدِالسَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، لَمْ يَرْوِهٖ اِلَّا طَلْقُ بْنُ غِنَامٍ، وَقَدْرَوَى قِصَّةُ الصَّلٰوةِ عَنْ بُدَيْلٍ جَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوْا فِيْهِ شَيْئاً مِنْ هٰذَا۔

﴿۲﴾ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ، ثُمَّ يَقُوْلُ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثَلَاثًا ثُمَّ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثَلَاثًا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ ثُمَّ يَقْرَأُ ۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھتے تو پہلے اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے اے اللہ! تو پاک ہے اور سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرماتے اللہ اکبر کبیراً۔ (تین مرتبہ) ''میں اللہ سمیع وعلیم کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کی شرارتوں اور اس کے ہمز سے، اس کے نفخ سے اور اس کے نفث سے۔

ـــــ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: وَحَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَشْهَرُ حَدِيْثٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ، وَقَدْ اَخَذَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَاَمَّااَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ فَقَالُوْا اِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَااِلٰهَ غَيْرُكَ۔ وَهٰكَذَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَ الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ، وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْ اِسْنَادٍ۔ وَحَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ كَانَ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ يَتَكَلَّمُ فِيْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، وَقَالَ اَحْمَدُ لَايَصِحُّ هٰذَا الْحَدِيْثُ۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِهْرَ انَ الرَّازِيُّ، قَالَ: نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُوْلُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔(۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطابؓ ان کلمات کو جہراً پڑھتے تھے: تو پاک ہے اے اللہ! اور سب تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند وبرتر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تعوذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

''خدا کی پناہ مانگتا ہوں میں شیطان مردود کی دراندازی اور شرارت سے۔''

بسملہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔‘‘ (خطبات، باب سوم: نماز میں...)

شیطان سے پناہ مانگنے کی حکمت

قرآن مجید میں یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جب تم قرآن پڑھو تو پہلے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو شیطان رجیم سے ـــــ اسی حکم کی بناء پر قرآن مجید کی تلاوت کا آغاز اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ سے کیا جاتا ہے ـــــ یہ ہدایت کیوں دی گئی ہے؟

پناہ مانگنے میں آپ سے آپ کچھ باتیں شامل ہوتی ہیں۔ پناہ مانگنے کے عین مفہوم میں کچھ چیزیں شامل ہیں۔ ایک خود پناہ۔ دوسرے پناہ مانگنے والا۔ تیسرے وہ جس سے پناہ مانگی جائے۔

پناہ مانگنے والا پناہ ہمیشہ اس صورت میں مانگا کرتا ہے جب کہ اسے کسی خطرے کا احساس ہو۔ اگر خطرے کا احساس ہی نہ ہو تو پناہ کا کوئی تصور اس کے ذہن میں نہیں آتا اور پناہ ہمیشہ اس سے مانگی جاتی ہے جس کے متعلق آدمی کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ یہ ہمیں محفوظ کر سکتا ہے اس خطرے سے جس کا ہم احساس رکھتے ہیں۔ جب تک یہ دونوں باتیں شامل نہیں ہوں گی، آدمی کے ذہن میں نہ کوئی پناہ لینے کا تصور آئے گا اور نہ کسی کی طرف وہ توجہ کرے گا، مانگنے کی۔

ظاہر بات ہے کہ اگر کسی آدمی کو پناہ لینے کی ضرورت کا احساس ہی نہ ہو تو وہ کبھی نہیں بھاگے گا۔ جیسے مثلاً زلزلہ اچانک آتا ہے۔ چونکہ لوگوں کو احساس نہیں ہوتا کہ کوئی خطرہ پیش آنے والا ہے، اس لیے لوگ اطمینان سے بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر ایک منٹ پہلے بھی انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ زلزلہ آنے والا ہے اور ہمارے مکان کو گر جانے کا خطرہ ہے، تو بے خبری ہی کی وجہ سے آدمی خطرے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر خطرے کا احساس ہو جائے، یہ معلوم ہو جائے کہ مثلاً شیر آ رہا ہے، یہ معلوم ہو جائے کہ مکان گرنے والا ہے، یہ معلوم ہو جائے کہ آگ لگنے والی ہے تو آدمی فوراً ہوشیار ہو جاتا ہے۔ وہ پناہ لینے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح سے اگر آدمی کو یہ اطمینان نہ ہو کہ فلاں جگہ مجھے تحفظ حاصل ہوگا تو اطمینان کے ساتھ اس جگہ کی طرف رخ نہیں کرتا۔ اگر ایک آدمی مثلاً خطرہ محسوس کرتا ہے لیکن اسے جائے پناہ نہیں معلوم۔ آپ دیکھیں گے کہ گھبرایا پھرے گا۔ گھبرایا گھبرایا چاروں طرف پھرے گا۔ چونکہ اس کو یہ اطمینان نہیں ہے کہ فلاں جگہ ہے جہاں مجھے پناہ مل سکتی ہے۔ اطمینان کے ساتھ کسی ایک ہی طرف رخ اسی صورت میں کیا کرتا ہے جب کہ اسے پورا یقین ہو کہ فلاں جگہ ہے جہاں مجھے پناہ مل سکتی ہے۔ اب دیکھئے قرآن مجید پڑھنے سے پہلے یہ ہدایت فرمائی گئی کہ جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو، شیطان رجیم سے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہ احساس دلانا چاہتا ہے کہ شیطان رجیم سے خطرہ عظیم ہے انسان کو۔ کیوں؟ اس وجہ سے کہ اول روز پیدائش سے جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تھا اسی وقت سے وہ بھی خار کھائے بیٹھا ہے کہ جس خلافت کے منصب پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مامور کیا ہے اس خلافت کے منصب کا میں اس کو نااہل ثابت کروں گا۔ میں یہ ثابت کروں گا کہ یہ اس قابل نہیں تھا کہ اس کو خلافت سونپی جاتی۔ میں یہ ثابت کروں گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا اور فساد برپا کرے گا اور خرابیاں لائے گا جو خلافت کے منصب کے لیے موزوں نہیں۔

یہ قرآن مجید اس حقیقت کو بیان کرتا ہے کہ تمہارا ازلی دشمن شیطان ہے، جو اس بات کے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکائے، تمہارے دلوں میں وسوسے ڈالے، تم کو دنیا پر فریفتہ کرے، آخرت کو بھلائے حتیٰ کہ خود اللہ تعالیٰ کے وجود کے سلسلے میں بھی تمہارے دلوں میں شک ڈالے۔ ہر ممکن طریقے سے وہ تم کو بہکانے پر تلا ہوا ہے۔ اب جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ زلزلہ مثلاً اچانک آتا ہے، آدمی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں زمین کے اندر وہ مواد پک رہا ہے جو زلزلہ لائے گا۔ تو بے خبر آدمی خطرے میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اگر اس کو خبردار کر دیا جائے کہ زلزلہ آنے والا ہے۔ اور آدمی یہ محسوس کرے کہ یہ میرے لیے خطرناک ہے تو اس صورت میں آدمی پناہ لینے کی کوشش کرے گا۔

قرآن مجید یہ کام کرتا ہے کہ وہ خبردار کر دیتا ہے آدمی کو کہ تمہارے لیے شیطان ایک خطرہ ہے جو اس بات پر تلا ہوا ہے کہ تم قرآن مجید کو نہ سمجھو اور کوشش کرتا ہے کہ تم الٹا سمجھو، کوشش کرتا ہے تمہارے دلوں میں شکوک ڈالنے کی۔ کوشش کرتا ہے تمہیں راہ ہدایت سے بھٹکانے کی۔ یہ آخری چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ہدایت کے لیے نازل کی ہے۔ لیکن شیطان کی کوشش یہ ہے کہ یہیں سے آدمی، ہدایت نہ پائے اور اگر یہاں سے اس نے ہدایت نہ پائی تو پھر دنیا میں اور کہیں سے ہدایت وہ پا نہیں سکتا۔ اس وجہ سے چونکہ یہی ایک منبع ہدایت ہے، یہی سرچشمہ ہے راہنمائی کا۔ اور شیطان اس پر تلا ہوا ہے کہ تم یہاں سے ہدایت نہ پانے پاؤ۔ اس وجہ سے تم کو اس خطرے کو محسوس کرنا چاہیے۔ جب تم قرآن پڑھنے بیٹھو تو اس خطرے کو محسوس کرو کہ شیطان پیچھے ہے۔ دیکھیے قرآن مجید میں بکثرت وہ باتیں کی گئی ہیں کہ جو بہت سے خود ساختہ انسانی نظریات کے خلاف پڑتی ہیں۔ بہت سی وہ باتیں کی گئی ہیں جو انسان کی خواہشات نفس کے خلاف پڑتی ہیں۔ بہت سی وہ باتیں بیان کی گئی ہیں جو انسان میں جو مختلف قسم کے اوہام اور رسوم و آداب رائج ہیں ان کے خلاف پڑتی ہیں۔ پھر بہت سی وہ چیزیں ہیں جو متشابہات کے (قبیل سے ہیں)، جن میں اس بات کا امکان ہے کہ اگر آدمی غلط معنی لے بیٹھے تو بالکل کفر میں مبتلا ہو جائے۔ مثلاً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں کہ جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ اگر آدمی اس کے غلط معنی لے بیٹھے، تو کفر میں مبتلا ہو جائے۔ میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ بلکہ فی الواقع آپ کے اندر احساس ہونا چاہیے کہ شیطان رجیم ایک خطرہ ہے اور دوسری یہ کہ اللہ کی پناہ جب مانگنے جائیں تو اپنی طرف سے وہ کام نہ کریں کہ جس کی وجہ سے آپ اللہ کی پناہ سے محروم ہو جائیں۔ کیوں؟ مثلاً آدمی زبان سے یہ کہہ رہا ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم لیکن اپنے وہ تصورات جو اس کے دماغ میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کو نہیں نکالتا، اپنے جو نظریات قائم کیے ہیں ان کے اوپر جما ہوا ہے۔ کوشش یہ کر رہا ہے کہ قرآن اس کے مطابق ہی ملے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو نہ خطرہ لاحق ہے، نہ خطرے کا احساس ہوا ہے، نہ وہ اللہ کی پناہ فی الواقع مانگ رہا ہے۔ اللہ کی پناہ مانگنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ذہن کو دوسرے تصورات سے خالی کر لے اور اس ارادے سے بیٹھے کہ یہاں سے ہدایت پانی ہے، اس کے بعد اللہ کی پناہ آپ کو ملے گی۔ اور جس وقت آپ کے دل میں کوئی احساس پیدا ہوا، آپ محسوس کر جائیں اس بات کو کہ کوئی وسوسہ آ رہا ہے، کوئی شک آ رہا ہے، تو پھر کانپ جائیے اور اللہ سے پناہ مانگئے۔ تب جا کر یہ نسخہ کارگر ہو سکتا ہے۔ یہ حقیقت میں کوئی تعویذ نہیں ہے، یا عملیات کی قسم کی کوئی چیز نہیں ہے کہ زبان سے نکالتے ہی پھر وہ حصار ہو گیا آپ کے گرد۔ اور اب شیطان نہیں آ سکتا۔ یہ نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہم کو یہ ہدایت کی ہے کہ میری کتاب کو پڑھتے ہوئے چوکنے رہو۔ بالکل ہوشیار رہو۔

(کیسٹ نمبر ۱، سورۃ فاتحہ کے ضمن میں تعوذ پر گفتگو)

سورۂ فاتحہ

- اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَۙ○

”تعریف خدا کے لیے ہے، جو سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔“

- اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِۙ○

”نہایت رحمت والا بڑا مہربان ہے۔“

- مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِؕ○

”روز آخرت کا مالک ہے۔“ (جس میں اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل ملے گا)۔

- اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُؕ○

”مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔“

- اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَۙ○

”ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔“

- صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡۙ○

”ایسے لوگوں کا راستہ، جن پر تو نے فضل کیا اور انعام فرمایا۔“

- غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ○ؑ

”جن پر تیرا غضب نازل نہیں ہوا اور جو بھٹکے ہوئے لوگ نہیں ہیں۔“

- آمِیۡن

”خدایا ایسا ہی ہو، مالک ہماری اس دعا کو قبول فرما۔“ (خطبات، باب سوم: نماز میں...)

الحمدللہ کے ترجمہ پر اعتراض اور اس کا جواب

سوال: تفہیم القرآن میں آپ نے الحمدللہ کا ترجمہ ”تعریف اللہ کے لیے ہے“ کیا ہے۔ حالانکہ مترجمین سلف وخلف نے اس کا ترجمہ ”تمام خوبیاں اللہ کے لیے“، ”سب تعریف اللہ کے لیے“ کیا ہے۔ تفہیم القرآن کا ترجمہ کچھ نامکمل، یا ناتمام سا محسوس ہوتا ہے۔

جواب: اردو زبان میں ”اللہ کے لیے تعریف ہے“ اور ”تعریف اللہ کے لیے ہے“ کے درمیان معنی کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے۔ اللہ کے لیے تعریف ہے، کے معنی صرف یہ ہوں گے کہ جس طرح دوسروں کے لیے تعریف ہو سکتی ہے اسی طرح اللہ کے لیے بھی ہے۔ لیکن جب ”تعریف اللہ کے لیے ہے“ کہا جائے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ تعریف جس چیز کا نام ہے وہ اپنے

تمام مفہومات کے ساتھ اللہ ہی کے لیے مخصوص ہے، کسی دوسرے کو یہ تعریف نہیں پہنچتی۔ میں نے اس ترجمے میں بعینہ اس مضمون کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے جو الحمدللہ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس انداز بیان کو اختیار کرنے سے وہ معنی زیادہ اچھی طرح ادا ہو جاتے ہیں۔ جو دوسرے مترجمین نے ”تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں“، یا ”ساری خوبیاں اللہ کے لیے ہیں“ یا ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے“، اور ایسے ہی دوسرے الفاظ سے ادا کرنا چاہتے ہیں۔

(رسائل ومسائل پنجم تفسیر آیات .... تفہیم القرآن میں ...)

رکوع

اس کے بعد تم اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کرتے ہو، گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اپنے مالک کے آگے جھکتے ہو اور بار بار کہتے ہو:

- **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ**

”پاک ہے میرا پروردگار، جو بڑا بزرگ ہے۔“

قومہ

پھر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہو اور کہتے ہو:

- **سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ**

”اللہ نے سن لی اس شخص کی بات جس نے اس کی تعریف بیان کی۔“

سجدہ

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہو اور بار بار کہتے ہو:

- **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی**

”پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے بالا و برتر ہے۔“

تشہد

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھاتے ہو اور نہایت ادب سے بیٹھ کر یہ پڑھتے ہو:

- **اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ**[1]

---

[1] مکمل تخریج، درود و سلام کی فصل میں ملاحظہ ہو۔ (مرتب)

''ہماری سلامیاں، ہماری نمازیں اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ کے لیے ہیں۔ سلام آپ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

تشہد میں انگشت شہادت اٹھانا: یہ شہادت دیتے وقت تم شہادت کی انگلی اٹھاتے ہو، کیونکہ یہ نماز میں تمہارے عقیدے کا اعلان ہے اور اس کو زبان سے ادا کرتے وقت خاص طور پر توجہ اور زور دینے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تم درود پڑھتے ہو۔

درود

- **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.** [۱]

''خدایا رحمت فرما ہمارے سردار اور مولیٰ محمدؐ اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔ اور خدایا برکت نازل فرما ہمارے سردار اور مولیٰ محمدؐ اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔

(خطبات، باب سوم: نماز میں...)

رکوع اور سجدہ کی دعا کا ماخذ

۱۸۔ حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنے کا حکم (سورۃ الاعلیٰ کی آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی) کی بنا پر دیا تھا، اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھنے کا جو طریقہ حضورؐ نے مقرر فرمایا تھا، وہ سورۂ واقعہ کی آخری آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ پر مبنی تھا۔ [۲]

(مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، ابن المنذر)

تخریج:(۱) **حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ بْنُ نَافِعٍ اَبُوْ تَوْبَۃَ وَمُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ المعنی قَالَا: ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَکِ، عَنْ مُوْسٰی، قَالَ اَبُوْ سَلَمَۃَ: مُوْسٰی ابْنُ اَیُّوْبَ، عَنْ عَمِّہٖ، عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اجْعَلُوْھَا فِیْ رُکُوْعِکُمْ، فَلَمَّا نَزَلَتْ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی، قَالَ: اجْعَلُوْھَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ۔**(۷)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ (الواقعۃ:۷۴) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اسے اپنے رکوع میں پڑھا کرو اور جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (الاعلیٰ:۱) نازل ہوئی تو فرمایا اسے اپنے سجود میں پڑھا کرو۔''

---

۱ مکمل تخریج، درود و سلام کی فصل میں ملاحظہ ہو۔ (مرتب)
۲ تفہیم القرآن، ج۶، الاعلیٰ، حاشیہ ا ص: ۳۱۰۔

عقبہ بن عامر سے مروی ایک دوسری روایت:

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، ثَنَا اللَّیْثُ ــــ یعنی ابْنُ سَعْدٍ ــــ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ مُوْسٰی اَوْمُوْسَی بْنِ اَیُّوْبَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهٖ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، بِمَعناهُ زَادَقَالَ: فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا رَكَعَ قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ ثَلَاثًا، وَاِذَا سَجَدَ قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِهٖ ثَلَاثًا۔(۸)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع فرماتے تو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ تین بار پڑھتے اور جب سجدہ کرتے تو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِهٖ تین بار کہتے۔

ــــ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: وَهٰذِهِ الزِّیَادَةُ نَخَافُ اَنْ لَّا تَكُوْنَ مَحْفُوْظَةً۔ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: اِنْفَرَدَ اَهْلُ مِصْرَ بِاِسْنَادِ هٰذَیْنِ الْحَدِیْثَیْنِ: حَدِیْثُ الرَّبِیْعِ، وَحَدِیْثُ اَحْمَدَ بْنِ یُوْنُسَ۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی روایت:

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، ثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قُلْتُ لِسُلَیْمَانَ اَدْعُوْ فِی الصَّلٰوةِ اِذَا مَرَرْتُ بِآیَةِ تَخَوُّفٍ؟ فَحَدَّثَنِیْ عَنْ سَعْدِبْنِ عُبَیْدَةَ عَنْ مُسْتَوْرِدٍ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَكَانَ یَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ، وَفِیْ سُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، وَمَا مَرَّ بِاٰیَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا، فَسَاَلَ، وَلَابِاٰیَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا، فَتَعَوَّذَ۔(۹)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہتے تھے اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، جب آیت رحمت پر گزر ہوتا تو وہاں ذرا ٹھہر کر اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب ایسی آیت پر گزر ہوتا جس میں عذاب الٰہی کا ذکر ہوتا تو وہاں بھی قدرے توقف کر کے اس سے اللہ کی پناہ مانگتے۔

عبداللہؓ بن مسعود سے مروی روایت:

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ یَزِیْدَ الْهُذَلِیِّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَقَالَ فِیْ رُكُوْعِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَ ذٰلِكَ اَدْنَاهُ، وَاِذَا سَجَدَ فَقَالَ فِیْ سُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی: ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ تَمَّ سُجُوْدُهٗ وَذٰلِكَ اَدْنَاهُ.(۱۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جب کوئی رکوع کرے تو وہ اپنے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تین بار کہے۔ جب اس نے ایسا کرلیا تو اس کا رکوع پورا ہو گیا اور یہ کم سے کم ہے۔ اور جب سجدہ کرے تو اسے اپنے سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا چاہیے جب اس نے ایسا کرلیا تو اس نے سجدہ پورا کرلیا اور یہ کم سے کم ہے (یا اس کا سجدہ مکمل ہو گیا)۔

قَالَ اَبُوْعِیْسٰی: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَیْسَ اِسْنَادُهٗ بِمُتَّصِلٍ، عَوْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ لَمْ یَلْقَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ۔ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ۔

ابن ماجہ اور بیہقی میں ابن مسعود سے مروی روایت میں ہے:

‹۵› قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَارَکَعَ اَحَدُ کُمْ فَقَالَ فِیْ رُکُوْعِہٖ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔(۱۱)

سجدہ باعث قرب الٰہی

۱۹۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ''بندہ سب سے زیادہ اپنے رب سے اس وقت قریب ہوتا ہے جب وہ سجدہ میں ہوتا ہے۔'' (تفہیم القرآن، ج۶، العلق، حاشیہ:۱۶)

تخریج: حَدَّثَنَا ھَا رُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَعَمْرُ وبْنُ سَوَّادٍ، قَالَا: نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ عَنْ عَمْرٍ و ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ غَزِیَّۃَ، عَنْ سُمَیٍّ مَوْلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا صَالِحٍ ذَکْوَانَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُ وْا الدُّعَآءَ۔ (۱۲)

دعا بعد درود

۲۰۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَاوَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

''خدایا! میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں (اس گمراہ کرنے والے) دجال کے فتنے سے (جو زمین پر چھا جانے والا ہے) اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔ خدایا میں تیری پناہ مانگتا ہوں برے اعمال کی ذمہ داری اور قرض داری سے۔''

تخریج: اَخْبَرَنَا اَبُوْ الْیَمَانِ ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ ، اَخْبَرَتْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَدْعُوْ فِی الصَّلٰوۃِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَاوَفِتْنَۃِ الْمَمَاتِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔(۱۳)

سلام

یہ دعا پڑھنے کے بعد تمہاری نماز پوری ہوگئی۔ اب تم مالک کے دربار سے واپس ہوتے ہو اور واپس ہو کر پہلا کام کیا کرتے ہو؟ یہ کہ دائیں اور بائیں مڑ کر تمام حاضرین اور دنیا کی ہر چیز کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعا کرتے ہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔

گویا یہ بشارت ہے جو خدا کے دربار سے پلٹتے ہوئے تم دنیا کے لیے لائے ہو۔

یہ ہے وہ نماز جو تم صبح اٹھ کر دنیا کے کام کاج شروع کرنے سے پہلے پڑھتے ہو۔ پھر چند گھنٹے کام کاج میں مشغول

رہنے کے بعد دوپہر کو خدا کے دربار میں حاضر ہو کر دوبارہ یہی نماز ادا کرتے ہو۔ پھر چند گھنٹوں کے بعد تیسرے پہر کو یہی نماز پڑھتے ہو۔ پھر چند گھنٹے مشغول رہنے کے بعد شام کو اسی نماز کا اعادہ کرتے ہو۔ پھر دنیا کے کاموں سے فارغ ہو کر سونے سے پہلے آخری مرتبہ اپنے مالک کے سامنے جاتے ہو۔ اس آخری نماز کا خاتمہ وتر پر ہوتا ہے، جس کی تیسری رکعت میں تم ایک عظیم الشان اقرار نامہ اپنے مالک کے سامنے پیش کرتے ہو۔ یہ دعائے قنوت ہے۔

قنوت کے معنی ہیں خدا کے آگے ذلت وانکساری، اطاعت اور بندگی کا اقرار۔ یہ اقرار تم کن الفاظ میں کرتے ہو۔ ذرا غور سے سنو۔

دعائے قنوت

۲۱۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡتَعِیۡنُکَ وَنَسۡتَھۡدِیۡکَ وَنَسۡتَغۡفِرُکَ وَنُؤۡمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡکَ وَنُثۡنِیۡ عَلَیۡکَ الۡخَیۡرَ کُلَّہٗ، نَشۡکُرُکَ وَلَا نَکۡفُرُکَ، وَنَخۡلَعُ وَنَتۡرُکُ مَنۡ یَّفۡجُرُکَ، اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیۡ وَنَسۡجُدُ وَاِلَیۡکَ نَسۡعٰی وَنَحۡفِدُ وَنَرۡجُوۡ رَحۡمَتَکَ وَنَخۡشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالۡکُفَّارِ مُلۡحِقٌ۔

"خدایا! ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے ہدایت طلب کرتے ہیں، تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے ہیں، تیرے ہی اوپر بھروسہ رکھتے ہیں، اور ساری تعریف تیرے ہی لیے خاص کرتے ہیں۔ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں، ناشکری نہیں کرتے۔ ہم ہر اس شخص کو چھوڑ دیں گے اور اس سے تعلق کاٹ دیں گے، جو تیرا نافرمان ہو۔ خدایا! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز اور سجدہ کرتے ہیں اور ہماری ساری کوشش اور ساری دوڑ دھوپ تیری ہی خوشنودی کے لیے ہے۔ ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً تیرا سخت عذاب ایسے لوگوں پر پڑے گا جو کافر ہیں۔"

(خطبات، باب سوم: نماز میں...)

تخریج: **〈۱〉 وَکَانَ ﷺ یَقُوۡلُ فِیۡ خُطۡبَتِہٖ وَیُعَلِّمُ اَصۡحَابَہٗ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَھۡدِیۡہٖ وَمِنۡ دُعَآءِ الۡقُنُوۡتِ الَّذِیۡ کَانَ یَدۡعُوۡبِہٖ عُمَرُ وَغَیۡرُہٗ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسۡتَعِیۡنُکَ وَنَسۡتَھۡدِیۡکَ۔**(۱۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنے خطبہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے اور اپنے صحابہؓ کو سکھایا کرتے تھے کہ وہ یہ دعا پڑھا کریں: سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے طلب ہدایت کے خواستگار ہیں۔ حضرت عمرؓ جو دعائے قنوت پڑھتے تھے وہ بھی اسی طرح شروع ہوتی ہے۔ خدایا! ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اور تجھ سے ہی ہدایت طلب کرتے ہیں۔"

〈۲〉اَخۡبَرَنَا مُحَمَّدُ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰہِ الۡحَافِظُ ثَنَا اَبُوۡا الۡعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بۡنُ یَعۡقُوۡبَ، ثَنَابَحۡرُ بۡنُ نَصۡرِ الۡخَوۡلَانِیُّ، قَالَ: قُرِیَ عَلَی ابۡنِ وَھۡبٍ: اَخۡبَرَکَ مُعَاوِیَۃُ بۡنُ صَالِحٍ، عَنۡ عَبۡدِ الۡقَاھِرِ، عَنۡ خَالِدِ بۡنِ اَبِیۡ عِمۡرَانَ، قَالَ: بَیۡنَارَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ یَدۡعُوۡ عَلٰی مُضَرَ اِذۡجَآءَ ہٗ جِبۡرَئِیۡلُ فَاَوۡمَااِلَیۡہِ اَنۡ اسۡکُتۡ فَسَکَتَ، فَقَالَ: یَامُحَمَّدُ! اِنَّ اللّٰہَ لَمۡ یَبۡعَثۡکَ سَبَّابًا وَّلَا لَعَّانًا وَاِنَّمَا بَعَثَکَ رَحۡمَۃً وَلَمۡ یَبۡعَثۡکَ

عَذَابًا ''لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ(آل عمران:۱۲۸)
ثُمَّ عَلَّمَهُ هٰذَا الْقُنُوتَ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُوْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّكْفُرُكَ، اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ وَنَخَافُ عَذَابَكَ الْجِدَّ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت خالد بن عمران سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک موقعہ پر قبیلہ مضر کے حق میں بددعا کررہے تھے کہ جبرئیل تشریف لے آئے، جبرئیل نے آپ کو اشارہ کیا کہ خاموش ہوجائیں۔ چنانچہ آپؐ خاموش ہوگئے، تو جبرئیل نے کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو گالی گلوچ دینے والا، لعن طعن کرنے والا بنا کر تو نہیں بھیجا، بلکہ اس نے تو آپ کو رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اس نے آپؐ کو عذاب بنا کر بھی نہیں بھیجا۔ فیصلوں کے اختیارات میں آپ کا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے اللہ ان کی توبہ قبول کرے، چاہے انہیں عذاب دے۔ اس لیے کہ وہ ظالم ہیں۔ پھر انھوں نے حضورؐ کو یہ قنوت سکھائی۔

خدایا! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے بخشش و مغفرت مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تیرے حضور جھکتے ہیں۔ ہم ہر اس شخص کو چھوڑ دیں گے اور اس سے قطع تعلق کرلیں گے جو تیرا انکار کرے۔ خدایا! ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہماری ساری کوشش اور ساری دوڑ دھوپ تیری ہی خوشنودی کے لیے ہے۔ اور ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً تیرا عذاب ایسے لوگوں پر پڑے گا جو کافر ہیں۔

—— هٰذَا مُرْسَلٌ وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَحِيْحاً مَوْصُوْلاً۔

حضرت عمرؓ سے منقول دعائے قنوت:

⟨۳⟩ اِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَلَكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ الْجِدَّ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ.

(رواه سعيد بن عبدالرحمن بن ابزیٰ عن ابيه عن عمر فخالف هذافى بعضه)

ترجمہ: حضرت عمرؓ رکوع کے بعد دعائے قنوت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ خدایا! ہمیں بخش دے۔ مومن مردوں اور عورتوں کو،

مسلمان مردوں اور عورتوں سب کو بخش دے۔ اور ان کے دلوں میں الفت و محبت پیوست کردے اور ان کی اصلاح احوال فرمادے۔ اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد و نصرت فرما، خدایا! اہل کتاب کے ان کافروں پر لعنت برسا جو تیرے راستہ سے رکتے اور روکتے ہیں، تیرے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اور تیرے نیک بندوں (اولیاء) کو قتل کرتے ہیں۔ خدایا! ان کے قول (کلمہ) میں مخالفت پیدا کردے۔ ان کے قدم اکھاڑ دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما جو مجرم قوم سے ٹلا نہیں کرتا۔

آغاز اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے: خدایا! ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ سے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور تیری ہم تعریف کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور ہم ہر اس شخص کو چھوڑ دیں گے اور اس سے تعلق کاٹ لیں گے جو تیرا نافرمان ہوگا۔ شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ خدایا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہماری ساری کوششیں اور دوڑ دھوپ تیری ہی خوشنودی کے لیے ہے اور تیرے سخت عذاب سے ڈرتے ہیں اور تیری رحمت کے امیدوار رہتے ہیں۔ یقیناً تیرا عذاب ایسے لوگوں پر پڑے گا جو کافر ہیں۔

﴿۴﴾ اَخۡبَرَنَا اَبُوۡعَبۡدِاللّٰهِ الۡحَافِظُ، ثَنَا اَبُوالۡعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بۡنُ يَعۡقُوۡبَ اَنۡبَاَالۡعَبَّاسُ بۡنُ الۡوَلِيۡدِ اَخۡبَرَنِيۡ اَبِيۡ، ثَنَا الۡاَوۡزَاعِيُّ، حَدَّثَنِيۡ عَبۡدَةُ بۡنُ اَبِيۡ لُبَابَةَ عَنۡ سَعِيۡدِ ابۡنِ عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ اَبۡزٰى، عَنۡ اَبِيۡهِ، قَالَ: صَلَّيۡتُ خَلۡفَ عُمَرَ بۡنِ الۡخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ صَلٰوةَ الصُّبۡحِ فَسَمِعۡتُهٗ يَقُوۡلُ بَعۡدَ الۡقِرَاءَةِ قَبۡلَ الرُّكُوۡعِ: اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيۡ وَنَسۡجُدُ وَاِلَيۡكَ نَسۡعٰى وَنَحۡفِدُ نَرۡجُوۡا رَحۡمَتَكَ وَنَخۡشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالۡكَافِرِيۡنَ مُلۡحِقٌ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسۡتَعِيۡنُكَ وَنَسۡتَغۡفِرُكَ وَنُثۡنِيۡ عَلَيۡكَ الۡخَيۡرَ وَلَانَكۡفُرُكَ وَنُؤۡمِنُ بِكَ وَنَخۡضَعُ لَكَ وَنَخۡلَعُ مَنۡ يَّكۡفُرُكَ۔ (۱۶)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔ میں نے سنا کہ حضرت عمرؓ قراءت کے بعد اور رکوع جانے سے پہلے یہ کہہ رہے تھے:

''اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور ہماری ساری کوشش اور دوڑ دھوپ تیری خوشنودی کے لیے ہے۔ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بلاشبہ تیرا عذاب ایسے لوگوں پر پڑے گا جو کافر ہیں۔ خدایا! ہم تجھ سے مدد کے طلب گار ہیں اور اپنے تمام گناہوں کی تجھ سے معافی مانگتے ہیں اور ساری تعریف تیرے ہی لیے خاص کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے اور تجھ پر ایمان لاتے اور تیرے حضور جھکتے ہیں اور ہر اس شخص سے قطع تعلق کرتے ہیں جو تیرا نافرمان ہو۔''

ـــــ كَذَاقَالَ قَبۡلَ الرُّكُوۡعِ وَهُوَ وَاِنۡ كَانَ اِسۡنَادًا صَحِيۡحًا فَمَنۡ رَوٰى عَنۡ عُمَرَ قُنُوۡتَهٗ بَعۡدَ الرُّكُوۡعِ اَكۡثَرُ، فَقَدۡ رَوَاهُ اَبُوۡرَافِعٍ، وَعُبَيۡدُ بۡنُ عُمَيۡرٍ، وَاَبُوۡ عُثۡمَانَ النَّهۡدِيُّ، وَزَيۡدُ بۡنُ وَهۡبٍ، وَالۡعَدَدُ اَوۡلٰى بِالۡحِفۡظِ مِنَ الۡوَاحِدِ وَفِيۡ حُسۡنِ سِيَاقِ عُبَيۡدِ بۡنِ عُمَيۡرٍ لِلۡحَدِيۡثِ دَلَالَةٌ عَلٰى حِفۡظِهٖ وَحِفۡظِ مَنۡ حَفِظَ عَنۡهُ، وَرَوَيۡنَا عَنۡ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّهٗ قَنَتَ فِي الۡفَجۡرِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسۡتَعِيۡنُكَ وَنَسۡتَغۡفِرُكَ، وَرَوَيۡنَا عَنۡ اَبِيۡ عَمۡرِو بۡنِ الۡعَلَاءِ اَنَّهٗ كَانَ يَقۡرَءُ فِيۡ دُعَاءِ الۡقُنُوۡتِ اِنَّ عَذَابَكَ بِالۡكُفَّارِ مُلۡحِقٌ يَعۡنِيۡ بِخَفۡضِ الۡحَاءِ۔

سورج کا عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ــــــ ایک ضمنی بحث

۲۲۔ ’’نبی ﷺ نے فرمایا، جانتے ہو سورج غروب ہو کر جاتا کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے (یعنی پھر مشرق سے طلوع ہونے کی) اور اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ وہ سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا، مگر اجازت نہ ملے گی اور حکم ہوگا کہ پلٹ جا اور وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (یٰس:۳۸) (بخاری)

تخریج: 〈۱〉 **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ يُوْسُفَ ، ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِاَبِیْ ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ تَدْرِیْ اَيْنَ تَذْهَبُ؟ قُلْتُ : اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَأْذِنُ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا يُقَالُ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ.** ۝ (یٰس:۳۸) (۱۷)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے اس وقت پوچھا جب سورج غروب ہو چکا تھا کہ ’’جانتے ہو یہ کہاں چلا گیا؟‘‘ ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور پھر (مشرق سے طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے اور اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ وہ سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا، مگر اجازت نہ ملے گی اور حکم ہوگا کہ پلٹ جا تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، وَالشَّمْسُ تَجْرِی الآیة۔

مسند احمد نے الفاظ قدرے مختلف نقل کیے ہیں:

〈۲〉 **قَالَ يَااَبَاذَرٍّ اَيْنَ تَذْهَبُ الشَّمْسُ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ بَيْنَ يَدَیْ رَبِّهَا عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ تَسْتَأْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَاَنَّهَا قَدْقِيْلَ لَهَا ارْجِعِیْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّكَانِهَا وَذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَّهَا قَالَ مُحَمَّدٌ ثُمَّ قَرَاَ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا** ۔(۱۸)

ترجمہ: حضورؐ نے فرمایا اے ابوذر! سورج غروب ہو کر کہاں چلا جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ پھر اجازت طلب کرتا ہے اسے اجازت دے دی جاتی ہے، گویا اسے یوں کہا جاتا ہے کہ واپس پلٹ جا جہاں سے آیا ہے۔ تو وہ اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے۔

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ کے ضمن میں ابوذرؓ سے ایک اور روایت ملاحظہ ہو:

〈۳〉 **عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِی الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ فَقَالَ: يَا اَبَا ذَرٍّ**

اَتَدْرِیْ اَیْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ ؟ قُلْتُ: اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ: فَاِنَّھَا تَذْھَبُ حَتّٰی تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّھَا ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غروب شمس کے وقت نبی ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا ''ابوذر جانتے ہو یہ غروب ہو کر کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں۔'' فرمایا ''وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے یہ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق ہے وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّلَّھَا... الخ۔

مسلم نے ابوذر سے اس روایت کے الفاظ، درج ذیل نقل کیے ہیں:

﴿۴﴾عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ، یَوْمًا اَتَدْرُوْنَ اَیْنَ تَذْھَبُ ھٰذِہِ الشَّمْسُ؟ قَالُوْا: اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ ، قَالَ: اِنَّ ھٰذِہٖ تَجْرِیْ حَتّٰی تَنْتَھِیَ اِلٰی مُسْتَقَرِّ ھَا تَحْتَ الْعَرْشِ. فَتَخِرُّ سَاجِدَۃً فَلَا تَزَالُ کَذٰلِکَ حَتّٰی یُقَالَ لَھَا: اِرْتَفِعِیْ، اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ. فَتَرْجِعُ. فَتُصْبِحُ طَالِعَۃً مِنْ مَطْلَعِھَا. ثُمَّ تَجْرِیْ حَتّٰی تَنْتَھِیَ اِلٰی مُسْتَقَرِّھَا تَحْتَ الْعَرْشِ، فَتَخِرُّسَاجِدَۃً وَلَاتَزَالُ کَذٰلِکَ حَتّٰی یُقَالَ لَھَا: اِرْتَفِعِیْ. اِرْجِعِیْ مِنْ حَیْثُ جِئْتِ، فَتَرْ جِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَۃً مِنْ مَطْلَعِھَا ثُمَّ تَجْرِیْ لَا یَسْتَنْکِرُ النَّاسُ مِنْھَا شَیْئًا حَتّٰی تَنْتَھِیَ اِلٰی مُسْتَقَرِّھَا ذَاکَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَیُقَالُ لَھَا اِرْتَفِعِیْ اِصْبِحِیْ طَالِعَۃً مِنْ مَّغْرِبِکِ فَتُصْبِحُ طَالِعَۃً مِنْ مَغْرِبِھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَتَدْرُوْنَ مَتٰی ذَاکُمْ؟ ذَاکَ حِیْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِھَا خَیْرًا۔(١٩)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ''اللہ اور اس کے رسولؐ ہی زیادہ جانتے ہیں۔'' فرمایا ''یہ سورج چلتا رہتا ہے تا آنکہ عرش کے نیچے اپنے مستقر تک پہنچ کر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ اسی حالت پر رہتا ہے کہ اسے حکم دیا جاتا ہے کہ اٹھو جہاں سے آئے تھے، وہیں جاؤ تو وہ واپس پلٹ آتا ہے، اور صبح اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر وہ چلتا رہتا ہے تا آنکہ عرش کے نیچے اپنے مستقر تک پہنچ کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ پھر اسی حالت پر رہتا ہے کہ اسے حکم دیا جاتا ہے ''اٹھو اور جہاں سے آئے تھے، وہیں لوٹ جاؤ۔'' تو وہ واپس لوٹ آتا ہے اور صبح اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا ہے لوگ اس کی کسی چیز میں کمی محسوس نہیں کریں گے کہ یہ عرش کے نیچے اپنے ایک مستقر تک پہنچ جاتا ہے تو اسے حکم دیا جاتا ہے اٹھو اور صبح مغرب سے طلوع ہو تو وہ صبح مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کب ہوگا؟ (پھر خود ہی فرمایا) یہ اس وقت ہوگا جب کسی نفس کو اس کا ایمان لانا نفع بخش نہیں رہے گا جب کہ وہ اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو... الخ۔

تشریح: اس میں دراصل جو مضمون بیان کیا گیا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ ''سورج ہر آن اللہ تعالیٰ کے حکم کا تابع ہے، اس کا طلوع بھی اللہ ہی کے حکم سے ہوتا ہے اور اس کا غروب بھی'' سورج کا سجدہ کرنا ظاہر ہے کہ اس معنی میں نہیں ہے جس میں ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں، بلکہ اس معنی میں ہے کہ جس میں قرآن دنیا کی ہر چیز کو خدا کے آگے سربسجود قرار دیتا ہے، یعنی کلیتًا

تابع امر رب ہونا۔ پھر سورج کا مغرب بھی ایک نہیں ہے، بلکہ قرآن کی رو سے بہت سے مغرب ہیں۔ کیونکہ وہ ہر آن ایک خطہ زمین میں غروب اور ہر آن دوسرے خطے میں طلوع ہوتا ہے۔ اس لیے اجازت مانگ کر طلوع وغروب ہونے کا مطلب ہر آن امر الٰہی کے تحت ہونا ہے۔ رہا اس کا کسی وقت مغرب سے طلوع ہونا، تو یہ بھی کوئی بعید بات نہیں ہے۔ ہر وقت اس امر کا امکان ہے کہ دنیا کا قانون جذب وکشش یکا یک ایک پلٹی کھا جائے اور سیاروں کی رفتار بالکل الٹ جائے۔ طبعیات اور ہیئت کے ماہرین میں سے کوئی بھی اس قانون کو اٹل نہیں مانتا اور نہ اس میں تغیر واقع ہونے، یا اس کے بالکل درہم برہم ہو جانے کو ناممکن سمجھتا ہے۔

رہا یہ امر کہ اس حدیث میں طلوع وغروب کو سورج کی گردش کا نتیجہ سمجھا گیا ہے، نہ کہ زمین کی گردش کا، تو اس پر اعتراض کرنے والے کو دو باتیں اچھی طرح جان لینی چاہئیں، اول یہ کہ انبیاء علیہم السلام طبعیات اور ہیئت اور کیمیا کے مسائل بتانے نہیں آئے تھے، بلکہ عرفان حقیقت بخشنے اور فکر وعمل کی تصحیح کرنے کے لیے آئے تھے۔ ان کا کام یہ بتانا نہ تھا کہ زمین حرکت کرتی ہے یا سورج، بلکہ یہ بتانا تھا کہ ایک ہی خدا زمین اور سورج کا مالک وفرمانروا ہے اور ہر چیز ہر آن اس کی بندگی کر رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ بات حکمت تبلیغ کے بالکل خلاف ہے کہ مبلغ کے اپنے زمانے میں جو علم اشیاء موجود ہوں ان کو چھوڑ کر وہ ہزار ہا سال بعد کے علم اشیاء کو تعلیم حقیقت کا ذریعہ بنائے۔ اسے جن حقائق کو ذہن نشین کرنا ہوتا ہے ان کی تفہیم کے لیے اس کو لامحالہ اپنے زمانے ہی کے مواد علمی سے کام لینا پڑتا ہے، ورنہ اگر وہ ان معلومات سے کام لے جو صدیوں بعد انسان کے علم میں آنے والی ہوں تو اس کے معاصرین اس کی اصل تعلیم کو چھوڑ کر اس بحث میں لگ جائیں کہ یہ شخص کس عالم کی باتیں کر رہا ہے اور ان میں سے ایک شخص بھی اس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر نہ دے۔ اب یہ آپ خود سوچ لیں کہ اگر کسی نبی کی تعلیم اس کے معاصرین ہی کی سمجھ میں نہ آتی اور اس کے عہد کے ہی لوگوں میں مقبول نہ ہوتی، تو وہ بعد کی نسلوں تک پہنچتی کیسے؟ اب سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے اگر اوپر والی حدیث کا مضمون اس ڈھنگ سے بیان کیا جاتا کہ سننے والا طلوع وغروب کا سبب سورج کے بجائے زمین کی حرکت کو سمجھتا تو بے شک آج کے لوگ اسے علم کا ایک معجزہ قرار دیتے، مگر آپ کا کیا خیال ہے کہ خود اس زمانے کے لوگ اس معجزۂ علمی کا استقبال کس طرح کرتے؟ اور پھر وہ اصل بات بھی کہاں تک ان کے دل ودماغ میں اترتی جو اس مضمون میں بیان کرنی مقصود تھی؟ اور جب کہ اس عہد کے لوگ ہی ایسے ''علمی معجزات'' کی بدولت ایمان لانے سے محروم رہ جاتے تو یہ معجزے آپ تک پہنچتے ہی کیا کہ آپ ان کی داد دیتے؟ (رسائل ومسائل دوم: چند احادیث...)

نماز کے بعد ذکر

٢٣۔ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ غریب مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ مالدار لوگ تو بڑے درجے لوٹ لے گئے۔ حضورؐ نے فرمایا ''کیا ہوا؟'' انہوں نے عرض کیا کہ وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں، جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں، مگر وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جسے اگر تم کرو تو تم دوسرے لوگوں سے بازی لے جاؤ گے بجز ان کے جو وہی عمل کریں جو تم کرو گے؟ وہ عمل یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد ٣٣، ٣٣ مرتبہ سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر کہا

کرو۔ کچھ مدت کے بعدان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی یہ بات سن لی ہےاوروہ بھی یہی عمل کرنے لگے ہیں۔اس پرآپ نے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ ایک روایت میں ان کلمات کی تعداد۳۳،۳۳ کے بجائے دس دس بھی منقول ہوئی ہے۔ (تفہیم القرآن،ج۵،قٓ،حاشیہ:۵۱)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ، قَالَ: نَاالْمُعْتَمِرُ وَقَالَ: نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، حَدَّثَنَا: لَيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، كِلَاهُمَا عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيْثُ قُتَيْبَةَ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ، فَقَالَ: وَمَاذَاکَ؟ قَالُوْا: يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّىْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ. وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَانَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ، وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهِ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهِ مَنْ بَعْدَ كُمْ؟ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، قَالَ: تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ مَرَّةً. قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ: فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔(۲۰)

﴿۲﴾ حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا وَرَقَاءُ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ قَالَ: كَيْفَ ذَاکَ؟ قَالُوْا : صَلُّوْا كَمَا صَلَّيْنَا وَجَاهَدُوْا كَمَا جَاهَدْنَا، وَاَنْفَقُوْا مِنْ فُضُوْلِ اَمْوَالِهِمْ، وَلَيْسَتْ لَنَا اَمْوَالٌ، قَالَ: اَفَلَا اُخْبِرُ كُمْ بِاَمْرٍ تُدْرِكُوْنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ مَنْ جَاءَ بَعْدَ كُمْ، وَلَا يَاْتِىْ اَحَدٌ بِمِثْلِ مَا جِئْتُمْ اِلَّا مَنْ جَاءَ بِمِثْلِهٖ تُسَبِّحُوْنَ فِىْ دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَتَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَتُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا۔(۲۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ(غریب) مہاجرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکرعرض کیا یارسول اللہؐ! مالدارلوگ جنت میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور بڑے درجے لوٹ لے گئے۔حضورؐ نے پوچھا وہ کیسے؟انہوں نے عرض کیاوہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں۔انہوں نے بھی جہاد میں حصہ لیا جیسے ہم لیتے ہیں اور انہوں نے مزید برآں اپنے زائد مال(راہ خدامیں) خرچ کیے جبکہ ہمارے پاس مال ودولت نہیں۔آپؐ نے فرمایا: کیامیں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے تم اپنے سے پہلوں کے درجے پالواور بعد میں آنے والوں سے بازی لے جاؤ۔اورکوئی بھی وہ مرتبہ لے کرنہ آئے جوتم لاؤ۔بجزاس کے جوو ہی عمل کرے جوتم کرو،وہ عمل یہ ہے کہ ہرنماز کے بعددس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ الحمدللہ اوردس مرتبہ اللہ اکبرکہا کرو۔

کعب بن عجرہ کی روایت:

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ نِ الْجَهْضَمِيُّ، قَالَ: نَا اَبُوْ اَحْمَدَ، قَالَ : نَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ

عَبۡدِ الرَّحۡمٰنِ بۡنِ اَبِیۡ لَیۡلٰی ، عَنۡ کَعۡبِ بۡنِ عُجۡرَةَ، عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیۡبُ قَائِلُهُنَّ اَوۡفَاعِلُهُنَّ ثَلَاثٌ وَّثَلَاثِیۡنَ تَسۡبِیۡحَةً وَّثَلَاثٌ وَّثَلٰثِیۡنَ تَحۡمِیۡدَةً وَّاَرۡبَعٌ وَّثَلَاثِیۡنَ تَکۡبِیۡرَةً فِیۡ دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ۔(۲۲)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: کچھ معقبات (یعنی ہر نماز کے بعد پڑھے جانے والے کلمات) ہیں، ان کے کہنے یا کرنے والا خائب وخاسر نہیں رہتا، یعنی ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

عبداللہ بن عمرو سے مروی روایت:

﴿۴﴾ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عَمۡرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ ، خُلَّتَانِ لَا یُحۡصِیۡهِمَا رَجُلٌ مُّسۡلِمٌ اِلَّا دَخَلَ الۡجَنَّةَ، اَلَا وَهُمَا یَسِیۡرٌ وَمَنۡ یَّعۡمَلُ بِهِمَا قَلِیۡلٌ، یُسَبِّحُ اللّٰهَ فِیۡ دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ عَشۡرًا، وَیَحۡمَدُهُ عَشۡرًا، وَیُکَبِّرُهُ عَشۡرًا. قَالَ فَاَنَا رَاَیۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ یَعۡقِدُهَا بِیَدِهٖ، قَالَ فَتِلۡکَ خَمۡسُوۡنَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلۡفٌ وَخَمۡسُمِائَةٍ فِی الۡمِیۡزَانِ، وَاِذَا اَخَذۡتَ مَضۡجَعَکَ تُسَبِّحُهُ وَتُکَبِّرُهُ وَتَحۡمَدُهُ مِائَةً فَتِلۡکَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَاَلۡفٌ فِی الۡمِیۡزَانِ، فَاَیُّکُمۡ یَعۡمَلُ فِی الۡیَوۡمِ وَاللَّیۡلَةِ اَلۡفَیۡ وَخَمۡسُمِائَةٍ سَیِّئَةً؟ قَالُوۡا فَکَیۡفَ لَانُحۡصِیۡهَا. قَالَ یَاۡتِیۡ اَحَدَکُمُ الشَّیۡطَانُ وَهُوَ فِیۡ صَلَاتِهٖ فَیَقُوۡلُ اُذۡکُرۡ کَذَا اُذۡکُرۡ کَذَا حَتّٰی یَنۡفَتِلَ فَلَعَلَّهٗ لَّا یَفۡعَلَ وَیَاۡتِیۡهِ وَهُوَ فِیۡ مَضۡجَعِهٖ فَلَا یَزَالُ یُنَوِّمُهٗ حَتّٰی یَنَامَ۔(۲۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو عادتیں ایسی ہیں کہ کوئی مسلم مرد ان کی حفاظت نہیں کرتا مگر جنت میں داخل ہوتا ہے۔ سنو! وہ معمولی ہیں، عمل بھی تھوڑا سا کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہا کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضوؐر اپنی انگلیوں پر ان کو گن رہے تھے۔ پھر فرمایا: یہ مجموعی طور پر ۱۵۰ ہیں۔ زبان پر تو ۱۵۰ ہیں، مگر میزان میں یہ ڈیڑھ ہزار کے برابر ہے۔ (دوسرے) جب سونے کے لیے بستر پر جاؤ تو سبحان اللہ، الحمدللہ اور اللہ اکبر سو مرتبہ کہو، زبان پر تو یہ سو ہوں گے، مگر میزان میں دو ہزار پانچ سو کے برابر ہوں گے۔ انہوں نے عرض کیا ہم کیسے ان کی حفاظت نہ کریں گے۔ فرمایا: تمہارے ایک کے پاس شیطان نماز میں آ کر کہتا ہے فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر۔ حتیٰ کہ وہ شخص نماز سے فارغ ہو جاتا ہے اور اسے یاد نہیں رہتا کہ یہ کیا ہے یا نہیں۔ اور بستر پر وہ آ کر سلانے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ آدمی سو جاتا ہے۔

—— هٰذَا حَدِیۡثٌ حَسَنٌ صَحِیۡحٌ وَفِی الۡبَابِ عَنۡ زَیۡدِ بۡنِ ثَابِتٍ وَ اَنَسٍ وَابۡنِ عَبَّاسٍ۔

۲۴۔ حضرت زید بن ثابت کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ہدایت فرمائی تھی کہ ہم ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور الحمدللہ کہا کریں اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہیں۔ بعد میں ایک انصاری نے عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ

کوئی کہتا ہے کہ اگر تم ۲۵، ۲۵، ۲۵ مرتبہ یہ تین کلمہ کہو اور پھر ۲۵ مرتبہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا اسی طرح کیا کرو۔[1] (احمد، نسائی، دارمی)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، اَنَا ھِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ کَثِیْرِبْنِ اَفْلَحَ، عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: اُمِرْنَا اَنْ نُسَبِّحَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَنَحْمَدَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَنُکَبِّرَ اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ، فَاَتٰی رَجُلٌ فِی الْمَنَامِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقِیْلَ لَہٗ اَمَرَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ تُسَبِّحُوْا فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلَاۃٍ کَذَا وَکَذَا قَالَ الْاَنْصَارِیُّ فِیْ مَنَامِہٖ: نَعَمْ، قَالَ: فَاجْعَلُوْھَا خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ خَمْسًا وَّعِشْرِیْنَ وَاجْعَلُوْا فِیْھَا التَّھْلِیْلَ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاَخْبَرَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَافْعَلُوْا۔(۲۴)

۲۵۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

”حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوکر جب پلٹتے تھے تو میں نے آپؐ کو یہ الفاظ کہتے سنا ہے۔“ (احکام القرآن للجصاص)

تخریج: رَوٰی اَبُوْھَارُوْنَ الْعَبْدِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ فِیْ آخِرِ صَلَاتِہٖ عِنْدَ اِنْصِرَافِہٖ، سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔(۲۵)

تشریح: اس کے علاوہ بھی ذکر بَعْدَ الصَّلٰوۃ کی متعدد صورتیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہوئی ہیں۔ جو حضرات اس پر عمل کرنا چاہیں وہ مشکوٰۃ بَابُ الذِّکْرِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ میں سے کوئی ذکر جو ان کے دل کو سب سے زیادہ لگے چھانٹ کر یاد کرلیں اور اس کا التزام کریں۔ رسول اللہ ﷺ کے اپنے بتائے ہوئے ذکر سے بہتر کون سا ذکر ہو سکتا ہے مگر یہ خیال رکھیں کہ ذکر سے اصل مقصود چند مخصوص الفاظ کو زبان سے گزار دینا نہیں، بلکہ ان معانی کو ذہن میں تازہ اور مستحکم کرنا ہے جو ان الفاظ میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے جو ذکر بھی کیا جائے اس کے معنی اچھی طرح سمجھ لینے چاہئیں۔ اور پھر معنی کے استحضار کے ساتھ ذکر کرنا چاہیے۔
(تفہیم القرآن، ج ۵، قٓ، حاشیہ: ۸۱)

ذکر الٰہی اور اس کے طریقے

سوال: ذکر الٰہی کے مسنون، یا غیر مسنون ہونے کے معاملے میں مجھے بعض ذہنی اشکالات پیش آرہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ایک اثر بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے اپنے بعض شاگردوں کو دیکھا کہ وہ ذکر کے لیے ایک مقررہ جگہ پر جمع ہوا کرتے ہیں تو غصے میں فرمایا کہ کیا تم اصحاب رسول اللہؐ سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ ہو؟

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں تو میں نے اس طرح کا ذکر نہیں دیکھا، پھر تم لوگ کیوں یہ نیا طریقہ نکال رہے ہو؟

---

[1] تفہیم القرآن ج ۵، قٓ، حاشیہ: ۵۱۔

دوسری طرف مشکوٰۃ میں متعدد احادیث ایسی موجود ہیں جن سے اجتماعی ذکر کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت انسؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے ذکر کے حلقوں کو جنت کے باغوں سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آں حضورؐ نے فرمایا کہ نہیں بیٹھتی کوئی قوم ذکر الٰہی کے لیے مگر یہ کہ گھیر لیتے ہیں، اسے فرشتے اور چھا جاتی ہے اس پر رحمت۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ فرشتے ذکر الٰہی کی مجالس کو ڈھونڈتے ہیں اور ان میں بیٹھتے ہیں۔

ان احادیث کی روشنی میں حلقہ ذکر کا بدعت ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ واضح کریں کہ ارشادات نبویؐ کی موجودگی میں حضرت ابن مسعود سے مروی اثر کی کیا صحیح توجیہ ہوسکتی ہے؟

جواب: لفظ ''ذکر'' کا اطلاق بہت سی چیزوں پر ہوتا ہے۔ اس کے ایک معنی دل میں اللہ کو یاد کرنے، یا یاد رکھنے کے ہیں۔ دوسرے معنی اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں طرح طرح سے اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔ مثلاً موقع بموقع الحمد للہ، ماشاء اللہ، انشاء اللہ، سبحان اللہ وغیرہ کہنا، بات بات میں کسی نہ کسی طریقے سے اللہ کا نام لینا، رات دن کے مختلف احوال میں اللہ سے دعا مانگنا، اور اپنی گفتگوؤں میں اللہ کی نعمتوں اور حکمتوں اور اس کی صفات اور اس کے احکام وغیرہ کا ذکر کرنا۔

تیسرے معنی قرآن مجید اور شریعت الٰہیہ کی تعلیمات بیان کرنے کے ہیں، خواہ وہ درس کی شکل میں ہوں، یا باہم مذاکرہ کی شکل میں، یا وعظ و تقریر کی شکل میں۔

چوتھے معنی تسبیح و تہلیل و تکبیر کے ہیں۔ جن احادیث میں ذکر الٰہی کے حلقوں اور مجلسوں پر حضورؐ کے اظہار تحسین کا ذکر آیا ہے۔ ان سے مراد تیسری قسم کے حلقے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے جس چیز پر اظہار ناراضی کیا ہے۔ اس سے مراد چوتھی قسم کا حلقہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں حلقے بنا کر تسبیح و تہلیل کا ذکر جہری کرنا رائج نہ تھا، نہ حضورؐ نے اس کی تعلیم دی اور نہ صحابہؓ نے یہ طریقہ کبھی اختیار کیا۔ رہا پہلے دو معنوں میں ذکر الٰہی، تو ظاہر ہے کہ وہ سرے سے حلقے بنا کر ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ وہ لازماً انفرادی ذکر ہی ہوسکتا ہے۔ (رسائل و مسائل: پنجم، عام مسائل: ذکر الٰہی...)

نماز کی اہمیت

۲۶۔ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

''بندے اور کفر کے درمیان ترک صلوٰۃ واسطہ ہے۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، ثَنَا وَكِيعٌ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔(۲۶)

ترجمہ: کفر اور ایمان کے درمیان ترک صلوٰۃ واسطہ ہے۔

ــــــ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

﴿۲﴾ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ اَوِ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: بندہ اورشرک یا کفر کے درمیان ترک صلوٰۃ واسطہ ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں جو حضرت جابر سے مروی ہے:

﴿۳﴾ بَیْنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ تَرْکُ الصَّلوٰۃِ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ اِلَّا تَرْکُ الصَّلوٰۃِ۔(۲۷)

تشریح: جس پر نماز گراں گزرے وہ خود اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ خدا کی بندگی واطاعت کے لیے تیار نہیں ہے۔ یعنی ترک صلوٰۃ وہ پل ہے جس کو عبور کر کے آدمی ایمان سے کفر کی طرف جاتا ہے۔ اسی بنا پر رحمۃ للعالمین نے فرمایا کہ ''جو لوگ اذان کی آواز سن کر گھروں سے نہیں نکلتے، میرا جی چاہتا ہے کہ جا کر ان کے گھروں میں آگ لگادوں۔'' اور اسی بنا پر فرمایا: اَلْعَھْدُ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلوٰۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۲۷۔ ہمارے اور عرب کے بدوؤں کے درمیان تعلق کی بنا نماز ہے۔ جس نے اسے چھوڑ دیا وہ کافر قرار پائے گا۔ اور اس سے ہمارا تعلق ٹوٹ جائے گا۔

تخریج: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنَّ الْعَھْدَ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلَاۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ۔(۲۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ اپنے والد بریدہؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً ہمارے اور ان کے (کفار کے) مابین صلوٰۃ واسطہ ہے۔ لہٰذا جس نے اسے ترک کر دیا، وہ کافر ہوگیا۔''

۲۸۔ **کَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ ﷺ لَایَرَوْنَ شَیْئاً مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلوٰۃِ۔** (ترمذی)

''مستند روایت ہے کہ یعنی نبی ﷺ کے صحابہ میں یہ بات متفق علیہ تھی کہ اسلامی اعمال میں سے صرف نماز ہی وہ عمل ہے جس کو چھوڑ دینا کفر ہے۔'' (اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، نماز: فرض شناسی)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ، نَا بِشْرُبْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنِ الْجَرِیْرِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ شَقِیْقٍ الْعُقَیْلِیِّ، قَالَ: کَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ: لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلوٰۃِ۔(۲۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی نے بیان کیا کہ: ''نبی ﷺ کے صحابہ سوائے ترک صلوٰۃ کے دوسرے کسی عمل کو کفر تصور نہیں کرتے تھے۔''

﴿۲﴾ بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِ الصَّلَاۃُ فَاِذَا تَرَکَھَا فَقَدْ اَشْرَکَ۔(۳۰)

ترجمہ: بندے اور کفر اور ایمان کے درمیان نماز واسطہ ہے۔ لہٰذا جب کسی نے اسے ترک کر دیا تو اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔

﴿۳﴾ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْکُفْرِ اَوِالشِّرْکِ تَرْکُ الصَّلوٰۃِ فَاِذَا تَرَکَ الصَّلَاۃَ فَقَدْ کَفَرَ۔ (۳۱)

ترجمہ: بندے اور کفر یا شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ واسطہ ہے لہٰذا جب کسی نے ترک صلوٰۃ کیا تو وہ کافر ہوگیا۔

﴿۴﴾ لَیْسَ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْکِ اِلَّا تَرْکُ الصَّلوٰۃِ. فَاِذَا تَرَکَھَا فَقَدْ اَشْرَکَ۔(۳۲)

ترجمہ: بندے اور شرک کے درمیان نہیں ہے واسطہ مگر ترک صلوٰۃ۔ لہٰذا جب کسی نے اسے ترک کیا تو اس نے شرک کیا۔

〈۵〉 مَا بَيْنَ الْكُفْرِ اَوِ الشِّرْكِ وَالْاِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔(۳۳)

ترجمہ: کفر یا شرک اور ایمان کے مابین جو چیز واسطہ ہے۔ وہ ترک صلوٰۃ ہے۔

〈۶〉 مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ جِهَارًا۔(۳۴)

ترجمہ: جس نے عمداً یعنی جان بوجھ کر ترک صلوٰۃ کیا تو اس نے علانیہ سب کے روبرو کفر کا ارتکاب کیا۔

〈۷〉 قَالَ ابْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ النَّبِىُّ ﷺ : مَنْ تَرَكَ الصَّلاةَ فَقَدْ كَفَرَ ۔(۳۵)

ترجمہ: ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز کو ترک کیا تو اس نے یقیناً کفر کیا۔''

〈۸〉 قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِىُّ: سَمِعْتُ اِسْحَاقَ يَقُوْلُ: صَحَّ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ اِنَّ تَارِكَ الصَّلٰوةِ كَافِرٌ۔(۳۶)

ترجمہ: محمد بن نصر مروزی نے بیان کیا کہ میں نے اسحاق کو نبی ﷺ کا یہ ارشاد بیان کرتے ہوئے سنا: ''تارک صلوٰۃ یقیناً کافر ہے۔''

〈۹〉 عَنْ عَلِىٍّ قَالَ: مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ ۔(۳۷)

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ''جس نے نماز نہ پڑھی، وہ کافر ہے۔''

〈۱۰〉 وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلَا دِيْنَ لَهُ۔(۳۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ ''جس نے ترک صلوٰۃ کیا اس کا کوئی دین نہیں۔''

〈۱۱〉 وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ۔(۳۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ ''جس نے نماز ترک کی، وہ یقیناً کافر ہو گیا۔''

〈۱۲〉 وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: مَنْ لَّمْ يُصَلِّ فَهُوَ كَافِرٌ۔(۴۰)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول ہے کہ ''جس نے نماز نہ پڑھی، وہ کافر ہے۔''

〈۱۳〉 وَعَنْ اَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ: لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ وَلَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهُ۔(۴۱)

ترجمہ: حضرت ابودرداءؓ کا قول ہے کہ ''جس کی نماز نہیں، اس کا دین ہی نہیں اور جس کا وضو نہیں اس کی نماز ہی نہیں۔''

تشریح: آج دین سے قطعی ناواقفیت کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے، جو اذان کی آواز سن کر ٹس سے مس نہیں ہوتے، جن کو یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ موذن کس کو بلا رہا ہے اور کس کام کے لیے بلا رہا ہے، وہ بھی مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ نماز کی کوئی اہمیت اسلام میں نہیں ہے، اس کے بغیر بھی آدمی مسلمان ہو سکتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کا

امام اور ملت کا قائد بھی ہوسکتا ہے۔ (مگر) جب اسلام ایک تحریک کی حیثیت سے زندہ تھا۔ اس وقت یہ حال نہ تھا۔
(اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، نماز: فرض شناسی)

اقامت دین میں نماز کا مقام

۲۹۔ اَلَااَدُلُّکَ بِرَاْسِ الْاَمْرِوَعُمُوْدِهٖ وَذِرْوَةِ سِنَامِهٖ قَالَ بَلٰی؟ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ. قَالَ رَاْسُ الْاَمْرِالْاِسْلَامُ وَعُمُوْدُهُ الصَّلٰوةُ وَذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ۔ (رسائل ومسائل چہارم، ص: ۳۶۳)

''کیا میں تمہیں دین وشریعت کی اساس واصل، اس کا ستون وعمود اور اس کی بلندی شان وعظمت نہ بتاؤں؟ عرض کیا، ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: اسلام اس کا رأس الامر ہے۔ عمود اس کا صلوٰۃ ہے، بلندی عظمت وشان اس کی جہاد (فی سبیل اللہ) ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِیُّ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَاصِمِ ابْنِ اَبِی النَّجُوْدِ، عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ سَفَرٍ، فَاَصْبَحْتُ یَوْ مًا قَرِیْبًا مِّنْهُ وَنَحْنُ نَسِیْرُ. فَقُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُّدْخِلُنِی الْجَنَّةَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ: لَقَدْ سَاَلْتَنِیْ عَنْ عَظِیْمٍ، وَاِنَّهٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَّسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ. تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِکُ بِهٖ شَیْئًا، وَتُقِیْمُ الصَّلٰوةَ، وَتُؤْتِی الزَّکَاةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ، ثُمَّ قَالَ: اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ؟ اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ. وَالصَّدَقَةُ تُطْفِی الْخَطِیْئَةَ کَمَا یُطْفِی الْمَآءُ النَّارَ. وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّیْلِ قَالَ: ثُمَّ تَلَا " تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ" حَتّٰی بَلَغَ " یَعْمَلُوْنَ" (السجدة:۱۶،۱۷) ثُمَّ قَالَ: اَلَا اُخْبِرُکَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ کُلِّهٖ وَعَمُوْدِهٖ، وَذِرْوَةِ سِنَامِهٖ؟ قُلْتُ: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ. ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِمِلَاکِ ذٰلِکَ کُلِّهٖ؟ قُلْتُ بَلٰی یَا نَبِیَّ اللّٰهِ، فَاَخَذَ بِلِسَانِهٖ قَالَ: کُفَّ عَلَیْکَ هٰذَا، فَقُلْتُ: یَانَبِیَّ اللّٰهِ! وَاِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَکَلَّمُ بِهٖ؟ فَقَالَ: ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ یَا مُعَاذُ! وَهَلْ یَکُبُّ النَّاسُ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ اَوْعَلٰی مَنَاخِرِ هِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ (هذا حديث حسن صحيح)۔(۴۲)

ترجمہ: حضرت معاذؓ بن جبل سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کی معیت میں تھا۔ ایک دن صبح سویرے آں جناب کا قرب نصیب ہوا۔ ہم چلے جارہے تھے کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا عمل ارشاد فرمائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور آگ (دوزخ کی آگ) سے دور کردے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ایک بہت بڑی چیز کے متعلق مجھ سے پوچھا ہے، اللہ تعالیٰ جس پر اسے آسان فرمائے، اس پر یہ بہت آسان ہے، (وہ یہ ہے) کہ تو صرف ایک اللہ کی عبادت کر، اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرا، اور نماز قائم کر اور زکوٰۃ دے۔ اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر، پھر فرمایا! کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی راہنمائی نہ کروں۔'' (پھر خود ہی فرمایا) ''روزہ ڈھال

ہے، صدقہ وخیرات گناہوں کو ایسے مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدمی کی صلوٰۃ شب۔ (یہ بیان فرما کر) آپ نے قرآن پاک کی آیت بطور استشہاد تلاوت فرمائی ''(ایسے لوگ) کہ جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں الآیۃ۔'' پھر فرمایا! ''کیا میں تجھے سارے کا سارا راس الامر، اس کا عمود اور اس کی بلند چوٹی نہ بتاؤں۔'' میں نے عرض کیا، ''ہاں یارسول اللہؐ (ضرور ارشاد فرمائیں) حضورؐ نے فرمایا: ''راس الامر اسلام ہے، اس کا ستون صلوٰۃ ہے اور اس کی بلند و بالا چوٹی جہاد ہے'' پھر ارشاد فرمایا، ''کیا میں تجھے اس سب کا لب لباب نہ بتاؤں۔'' میں نے عرض کیا، ''ہاں یارسول اللہؐ! (ضرور ارشاد فرمائیں) راوی کا بیان ہے کہ آپؐ نے اپنی زبان اپنے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا: ''بس اسے روک لو۔'' تو میں نے عرض کیا، ''اے رسول خدا ﷺ! کیا ہم سے ہماری باتوں اور گفتگوؤں کا مواخذہ بھی ہوگا؟ فرمایا: ''اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے لوگ جہنم میں اوندھے منہ اس زبان کی کاٹی ہوئی فصل کے سوا اور کس وجہ سے گرائے جائیں گے۔''
(زبان سے کاٹی ہوئی فصل سے مراد کلمات کفر وشرک والحاد، قذف، سب وشتم، غیبت، بہتان وغیرہ ہیں (از مرتب))۔

تشریح: نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اس دین کے ارکان ہیں جن پر یہ دین قائم ہوتا ہے۔ اس لیے ان کو قائم کرنا اقامت دین کے لیے مطلوب ہے اور جہاد چونکہ دین کو اس کے نظام کے ساتھ قائم کرنے کا ذریعہ ہے اس لیے وہ بھی اقامت دین ہی کے لیے مطلوب ہے۔ (رسائل ومسائل چہارم، ص: ۳۶۳)

سوال: کیا نماز اقامت دین کا حکم بھی دیتی ہے؟

جواب: نماز ہی تو حکم دیتی ہے اقامت دین کا ــــ جب آپ کہتے ہیں '' نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ'' تو دشمنان دین سے آپ کی لڑائی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ (۱۵اے ذیلدار پارک دوم، ص: ۲۳۰)

۳۰۔ مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ... الخ.

''آپؐ نے فرمایا جس نے وہی نماز پڑھی جو ہم پڑھتے ہیں اور اسی قبلے کی طرف رخ کیا جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں اور ہمارے ذبیحے کو کھایا، وہ مسلمان ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ الْمَهْدِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُبْنُ سَعْدٍ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سَيَاهٍ، عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ صَلّٰی صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا. فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ۔ (۴۳)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جس نے وہی نماز پڑھی جو ہم پڑھتے ہیں اور اسی قبلے کی طرف رخ کیا جس کی طرف ہم رخ کرتے ہیں اور ہمارے ذبیحے کو کھایا، وہ مسلمان ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی امان میں ہے۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی امان میں خیانت نہ کرو، یا بے وفائی نہ کرو۔

تشریح: نماز پڑھنے اور قبلے کی طرف رخ کرنے کے باوجود ایک شخص اس وقت تک اسلام میں پوری طرح جذب نہیں ہوتا جب تک کہ وہ کھانے پینے کے معاملے میں پچھلی جاہلیت کی پابندیوں کو توڑ نہ دے اور ان توہمات کی بندشوں سے آزاد نہ

ہوجائے جو اہل جاہلیت نے قائم کررکھی تھیں۔ کیوں کہ اس کا ان پابندیوں پر قائم رہنا اس بات کی علامت ہے کہ ابھی تک اس کی رگ وپے میں جاہلیت کا زہر موجود ہے۔

(یہاں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ) اگر تم ایمان لا کر صرف خدائی قانون کے پیرو بن چکے ہو، جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو پھر وہ ساری چھوت چھات اور زمانہ جاہلیت کی وہ ساری بندشیں اور پابندیاں توڑ ڈالو، جو پنڈتوں اور پروہتوں نے، ربیوں اور پادریوں نے، جوگیوں اور راہبوں نے اور تمہارے باپ دادا نے قائم کی تھیں۔ جو کچھ خدا نے حرام کیا ہے اس سے تو ضرور بچو، مگر جن چیزوں کو خدا نے حلال کیا ہے انہیں بغیر کسی کراہت اور رکاوٹ کے کھاؤ پیو۔ (تفہیم القرآن، ج۱، البقرۃ، حاشیہ: ۱۷۰)

نماز کی ایک اہم خوبی

۳۱۔ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ۔ (ابن ابی حاتم)

’’جسے اس کی نماز نے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا اس کی نماز نہیں ہے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هَارُوْنَ الْمَخْرَمِيُّ الْفَلَّاسُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ نَافِعٍ اَبُوْ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ ’’اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ‘‘(العنکبوت:۴۵) قَالَ: مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ۔(۴۴)

۳۲۔ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا۔(ابن ابی حاتم، طبرانی)

’’جس کی نماز نے اسے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا اس کو اس کی نماز نے اللہ سے اور زیادہ دور کردیا۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا يَحیٰ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ الْيَرْبُوْعِيُّ، حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ بِهَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا۔(۴۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا، ’’جس کی نماز نے اسے فحش اور برے کاموں سے نہ روکا اس کو اس کی نماز نے اللہ سے اور زیادہ دور کردیا۔‘‘

۳۳۔ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يُطِعِ الصَّلٰوةَ، وَطَاعَةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ۔

(ابن جریر، ابن ابی حاتم)

’’اس شخص کی کوئی نماز نہیں ہے جس نے نماز کی اطاعت نہ کی، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحشاء ومنکر سے رک جائے۔‘‘

تخریج: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمِ بْنُ الْبَرِيْدِ عَنْ جُوَيْبِرٍ، عَنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِنَّهُ قَالَ: لَاصَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يُطِعِ الصَّلَاةَ، وَطَاعَةُ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْهٰى عَنِ

الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ الخ۔(۴۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اس شخص کی کوئی نماز نہیں، جس نے نماز کی اطاعت نہ کی، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحشاء و منکر سے رک جائے۔

تشریح: نماز کے بہت سے اوصاف میں سے ایک اہم وصف کو مندرجہ بالا احادیث میں پیش کیا گیا ہے۔ اور اقامت صلوٰۃ کو فحشاء و منکر سے روکنے کا ذریعہ بتایا ہے۔

فحشاء اور منکر کا اطلاق جن برائیوں پر ہوتا ہے انہیں انسان کی فطرت برا جانتی ہے اور ہمیشہ سے ہر قوم اور ہر معاشرے کے لوگ، خواہ وہ عملاً کیسے ہی بگڑے ہوئے ہوں، اصولاً ان کو برا ہی سمجھتے رہے ہیں۔ نزول قرآن کے وقت عرب کا معاشرہ بھی اس عام کلیے سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اس معاشرے کے لوگ بھی اخلاق کی معروف خوبیوں اور برائیوں سے واقف تھے، بدی کے مقابلے میں نیکی کی قدر پہچانتے تھے، اور شاید ہی ان کے اندر کوئی ایسا شخص ہو جو برائی کو بھلائی سمجھتا ہو، یا بھلائی کو بری نگاہ سے دیکھتا ہو۔ اس حالت میں اس بگڑے ہوئے معاشرے کے اندر کسی ایسی تحریک کا اٹھنا جس سے وابستہ ہوتے ہی خود اسی معاشرے کے افراد اخلاقی طور پر بدل جائیں اور اپنی سیرت و کردار میں اپنے ہم عصروں سے نمایاں طور پر بلند ہو جائیں، لامحالہ اپنا اثر کیے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ عرب کے عام لوگ برائیوں کو مٹانے والی اور نیک اور پاکیزہ انسان بنانے والی اس تحریک کا اخلاقی وزن محسوس نہ کرتے اور اس کے مقابلے میں محض جاہلی تعصبات کے کھوکھلے نعروں کی بنا پر ان لوگوں کا ساتھ دیئے چلے جاتے، جو خود اخلاقی برائیوں میں مبتلا تھے اور جاہلیت کے اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے لڑ رہے تھے، جو ان برائیوں کو صدیوں سے پرورش کر رہا تھا۔

نماز کی یہ خوبی جو آیت: إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت:۴۵)۔ اور (مندرجہ بالا احادیث) میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک اس کا وصف لازم ہے۔ یعنی یہ کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے اور دوسرا اس کا وصف مطلوب ہے، یعنی یہ کہ اس کا پڑھنے والا واقعی فحشاء اور منکر سے رک جائے۔ جہاں تک روکنے کا تعلق ہے، نماز لازماً یہ کام کرتی ہے۔ جو شخص بھی نماز کی نوعیت پر ذرا سا غور کرے گا وہ یہ تسلیم کرے گا کہ انسان کو برائیوں سے روکنے کے لیے جتنے بریک بھی لگانے ممکن ہیں، ان میں سب سے زیادہ کارگر بریک نماز ہی ہو سکتی ہے۔ آخر اس سے بڑھ کر موثر مانع اور کیا ہو سکتا ہے کہ آدمی کو ہر روز دن میں پانچ وقت خدا کی یاد کے لیے بلایا جائے اور اس کے ذہن میں یہ بات تازہ کی جائے کہ تو اس دنیا میں آزاد و خود مختار نہیں ہے بلکہ ایک خدا کا بندہ ہے، اور تیرا خدا وہ ہے جو تیرے کھلے اور چھپے تمام اعمال سے، حتیٰ کہ تیرے دل کے ارادوں اور نیتوں تک سے واقف ہے، اور ایک وقت ضرور ایسا آنا ہے جب تجھے اس خدا کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ پھر اس یاد دہانی پر بھی اکتفا نہ کی جائے بلکہ آدمی کو عملاً ہر نماز کے وقت اس بات کی مشق کرائی جاتی رہے کہ وہ چھپ کر بھی اپنے خدا کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔ نماز کے لیے اٹھنے کے وقت سے لے کر نماز ختم کرنے تک مسلسل آدمی کو وہ کام کرنے پڑتے ہیں جن کو اس کے اور خدا کے سوا کوئی تیسری ہستی یہ جاننے والی نہیں ہوتی کہ اس شخص

نے خدا کے قانون کی پابندی کی ہے، یا اسے توڑ دیا ہے۔ مثلاً اگر آدمی کا وضو ساقط ہو چکا ہو، اور وہ نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے تو اس کے اور خدا کے سوا آخر کسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ وضو سے نہیں ہے۔ اگر آدمی نماز کی نیت ہی نہ کرے اور بظاہر رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے ہوئے اذکار نماز پڑھنے کے بجائے خاموشی کے ساتھ غزلیں پڑھتا رہے تو اس کے اور خدا کے سوا کسی پر یہ راز فاش ہو سکتا ہے کہ اس نے دراصل نماز نہیں پڑھی ہے۔ اس کے باوجود جب آدمی جسم اور لباس کی طہارت سے لے کر نماز کے ارکان اور اذکار تک قانون خداوندی کی تمام شرائط کے مطابق ہر روز پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نماز کے ذریعہ سے روزانہ کئی کئی بار اس کے ضمیر میں زندگی پیدا کی جا رہی ہے، اس میں ذمہ داری کا احساس بیدار کیا جا رہا ہے، اسے فرض شناس انسان بنایا جا رہا ہے اور اس کو عملاً اس بات کی مشق کرائی جا رہی ہے کہ وہ خود اپنے جذبہ اطاعت کے زیر اثر خفیہ اور علانیہ ہر حال میں اس قانون کی پابندی کرے جس پر وہ ایمان لایا ہے، خواہ خارج میں اس سے پابندی کرانے والی کوئی طاقت موجود ہو، یا نہ ہو اور خواہ دنیا کے لوگوں کو اس کے عمل کا حال معلوم ہو یا نہ ہو۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ نماز صرف یہی نہیں کہ آدمی کو فحشاء اور منکر سے روکتی ہے بلکہ درحقیقت دنیا میں کوئی دوسرا طریق تربیت ایسا نہیں ہے جو انسان کو برائیوں سے روکنے کے معاملے میں اس درجہ موثر ہو۔ اب رہا یہ سوال کہ آدمی نماز کی پابندی اختیار کرنے کے بعد عملاً بھی برائیوں سے رکتا ہے یا نہیں، تو اس کا انحصار خود اس آدمی پر ہے جو اصلاح نفس کی یہ تربیت لے رہا ہو۔ وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی نیت رکھتا ہو اور اس کی کوشش کرے تو نماز کے اصلاحی اثرات اس پر مترتب ہوں گے، ورنہ ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی تدبیر اصلاح بھی اس شخص پر کارگر نہیں ہو سکتی۔ جو اس کا اثر قبول کرنے کو تیار ہی نہ ہو، یا جان بوجھ کر اس کی تاثیر کو دفع کرتا رہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے غذا کی لازمی خاصیت، بدن کا تغذیہ اور نشوونما ہے، لیکن یہ فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب کہ آدمی اسے جزو بدن بننے دے۔ اگر کوئی شخص ہر کھانے کے بعد فوراً ہی قے کر کے ساری غذا باہر نکالتا چلا جائے تو اس طرح کا کھانا اس کے لیے کچھ بھی نافع نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ایسے شخص کی نظیر سامنے لا کر آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ غذا موجب تغذیہ بدن نہیں ہے کیونکہ فلاں شخص کھانا کھانے کے باوجود سوکھتا چلا جا رہا ہے، اسی طرح بدعمل نمازی کی مثال پیش کر کے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز برائیوں سے روکنے والی نہیں ہے، کیونکہ فلاں شخص نماز پڑھنے کے باوجود بدعمل ہے۔ ایسے نمازی کے متعلق تو یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہ درحقیقت نماز نہیں پڑھتا جیسے کھانا کھا کر قے کر دینے والے کے متعلق یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ وہ درحقیقت کھانا نہیں کھاتا۔[1]

امام جعفر صادق (اسی کے بارے میں) فرماتے ہیں، جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس کی نماز قبول ہوئی ہے یا نہیں، اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کی نماز نے اسے فحشاء اور منکر سے کہاں تک باز رکھا۔ اگر نماز کے روکنے سے وہ برائیاں کرنے سے رک گیا ہے تو اس کی نماز قبول ہوئی ہے۔ (تفہیم القرآن سوم، العنکبوت، حاشیہ: ۷۸)

۱۔ رَوَىٰ بَعْضُ الْإِمَامِيَّةِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّعْلَمَ قُبِلَتْ صَلَاتُهُ أَمْ لَمْ تُقْبَلْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ مَنَعَتْهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَبِقَدْرِ مَا مَنَعَتْهُ قُبِلَتْ مِنْهُ۔ (روح المعانی، ج ۱۹-۲۱، ص: ۱۴۲)

نماز اصلاح کا آخری رشتہ ہے

۳۴۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ دن کو نمازیں پڑھتا ہے اور رات کو چوریاں کرتا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، یا تو چوری اس سے نماز چھڑوادے گی، یا نماز اس سے چوری چھڑوادے گی۔ (ابن کثیر، ج ۳، ص: ۴۱۵)

تخریج: قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْبَکْرِ نِ الْبَزَّارُ: حَدَّثَنَا یُوْسُفُ ابْنُ مُوْسٰی، اَنْبَانَا جَرِیْرٌ. یَعْنِیْ اِبْنُ عَبْدِ الْحَمِیْدِ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ ، قَالَ : اُرَاهُ عَنْ جَابِرٍ، شَکَّ الْاَعْمَشُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ اِنَّ فُلَا نًا یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ قَالَ: سَیَنْهَاهُ مَاتَقُوْلُ وَقَالَ الامامُ اَحْمَدَ: حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ، اَخْبَرَنَا الْاَ عْمَشُ، قَالَ: اَرٰی اَبَا صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: اِنَّ فُلَا نًا یُصَلِّیْ بِا للَّیْلِ فَاِذَا اَصْبَحَ سَرَقَ فَقَالَ: اِنَّهُ سَیَنْهَاهُ مَاتَقُوْلُ۔ (۴۷)

تشریح: یہ تو ہے رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی تعلیم۔ اب اگر ایک آدمی اصلاح کے جوش میں آکر ایسے شخص سے یہ کہے کہ کم بخت جب تو چوری کرتا ہے تو تیری نماز کس کام کی؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کی اصلاح کی آخری امید منقطع کرنا چاہتے ہیں۔ چوری میں تو وہ مبتلا ہے ہی۔ اب آپ اس سے نماز بھی چھڑوانا چاہتے ہیں۔ نماز ایک آخری رشتہ ہے جس سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مکمل بھلائی کی طرف پلٹ آنے میں اس کی مدد کرے۔ لیکن آپ وہ رشتہ بھی جوش اصلاح میں کاٹ دینا چاہتے ہیں۔ اپنے نزدیک تو آپ نے بڑی اصلاح کی بات کی۔ لیکن حقیقت میں آپ نے اسے جہنم کی طرف ڈھکیلنے میں حصہ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب وہ شخص چوری کرتا ہے تو نماز سے اسے کیا حاصل؟ بلکہ یہ فرمایا کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ ایک وقت آئے گا کہ یا تو اس کی نماز اس سے چوری چھڑوادے گی، یا چوری نماز چھڑادے گی۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ لوگ اصلاح کی باتیں تو کرتے ہیں۔ لیکن اصلاح کے لیے جس حکمت کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے ابتدائی تقاضوں سے بھی واقف نہیں ہوتے اور بسا اوقات اپنے غیر حکیمانہ طرز عمل سے درست ہوتے ہوئے آدمیوں کو بھی بگاڑ دیتے ہیں۔ (۱۵ اے ذیلدار پارک دوم، ص: ۲۱۷، ۲۱۸)

سوال: کیا نماز، روزے سے نفس کی پاکیزگی بھی حاصل ہوتی ہے؟

جواب: مسلمان کی نماز تو اسے یہی حکم دیتی ہے کہ وہ برائی سے بچے بشرطیکہ نماز پڑھنے والا یہ سمجھ کر نماز پڑھے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے۔ اگر وہ بلا سوچے، یا نماز کے مقصد کو نظر انداز کر کے پڑھے گا تو پھر نماز پڑھ کر رشوت لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھے گا۔ اگر رشوت لینے والا نماز پڑھے گا اور سمجھے گا کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے تو یہ خیال کر کے کہ میں تو حرام کھا رہا ہوں، وہ رشوت کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ (۱۵ اے ذیلدار پارک دوم، ص: ۲۳۰)

شب وروز کی فرض نمازیں

۳۵۔ ایک شخص کے پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ تم پر دن رات میں پانچ وقت[1] کی نمازیں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا نہیں، الّا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ پڑھو۔''[2]

(بخاری ومسلم)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِیْ سُهَيْلِ بْنِ مَالِکٍ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهٗ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ يَقُوْلُ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِیَّ صَوْتِهٖ وَلَانَفْقَهُ مَا يَقُوْلُ حَتّٰی دَنَا فَاِذَا هُوَيَسْاَلُ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ، فَقَالَ: هَلْ عَلَیَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَصِيَامُ رَمَضَانَ، قَالَ: هَلْ عَلَیَّ غَيْرُهٗ؟ قَالَ: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ: وَذَكَرَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكٰوةَ، قَالَ: هَلْ عَلَیَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: لَا اِلَّا اَنْ تَطَوَّعَ، قَالَ: فَاَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ لَا اَزِيْدُ عَلٰی هٰذَا وَلَا اَنْقُصُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَفْلَحَ اِنْ صَدَقَ۔(۴۸)

ترجمہ: مالک نے بیان کیا کہ طلحہ بن عبیداللہ کو اس نے یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ''ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا تعلق اہل نجد سے تھا۔ سر کے بال پراگندہ تھے۔ ہم اس کی گنگناہٹ تو سن رہے تھے (لیکن) جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اسے سمجھ نہیں رہے تھے۔ اتنے میں وہ حضورؐ کے قریب ہوا اور اسلام کے متعلق پوچھنے لگا (کہ اسلام کیا ہے؟) آپؐ نے فرمایا: ''شب وروز میں پانچ نمازیں۔'' اس نے پھر پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا ''نہیں، الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ پڑھو۔'' رسول اللہ ﷺ نے (مزید برآں) فرمایا: ''رمضان کے روزے۔'' اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا: ''نہیں'' الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ (روزے) رکھو۔'' راوی کا بیان ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر بھی فرمایا۔'' اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا: ''نہیں، الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ مزید دو۔'' راوی کا بیان ہے کہ وہ آدمی یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ ''بخدا میں اس میں نہ بیشی کروں گا نہ کمی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کامیاب ہوگیا، اگر اس نے سچ کہا۔''

ابن کثیر نے صرف مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے:

〈۲〉 اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِذٰلِکَ الرَّجُلِ: خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِی الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ،

---

[1] پچاس نمازوں والا واقعہ معتبر احادیث میں آیا ہے۔ اس سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے لیے شب وروز میں پانچ وقت زیادہ نہیں ہیں، بلکہ جتنی بار انسان کو اللہ کی عبادت کرنی چاہیے اس کے مقابلے میں بہت کم ہیں، اور یہ کہ ان اوقات میں سے کسی وقت کی نماز کو آدمی ضائع کرتا ہے تو ایک نہیں، بلکہ گویا دس نمازوں کو ضائع کرتا ہے۔ (مکاتیب اول، ص ۲۹: مورخہ ۱۹ مئی ۶۲ء)

[2] تفہیم القرآن ج ۶، المزمل، حاشیہ: ۲۱۔

قَالَ : هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ : لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ ۔(۲۹)

ترجمہ: دن رات میں صرف پانچ نمازیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوابھی مجھ پر کچھ لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا: نہیں، الّا یہ کہ تم اپنی مرضی سے کچھ پڑھو۔

نماز باجماعت کی اہمیت

۳۶۔ ''نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''جو لوگ اذان کی آواز سن کر اپنے گھروں سے نہیں نکلتے، میرا جی چاہتا ہے کہ جا کر ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔''

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا، لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ الْمُؤَذِّنَ، فَيُقِيمَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ آخُذَ شُعَلًا مِنْ نَارٍ، فَأُحَرِّقَ عَلَى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ بَعْدُ۔(۵۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''منافقین پر فجر اور عشاء کی نمازیں سب سے زیادہ گراں اور بوجھل ہیں۔ اگر انہیں اس کا علم ہوتا کہ ان دونوں کا کتنا (ثواب واجر) ہے تو یہ کولہوں کے بل گھسٹ کر بھی آتے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ موذن کو اشارہ کروں کہ وہ اقامت کہے پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں خود آگ بھڑکا کر لے جاؤں جو لوگ اذان سننے کے بعد بھی نماز کے لیے نہ نکلیں، انہیں آگ لگا کر جلا دوں۔''

مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت:

‹۲› عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: فَقَدَ نَاسًا فِي بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أُخَالِفَ إِلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنْهَا فَآمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوتَهُمْ وَلَوْ عَلِمَ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَظْمًا سَمِينًا لَشَهِدَهَا يَعْنِي صَلَاةَ الْعِشَاءِ۔(۵۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض نمازوں سے کچھ لوگوں کو غیر حاضر پایا، تو فرمایا: ''میں نے ارادہ کر لیا کہ کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور خود میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نمازوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ پھر لوگوں کو حکم دوں کہ لکڑیوں کے گٹھوں کو آگ لگا کر ان کے گھروں کو جلا دیں۔ ان میں سے کسی کو اگر یہ معلوم ہو کہ اسے وہاں موٹے تازے پائے ملیں گے تو لازماً نماز عشاء میں حاضر ہو جائیں۔''

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ابواب الصلوٰۃ عن رسول اللہ ﷺ باب ماجاء فیمن سمع النداء فلا یجیب میں بیان کر کے لکھا ہے:

—— وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَمُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ، وَجَابِرٍ۔ قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ

اَبِی ھُرَیْرَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَقَدْ رُوِیَ عَنْ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ ، اَنَّھُمْ قَالُوْا: مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ یُجِبْ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ وَقَالَ بَعْضُ اَھْلِ الْعِلْمِ: ھٰذَا عَلَی التَّغْلِیْظِ وَالتَّشْدِیْدِ وَلَا رُخْصَۃَ لِاَحَدٍ فِیْ تَرْکِ الْجَمَاعَۃِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ۔ قَالَ مُجَاھِدٌ: وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ رَجُلٍ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ لَا یَشْھَدُ جُمُعَۃً وَلَا جَمَاعَۃً، فَقَالَ: ھُوَ فِی النَّارِ۔

____ ’’امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بیان کر کے فرمایا کہ حدیث ابو ہریرہ حسن صحیح ہے۔ اسے بہت سے اصحاب نبی ﷺ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنی رائے یوں بیان کی ہے کہ جو اذان سنے اور اس کا جواب نہ دے، یعنی نماز کے لیے مسجد میں نہ آئے تو اس کی نماز نہیں، بعض اہل علم کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ اس انداز بیان کو اظہار شدت پر محمول کیا جائے گا۔ عذر (شرعی) کے بغیر کسی کے لیے بھی ترک جماعت کی اجازت و رخصت نہیں ہے۔‘‘ مجاہد کا بیان ہے کہ ابن عباس سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے، مگر وہ نہ تو جمعہ میں حاضر ہوتا ہے اور نہ نماز باجماعت میں شریک ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ تو دوزخ میں جائے گا۔

تشریح: نماز دن میں پانچ وقت بگل بجاتی ہے، تاکہ اللہ کے سپاہی اس کو سن کر ہر طرف سے دوڑے چلے آئیں اور ثابت کریں کہ وہ اللہ کے احکام کو ماننے کے لیے مستعد ہیں۔ جو مسلمان اس بگل کو سن کر بھی بیٹھا رہتا ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ہلتا، وہ دراصل یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ یا تو فرض کو پہچانتا ہی نہیں، یا اگر پہچانتا ہے تو وہ اتنا نالائق اور ناکارہ ہے کہ خدا کی فوج میں رہنے کے قابل نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں نماز کو کفر اور اسلام کے درمیان وجہ تمیز قرار دیا گیا ہے۔ عہد رسالتؐ اور عہد صحابہؓ میں کوئی ایسا شخص مسلمان ہی نہ سمجھا جاتا تھا جو نماز کے لیے جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو۔ حتیٰ کہ منافقین بھی، جنہیں اس امر کی ضرورت ہوتی تھی کہ ان کو مسلمان سمجھا جائے، اس امر پر مجبور ہوتے تھے کہ نماز باجماعت میں شریک ہوں۔ چنانچہ قرآن میں جس چیز پر منافقین کو ملامت کی گئی ہے، وہ یہ نہیں ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے، بلکہ یہ ہے کہ بادل نخواستہ نہایت بددلی کے ساتھ نماز کے لیے اٹھتے ہیں۔ وَاِذَا قَامُوْآ اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی (النساء: ۱۴۲) اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں کسی ایسے شخص کے مسلمان سمجھے جانے کی گنجائش نہیں ہے جو نماز نہ پڑھتا ہو۔ اس لیے کہ اسلام محض ایک اعتقادی چیز نہیں ہے، بلکہ عملی چیز ہے، اور عملی چیز بھی ایسی کہ زندگی میں ہر وقت ہر لحہ ایک مسلمان کو اسلام پر عمل کرنے اور کفر وفسق سے لڑنے کی ضرورت ہے۔ ایسی زبردست عملی زندگی کے لیے لازم ہے کہ مسلمان خدا کے احکام بجالانے کے لیے ہر وقت مستعد ہو۔ جو شخص اس قسم کی مستعدی نہیں رکھتا وہ اسلام کے لیے قطعاً ناکارہ ہے۔ اس لیے دن میں پانچ وقت نماز فرض کی گئی، تاکہ جو لوگ مسلمان ہونے کے مدعی ہیں، ان کا بار بار امتحان لیا جاتا رہے کہ وہ فی الواقع مسلمان ہیں یا نہیں۔ اگر وہ خدائی پیریڈ کا بگل سن کر جنبش نہیں کرتے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اسلام کی عملی زندگی کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کے بعد ان کا خدا کو ماننا اور رسولؐ کو ماننا محض بے معنی ہے۔ اسی بنا پر قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ: وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ (البقرہ: ۴۵) یعنی جو لوگ خدا کی اطاعت و بندگی کے لیے تیار نہیں ہیں صرف انہی پر نماز گراں گزرتی ہے اور جس پر نماز گراں گزرے وہ خود اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ وہ خدا کی بندگی و اطاعت کے لیے تیار نہیں ہے۔

نماز کی پابندی احساس فرض کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اگر ایک آدمی ایمانداری کے ساتھ یہ محسوس کرلے کہ جس خدا پر میں ایمان لایا ہوں اس نے نماز مجھ پر فرض کی ہے اور میں منافق ہوں گا کہ ایمان کا دعویٰ بھی کروں اور خدا کا عائد کردہ فرض بھی ادا نہ کروں تو وہ کبھی نماز پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر آدمی اس فرض کے احساس ہی سے خالی ہو تو اس سے نماز کی پابندی نہیں ہوسکتی۔ (مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی دوم، ص: ۳۲۵)

نماز ضائع کرنے سے کیا مراد ہے؟

نمازوں کو ضائع کرنے سے مراد ترک نماز بھی ہے، نماز باجماعت کے اہتمام سے غفلت بھی، اور اس میں وہ مفہوم بھی آجاتا ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔ یعنی نماز کے حقیقی فائدوں کو ضائع کرنا اور ادائے نماز کے باوجود خوف خدا سے خالی رہنا۔

(مکاتیب ص ۳۸، مورخہ ۸ دسمبر ۶۲ء)

ماٰخذ

(۱) مسند احمد، ج ۱، ص ۱۹، بروایت عمر بن خطاب ۔ ☆ ترمذی: ابواب الطهارة: باب مایقال بعد الوضوء ۔

(۲) المصنف ج ۱، باب القول اذا فرغ من الوضوء ۔ ابن السنی ، الخطیب ابن النجار عن ثوبان بحواله کنزالعمال ج ۹، ص ۲۹۷، حدیث نمبر ۲٦٠٨٣۔ ☆ کنزالعمال ج ۹، ص ۲۹٦، حدیث نمبر ۲٦٠٧٦۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبه ج ۱، کتاب الدعاء مایدعو به الرجل اذا فرغ من وضوئه۔

(۳) ابن ابی شیبه ج ۱، کتاب الدعاء۔☆ابوداود ج ۱، کتاب الطهارة، باب ما یقول الرجل اذاتوضأ۔☆ابوداود میں "اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المطهرین" منقول نهیں هے۔

(٤) ابوداود ج ۱، کتاب الصلوٰة، باب من رای الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك۔ ☆ نسائی ج ۳، کتاب الافتتاح، باب نوع آخر من الذکر بین الصلوة و بین القراء ة ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب افتتاح الصلوٰة۔ ☆ دارقطنی ج ۱، کتاب الصلوٰة، باب دعاء الاستفتاح بعد التکبیر۔☆المستدرك للحاکم ج ۱ کتاب الصلوٰة، باب دعاء افتتاح الصلوٰة۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲، کتاب الصلوٰة، باب الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك۔ ☆ دارمی ج ۱، کتاب الصلوٰة، باب مایقال بعد افتتاح الصلوٰة۔ مستدرك میں "صحیح وفی حارثة لین" هے۔ ☆ مسند احمد ج ۳، ص ٦٩ روایت ابی سعید خدری۔

(٥) ابوداود ج ۱، کتاب الصلوٰة، باب من رای الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوة والسنة فیها: باب افتتاح الصلوٰة ☆ترمذی: ابواب الصلوٰة، باب مایقول عند افتتاح الصلوٰة ☆المصنف لعبد الرزاق ج ۲، باب استفتاح الصلوٰة۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی ج ۲، کتاب الصلوٰة، باب الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك۔

(٦) مسلم ج١،کتاب الصلوٰۃ، باب حجۃ من قال لایجھر بالبسملۃ☆المستدرک للحاکم ج١، کتاب الصلوٰۃ، باب دعاء افتتاح الصلوٰۃ۔ وقد أسند ھذا الحدیث عن عمر ولا یصح۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٢،کتاب الصلوٰۃ،باب الاستفتاح بسبحانک اللھم وبحمدک۔☆ المصنف لعبد الرزاق ج٢،باب استفتاح الصلوٰۃ۔☆دارقطنی کتاب الصلوٰۃ، باب دعاء الاستفتاح بعد التکبیر۔ ھذا صحیح عن عمر قولہ"وقد اسندہ بعضھم عن عمر ولا یصح" (حاشیہ)۔

(٧) ابوداود ج١، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ و سجودہ ☆ مسند ابی داود الطیالسی جز ٤، عن عقبۃ بن عامر۔ ☆ ابن ماجہ ج١ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا،باب التسبیح فی الرکوع والسجود۔ ☆مسند احمد ج ٤۔ص١٥٥ ۔ عن عقبۃ بن عامر۔ ☆ السنن الکبری للبیھقی ج٢،کتاب الصلوٰۃ، باب القول فی الرکوع۔ عن عقبہ بن عامر☆سنن دارمی ج١،کتاب الصلوٰۃ، باب مایقال فی الرکوع ۔☆ روح المعانی جز ٢٧ ص١٤٠، سورہ واقعہ۔ ☆ ابن کثیر ج ٤ ص ٢٢٧، سورہ واقعہ ☆ المستدرک للحاکم ج١،کتاب الصلوٰۃ ☆ ابن المنذر اور ابن مردویہ عن عقبہ بن عامر جھنی، بحوالہ فتح القدیر للشوکانی ج ٥ ص ٤٢٦۔

(٨) ابوداؤد ج٢، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ ۔

(٩) ابوداود ج٢، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ۔☆ترمذی ج١، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود۔ عن حذیفہ۔☆ترمذی نے"وما مر" کی جگہ "وماأتی علیٰ ایۃ" نقل کیا ھے اور اسے "حسن صحیح" قرار دیا ھے۔☆نسائی ج٢، کتاب الافتتاح، باب الدعاء فی السجود۔☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب التسبیح فی الرکوع والسجود۔☆سنن دارمی ج١، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقال فی الرکوع۔ ☆مسند احمد، ج ٥، ص ٢٨٩- ٣٨٢- ٣٨٤- ٣٩٤- ٣٩٧۔

(١٠) ترمذی ج١، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب التسبیح فی الرکوع والسجود۔

(١١) السنن الکبریٰ للبیھقی ج ٢،کتاب الصلوٰۃ، باب القول فی الرکوع۔ ھذا مرسل ، عون بن عبداللّٰہ لم یدرک عبداللّٰہ بن مسعود۔

(١٢) مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود۔ ☆ ابوداود: کتاب الصلوٰۃ، باب فی الدعاء فی الرکوع والسجود۔ ☆نسائی ج٢، اقرب مایکون العبد من اللّٰہ عزوجل۔☆مسند احمد ج٢، روایت ابی ھریرہ۔ ☆ مسند ابی عوانہ ج٢، بیان ثواب السجود والترغیب فی کثرۃ السجود۔

(١٣) بخاری ج١،کتاب الاذان، باب الدعاء قبل السلام۔ ☆ بخاری: کتاب الدعوات اور کتاب الفتن۔☆ مسلم ج١، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر۔☆ ابوداود ج١، عن ابن عباس۔ ابوداود میں "فتنۃ المحیاو الممات" تک ھے۔☆نسائی: کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من عذاب جھنم وشر مسیح الدجال۔☆ ابن ماجہ: کتاب الدعاء، باب ماتعوذ منہ رسول اللہ ﷺ ۔☆ دارمی ج١،کتاب الصلوٰۃ، باب الدعاء بعد التشھد۔☆السنن الکبریٰ ج٢،کتاب الصلوٰۃ، باب ما یستحب لہ ان لا یقصر عنہ من الدعاء قبل السلام۔ ☆ مسند احمد ، ج ٦، ص ٥٣-٨٩، مرویات عائشہ۔

(١٤) کتاب التوضیح عن توحید الخلاق لمحمد بن عبدالوھاب، ص ١٨٣۔

(١٥) السنن الکبریٰ للبیھقی ج٢،کتاب الصلوٰۃ، باب دعاء القنوت۔

(١٦) السنن الکبریٰ ج٢،کتاب الصلوٰۃ، باب دعاء القنوت۔

(۱۷) بخاری: کتاب بدا الخلق، باب صفة الشمس والقمر بحسبان۔☆مسند احمد،ج۵، ص۱۷۷۔ روایات ابوذر غفاری۔☆ترمذی نے"فانها تذهب فتستاذن فی السجود فیوذن لها و کأنها قد قیل لها الخ" بیان کیا ھے۔ ☆ترمذی ج۲، ابواب التفسیر، سورۂ یٰسین۔

(۱۸) مسند احمدج۵، ص۱۷۷۔ ☆ مسلم ج۱، کتاب الایمان، باب بیان الزمن الذی لایقبل فیه الایمان۔

(۱۹) مسلم ج۱،کتاب الایمان، باب بیان الزمن الذی لایقبل فیه الایمان۔

(۲۰) مسلم ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰة، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰة۔☆بخاری ج۱،کتاب الاذان، باب الذکر بعد الصلوٰة۔☆ابوداود ج۲،کتاب الصلوٰة، باب التسبیح بالحصی۔☆مسند احمد ج ۲،ص۲۳۸، عن ابی هریرة۔ ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب مایقال بعد التسلیم۔☆دارمی ج۱: کتاب الصلوٰة ، باب التسبیح فی دبر الصلوٰة۔

(۲۱) بخاری کتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلوٰة۔

(۲۲) مسلم ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰة، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰة۔☆ترمذی ج۲، ابواب الدعوات، باب منه، باب ماجاء فی التسبیح والتکبیر والتحمید عند المنام۔

(۲۳) ترمذی: ابواب الدعوات، باب منه۔☆ابوداود،کتاب الادب: باب فی التسبیح عند النوم۔☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب مایقال بعد التسلیم۔

(۲٤) مسند احمد، ج۵، زید بن ثابت۔☆دارمی ج۱،کتاب الصلوة، باب التسبیح فی دبر الصلوٰة۔☆ابن حبان، ابن خزیمة بحواله دارمی۔ دارمی میں " ان تسبحوا " کے بجائے "ان تسبحوا اللّٰه" ھے۔☆نسائی ج۳، کتاب الصلوٰة، نوع آخر من عدد التسبیح۔☆ احکام القرآن للجصاص، ج ۳، سورۂ ق۔

(۲۵) احکام القرآن للجصاص ج ۳، سورۂ ق۔

(۲٦) ابوداود ج٤،کتاب السنة، باب فی رد الارجاء۔☆ترمذی ج۲،ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلوٰة۔☆ابن ماجه: کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فیمن ترک الصلوٰة۔☆دارقطنی، ج ۲، ☆مصنف ابن ابی شیبه،ج۱۱، حدیث نمبر۱۰٤٤۳، عن جابر۔ ☆ مسند ابی عوانه، ج ۱، بیان افضل الایمان۔

(۲۷) نسائی ج۱،کتاب الصلوٰة، باب الحکم فی ترک الصلوٰة: اور ابن ماجه نے کتاب الصلوٰة باب ماجاء فیمن ترک الصلوٰة اور دارقطنی نے ج ۲، ص ۵۳ پر نقل کیا ھے اور مسند ابی عوانه نے ج۱، ص ٦۱ پر نقل کیا ھے اور ایك اور روایت بَیْنَ الرَّجُلِ وَبَیْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلوٰةِ جسے مسلم ج۱، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰة۔☆ سنن دارمی :کتاب الصلوٰة، باب فی تارك الصلوٰة۔☆مسند احمد، ج ۳، ص ۳۷۰، ۳۸۹، جابر بن عبدالله۔ ☆ مسند ابی عوانه ج ۱، ص ٦۱۔

(۲۸) نسائی ج۱،کتاب الصلوٰة، باب الحکم فی تارك الصلوٰة۔☆ ترمذی ج۲، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلوٰة۔ هذا حدیث حسن صحیح غریب ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی من ترک الصلوٰة۔ ☆مسند احمد، ج ۵، ص ۳٤٦۔ ☆ دارقطنی ج۲، کتاب الصلوٰة، باب التشدید فی ترک الصلوٰة و کفر من ترکها۔☆ مصنف ابن ابی شیبه،ج۱۱ کتاب الایمان والرؤیة، حدیث نمبر ۱۰٤٤۵ عن بریدة۔

(۲۹) ترمذی ج۲، ابواب الایمان، باب ماجاء فی ترک الصلوٰة۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبه،ج۱۱، ص ٤۹، حدیث نمبر۱۰٤۹۵۔

(۳۰) حافظ هبة اللّٰہ الطبری قال المنذری صحیح۔

(۳۱) محمد بن نصرالمروزی فی کتاب الصلوٰۃ۔

(۳۲) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب ۷۷، فیمن ترک الصلوٰۃ۔

(۳۳) دارقطنی ج ۲،کتاب الصلوٰۃ، ص ۵۳۔

(۳٤) الطبرانی فی الاوسط باسنادٍ لاباس به☆التعلیق المغنی شمس الحق عظیم آبادی۔☆دار قطنی،ج۲، ص۵۳، (حاشیه)۔

(۳۵) ابن ابی شیبه بحواله دارقطنی، ج ۲، ص ۵۳۰، حاشیه۔

(۳٦) بحواله دارقطنی، ج ۲، ص ۵۳–۵٤(حاشیه)۔

(۳۷) ابن ابی شیبه ج۱۱، فی کتاب الایمان ، حدیث نمبر۱۰٤۸۵والبخاری فی تاریخه موقوفا۔

(۳۸) محمد بن نصر موقوفا۔☆مصنف ابن ابی شیبه،ج ۱۱، من لم یصل فلا دین له، عن ابن مسعود ۔

(۳۹) محمد بن نصر، ابن عبدالبر موقوفا۔

(٤۰) ابن عبدالبر موقوفا۔

(٤۱) ابن عبدالبر وغیره موقوفا بحواله دارقطنی ج ۲، ص ۵۳، (حاشیه)۔

(٤۲) ترمذی ج۲، ابواب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلوٰۃ۔ ☆مسند احمد ج۵، ص۲۳۱۔ معاذ بن جبل۔☆ابن ماجه: کتاب الفتن، باب۱۲۔ کف اللسان فی الفتنة۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۹، کتاب السیر، باب اصل فرض الجهاد عن معاذ بن جبل۔☆مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱۱، ص۸۔ (مختصر روایت)

(٤۳) بخاری ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل استقبال القبلة، مطبوعه اصح المطابع، کراچی۔☆نسائی نے کتاب الایمان و الشرائع، باب صفة المسلم کے تحت حضرت انسؓ سے یہی روایت نقل کی ہے ۔ اس میں فذلك المسلم تک ہے۔

(٤٤) ابن کثیر، ج ۳، سورة العنکبوت، بحواله ابن ابی حاتم۔☆روح المعانی ج۲۱، سورة العنکبوت۔☆فتح القدیر للشوکانی، ج ٤، سورة العنکبوت بحواله ابن ابی حاتم اور ابن مردویه۔ ☆عبد بن حمید اور بیهقی فی شعب الایمان بحواله روح المعانی، ج ۲۱، سورة العنکبوت۔

(٤۵) ابن کثیر، ج۳، سورة العنکبوت۔☆مجمع الزوائد: ج۲، باب صلوٰۃ اللیل تنهی عن الفحشآء رواه الطبرانی فی الکبیر۔ وفیه لیث بن سلیم وهو ثقة ولکنه مدلس۔ باطل وهو مع اشتهاره علی الالسنة، لایصح من قبل اسناده ولامن جهة متنه۔ اما اسناده، فقد اخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر (ج ۳ ورقه ۱۰٦، وجه ۲، من مخطوطه الظاهریه) والقضاعی فی مسند الشهاب ۲/٤۳۔ وابن ابی حاتم کمافی تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ٤۱٤۔ والکواکب الدراری/۸۳/ ۱/۲ من طریق لیث عن طاوس عن ابن عباس ۔ وهذا اسناد ضعیف۔ (من اجل لیث وهو ابن ابی سلیم فانه ضعیف ۔ الاحادیث الضعیفه ص ۱٤۔(ناصر الدین البانی)۔

(٤٦) تفسیر ابن جریر، جزء۲۰/۲۳ جلد ۱۰، ص ۹۹۔ سورة العنکبوت۔ ابن کثیر نے ابن مسعود سے مروی تمام روایات کو موقوف قرار دیا ہے۔

(٤۷) ابن کثیر، ج ۳، ص ٤۱۵۔

(٤۸) بخاری ج۱،کتاب الایمان، باب الزکوٰۃ من الاسلام وقوله تعالیٰ وما امروا الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین الخ۔ ☆بخاری: کتاب الصوم، کتاب الحیل، کتاب الشهادات۔☆مسلم،ج۱،کتاب الایمان، باب الصلوات التی هی

احد ارکان الاسلام۔☆ ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ۔☆ ترمذی ج۱، ابواب الزکوٰۃ، باب ماجاء اذا أدیت الزکوٰۃ فقد قضیت ماعلیك ☆نسائی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب کم فرضت فی الیوم واللیلة کتاب الصیام اور کتاب الایمان۔☆موطا امام مالك،ج۱، جامع الترغیب فی الصلوٰۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر البیان ان لافرض فی الیوم واللیلة من الصلوات اکثر من خمس۔

(۴۹) ابن کثیر ج۴، ص ۴۳۹۔

(۵۰) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعة۔کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب ذکر العشاء والعتمة (مختصر) عن ابی ھریرۃ۔☆مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب فضل الجماعة وبیان التشدید فی التخلف عنھا وانھافرض کفایة۔☆ابوداود،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشدید فی ترك الصلوٰۃ عن ابی الدرداء۔☆مسند احمد، ج ۵، ص ۱۴۰-۱۴۱۔ عن ابی بن کعب (مختصر روایت ھے)۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۳،کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء من التشدید فی ترك الجماعة من غیر عذر عن ابی ھریرۃ☆مسلم، ابوداود دونوں نے آخر میں "لایشھدون الصلوٰۃ فاحرق علیھم بیوتھم بالنار" نقل کیا ھے۔

(۵۱) مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب فضل الجماعة وبیان التشدید فی التخلف عنھا۔☆نسائی: کتاب الامامة، باب التشدید فی ترك الجماعة۔☆ابن ماجه: ابواب المساجد والجماعات، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة۔☆موطا امام مالك،ج۱، باب فضل صلوٰۃ الجماعة علی صلوٰۃ الفذ عن ابی ھریرۃ۔☆دارمی: کتاب الصلوٰۃ، باب فیمن تخلف عن الصلوٰۃ۔ دارمی میں "لقد ھممت ان آمر فتیانی فیجمعوا حطباً" ھے۔☆مسند ابی عوانه: کتاب الصلوٰۃ، بیان ایجاب إتیان الجماعة۔☆السنن الکبریٰ،ج۳،کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء من التشدید فی ترك الجماعة من غیر عذر۔

فصل:۶

امامت صلوٰۃ

امامت جبریل اور نماز پنج گانہ کے اوقات

۳۷۔(نبی ﷺ نے فرمایا): ''جبریل نے دومرتبہ مجھ کو بیت اللہ کے قریب نماز پڑھائی۔ پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ سورج ابھی ڈھلا ہی تھا اور سایہ ایک جوتی کے تسمے سے زیادہ دراز نہ تھا، پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے اپنے قد کے برابر تھا، پھر مغرب کی نماز ٹھیک اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، پھر عشاء کی نماز شفق غائب ہوتے ہی پڑھادی، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے۔ دوسرے دن انہوں نے ظہر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر تھا، اور عصر کی نماز اس وقت جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہوگیا، اور مغرب کی نماز اس وقت جب کہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے، اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے پر، اور فجر کی نماز اچھی طرح روشنی پھیل جانے پر۔ پھر جبریل نے پلٹ کر مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ یہی اوقات انبیاء کے نماز پڑھنے کے ہیں۔ اور نمازوں کے صحیح اوقات ان دونوں وقتوں کے درمیان ہیں۔''

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰ عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ فُلَانِ بْنِ اَبِىْ رَبِيْعَةَ، قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: هُوَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ اَبِىْ رَبِيْعَةَ، عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حَكِيْمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِبْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَمَّنِىْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلّٰى بِىَ الظُّهْرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ وَصَلّٰى بِىَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ، وَصَلّٰى بِىَ — يَعْنِى الْمَغْرِبَ — حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِىَ الْعِشَآءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلّٰى بِىَ الْفَجْرَ حِيْنَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلّٰى بِىَ الظُّهْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَهٗ وَصَلّٰى بِىَ الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ ظِلُّهٗ مِثْلَيْهِ، وَصَلّٰى بِىَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ اَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلّٰى بِىَ الْعِشَآءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَصَلّٰى بِىَ الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَىَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ هٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ وَالْوَقْتُ مَابَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ۔(۱)

〈۲〉حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، ثَنَااللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ:

اَمَا اَنَّ جِبْرَئِیْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰی اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ عُمَرُ: اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ یَا عُرْوَۃُ؟ قَالَ: سَمِعْتُ بَشِیْرَبْنَ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فَاَمَّنِیْ فَصَلَّیْتُ مَعَہٗ، ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ، ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ ، ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ، ثُمَّ صَلَّیْتُ مَعَہٗ، یَحْسِبُ بِاَصَابِعِہٖ خَمْسَ صَلوٰتٍ۔ (۲)

ترجمہ: عمر بن عبدالعزیز نے ایک روز نماز عصر ذرا تاخیر سے پڑھی، تو عروہ نے کہا جبرئیل نازل ہوئے اور حضور ﷺ کی امامت کرا کر نماز پڑھائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے متنبہ کیا، عروہ! کیا کہہ رہے ہو، سوچ لو! عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابومسعود سے سنا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابومسعود سے سنا ہے، کہہ رہے تھے کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ حضورؐ ارشاد فرما رہے تھے ''جبرئیل نازل ہوئے، اور امامت کرائی۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے اپنی انگلیوں پر پانچ نمازیں شمار فرمائیں۔

﴿۳﴾عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَمَّنِیْ جِبْرِیْلُ عِنْدَ الْبَیْتِ مَرَّتَیْنِ، فَصَلَّی الظُّھْرَ فِی الْاُوْلٰی مِنْھُمَا حِیْنَ کَانَ الْفَیْئُ مِثْلَ الشِّرَاکِ، ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ کُلُّ شَیْئٍ مِثْلَ ظِلِّہٖ، ثُمَّ صَلَّی الْمَغْرِبَ حِیْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ وَاَفْطَرَ الصَّآئِمُ، ثُمَّ صَلَّی الْعِشَآءَ حِیْنَ غَابَ الشَّفَقُ ، ثُمَّ صَلَّی الْفَجْرَ حِیْنَ بَرِقَ الْفَجْرُ وَحَرُمَ الطَّعَامُ عَلَی الصَّآئِمِ وَصَلَّی الْمَرَّۃَ الثَّانِیَۃَ الظُّھْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّ کُلِّ شَیْئٍ مِثْلَہٗ لِوَقْتِ الْعَصْرِ بِالْاَمْسِ، ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ حِیْنَ کَانَ ظِلُّ کُلِّ شَیْئٍ مِثْلَیْہِ، ثُمَّ صَلَّی الْمَغْرِبَ لِوَقْتِہِ الْاَوَّلِ، ثُمَّ صَلَّی الْعِشَآءَ الْاٰخِرَۃِ حِیْنَ ذَھَبَ ثُلُثُ اللَّیْلِ، ثُمَّ صَلَّی الصُّبْحَ حِیْنَ اَسْفَرَتِ الْاَرْضُ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیَّ جِبْرَئِیْلُ، فَقَالَ: یَامُحَمَّدُ! ھٰذَا وَقْتُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِکَ وَالْوَقْتُ فِیْمَا بَیْنَ ھٰذَیْنِ الْوَقْتَیْنِ۔(۳)

ـــــ قَالَ اَبُوْعِیْسیٰ:حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔ وَقَالَ مُحَمَّدٌ: اَصَحُّ شَیْءٍ فِی الْمَوَاقِیْتِ حَدِیْثُ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ کے پاس جبریل نے دو مرتبہ مجھے نماز پڑھائی۔ پہلے دن ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ سایہ ایک جوتی کے تسمے جتنا تھا۔ پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب کہ ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو گیا، پھر مغرب ایسے وقت پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا اور روزہ دار نے روزہ افطار کیا، پھر عشاء کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب شفق غائب ہوگئی، پھر فجر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب فجر روشن ہوگئی اور روزہ دار کے لیے کھانا حرام ہو گیا۔ اور دوسرے روز ظہر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو گیا۔ یعنی جو گزشتہ روز نماز عصر کا وقت تھا، پھر عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا، پھر

مغرب اوّل روز کے وقت پر پڑھائی، پھر عشاء کی آخری نماز ایک تہائی رات گزرنے پر پڑھائی، پھر صبح کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب روشنی اتنی پھیل گئی کہ زمین صاف نظر آنے لگی۔ اس کے بعد جبرئیل نے میری جانب متوجہ ہوکر فرمایا: اے محمد! آپؐ سے پہلے انبیاء کا یہی وقت تھا ان دونوں اوقات کے مابین نماز کا وقت ہے۔

دارقطنی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی روایت:

﴿۴﴾عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ: اَنَّ جِبْرَئِيْل عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَى النَّبِىَّ ﷺ يُعَلِّمُهُ الصَّلٰوةَ، فَجَآءَهُ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، فَتَقَدَّمَ جِبْرَئِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ، وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ جَآءَهُ حِيْنَ صَارَ الظِّلُّ مِثْلَ قَامَةِ شَخْصِ الرَّجُلِ، فَتَقَدَّمَ جِبْرَئِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ جَآءَهُ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ، فَتَقَدَّمَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ، وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِى الحديث. وَقَالَ فِيْهِ: ثُمَّ اَتَاهُ الْيَوْمَ الثَّانِىْ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ لِوَقْتٍ وَاحِدٍ، فَتَقَدَّمَ جِبْرَئِيْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَلْفَهُ، وَالنَّاسُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَقَالَ فِىْ آخِرِهِ: ثُمَّ قَالَ: مَابَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَقْتٌ، قَالَ فَسَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِهِمْ كَمَا صَلّٰى بِهِ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، ثُمَّ قَالَ: اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الصَّلٰوةِ؟ مَابَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَقْتٌ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نماز کی تعلیم دینے کے لیے نبی ﷺ کے پاس آئے۔ ابھی سورج ڈھلا ہی تھا کہ جبرئیل تشریف لے آئے۔ جبرئیل آگے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور دوسرے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صف بستہ ہو گئے، تو انھوں نے نماز ظہر پڑھائی۔ پھر جبرئیل، نبی ﷺ کے پاس ایسے وقت آئے جب سایہ ایک انسان کے قد کے برابر ہو گیا، تو جبرئیل آگے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور باقی لوگ آپؐ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر ایسے وقت جبرئیل آئے کہ سورج غروب ہو گیا، آگے ہوکر جبرئیل نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے پیچھے صف بستہ لوگوں کو نماز مغرب پڑھائی۔ پھر دوسرے روز بھی اُسی وقت جبرئیل آئے جب سورج غروب ہو گیا (یعنی ایک ہی وقت) جبرئیل آگے ہوئے، رسول اللہ ﷺ ان کے پیچھے اور دوسرے لوگ آپؐ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے۔ جبرئیل نے نماز پڑھائی۔ آخر میں فرمایا: نمازوں کے ان اوقات کے مابین نماز کا وقت ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے انہیں اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبرئیل نے آپؐ کو پڑھائی تھی۔ پھر فرمایا، نماز کے اوقات کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ (پھر خود فرمایا) ''ان دونوں اوقات نماز کے درمیان وقت ہے۔''

انہی سے مروی ایک اور روایت:

﴿۵﴾قَالَ: جَآءَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى النَّبِىِّ ﷺ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ: قُمْ يَامُحَمَّدُ! فَصَلِّ

الظُّهرَ، فَقَامَ فَصَلَّى الظُّهرَ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى كَانَ فَيْئُ الرَّجُلِ مِثْلَهُ، فَجَآءَ هُ الْعَصْرَ، فَقَالَ: قُمْ يَامُحَمَّدُ! فَصَلِّ الْعَصْرَ، فَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ الْمَغْرِبَ، فَقَامَ فَصَلَّا هَا حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ سَوَاءً، ثُمَّ مَكَثَ حَتّٰى ذَهَبَ الشَّفَقُ فَجَآءَ هُ قَالَ: قُمْ فَصَلِّ الْعِشَآءَ، فَقَامَ فَصَلَّا هَا، ثُمَّ جَآءَ هُ حِيْنَ سَطَعَ الْفَجْرُ بِا الصُّبْحِ فَقَالَ: قُمْ يَامُحَمَّدُ! فَصَلِّ فَقَامَ فَصَلَّى الصُّبْحَ، ثُمَّ جَآءَ هُ مِنَ الْغَدِ حِيْنَ كَانَ فَيْئُ الرَّجُلِ مِثْلَهُ، فَقَالَ: قُمْ يَامُحَمَّدُ! فَصَلِّ الظُّهرَ، فَقَامَ فَصَلَّى الظُّهرَ، ثُمَّ جَآءَ هُ حِيْنَ كَانَ فَيْئُ الرَّجُلِ مِثْلَيْهِ، فَقَالَ: قُمْ يَامُحَمَّدُ! فَصَلِّ الْعَصْرَ ، فَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ جَآءَ هُ لِلْمَغْرِبِ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ وَقْتًا وَاحِدًا لَمْ يَزَلْ عَنْهُ، قَالَ: قُمْ فَصَلِّ الْمَغْرِبَ، فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ جَآءَ هُ لِلْعِشَآءِ حِيْنَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلِ ، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ الْعِشَآءَ، فَصَلّٰى، ثُمَّ جَآءَ هُ لِلصُّبْحِ حِيْنَ اَسْفَرَ جِدًّا، فَقَالَ: قُمْ فَصَلِّ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَالَ: مَابَيْنَ هٰذَيْنِ كُلِّهِ وَقْتٌ۔ (٤)

ترجمہ: حضرت جابرؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ جبرئیل رسول اللہ ﷺ کے پاس عین اس وقت آئے جب دن ڈھلا ہی تھا، جبرئیل نے کہا اے محمدؐ! اٹھیے اور ظہر کی نماز پڑھیے، آپؐ اٹھے اور دن ڈھلا ہی تھا کہ آپؐ نے نماز ظہر پڑھی۔ پھر اتنی دیر ٹھہرے کہ مرد کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو گیا۔ پھر عصر کے وقت جبرئیل آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا، اے محمدؐ! اٹھیے اور نماز عصر پڑھیے۔ آپؐ اٹھے اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر غروب آفتاب تک آپ ٹھہرے رہے۔ جبرئیل نے آ کر کہا، اٹھیے اور نماز مغرب پڑھیے۔ آپؐ اٹھے اور سورج پوری طرح جب غروب ہو گیا تو نماز مغرب پڑھی۔ پھر کچھ دیر ٹھہرے کہ شفق غائب ہو گئی تو جبرئیل نے پھر آ کر کہا اٹھیے اور نماز عشاء پڑھیے۔ آپؐ اٹھے اور نماز عشاء پڑھی۔ پھر ایسے وقت آئے جب پو پھٹ رہی تھی۔ جبرئیل نے کہا، اٹھیے اے محمدؐ! اور نماز پڑھیے۔ آپؐ اٹھے اور صبح کی نماز پڑھی۔ پھر اگلے روز ایسے وقت آئے جب آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو گیا تھا۔ جبرئیل نے کہا اٹھیے اے محمدؐ! اور ظہر کی نماز پڑھیے۔ آپ اٹھے اور نماز ظہر پڑھی۔ پھر ایسے وقت آئے جب ہر آدمی کا سایہ اس کے قد سے دوگنا ہو گیا۔ جبرئیل نے کہا اے محمدؐ! اٹھیے اور نماز عصر پڑھیے۔ آپؐ اٹھے اور عصر کی نماز پڑھی۔ پھر مغرب کی نماز کے لیے آئے جب سورج غروب ہو گیا، وہ ایک ہی وقت ہے۔ کہا، اٹھیے نماز پڑھیے۔ پھر عشاء کے لیے ایسے وقت آئے جب اوّل رات کی ایک تہائی گزر چکی تھی۔ جبرئیل نے کہا ''اٹھیے اور عشاء کی نماز پڑھیے۔ آپؐ نے نماز عشاء پڑھی۔ پھر صبح کی نماز کے لیے ایسے وقت آئے کہ اچھی طرح روشنی ہو چکی تھی۔ جبرئیل نے کہا، اٹھیے اور صبح کی نماز پڑھیے۔ پھر فرمایا ان اوقات کے مابین وقت ہے۔''

تشریح: (یہاں) یہ بتایا گیا ہے کہ پنج وقتہ نماز، جو معراج کے موقع پر فرض کی گئی تھی، اس کے اوقات کی تنظیم کس طرح کی جائے۔ (قرآن میں) حکم ہوا ہے کہ ایک نماز تو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لی جائے اور باقی چار نمازیں زوال آفتاب کے بعد سے ظلمت شب تک پڑھی جائیں۔ (پھر جبریل علیہ السلام نے حکم الٰہی کی تشریح کی اور) ٹھیک ٹھیک اوقات کی تعلیم نبی ﷺ کو دی۔ (تفہیم القرآن ج۲، بنی اسرائیل، حاشیہ: ۹۵)

قرآن مجید میں نماز کے ان پانچوں اوقات کی طرف مختلف مواقع پر اشارے کیے گئے ہیں۔ چنانچہ سورۂ ہود میں فرمایا:

ـــــ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ۔(آیت :۱۱۴)

”نماز قائم کردن کے دونوں کناروں پر(فجر اور مغرب)اور کچھ رات گزرنے پر(عشاء)۔“

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا:

ـــــ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا ۚ وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّھَارِ۔ (آیت:۱۳۰)

”اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر طلوع آفتاب سے پہلے(فجر)اور غروب آفتاب سے پہلے(عصر)اور رات کے اوقات میں پھر تسبیح کر(عشاء)اور دن کے سروں پر(صبح،ظہر اور مغرب)۔“

پھر سورۂ روم میں ارشاد ہوا:

ـــــ فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ۝ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡھِرُوۡنَ ۝ (آیت: ۱۷،۱۸)

”پس اللہ کی تسبیح کرو جب کہ تم شام کرتے ہو(مغرب)اور جب صبح کرتے ہو(فجر)۔اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔اور اس کی تسبیح کرو دن کے آخری حصے میں(عصر)اور جب کہ تم دوپہر کرتے ہو(ظہر)۔“[۱]

امامت کے شرائط وآداب:

(۱)متقی اور پرہیزگار

۳۸۔ حکم ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو پرہیزگار ہو،علم میں زیادہ ہو،قرآن زیادہ جانتا ہو،اور سن رسیدہ بھی ہو۔حدیث میں ترتیب بھی بتادی گئی ہے کہ ان صفات میں کون سی صفت کس صفت پر مقدم ہے۔[۲]

---

[۱] (بخاری،مسلم،ابوداؤد،ترمذی اور موطا وغیرہ کتب حدیث میں صحیح سندوں کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ)جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کو نمازوں کے صحیح اوقات بتانے کے لیے دوروز تک پانچوں وقت کی نمازیں آپؐ کو پڑھائیں۔ان میں آپؐ مقتدی تھے اور جبرئیل امام۔

بعض لوگ اس مقام پر یہ شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ جبرئیل امین کو رسول اللہ ﷺ کا(امام)کیسے قرار دیا جاسکتا ہے،اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ وہ استاد ہیں اور حضورؐ شاگرد اور اس سے حضورؐ پر جبرئیل کی فضیلت لازم آئے گی۔لیکن یہ شبہ اس لیے غلط ہے کہ جبرئیل اپنے کسی ذاتی علم سے حضورؐ کو تعلیم نہیں دیتے تھے،جس سے آپؐ پر ان کی فضیلت لازم آئے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ تک علم پہنچانے کا ذریعہ بنایا تھا اور وہ محض واسطہ تعلیم ہونے کی حیثیت سے مجازاً آپؐ کے معلم تھے۔اس سے ان کی فضیلت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔محض تعلیم کی غرض سے ان کا امام بنایا جانا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ آپؐ سے افضل تھے۔ (تفہیم القرآن،ج۵،النجم حاشیہ:۵)

[۲] یہیں سے یہ تعلیم بھی دے دی گئی کہ سردار قوم کے انتخاب میں کن باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ ابْنُ مُثَنّٰی: نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ رَجَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ، یَقُوْلُ : قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَءُ هُمْ لِکِتٰبِ اللّٰهِ وَاَقْدَمُهُمْ قِرَاءَ ةً. فَاِنْ کَانَتْ قِرَاءَ تُهُمْ سَوَآءً فَلْیَؤُمُّهُمْ اَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً. فَاِنْ کَانُوْا فِی الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَلْیَؤُمُّهُمْ اَکْبَرُ هُمْ سِنًّا. وَلَا تَؤُمَّنَّ الرَّجُلَ فِیْ اَهْلِهٖ وَلَافِیْ سُلْطَانِهٖ. وَلَا تَجْلِسْ عَلٰی تَکْرِمَتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ، اِلَّا اَنْ یَّاْذَنَ لَکَ اَوْ بِاِذْنِهٖ۔(۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا،''لوگوں کی امامتِ نماز ایسا آدمی کرے جس نے قرآن زیادہ پڑھا ہو، اور جسے قرآن پڑھے زیادہ عرصہ گزرا ہو۔ اگر قراءت (قرآن خوانی) میں لوگ مساوی المرتبہ ہوں، تو پھر وہ آدمی امامت کرائے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ پھر اگر ہجرت میں برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرائے جوان میں زیادہ سن رسیدہ ہو۔ اور ایک آدمی کو نہ تو دوسرے کے گھر میں امامت کرانی چاہیے نہ دوسرے کے حدود اختیار میں، اور نہ بغیر اجازت اسے صاحب خانہ کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھنا چاہیے۔

مسلم نے ایک اور روایت بھی تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے:

﴿۲﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَأُهُمْ لِکِتَابِ اللّٰهِ. فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاءَ ةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ. فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً. فَاِنْ کَانُوْا فِی الْهِجْرَةِسَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِلْمًا... الخ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ''لوگوں کا (نماز کے لیے) امام ایسا ہو جو قرآن سب سے زیادہ پڑھا ہوا ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو ایسے شخص کو امامت کرانی چاہیے جسے سنت رسولؐ کا زیادہ علم ہو۔ پھر اگر سنت کے علم میں برابر ہوں تو ایسا شخص امامت کرائے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ پھر اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو ایسا آدمی امامت کرائے جس نے اسلام پہلے قبول کیا ہو۔''

دار قطنی نے ابو مسعود سے دو روایتیں نقل کی ہیں، ایک درج ذیل ہے:

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ، قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَکْثَرُ هُمْ قُرْاٰنًا. فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقُرْاٰنِ وَاحِدًا فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً. فَاِنْ کَانُوْا فِی الْهِجْرَةِ وَاحِدًا فَاَفْقَهُهُمْ فِقْهًا. فَاِنْ کَانَ الْفِقْهُ وَاحِدًا فَاَکْبَرُ هُمْ سِنًّا۔(٦)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود سے روایت ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''لوگوں کو نماز وہ آدمی پڑھائے جسے قرآن سب سے زیادہ آتا ہو، اگر قرآن میں سب یکساں یعنی ایک ہی حیثیت کے ہوں تو ایسا آدمی ہو جس نے ہجرت سب سے پہلے کی ہو۔ پھر اگر ہجرت میں ایک ہی مرتبہ کے ہوں تو پھر ان میں سب سے زیادہ فقیہ پڑھائے۔ اگر فقاہت میں بھی مساوی المرتبہ ہوں تو پھر ایسا آدمی پڑھائے جس کی عمر سب سے زیادہ ہو۔''

امام بخاری نے کتاب الاذان کے بَابُ اِذَا اسْتَوَوْا فِی الْقِرَاءَ ةِ فَلْیَؤُ مُّهُمْ اَکْبَرُ هُمْ کے تحت مالک بن حویرث سے ایک روایت نقل کی ہے:

〈۴〉 حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ اَبِىْ قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِىُّ ﷺ رَحِيْمًا فَقَالَ: لَوْ رَجَعْتُمْ اِلٰى بِلَادِكُمْ فَعَلَّمْتُمُوْهُمْ مُرُوْهُمْ فَلْيُصَلُّوْا صَلَاةَ كَذَا فِىْ حِيْنِ كَذَا وَصَلَاةَ كَذَا فِىْ حِيْنِ كَذَا وَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُوَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ اَكْبَرُكُمْ۔(۷)

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نوجوان تھے، بیس دن رات کے لگ بھگ ہم آپ کے پاس ٹھہرے۔ نبی ﷺ نہایت رحیم وشفیق تھے، اس لیے ارشاد فرمایا: ''اگر تم لوگ اپنے وطن کو واپس پلٹ جاؤ اور انہیں جا کر تعلیم دو اور انہیں بتاؤ کہ فلاں نماز، فلاں وقت اور فلاں نماز فلاں وقت پڑھیں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک صاحب اذان کہے اور جو تم میں سب سے بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔''

(۲) اکثریت کا نمائندہ

حکم ہے کہ امام ایسا شخص نہ ہو جس سے جماعت کی اکثریت ناراض ہو، یوں تو تھوڑے بہت مخالف کس کے نہیں ہوتے۔ لیکن اگر جماعت میں زیادہ تر آدمی کسی شخص سے نفرت رکھتے ہوں تو اسے امام نہ بنایا جائے۔[۱]

تخریج: 〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ وَاصِلِ الْكُوْفِىُّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ قَاسِمِ الْاَسَدِىُّ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ دَلْهَمٍ، عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُوْلُ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةً رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ، وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ، وَرَجُلٌ سَمِعَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ثُمَّ لَمْ يُجِبْ۔ (۸)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک کہتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے تین آدمیوں پر لعنت کی ہے۔ ایک وہ آدمی جو مقتدیوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ان کا امام بنے، دوسرے وہ عورت جو ایسی حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، اور تیسرے وہ آدمی جس نے حی علی الفلاح کی ندا سنی اور نماز کے لیے حاضر نہ ہوا۔''

—— وَفِى الْبَابِ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَطَلْحَةَ، وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَاَبِىْ اُمَامَةَ۔ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: حَدِيْثُ اَنَسٍ لَايَصِحُّ، لِاَنَّهُ قَدْرُوِىَ هٰذَا عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُرْسَلٌ۔

—— قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ تَكَلَّمَ فِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَضَعَّفَهُ وَلَيْسَ بِالْحَافِظِ۔

—— وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ، فَاِذَا كَانَ الْاِمَامُ غَيْرَ ظَالِمٍ فَاِنَّمَا الْاِثْمُ عَلٰى مَنْ كَرِهَهُ، وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ فِىْ هٰذَا: اِذَا كَرِهَ وَاحِدٌ اَوْ اِثْنَانٌ اَوْثَلَاثَةٌ فَلَا بَأْسَ اَنْ يُصَلِّىَ بِهِمْ حَتّٰى يَكْرَهَهُ اَكْثَرُ الْقَوْمِ۔

---

[۱] یہاں پر سردار قوم کے انتخاب کا ایک قاعدہ بتا دیا گیا۔

—— کچھ اہل علم نے اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے کہ ایسا آدمی لوگوں کی امامت کرائے جسے وہ ناپسند کرتے ہیں۔ ہاں اگر امام ظالم نہ ہوں تو پھر گناہ اس پر جو اسے ناپسند کرتا ہے۔ امام احمد اور امام اسحاق کی اس بارے میں رائے یہ ہے کہ ناپسند کرنے والے جب ایک یا دو یا تین آدمی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں جب تک کہ اکثریت اسے ناپسند نہ کرے۔

﴿۲﴾ اَبُوْاُمَامَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ثَلَاثَةٌ لَا تُجَاوِزُ صَلَاتُهُمْ اٰذَانَهُمْ۔ اَلْعَبْدُ الْاٰبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ ، وَامْرَاَةٌ بَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَلَيْهَا سَاخِطٌ ، وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ. (۹)

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کانوں سے آگے تجاوز نہیں کرتی۔ ایک بھگوڑا غلام تا آنکہ واپس آقا کے پاس آجائے۔ دوسرے وہ عورت جس نے رات ایسی حالت میں گزاری کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ تیسرے وہ امام، قوم جسے ناپسند کرتی ہو۔''

—— قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَاَبُوْ غَالِبٍ اِسْمُهٗ حَزَوَّرٌ۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوامامہ سے جو روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ ہیں:

﴿۳﴾ ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُمْ صَلٰوةً: مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُوْنَ۔ (۱۰)

ترجمہ: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز کو شرف قبولیت نہیں بخشا جاتا۔ ایک وہ آدمی جو آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائے حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں۔''

ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس کے حوالہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے:

﴿۴﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ لَا تَرْتَفِعُ صَلَاتُهُمْ فَوْقَ رُءُوْسِهِمْ شِبْرًا: رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْنَ... الخ۔ (۱۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اونچی اٹھائی نہیں جاتی (ان میں سے ایک) وہ آدمی ہے جو لوگوں کو نماز پڑھائے اس حال میں کہ وہ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔''

(۳) مقتدیوں کا ہمدرد ہو

۳۹۔ ''نبی ﷺ کو نماز پڑھاتے میں کسی بچے کے رونے کی آواز آجاتی تو نماز مختصر کر دیتے تھے تاکہ اگر بچے کی ماں جماعت میں شریک ہے، تو اسے تکلیف نہ ہو۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: نَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيْهِمُ الضَّعِيْفَ، وَالسَّقِيْمَ، وَالْكَبِيْرَ وَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَآءَ۔ (۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے اگر کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اُسے مختصر

نماز کردینی چاہیے۔ کیونکہ ان میں کمزور بھی ہیں، بیمار بھی ہیں اور بوڑھے بھی ہیں، البتہ جب تم میں سے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہو، تو جتنی چاہے لمبی کرلے۔"

ایک اور روایت میں ہے:

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنِّی لَاَتَاَخَّرُ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الْفَجْرِ مِمَّا یُطِیْلُ بِنَا فُلَانٌ فِیْھَا، فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَا رَاَیْتُہٗ غَضِبَ فِیْ مَوْعِظَۃٍ کَانَ اَشَدَّ غَضَبًا مِنْہُ یَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ: یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَفِّرِیْنَ فَمَنْ اَمَّ مِنْکُمُ النَّاسَ فَلْیَتَجَوَّزْ، فَاِنَّ خَلْفَہُ الضَّعِیْفَ، وَالْکَبِیْرَ، وَذَاالْحَاجَۃِ۔(۱۳)

ترجمہ: حضرت ابومسعودؓ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنا واقعہ سنایا کہ میں فلاں صاحب کی طویل قراءت کی وجہ سے نماز فجر میں شمولیت سے پیچھے رہتا ہوں، (یہ واقعہ سن کر) رسول اللہ ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ اس سے پہلے وعظ ونصیحت کے مواقع پر کبھی میں نے اتنا ناراض نہیں دیکھا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا: "لوگو! تم میں یقیناً نفرت پیدا کرنے والے ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جو کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیے کہ نماز مختصر کردے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بھی ہوتے ہیں، بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں جلدی نماز پڑھ کر اپنی حاجت کے لیے جانا ہوتا ہے۔"

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ، اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ، حَدَّثَہٗ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اِنِّیْ لَاَدْخُلُ فِی الصَّلٰوۃِ وَاَنَا اُرِیْدُ اِطَالَتَھَا، فَاَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلَاتِیْ مِمَّا اَعْلَمُ مِنْ شِدَّۃِ وَجْدِ اُمِّہٖ مِنْ بُکَائِہٖ۔(۱۴)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "کہ میں نماز میں داخل ہو چکا ہوتا ہوں، ارادہ بھی ہوتا ہے کہ قراءت ذرا لمبی کروں، مگر بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں، تو اپنی نماز مختصر کردیتا ہوں، اس وجہ سے کہ مجھے اس بات کا اچھی طرح علم ہے کہ بچے کے رونے کی وجہ سے (شریک جماعت) ماں کو تکلیف ہوگی۔"

حضرت انس بن مالک سے مروی دوسری روایت:

﴿۴﴾ یَقُوْلُ مَا صَلَّیْتُ وَرَآءَ اِمَامٍ قَطُّ اَخَفَّ صَلَاۃً وَلَااَتَمَّ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ وَاِنْ کَانَ لَیَسْمَعُ بُکَآءَ الصَّبِیِّ فَیُخَفِّفُ مَخَافَۃَ اَنْ تُفْتَنَ اُمُّہٗ۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی امام کے پیچھے کبھی ایسی نماز نہیں پڑھی جس کی نماز نبی ﷺ کی نماز سے مختصر بھی ہو اور پوری بھی ہو۔ (اس کے باوجود) آپ اگر بچے کے رونے کی آواز سنتے، تو نماز مختصر کردیتے، اس اندیشہ کے پیش نظر کہ کہیں اس کی ماں فتنہ کا شکار نہ ہوجائے۔" (آزمائش میں نہ پڑ جائے)۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے:

﴿۵﴾ فَاَتَجَوَّزُ فِیْ صَلاَتِیْ کَرَاهِيَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمِّهٖ.

تشریح: حکم ہے کہ جو شخص جماعت کا امام بنایا جائے، وہ نماز ایسی پڑھائے کہ جماعت کے ضعیف ترین آدمی کو بھی تکلیف نہ ہو۔ محض جوان، مضبوط، تندرست اور فرصت والے آدمیوں کو ہی پیش نظر رکھ کر لمبی لمبی قراءت اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے نہ کرنے لگے، بلکہ یہ بھی دیکھے کہ جماعت میں بوڑھے بھی ہیں، بیمار بھی ہیں، کمزور بھی ہیں اور ایسے مشغول بھی ہیں جو جلدی نماز پڑھ کر اپنے کام پر واپس جانا چاہتے ہیں، نبی ﷺ نے اس معاملہ میں یہاں تک رحم اور شفقت کا نمونہ پیش فرمایا ہے کہ نماز پڑھاتے میں کسی بچے کے رونے کی آواز آ جاتی تو نماز مختصر کر دیتے تھے تا کہ اگر بچے کی ماں جماعت میں شریک ہے تو اسے تکلیف نہ ہو۔ یہ گویا سردار قوم کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ جب سردار بنایا جائے تو قوم کے اندر اس کا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہیے۔

(۴) معذوری میں جگہ خالی کر دے

حکم ہے کہ امام کو اگر نماز پڑھاتے میں کوئی حادثہ پیش آ جائے، جس کی وجہ سے وہ نماز پڑھانے کے قابل نہ رہے تو فوراً ہٹ جائے اور اپنی جگہ پیچھے کے آدمی کو کھڑا کر دے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سردار قوم کا بھی یہی فرض ہے، جب وہ سرداری کے قابل اپنے آپ کو نہ پائے تو اسے خود ہٹ جانا چاہیے اور دوسرے اہل آدمی کے لیے جگہ خالی کر دینی چاہیے۔ اس میں نہ شرم کا کچھ کام ہے اور نہ خود غرضی کا۔

(۵) امام کی کامل اطاعت

۴۰۔ حکم ہے کہ امام کے فعل کی سختی کے ساتھ پابندی کرو۔ اس کی حرکت سے پہلے حرکت کرنا سخت ممنوع ہے، یہاں تک کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جائے اس کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ گدھے کی صورت میں اٹھایا جائے گا۔ یہاں گویا قوم کو سبق دیا گیا ہے کہ اسے اپنے سردار کی اطاعت کس طرح کرنی چاہیے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَمَا يَخْشٰی اَحَدُكُمْ اَوْ اَلَا يَخْشٰی اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ صُوْرَتَهٗ صُوْرَةَ حِمَارٍ۔(۱۶)

ترجمہ: محمد بن زیاد نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو نبی ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بیان کرتے سنا ہے: ”آیا تم میں سے کسی کو یہ خوف لاحق نہیں ہوتا کہ اگر اس نے اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی شکل و صورت بگاڑ کر گدھے ایسی شکل بنا دے۔“

موارد الظمآن میں ایک اور روایت:

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَمَا يَخْشٰی الَّذِیْ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يُّحَوِّلَ اللّٰهُ رَاْسَهٗ رَاْسَ الْكَلْبِ۔(۱۷)

(٦) غلطی پر تنبیہ

امام اگر نماز میں غلطی کرے، مثلاً جہاں اسے بیٹھنا چاہیے تھا وہاں کھڑا ہو جائے، یا جہاں کھڑا ہونا چاہیے تھا وہاں بیٹھ جائے، تو حکم ہے کہ سبحان اللہ کہہ کر اسے غلطی پر متنبہ کر دو۔ سبحان اللہ کے معنی یہ ہیں ''اللہ پاک ہے'' امام کی غلطی پر سبحان اللہ کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ غلطی سے تو صرف اللہ ہی پاک ہے۔ تم انسان ہو، تم سے بھول چوک ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہ طریقہ ہے امام کو ٹوکنے کا۔ اور جب اس طرح سے اسے ٹوکا جائے تو اس کو لازم ہے کہ بلا کسی شرم و لحاظ کے اپنی غلطی کی اصلاح کرے۔ البتہ اگر ٹوکے جانے کے باوجود امام کو یقین ہو کہ اس نے صحیح فعل کیا ہے تو وہ اپنے یقین کے مطابق عمل کر سکتا ہے اور اس صورت میں جماعت کا کام یہ ہے کہ اس عمل کو غلط جاننے کے باوجود اس کا ساتھ دے۔ نماز ختم ہو جانے کے بعد مقتدی حق رکھتے ہیں کہ امام پر اس کی غلطی ثابت کریں اور نماز دوبارہ پڑھانے کا اس سے مطالبہ کریں۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِیْ حَازِمِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ذَهَبَ اِلٰی بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، فَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ اِلٰی اَبِیْ بَكْرٍ، فَقَالَ: اَتُصَلِّیْ لِلنَّاسِ، فَاُقِيْمُ، قَالَ: نَعَمْ، فَصَلّٰی اَبُوْبَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِی الصَّلٰوةِ، فَتَخَلَّصَ حَتّٰی وَقَفَ فِی الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِیْ صَلَاتِهِ فَلَمَّا اَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيْقَ الْتَفَتَ، فَرَاٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰی مَا اَمَرَهُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اسْتَاْخَرَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰی اسْتَوٰی فِی الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰی فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: يَا اَبَابَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ؟ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ يُصَلِّیَ بَيْنَ يَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَالِیْ رَاَيْتُكُمْ اَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيْقَ مَنْ نَابَهُ شَیْءٌ فِیْ صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَاِنَّهُ اِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ اِلَيْهِ وَاِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ۔(۱۸)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کے ہاں ان میں صلح کرانے تشریف لے گئے، تو وہاں نماز کا وقت ہو گیا (آپ واپس تشریف نہ لا سکے) تو موذن حضرت ابوبکرؓ کے پاس آ کر کہنے لگے اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو اقامت کہہ دیتا ہوں۔ ابوبکرؓ نے کہا: ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھانی شروع کی، اسی دوران رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، لوگ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ صفوں سے گزر کر پہلی صف میں پہنچ گئے تو لوگوں نے تالی پیٹنا شروع کر دی۔ حضرت ابوبکرؓ نماز کی حالت میں ادھر ادھر ذرہ برابر بھی التفات نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن جب دیکھا کہ اکثر لوگ تالیاں بجا رہے ہیں تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور دیکھا کہ رسول اللہ (تشریف لے آئے ہیں) آپ ؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ تم اپنی جگہ کھڑے رہو، مگر حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے جو یہ حکم دیا (کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور نماز پڑھاؤ) اس کے لیے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا اور پیچھے ہٹ گئے (یعنی پچھلی صف میں آ گئے) اور رسول اللہ ﷺ پہلی صف میں تشریف لے گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہو کر منہ پھیرا تو حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: جب میں نے تمہیں اے ابوبکرؓ اپنی

جگہ کھڑے رہنے کا حکم دیا تو کس چیز نے تجھے اپنے مقام پر کھڑا رہنے سے منع کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ زیب ہی نہیں دیتا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے نماز پڑھے اور آپؐ نے مقتدیوں کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے فرمایا: کیا ہوا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے تالی بہت بجائی (پیٹی) ہے (یاد رکھو!) نماز میں جب کسی کو کوئی ناگہانی چیز پیش آ جائے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ جب سبحان اللہ کہے گا تو اس کی جانب متوجہ ہوا جائے گا۔ تالی بجانا تو عورتوں کے لیے ہے۔'' (ران پر ہاتھ مار کر تالی بجانا)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی روایت:

〈۲〉 اَبُوْھُرَیْرَۃَ، یَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَآءِ۔(۱۹)

(۷) معصیت میں اطاعت نہیں

امام کے ساتھ جماعت کا یہ برتاؤ صرف ان حالات کے لیے ہے جب کہ غلطی چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہو۔ لیکن اگر امام سنت نبویؐ کے خلاف نماز کی ترکیب بدل دے، یا نماز میں قرآن کو جان بوجھ کر غلط پڑھے، یا نماز پڑھاتے ہوئے کفر وشرک یا صریح گناہ کا ارتکاب کرے تو جماعت کا فرض ہے کہ اسی وقت نماز توڑ کر اس امام سے الگ ہو جائے۔ (خطبات، باب سوم: امامت کے...)

مشینی امامت

ریڈیو پر ایک شخص کی امامت میں دور دراز کے مقامات کے لوگوں کا نماز پڑھنا یا گراموفون کے ذریعہ سے نماز کا ریکارڈ بنانا اور پھر کسی جماعت کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا، اصولاً صحیح نہیں ہے۔ اس کے وجوہ پر آپ غور کریں تو خود آپ کی سمجھ میں آ سکتے ہیں۔

امام کا کام محض نماز پڑھانا ہی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک طرح سے مقامی جماعت کا رہنما ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ اپنے مقام کے لوگوں سے شخصی ارتباط قائم کرے۔ ان کے اخلاق، معاملات اور مقامی حالات پر نظر رکھے اور حسب موقع وضرورت اپنے خطبوں میں یا دوسرے مفید مواقع پر اصلاح وارشاد کے فرائض انجام دے۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمانوں کی دوسری چیزوں کے ساتھ اس ادارہ میں بھی اب انحطاط رونما ہو گیا ہے لیکن بہر حال نفس ادارہ کو تو اپنی اسی صورت پر قائم رکھنا ضروری ہے۔ اگر ریڈیو پر نمازیں ہونے لگیں۔ اگر گراموفون سے امامت وخطابت کا کام لیا جانے لگے تو امامت کی اصل روح ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گی۔

نماز دوسرے مذاہب کی عبادتوں کی طرح محض ''پوجا'' نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی امامت سے شخصیت کو خارج کر دینا اور اس میں ''مشینیت'' پیدا کر دینا، دراصل اس کی قدر وقیمت کو ضائع کر دینا ہے۔

علاوہ بریں اگر کسی مرکزی مقام سے کوئی شخص ریڈیو، یا گراموفون کے ذریعہ سے امامت وخطابت کے فرائض انجام دے اور مقامی امامتوں کا خاتمہ کر دیا جائے، تو یہ ایک ایسی مصنوعی یکسانیت ہوگی جو اسلام کی جمہوری روح کو ختم کر دے گی اور اس کی جگہ ڈکٹیٹر شپ کو ترقی دے گی۔ یہ چیز ان نظامات کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہے جن میں پوری پوری آبادیوں کو ایک مرکز سے کنٹرول کرنے اور تمام لوگوں کو ایک لیڈر کا بالکلیہ تابع بنا دینے کا اصول اختیار کیا گیا ہے۔ جیسے فاشزم اور کمیونزم۔ لیکن

اسلام ایک مرکزی امام، یا امیر کے اقتدار کو ایسا ہمہ گیر بنانا نہیں چاہتا کہ مقامی لوگوں کی باگ ڈور بالکل اس کے ہاتھوں میں چلی جائے اور خود ان کے اندر اپنے مفاد کو سوچنے اور اپنے معاملات کو سمجھنے اور ان کو طے کرنے کی صلاحیت ہی نشوونما نہ پا سکے۔

نبی کریم ﷺ کی قرن خیر القرون میں ''امام'' محض پجاری کی حیثیت نہیں رکھتے تھے جن کا کام چند مذہبی مراسم کو ادا کر دینا ہو۔ بلکہ وہ مقامی لیڈر کے طور پر مقرر کیے جاتے تھے۔ ان کا کام تعلیم وتزکیہ اور اصلاح تمدن و معاشرت تھا اور مقامی جماعتوں کو اس غرض کے لیے تیار کرنا تھا کہ وہ بڑی اور مرکزی جماعت کی فلاح و بہبود میں اپنی قابلیتوں کے مطابق حصہ لیں۔ ایسے اہم مقاصد ریڈیو سیٹ، یا گراموفون سے کیوں کر پورے ہو سکتے ہیں۔ آلات، انسان کا بدل کبھی نہیں ہو سکتے۔ صرف مددگار ہو سکتے ہیں۔ ان وجوہ سے میں سمجھتا ہوں کہ ''مشینی امامت'' اسلام کی روح کے بالکل خلاف ہے۔

(رسائل ومسائل دوم، فقہی مسائل: مشینی امامت)

ماٰخذ

(۱) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی المواقیت۔ ☆ ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجآء فی مواقیت الصلوٰۃ عن النبی۔☆ دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر بیان المواقیت الخ۔ ☆ المستدرك، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب اوقات الصلوات الخمس ۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب جماع ابواب المواقیت۔

(۲) بخاری، ج۱، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملٰئکۃ۔☆مسلم، ج۱، کتاب المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس۔☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی المواقیت۔ ☆ ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجآء فی مواقیت الصلوٰۃ عن النبی ﷺ مختصر۔☆ ابن ماجہ: کتاب الصلوٰۃ، ابواب مواقیت الصلوٰۃ۔☆موطا امام مالك ج۱، ص ۱٤، وقوت الصلوٰۃ۔☆مسند احمد، ج۱، ص۳۳۳:۳۵٤۔ ج۳، ص۳۰۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب جماع ابواب المواقیت۔

(۳) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی مواقیت الصلوۃ عن النبی ﷺ ☆ نسائی: کتاب المواقیت: باب من ادرك ركعتين من العصر۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب آخر وقت الظهر و اوّل وقت العصر۔

(٤) دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب امامة جبرئيل۔☆السنن الکبریٰ، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب وقت المغرب۔

(٥) مسلم، ج۱، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ۔باب من أحق بالامامة☆ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من احق بالامامة۔ ☆ ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب من احق بالامامة۔☆نسائی، ج۲، کتاب الامامة، باب من احق بالامامة۔☆ ابن ماجہ: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فيها، باب من احق بالامامة۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص۱۱۸-۱۲۱، ج ٥، ص ۲۷۲۔

(٦) دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من احق بالا مامة۔

(۷) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب اذا استووا فی القرآن فلیو مهم اکبر هم۔ ☆ دارمی: کتاب الصلوٰۃ، باب ۴۲من احق بالامامة۔

(۸) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء من أم قوما وهم له کارهون۔

(۹) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء من أم قوماً وهم له کارهون۔

(۱۰) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب الرجل یؤم القوم وهم له کارهون☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب ۴۳من أم قوماً وهم له کارهون۔

(۱۱) ابن ماجه : کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب۴۳ من ام قوماً وهم له کارهون۔

(۱۲) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب اذا صلی لنفسه فلیطول ماشاء۔ ☆ نسائی:ج۲، کتاب الامامة، باب ماعلی الامام من التخفیف۔

(۱۳) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب من شکا امامه اذا طول۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب من أم قوماً فلیخفف۔

(۱۴) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی۔☆مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب امر الائمة بتخفیف الصلوٰۃ فی تمام☆ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب تخفیف الصلوٰۃ للأمریحدث☆ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ قَالَ انی لَاَسمع بکاء الصبی فی الصلوٰۃ فاخفف۔☆ نسائی،ج۲،کتاب الامامة، باب ماعلی الامام من التخفیف۔ نسائی نے اِنِّیْ لَاَقُوْمُ فِی الصَّلوٰۃِ فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ فَأُوجز فِیْ صَلَاتِیْ کَرَاهِیَةَ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی أُمه نقل کیا هے۔☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب الامام یتخفف الصلوٰۃ اذا حدث امر۔☆مسند احمد، ج۳، ص ۱۰۹، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۸۲، ۱۸۸، ۲۰۵، ۲۳۳، ۲۴۰، ۲۵۷۔

(۱۵) بخاری،ج۱،کتاب الاذان: باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی۔☆مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب امر الائمة بتخفیف الصلوٰۃ فی تمام۔ ☆ ترمذی: ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ قَالَ انی لا سمع بکاء الصبی فی الصلوٰۃ فاخفف۔☆مسند احمد، ج۲،ص۴۳۲۔

(۱۶) ☆بخاری،ج۱،کتاب الاذان: باب اثم من رفع راسه قبل الامام۔ ☆ مسلم: کتاب الصلوٰۃ، باب تحریم سبق الامام برکوع او سجود ... الخ۔☆ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشدید فیمن یرفع قبل الامام او یضع قبله۔☆ ترمذی، ج۱، ابواب السفر، باب ماجاء من التشدید فی الذی یرفع رأسه قبل الامام، حدیث حسن صحیح۔☆نسائی،ج۲،کتاب الامامة، باب مبادرة الامام۔ اس میں "الایخشی" هے۔☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب النهی ان یسبق الامام بالرکوع والسجود۔☆دارمی: باب النهی عن مبادرة الائمة بالرکوع والسجود۔ ☆ السنن الکبریٰ،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب اثم من رفع راسه قبل الامام عن ابی هریره۔

(۱۷) موارد الظمٰان: باب فیمن رفع راسه قبل الامام۔

(۱۸) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب من دخل لیؤم الناس فجاء الامام الاول، فتأخر الاول أولم یتأخر جازت صلوٰته۔ مسلم،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب تقدم الجماعة من یصلی بهم اذا تأخر الامام... الخ۔☆ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التصفیق فی الصلوٰۃ۔☆ نسائی، ج۲، کتاب الامامة، باب اذا تقدم الرجل من الرعیة ثم جاء الوالی هل یتاخر اورج۳، پر بهی هے☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول اذا نابه شیئ فی صلوٰته۔☆موطا امام مالك،ج۱، الالتفات والتصفیق عندالحاجة فی الصلوٰۃ عن سهل بن سعد الساعدی۔

(۱۹) مسلم، ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب تسبیح الرجال وتصفیق النساء اذانا بهما شیئی فی الصلوٰۃ۔☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التصفیق فی الصلوٰۃ۔☆ترمذی،ج۱، ابواب المواقیت، باب ماجاء ان التسبیح للرجال والتصفیق للنساء۔☆نسائی،ج۳، کتاب السهو، باب التصفیق فی الصلوٰۃ۔ ج۲،کتاب الامامة، باب اذا تقدم الرجل من الرعیة ثم جاء الوالی هل یتاخر۔☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب التسبیح للرجال فی الصلوٰۃ والتصفیق للنساء۔ ☆دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التسبیح للرجال والتصفیق للنسآء۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول اذا نابه شئی فی صلوٰۃ۔☆مسند احمدج۱،ص۲۹۰۔ ۵۴۱۔ ج ۲، ص ۲۴۱، ۲۶۱، ۳۱۷، ۳۷۶، ۴۳۲، ۴۴۰، ۴۷۳، ۴۷۹، ۴۹۲، ۵۰۷، ۵۲۹۔ ج ۳، ص ۳۴۰، ۳۴۸، ۳۵۷۔ ج ۵ ص ۳۳۰، ۳۳۳۔

فصل: ۷

تلاوت

حضورؐ کا طرزِ تلاوت

۴۱۔ رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا طریقہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ مثال کے طور پر انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر بتایا کہ آپؐ اللہ، رحمٰن اور رحیم کو مد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

(بخاری)

تخریج:〈۱〉 **حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ الْاَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: كَانَ يَمُدُّمَدًّا۔**(۱)

ترجمہ: حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ بن مالک سے نبی ﷺ کی قراءت کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ”آپؐ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔“

حضرت انسؓ سے مروی دوسری روایت:

〈۲〉**عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سُئِلَ اَنَسٌ كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ ﷺ؟ فَقَالَ: كَانَتْ مَدًّا ثُمَّ قَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يَمُدُّ بِبِسْمِ اللّٰهِ وَيَمُدُّ بِالرَّحْمٰنِ وَيَمُدُّ بِالرَّحِيْمِ۔**(۲)

ترجمہ: حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ انس بن مالک سے نبی ﷺ کی قراءت کا طریقہ پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا ”آپ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ خود پڑھ کر بتایا کہ حضور ﷺ بسم اللہ، رحمٰن اور رحیم کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے۔“

نسائی میں ہے:

〈۳〉**عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَاَلْتُ اَنَسًا كَيْفَ كَانَتْ قِرَاءَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كَانَ يَمُدُّ صَوْتَهُ مَدًّا۔**(۳)

ترجمہ: حضرت قتادہ نے بیان کیا کہ میں نے انس بن مالک سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ اپنی آواز کو اچھی طرح کھینچتے تھے۔

۴۲۔ حضرت ام سلمہؓ سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ ایک ایک آیت کو الگ الگ پڑھتے اور ہر آیت پر ٹھہرتے جاتے تھے، مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر رک جاتے۔ پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر ٹھہرتے اور اس کے بعد رک کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ام سلمہؓ سے مروی روایت:

تخریج: عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ، فَقَالَتْ: كَانَ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ.

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ آپؐ ہر آیت کو جدا جدا کر کے پڑھتے تھے۔ مثلاً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (یہاں ٹھہرتے) پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یہاں ٹھہرتے) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (یہاں ٹھہرتے)۔

۴۳۔ دوسری ایک روایت میں حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضورؐ ایک ایک لفظ واضح طور پر پڑھا کرتے تھے۔"
(ترمذی، نسائی)

تخریج: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِبْنِ مُوْهِبِ الرَّمْلِيُّ، ثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنْ يَعْلٰى بْنِ مَمْلَكٍ، اَنَّهُ سَاَلَ اُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَصَلَاتِهِ، فَقَالَتْ: وَمَا لَكُمْ وَصَلَاتَهُ؟ كَانَ يُصَلِّیْ وَيَنَامُ قَدْرَ مَا صَلّٰى ، ثُمَّ يُصَلِّیْ قَدْرَ مَانَامَ، ثُمَّ يَنَامُ قَدْرَمَا صَلّٰى حَتّٰى يُصْبِحَ، وَنَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ فَاِذَا هِیَ تَنْعَتُ قِرَاءَتَهُ حَرْفًاحَرْفًا۔(۴)

ترجمہ: یعلی بن مملک بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اور آپؐ کی نماز کا طریقہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کی نماز کے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ آپؐ جتنی دیر نماز پڑھتے، اتنی دیر سو بھی لیتے پھر (اٹھ کر) اتنی دیر نماز پڑھتے جتنی دیر آپؐ سو چکے ہوتے، پھر اتنا سو جاتے جتنی دیر نماز پڑھ چکے ہوتے۔ یہ عمل صبح تک رہتا۔ پھر انہوں نے آپؐ کی قراءت کا طریقہ بیان فرمایا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف واضح طور پر پڑھا کرتے تھے۔"

۴۴۔ حضرت حذیفہؓ بن یمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کی نماز میں حضورؐ کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو آپؐ کی قراءت کا یہ انداز دیکھا کہ جہاں تسبیح کا موقع آتا وہاں تسبیح فرماتے، جہاں دعا کا موقع آتا وہاں دعا مانگتے، جہاں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا موقع آتا، وہاں پناہ مانگتے۔ (مسلم، نسائی)

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ: نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ. كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ: نَا الاَعْمَشُ عَنْ سَعْدِبْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ الْمَسْتَوْرِدِبْنِ الْاَحْنَفِ ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ لَيْلَةٍ. فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ : يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ، ثُمَّ مَضٰى

فَقُلْتُ: يُصَلِّیْ بِهَا فِیْ رَكْعَةٍ، فَمَضٰى. فَقُلْتُ: يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا. ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا يَقْرَأُ مُتَرَسِّلًا. اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ. وَاِذَا مَرَّ بِسُوَالٍ سَاَلَ. وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ. ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِه. ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا. قَرِيْبًا مِمَّا رَكَعَ. ثُمَّ سَجَدَ فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى فَكَانَ سُجُوْدُهٗ قَرِيْبًا مِنْ قِيَامِهِ. قَالَ وَفِیْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ مِنَ الزِّيَادَةِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔(۵)

ترجمہ: حضرت حذیفہ سے روایت ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ ایک رات میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔آپؐ نے سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کردی۔میرا خیال تھا کہ سوآیات پڑھ کر رکوع فرمائیں گے،مگرآپؐ نے تلاوت جاری رکھی تو میں نے خیال کیا کہ پوری سورۃ بقرہ ایک ہی رکعت میں پڑھیں گے۔پھر رکوع کریں گے (مگر میرا یہ اندازہ صحیح نہ نکلا) آپؐ نے سورۂ بقرہ کے اختتام کے بعد سورۂ نساء پھر سورہ آل عمران شروع کی اور ساری پڑھ لی، آپؐ نے قراءت آہستہ آہستہ فرمائی۔ جب آپ ایسی آیت پر سے گزرتے جس میں تسبیح کا موقع ہوتا، تو وہاں تسبیح فرماتے اور جب ایسی کسی آیت پر سے گزرہوتا جس میں سوال ودعا کا موقع ہوتا، تو وہاں دعا مانگتے اور جب ایسی کسی آیت پر سے گزرہوتا جس میں پناہ مانگنے کا موقع ہوتا، تو وہاں پناہ مانگتے۔پھر آپؐ نے رکوع کیا اوراس میں سبحان ربی العظیم پڑھا۔آپؐ نے رکوع میں تقریباً اتنا وقت لگایا جتنا عموماً حالت قیام میں لگاتے۔پھراٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا۔پھر اتنی دیر کھڑے رہے جتنی دیر رکوع میں رہے تھے۔ پھر اس کے بعد سجدے میں گئے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى کہا۔آپؐ کا سجدہ بھی حالت قیام جتنا لمبا تھا۔

〈۲〉عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَقُوْلُ فِیْ رُكُوْعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ، وَفِیْ سُجُوْدِهِ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى، وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ وَسَاَلَ، وَمَا اَتٰى عَلٰى اٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ وَتَعَوَّذَ.(٦)

—— قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔حضورؐ نے اپنے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِيْمِ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰى کہا۔جب کوئی آیت رحمت آتی تو وہاں ٹھیرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور جب کسی آیت عذاب پر پہنچتے تو وہاں ٹھیرتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے۔

ابوداوٗد نے عوف بن مالک اشجعی سے بھی روایت نقل کی ہے:

〈۳〉قَالَ: قُمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةً، فَقَامَ فَقَرَأَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ: لَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِاٰيَةِ عَذَابٍ اِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ۔(۷)

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں ایک رات نماز میں حضورؐ کے ساتھ کھڑا ہوا۔آپؐ نے حالت قیام میں سورۂ بقرہ پڑھی۔کسی ایسی آیت کے پاس سے نہیں گزرتے تھے جس میں رحمت باری کا ذکر ہو،مگر وہاں ٹھیرتے اور رحمت

کی استدعا فرماتے اور نہ کسی ایسی آیت سے گزرتے تھے جس میں عذاب الٰہی کا تذکرہ ہو، مگر وہاں بھی ٹھہرتے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔

ــــــ نسائی کی ایک راویت میں وَلَا بِاٰیَةِ عَذَابٍ اِلَّا اسْتَجَارَ بھی ہے۔

نسائی کی مروی روایت میں ہے نہ آیت عذاب سے گزرتے، مگر تحفظ کی استدعا فرماتے:

﴿۴﴾ عَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی. فَکَانَ اِذَا مَرَّ بِاٰیَةِ رَحْمَةٍ سَاَلَ، وَ اِذَا مَرَّ بِاٰیَةِ عَذَابٍ، اسْتَجَارَ، وَاِذَا مَرَّ بِاٰیَةٍ فِیْهَا تَنْزِیْهٌ لِلّٰهِ سَبَّحَ۔(۸)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ نے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی۔ پس جب آپؐ کا گزر ایسی آیت پر ہوتا جس میں رحمت الٰہی کا ذکر ہوتا تو دعا فرماتے۔ اور جب ایسی کسی آیت پر گزر ہوتا جس میں عذاب الٰہی کا تذکرہ ہوتا تو اس سے بچنے کی درخواست فرماتے اور جب ایسی آیت پر گزر ہوتا جس میں رب کائنات کی تنزیہہ بیان کی ہوتی تو وہاں تسبیح فرماتے۔

﴿۵﴾ عَنْ اَبِیْ لَیْلٰی، قَالَ: صَلَّیْتُ اِلٰی جَنْبِ النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ تَطَوُّعًا. فَمَرَّ بِاٰیَةِ عَذَابٍ، فَقَالَ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَوَیْلٌ لِاَهْلِ النَّارِ۔(۹)

ترجمہ: حضرت ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات جب کہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ کے پہلو میں ساتھ کھڑا ہوگیا۔ لہٰذا آپؐ آیت عذاب سے گزرے تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ وَوَیْلٌ لِاَهْلِ النَّارِ فرمایا۔

حضرت حذیفہ سے مروی روایت کا متن:

﴿۶﴾ عَنْ حُذَیْفَةَ اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ ﷺ ذَاتَ لَیْلَةٍ، وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ رُکُوْعِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَفِیْ سُجُوْدِهٖ: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی، وَمَا یَاْتِیْ عَلٰی اٰیَةِ رَحْمَةٍ اِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَاَلَ، وَمَا یَاْتِیْ عَلٰی اٰیَةِ عَذَابٍ اِلَّا تَعَوَّذَ۔(۱۰)

ترجمہ: حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور آپؐ اپنے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ اور اپنے سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتے تھے۔ جب آیت رحمت پر پہنچتے تو وہاں ٹھہرتے اور دعائے رحمت کرتے اور جب آیت عذاب پر پہنچتے تو وہاں بھی ٹھہرتے اور اس سے اللہ کی پناہ مانگتے۔

۴۵۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (المائدة:۱۱۸)

''حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کی نماز میں جب حضورؐ اس مقام پر پہنچے (اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو تو غالب اور دانا ہے) تو اسی کو دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔''

(مسند احمد، بخاری)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا نُوْحُ بْنُ حَبِیْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدِ ِ الْقَطَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا قُدَامَةُ بْنُ

عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ: حَدَّثَتْنِیْ جَسْرَۃُ بِنْتُ دَجَاجَۃَ قَالَتْ: سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ یَقُوْلُ: قَامَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی اِذَا اَصْبَحَ بِاٰیَۃٍ وَالْاٰیَۃُ: اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ (غفاری) بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک مرتبہ رات کی نماز کے قیام میں صبح تک یہ آیت پڑھتے رہے، ''کہ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو، تو غالب اور دانا ہے۔''

مسند احمد میں ہے:

﴿۲﴾عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْلَۃً، فَقَرَاَ بِآیَۃٍ حَتّٰی اَصْبَحَ یَرْکَعُ بِھَا وَیَسْجُدُ بِھَا اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. فَلَمَّا اَصْبَحَ قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَازِلْتَ تَقْرَاُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ حَتّٰی اَصْبَحْتَ تَرْکَعُ بِھَا وَتَسْجُدُ بِھَا قَالَ: اِنِّیْ سَاَلْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ الشَّفَاعَۃَ لِاُمَّتِیْ فَاَعْطَانِیْھَا وَھِیَ نَائِلَۃٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ لِمَنْ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ شَیْئًا۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ (غفاری) سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات نماز پڑھی۔ صبح تک اپنے رکوع وسجود میں یہی دہراتے رہے، ''اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو، تو غالب اور دانا ہے۔'' صبح میں نے عرض کیا یارسول اللہ! صبح تک آپؐ اسی آیت مبارکہ کو اپنے سجدے اور رکوع میں پڑھتے رہے ہیں۔ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا، میں اپنے پروردگار سے اپنی امت کی شفاعت کے لیے سوال کرتا رہا ہوں، اس نے مجھے عطا فرمادی ہے اور امت ان شاء اللہ اسے پالے گی، مگر وہ آدمی اس سے محروم رہے گا، جس نے کسی شے کو اللہ کا شریک ٹھیرایا۔

ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے صرف مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں:

﴿۳﴾عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ: قَامَ النَّبِیُّ ﷺ بِاٰیَۃٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَیْلَۃً۔(۱۳)

ابن ماجہ نے حضرت ابوذرؓ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے:

﴿۴﴾قَامَ النَّبِیُّ ﷺ بِاٰیَۃٍ حَتّٰی اَصْبَحَ یُرَدِّدُھَا. وَالْاٰیَۃُ ''اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ.''(۱۴)

تشریح: گویا کہ حضورؐ کی قراءت تیز تیز رواں دواں نہ ہوتی تھی، بلکہ آپؐ ایک ایک لفظ آہستہ آہستہ زبان سے ادا کرتے تھے اور ہر آیت پر ٹھیرتے تاکہ ذہن پوری طرح کلام الٰہی کے مفہوم ومدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو۔ کہیں اللہ کی ذات وصفات کا ذکر ہے، تو اس کی عظمت وہیبت دل پر طاری ہو۔ کہیں اس کی رحمت کا بیان ہے، تو دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جائے۔ کہیں اس کے غضب اور اس کے عذاب کا ذکر ہے، تو دل پر اس کا خوف طاری ہو۔ کہیں کسی چیز کا حکم ہے یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے، تو سمجھا جائے کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ غرض یہ قراءت محض قرآن کے الفاظ کو زبان سے ادا کر دینے کے لیے نہیں بلکہ غور وفکر اور تدبر کے ساتھ ہونی چاہیے۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، المزمل، حاشیہ: ۴)

نماز میں کسی خاص سورہ کا التزام

کسی نماز میں کسی خاص سورہ کا التزام کر لینا درست نہیں ہے۔ عادتاً پڑھنے میں مضائقہ نہیں مگر کبھی کبھی اس کے خلاف بھی کر لینا چاہیے تا کہ بدعت کی سی صورت نہ پیدا ہو۔ (رسائل و مسائل چہارم، ص: ۳۵۰)

نماز میں قرآن اعتدال سے پڑھنے کی ہدایت

۴۶۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مکے میں جب نبی ﷺ یا دوسرے صحابہؓ نماز پڑھتے وقت بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے تو کفار شور مچانے لگتے اور بسا اوقات گالیوں کی بوچھاڑ شروع کر دیتے تھے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل، حاشیہ: ۱۲۴)

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ هُشَيْمٍ، عَنْ اَبِىْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَاتَجْهَرْ صَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ : اُنْزِلَتْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ، فَكَانَ اِذَا رَفَعَ صَوْتَهُ سَمِعَ الْمُشْرِكُوْنَ فَسَبُّوا الْقُرْاٰنَ، وَمَنْ اَنْزَلَهُ وَمَنْ جَآءَ بِه وَقَالَ اللّٰهُ: وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَا لَاتَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ حَتّٰى يَسْمَعَ الْمُشْرِكُوْنَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ اَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً اَسْمِعْهُمْ وَلَا تَجْهَرْ حَتّٰى يَاْخُذُوْا عَنْكَ الْقُرْآنَ۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا کا شان نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ اس موقع پر نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں چھپ کر عبادت کرتے تھے۔ پس جب آپؐ بلند آواز سے پڑھتے تو مشرک سن کر قرآن، اور اللہ تعالیٰ اور جبریل کو گالیاں دینا شروع کر دیتے، تو اس موقعہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ ''(اے نبیؐ) اور آپ اپنی نماز میں نہ زیادہ اونچی آواز سے پڑھیے اور نہ ہی بالکل پست آواز سے (یعنی) آپ اسے اپنی نماز میں اتنی اونچی آواز سے نہ پڑھیں کہ مشرکین اسے سن لیں اور اتنا پست و دھیمی آواز سے بھی نہ پڑھیں کہ آپؐ کے ساتھی بھی سن نہ سکیں۔ بلکہ دونوں کے مابین راستہ تلاش کریں کہ اپنے ساتھیوں کو سنا سکیں تا کہ وہ آپؐ سے قرآن اخذ کر لیں۔''

تشریح: (ان حالات میں حکم الٰہی نازل ہوا کہ) نہ تو اتنے زور سے پڑھو کہ کفار سن کر ہجوم کریں، اور نہ اس قدر آہستہ پڑھو کہ تمہارے ساتھی بھی نہ سن سکیں۔ یہ حکم صرف انھیں حالات کے لیے تھا۔ مدینے میں جب حالات بدل گئے تو یہ حکم باقی نہ رہا۔ (ایضاً)

اگر امام کوئی آیت پڑھنا بھول جائے

۴۷۔ (صحیح بخاری کی روایت ہے کہ) ایک مرتبہ صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ قراءت کے دوران میں ایک آیت چھوڑ گئے۔ نماز کے بعد حضرت ابی بن کعب نے پوچھا کیا یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا نہیں، میں بھول گیا تھا۔ (تفہیم القرآن، ج ۶، الاعلیٰ، حاشیہ: ۸)

تخریج: ﴿۱﴾ **اِنَّهُ ﷺ اَسْقَطَ اٰيَةً فِي قِرَاءَ تِهِ فِي الصَّلٰوةِ وَكَانَتْ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَحَسِبَ اُبَيٌّ اَنَّهَا نُسِخَتْ فَسَالَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَقَالَ: نَسِيْتُهَا** ـ(۱٦)

﴿۲﴾ **حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُبَشِّرٍ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، ثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، ثَنَا عُمَرُبْنُ نَجِيْحٍ، ثَنَا اَبُوْ مُعَاذٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةً فَقَرَاَ سُوْرَةً، فَاَسْقَطَ مِنْهَا اٰيَةً، فَلَمَّا فَرَغَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اٰيَةُ كَذَاوَكَذَااُنْسِخَتْ؟ قَالَ: لَا، قُلْتُ: فَاِنَّكَ لَمْ تَقْرَاْهَا قَالَ: اَفَلَا لَقَّنْتَنِيْهَا؟**(۱۷)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھی۔ اس میں آپؐ نے ایک سورہ تلاوت فرمائی۔ دوران قراءت اس کی ایک آیت چھوڑ گئے۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسولؐ کیا فلاں اور فلاں آیت منسوخ ہو چکی ہے۔'' جواب میں ارشاد فرمایا، ''نہیں''۔ میں نے عرض کیا ''آپؐ نے اسے (بہر حال) پڑھا نہیں ہے۔'' فرمایا، ''پھر تم نے مجھے یاد کیوں نہ دلایا۔''

﴿۳﴾ **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عُبَيْدِبْنِ مَيْمُوْنٍ، اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ: رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْاَذْكَرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةٍ اَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُوْرَةِ كَذَاوَكَذَا الخ** ـ(۱۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مسجد میں ایک آدمی کو قراءت کرتے سنا تو اس کے حق میں فرمایا ''اللہ تعالیٰ کی اس پر رحمت ہو کہ اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلا دی ہیں جنہیں میں فلاں فلاں سورۃ سے چھوڑ گیا تھا۔''

ابوداؤد کتاب الحروف والقراءۃ میں ایک روایت نقل کرتے ہیں:

﴿۴﴾ **اِنَّ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَرَاَ فَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَرْحَمُ اللّٰهُ فُلَانًا كَائِنٌ مِنْ اٰيَةٍ اَذْكَرَنِيْهَا اللَّيْلَةَ كُنْتُ قَدْ اَسْقَطْتُهَا** ـ(۱۹)

ترجمہ: ایک آدمی نے قیام اللیل کیا اور قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کی۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعائے رحمت فرمائی کہ فلاں صاحب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ اس نے رات مجھے وہ آیت یاد دلا دی جسے میں چھوڑ گیا تھا۔

ماٰخذ

(۱) بخاری، ج۲، کتاب ابواب فضائل القرآن، باب مدالقراءۃ ☆ ابوداؤد، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ۔

(۲) بخاری، ج۲، کتاب ابواب فضائل القرآن، باب مدالقراءۃ۔ ☆ المستدرک، ج۱، ص۲۳۳۔

(۳) نسائی، ج۲، کتاب الافتتاح، باب مدالصوت بالقراءۃ۔ ☆ ترمذی، ابواب الشمائل، باب ماجاء فی قراءۃ رسول اللہ ﷺ۔

(٤) ابوداؤد، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ۔ ☆ ترمذی: ابواب الشمائل، باب ماجاء فی قراءۃ

رسول اللہ ﷺ۔☆نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، باب تزیین القرآن بالصوت۔☆مسنداحمد، ج٦، ص٢٩٤۔ عن ام سلمہ۔ ☆نسائی اور مسند احمد میں" تنعت قراء ۃ مفسرۃ حرفاً "حرفاً ہے۔

(۵) مسلم،ج۱،کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا، باب استحباب تطویل القراء ۃ فی صلوٰۃ اللیل۔

(٦) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود۔☆ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ۔

(۷) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ۔☆مسند احمد، ج ٥، ص ٣٨٢-٣٨٤۔ ج٦، ص٢٤، عوف بن مالک اشجعی۔☆نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، باب تعوذ القاری اذامر بآیۃ عذاب اورکتاب التطبیق۔

(۸) ابن ماجہ،ج۱،کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی القرآء ۃ فی صلوٰۃ اللیل۔

(۹) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی القراء ۃ فی صلوٰۃ اللیل۔

(۱۰) دارمی :کتاب الصلوٰۃ، باب مایقال فی الرکوع ۔

(۱۱) نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، باب تردید الآیۃ۔

(۱۲) مسند احمد، ج ٥ ، ابوذرغفاری۔

(۱۳) ترمذی،ج۱، ابواب صلوٰۃ اللیل۔

(١٤) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی القراء ۃ فی اللیل۔☆المستدرک،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب قام النبی ﷺ بِآیۃ حتیٰ اصبح یرددھا۔

(۱۵) بخاری،ج۲،کتاب التوحید، باب الرد علی الجھمیۃ الخ وقولہ انزلہ بعلمہ والملائکۃ یشھدون۔کتاب التفسیر، سورہ بنی اسرائیل۔☆ مسلم،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التوسط فی القراء ۃ الجھریۃ بین الجھر والاسرارالخ۔ ☆ ترمذی: ابواب تفسیر القرآن، سورہ بنی اسرائیل۔ حدیث حسن صحیح۔ ترمذی نے " شتموا " نقل کیا ہے۔ نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، قولہ عزوجل ولا تجھر بصلوٰتک ولاتخافت بھا۔☆مسند احمد، ج۱، ص ٢١٥۔ ☆السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب الاختیار للامام والماموم فی ان یخفیاالذکر۔مسلم نے "مختفی" اور نسائی نے "مختف بمکۃ" نقل کیا ہے۔ جب کہ بخاری نے متذکرہ بالا روایت میں "متواربمکۃ" بیان کیا ہے۔

(١٦) روح المعانی، ج٣٠، سورۃ الاعلیٰ۔

(۱۷) دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب تلقین الماموم لا مامہ اذا وقف فی قراء تہ۔

(۱۸) بخاری، ج۱،کتاب الشھادات، باب شھادۃ الاعمی وامرہ الخ ۔ج۲،کتاب ابواب فضائل القرآن، باب نسیان القرآن۔کتاب الدعوات، باب قول اللّٰہ تعالیٰ وصل علیھم☆مسلم،کتاب صلوۃ المسافرین، باب امر من نعس فی صلوٰتہ الخ۔☆ ابوداؤد،کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت بالقراء ۃ فی صلوٰۃ اللیل۔

(۱۹) ابوداؤد،ج٤،کتاب الحروف۔

فصل:۸

جماعت میں شمولیت کے آداب

نماز باجماعت میں شمولیت کے آداب

۴۸۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کھڑی ہو تو اس کی طرف سکون و وقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ بھاگتے ہوئے نہ آؤ، پھر جتنی نماز بھی مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔'' (صحاح ستہ)

تخریج: حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَاابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّھْرِیُّ عَنْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ح و حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانِ، قَالَ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَاتَاتُوْھَا تَسْعَوْنَ وَاْتُوْھَا تَمْشُوْنَ عَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ، فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: ''جب نماز کھڑی ہو چکی ہو تو اس کی طرف بھاگتے ہوئے نہ آؤ، بلکہ سکون و وقار کے ساتھ آؤ۔ پھر جتنی نماز بھی مل جائے اتنی پڑھو اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔'' (صحاح ستہ)

۴۹۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ ہم حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک لوگوں کے بھاگ بھاگ کر چلنے کی آواز آئی۔ نماز ختم کرنے کے بعد حضورؐ نے ان لوگوں سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ ان لوگوں نے عرض کیا ہم نماز میں شامل ہونے کے لیے بھاگ کر آرہے تھے۔ فرمایا: ایسا نہ کیا کرو، نماز کے لیے جب بھی آؤ، پورے سکون کے ساتھ آؤ۔ جتنی مل جائے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لو، جتنی چھوٹ جائے وہ بعد میں پوری کرلو۔ (بخاری، مسلم)

(تفہیم القرآن، ج ۵، الجمعہ، حاشیہ: ۱۵)

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ یَحْیٰ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ اِذَا سَمِعَ جَلَبَةَ الرِّجَالِ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ: مَاشَاْنُکُمْ؟ قَالُوْا: اِسْتَعْجَلْنَا اِلَی الصَّلَاةِ قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوْا، اِذَا اَتَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَعَلَیْکُمُ السَّکِیْنَةَ فَمَآ اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا۔(۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضورؐ نے لوگوں کے بھاگ کر چلنے کی آواز سنی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ نے لوگوں سے پوچھا ''تمہیں کیا ہوا؟'' انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے نماز میں شامل ہونے کے لیے جلدی کی۔ فرمایا: ''ایسا نہ کیا کرو، نماز کے لیے جب آؤ تو پورے سکون کے ساتھ آؤ۔ جتنی مل جائے، اس کو پڑھ لو اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔''

بخاری کی ایک روایت میں:

〈۲〉 اِذَا سَمِعْتُمُ الْاِقَامَۃَ فَامْشُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ وَعَلَیْکُمْ بِالسَّکِیْنَۃِ وَالْوَقَارِ وَلَاتُسْرِعُوْا فَمَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا۔(۳)

ترجمہ: جب اقامت تمہیں سنائی دے تو نماز کی طرف نہایت سکون و وقار کے ساتھ آؤ۔ جلدی بھاگ دوڑ کر مت آؤ۔ جتنی مل جائے، اتنی امام کے ساتھ پڑھ لو اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کر لو۔

ابوداؤد نے کِتَابُ الصَّلٰوۃِ کے بَابُ "السَّعْیِ اِلَی الصَّلٰوۃِ" میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی اس روایت کو نقل کر کے آخر میں راویانِ حدیث کے لفظی اختلاف کو بیان کیا ہے۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ ، کَذَا قَالَ الزُّبَیْدِیُّ، وَابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ ، وَاِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ، وَ مَعْمَرٌ، وَشُعَیْبُ بْنُ اَبِیْ حَمْزَۃَ، عَنِ الزُّھْرِیِّ، "وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا " وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ وَحْدَہٗ فَاقْضُوْا۔ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَ جَعْفَرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ: فَاَتِمُّوْا۔ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَاَبُوْقَتَادَۃَ وَاَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، کُلُّھُمْ (قَالُوْا) فَاَتِمُّوْا۔(٤)

اس روایت پر امام ترمذی کا تبصرہ:

—— قَالَ اَبُوْعِیْسٰی : اِخْتَلَفَ اَھْلُ الْعِلْمِ فِی الْمَشْیِ اِلَی الْمَسْجِدِ۔ فَمِنْھُمْ مَنْ رَاَی الْاِسْرَاعَ اِذَا خَافَ فَوْتَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی حَتّٰی ذُکِرَ عَنْ بَعْضِھِمْ اَنَّہٗ کَانَ یُھَرْوِلُ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔ وَمِنْھُمْ مَنْ کَرِہَ الْاِسْرَاعَ۔ وَاخْتَارَ اَنْ یَّمْشِیَ عَلٰی تُؤَدَۃٍ وَوَقَارٍ۔وَبِہٖ یَقُوْلُ اَحْمَدُ وَ اِسْحَاقُ۔ وَقَالَا:اَلْعَمَلُ عَلٰی حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔ وَقَالَ اِسْحَاقُ اِنْ خَافَ فَوْتَ التَّکْبِیْرَۃِ الْاُوْلٰی فَلَا بَاسَ اَنْ یَّسْرَعَ فِی الْمَشْیِ۔(٥)

—— امام ترمذی کہتے ہیں ۔ مسجد کی جانب نماز کے لیے جانے کے انداز کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے۔ کچھ اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر تکبیر اولیٰ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو بھاگ کر شامل ہونے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ وہ تیز دوڑ کر شامل ہو سکتا ہے۔ البتہ بعض اہل علم ایسے ہیں جو تیز دوڑ کر جانے کے حق میں نہیں ہیں۔ اور ان کا مختار مسلک یہ ہے کہ سکون و وقار سے چلا جائے۔ یہ رائے امام احمد و اسحاق کی ہے۔ انہوں نے رائے یہی دی ہے کہ ابو ہریرہ والی حدیث کے مطابق عمل ہونا چاہیے۔

نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دیا جا سکتا ہے

۵۰۔ ترمذی میں حضرت بلالؓ سے اور نسائی میں حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ جب آں حضرت ﷺ کو حالت نماز میں سلام کیا جاتا تو آپؐ ہاتھ کے اشارے سے جواب دیتے تھے۔

تخریج:〈۱〉 **اَخْبَرَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ بُکَیْرٍ، عَنْ نَابِلٍ صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَیْبٍ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: مَرَرْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ یُصَلِّیْ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، فَرَدَّ عَلَیَّ اِشَارَةً وَلَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: بِاِصْبِعِهٖ۔**(٦)

ترجمہ: حضرت صہیبؓ صاحب رسالت مآب بیان کرتے ہیں کہ میرا رسول ﷺ پر ایسی حالت میں گزر ہوا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ پس میں نے آپؐ کو سلام کیا اور آپؐ نے مجھے اشارہ سے جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ اشارہ آپؐ نے اپنی انگشت مبارک سے کیا تھا۔

〈۲〉 اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُبْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَکِّیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: دَخَلَ النَّبِیُّ ﷺ مَسْجِدَ قُبَاءَ لِیُصَلِّیَ فِیْهِ، فَدَخَلَ عَلَیْهِ رِجَالٌ یُسَلِّمُوْنَ عَلَیْهِ، فَسَاَلْتُ صُهَیْبًا وَکَانَ مَعَهٗ، کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْنَعُ اِذَا سُلِّمَ عَلَیْهِ؟ قَالَ: کَانَ یُشِیْرُ بِیَدِهٖ۔(٧)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ابن عمرؓ نے بتایا تھا کہ نبی ﷺ مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ اتنے میں چند آدمی مسجد میں داخل ہوئے۔ اور انہوں نے آپؐ کو سلام کیا۔ میں نے صہیب سے پوچھا کہ آپ تو حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ان لوگوں نے آپؐ کو سلام کیا تو آپ نے کیسے جواب دیا؟ انھوں نے بتایا کہ ”آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا۔“

〈۳〉 حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، نَا وَکِیْعٌ، نَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قُلْتُ لِبِلَالٍ: کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَرُدُّ عَلَیْهِمْ حِیْنَ کَانُوْا یُسَلِّمُوْنَ عَلَیْهِ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ؟ قَالَ: کَانَ یُشِیْرُ بِیَدِهٖ. وَقَدْ رُوِیَ عَنْ زَیْدِبْنِ اَسْلَمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قُلْتُ لِبِلَالٍ: کَیْفَ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَصْنَعُ حَیْثُ کَانُوْا یُسَلِّمُوْنَ عَلَیْهِ فِیْ مَسْجِدِ بَنِیْ عَمْرِوبْنِ عَوْفٍ؟ قَالَ: کَانَ یَرُدُّ اِشَارَةً۔(٨)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلال سے پوچھا کہ ”نماز میں جب لوگ مسجد عمرو بن عوف میں حضور ﷺ کو سلام کہتے تھے تو آپ انہیں کس طرح جواب دیتے تھے؟ بلالؓ نے جواب دیا، کہ ”آپ اپنے ہاتھ سے اشارہ کر دیتے تھے۔“

—— امام ترمذی کہتے ہیں حضرت صہیب سے مروی حدیث حسن کی مرتبہ کی ہے۔ مجھے یہ حدیث لیث عن بکیر کے علاوہ اور دوسری سند معلوم نہیں اور یہ روایت زید بن اسلم نے ابن عمر کے حوالہ سے بھی بیان کی ہے۔ اس میں ہے کہ ابن عمر نے

بلال سے پوچھا نبی ﷺ نے لوگوں کے سلام کا جواب کس طرح دیا جب مسجد بنی عمرو بن عوف میں انہوں نے آپ کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ اشارہ سے ان کے سلام کا جواب دیتے تھے۔

—— امام ترمذی کہتے ہیں دونوں حدیثیں صحیح ہیں اگرچہ دونوں کے مواقع الگ الگ ہیں۔ ممکن ہے ابن عمر نے دونوں سے روایت کیا ہو۔

﴿۴﴾ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ ، اَنَّهُ سَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَرَدَّ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسرؓ راوی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں سلام کیا، جب کہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے، تو آپؐ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔

﴿۵﴾ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَةٍ ثُمَّ اَدْرَكْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَاَشَارَ اِلَيَّ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَانِيْ فَقَالَ: اِنَّكَ سَلَّمْتَ عَلَيَّ آنِفًا وَاَنَا اُصَلِّيْ وَاِنَّمَا هُوَ مُوَجِّهٌ يَوْمَئِذٍ اِلَى الْمَشْرِقِ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت جابرؓ خود روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت کے لیے بھیجا (واپسی) پر میں نے آپ کو نماز پڑھتے پایا، تو میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے مجھے اشارہ کیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر فرمایا: تو نے ابھی مجھے سلام کیا تھا، جب کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس روز آپ کا رخ مشرق کی طرف تھا۔

تشریح: اگر آدمی نماز میں ہو اور کوئی سلام کرے تو اشارے سے جواب دینا مفسد صلوٰۃ نہیں۔

۵۱۔ حضرت عائشہؓ کا ارشاد ہے کہ جب نبی ﷺ کا مرض سخت ہو گیا تو آپؐ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھانے لگے۔ ایک روز حضورؐ نے مرض میں کمی محسوس فرمائی اور نماز میں شریک ہونے کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب آپؐ کے آنے کی آہٹ پائی تو پیچھے ہٹنے لگے۔ مگر آپؐ نے اشارے سے ان کو منع کیا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ کھڑے رہے اور آں حضرت ﷺ ان کی بائیں جانب جا کر بیٹھ گئے۔ (متفق علیہ)

تخریج: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيٰى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، قَالَ: اَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِيْ مَرَضِهِ، فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ. قَالَ عُرْوَةُ: فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ، فَاِذَا اَبُوْبَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ، فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ اسْتَاْخَرَ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ اَنْ كَمَا اَنْتَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِذَآءَ اَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى جَنْبِهِ فَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ اَبِيْ بَكْرٍ۔ (۱۰)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کو حکم دیا کہ آپؐ کے مرض کے دوران میں لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ عروۃ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی طبیعت میں قدرے افاقہ محسوس فرمایا تو مسجد کی جانب نکلے (تو دیکھا) کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں، مگر ابوبکر نے جب حضورؐ کو دیکھا تو پیچھے

ہٹنا چاہا۔حضورؐ نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر اسی حالت پر قائم رہیں۔آپؐ ابوبکر کے برابر ایک پہلو میں بیٹھ گئے۔اب ابوبکر رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے اور دوسرے لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں۔

خشوع قلب وجوارح

۵۲ ۔ لَوْ خَشَعَ قَلْبُهُ خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ۔

''ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور ساتھ ساتھ داڑھی کے بالوں سے کھیلتا جاتا ہے، اس پر آپؐ نے فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔''

تخریج: ‹۱› **عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ اَبَانَ، قَالَ: رَاٰی ابْنُ الْمُسَيَّبِ رَجُلًا يَعْبَثُ بِلِحْيَتِهِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: اِنِّي لَارٰي هٰذَا لَوْخَشَعَ قَلْبُهُ، خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ۔**

ترجمہ: حضرت ابن میسّب نے دیکھا کہ ایک آدمی نماز میں اپنی ڈاڑھی کے بالوں سے کھیل رہا ہے۔تو انہوں نے کہا میں یقیناً اسے دیکھ رہا ہوں۔اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے جسم پر بھی خشوع طاری ہوتا۔

دوسری روایت:

‹۲› **عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ رَجُلٍ ، قَالَ: رَاٰی ابْنُ الْمُسَيَّبِ اَعْبَثُ بِالْحَصٰى فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: لَوْخَشَعَ قَلْبُهُ، خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ۔**(۱۱)

ترجمہ: ایک آدمی نے بیان کیا کہ ابن میسّب نے مجھے نماز میں سنگریزوں کے ساتھ بے فائدہ چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھ کر فرمایا: ''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء وجوارح پر بھی خشوع طاری ہوتا۔''

‹۳› **وَقَدْ اَخْرَجَ الْحَكِيْمُ التِّرْمِذِيُّ فِي نَوَادِرِ الْاُصُوْلِ لٰكِنْ بِسَنَدٍ ضَعِيْفٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا يَعْبَثُ بِلِحْيَتِهِ فِي صَلَاتِهِ. فَقَالَ: لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا. خَشَعَتْ جَوَارِحُهُ۔**(۱۲)

ترجمہ: ایک ضعیف السند روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں ایک آدمی کو اپنی ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا تو فرمایا: ''اگر اس کے قلب میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء وجوارح پر بھی خشوع طاری ہوتا۔''

ـــــ قَالَ الزَّيْنُ الْعِرَاقِيُّ فِي شَرْحِ التِّرْمِذِيِّ۔ وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ اَبُوْدَاوٗدَ النَّخَعِيُّ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ۔

ـــــ وَاِنَّمَا يُعْرَفُ هٰذَا عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ۔ وَقَالَ فِي الْمُغْنِيْ: سَنَدُهٗ ضَعِيْفٌ وَالْمَعْرُوْفُ اَنَّهٗ مِنْ قَوْلِ سَعِيْدٍ، رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُصَنَّفِهٖ، وَفِيْهِ رَجُلٌ لَمْ يُسَمَّ۔ وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ: قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ يَضَعُ الْحَدِيْثَ۔

ـــــ قُلْتُ: رَوَاهُ مَوْقُوْفًا عَلٰى سَعِيْدٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ فِي الزُّهْدِ، ج ۱، ص ۲۱۳: اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ رَجُلٍ عَنْهُ بِهٖ وَهٰذَا سَنَدٌ ضَعِيْفٌ بِجِهَالَةِ الرَّجُلِ۔

——— قُلْتُ: فَالْحَدِيثُ مَوْضُوعٌ مَرْفُوعاً ضَعِيفٌ مَوْقُوفاً، بَلْ مَقْطُوعاً۔(١٣)

ترمذی نے فضل بن عباس سے ان الفاظ سے روایت بیان کی ہے:

﴿۴﴾ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةُ مَثْنٰى مَثْنٰى تَشَهُّدٌ فِىْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَتَخَشُّعٌ وَتَضَرُّعٌ وَتَمَسْكُنٌ وَتَقَنُّعُ يَدَيْكَ يَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا اِلٰى رَبِّكَ مُسْتَقْبِلًا بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ وَتَقُوْلُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ! وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَذَا وَكَذَا۔(١٤)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز، دو، دو رکعت ہے۔ (دو، دو رکعات کر کے پڑھنی چاہیے) اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے اور خشوع وخضوع، انکساری اور عجز ہے، دست بستہ کھڑا ہونا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دونوں ہاتھوں کا سیدھے رخ اپنے رب کے حضور بلند کر کے یارب یارب پکارنا ہے۔ جس کسی نے ایسا نہ کیا، وہ ایسا ایسا ہے۔

——— قَالَ اَبُوْعِيسٰى سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمَاعِيلَ يَقُوْلُ: رَوٰى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ، فَاَخْطَاَ فِىْ مَوَاضِعَ، فَقَالَ عَنْ أَنَسِ بْنِ أَبِىْ اَنَسٍ، وَهُوَ عِمْرَانُ بْنُ أَبِىْ اَنَسٍ وَقَالَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَاِنَّمَا هُوَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نَافِعِ بْنِ الْعُمْيَا عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَقَالَ شُعْبَةُ: عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، وَاِنَّمَا هُوَعَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ مُحَمَّدٌ: وَحَدِيْثُ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ۔

﴿۵﴾ اَخْرَجَ الْحَكِيْمُ التِّرْمِذِىُّ مِنْ طَرِيْقِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِىْ بَكْرٍ عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَاقَالَتْ:رَاٰنِىْ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَتَمَيَّلُ فِىْ صَلَاتِىْ فَزَجَرَنِىْ زَجْرَةً، كِدْتُّ اَنْصَرِفُ عَنْ صَلَاتِىْ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا قَامَ اَحَدُ كُمْ فِى الصَّلَا ةِ فَلْيَسْكُنْ اَطْرَ افُهُ لَا يَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ، فَاِنَّ سُكُوْنَ الْاَ طْرَافِ فِى الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ۔(١٥)

ترجمہ: حضرت ام رومان والدہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بیان کیا، کہ مجھے ابوبکر نے دیکھ لیا کہ میں نماز میں جھوم رہی ہوں۔ تو انہوں نے مجھے تنبیہ کرتے ہوئے ذرا ڈانٹ کر کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہو، تو اس کے اعضاء میں سکون ہونا چاہیے۔ یہود کی طرح ناز و انداز نہ کیا جائے، کیونکہ نماز میں اعضاء کا سکون پذیر ہونا بھی نماز کی تکمیل کا ایک حصہ ہے۔

تشریح: خشوع کے اصل معنی ہیں کسی کے آگے جھک جانا، دب جانا، اظہار عجز وانکسار کرنا۔ اس کیفیت کا تعلق دل سے بھی ہے اور جسم کی ظاہری حالت سے بھی، دل کا خشوع یہ ہے کہ آدمی کسی کی ہیبت اور عظمت وجلال سے مرعوب ہو۔ اور جسم کا خشوع یہ ہے کہ جب وہ اس کے سامنے جائے تو سر جھک جائے۔ اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں، نگاہ پست ہوجائے، آواز دب جائے اور

ہیبت زدگی کے وہ سارے آثار اس پر طاری ہو جائیں، جو اس حالت میں فطرتاً طاری ہو جایا کرتے ہیں، جب کہ آدمی کسی زبردست باجبروت ہستی کے حضور پیش ہو۔ نماز میں خشوع سے مراد دل اور جسم کی یہی کیفیت ہے اور یہی نماز کی اصل روح ہے۔

اگرچہ خشوع کا تعلق حقیقت میں دل سے ہے اور دل کا خشوع آپ سے آپ جسم پر طاری ہوتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ابھی معلوم ہوا۔ لیکن شریعت میں نماز کے کچھ ایسے آداب بھی مقرر کر دیے گئے ہیں جو ایک طرف قلبی خشوع میں مددگار ہوتے ہیں اور دوسری طرف خشوع کی گھٹتی بڑھتی کیفیات میں فعل نماز کو کم از کم ظاہری حیثیت سے ایک معیار خاص پر قائم رکھتے ہیں۔ ان آداب میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی دائیں بائیں نہ مڑے اور نہ سر اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھے (زیادہ سے زیادہ صرف گوشۂ چشم سے ادھر ادھر دیکھا جا سکتا ہے۔ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نگاہ سجدہ گاہ سے متجاوز نہ ہونی چاہیے، مگر مالکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ نگاہ سامنے کی طرف رہنی چاہیے)۔ نماز میں ہلنا اور مختلف سمتوں میں جھکنا بھی ممنوع ہے۔ کپڑوں کو بار بار سمیٹنا، یا ان کو جھاڑنا، یا ان سے شغل کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس بات سے بھی منع کیا گیا کہ سجدے میں جاتے وقت آدمی اپنے بیٹھنے کی جگہ یا سجدے کی جگہ صاف کرنے کی کوشش کرے۔ تن کر کھڑے ہونا، بہت بلند آواز سے کڑک کر قراءت کرنا، یا قراءت میں گانا بھی آداب نماز کے خلاف ہے۔ زور زور سے جمائیاں لینا اور ڈکاریں مارنا بھی نماز میں بے ادبی ہے۔ جلدی جلدی مارا مار نماز پڑھنا بھی سخت ناپسندیدہ ہے۔ حکم یہ ہے کہ نماز کا ہر فعل پوری طرح سکون اور اطمینان سے ادا کیا جائے اور ایک فعل مثلاً رکوع یا سجود یا قیام یا قعود جب تک مکمل نہ ہولے دوسرا فعل شروع نہ کیا جائے۔ نماز میں اگر کوئی چیز اذیت دے رہی ہو تو اسے ایک ہاتھ سے دفع کیا جا سکتا ہے، مگر بار بار ہاتھوں کو حرکت دینا، یا دونوں ہاتھوں کو استعمال کرنا ممنوع ہے۔

ان ظاہری آداب کے ساتھ یہ چیز بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ آدمی نماز میں جان بوجھ کر غیر متعلق باتیں سوچنے سے پرہیز کرے۔ بلا ارادہ خیالات ذہن میں آئیں اور آتے رہیں تو یہ نفس انسانی کی ایک فطری کمزوری ہے۔ لیکن آدمی کی پوری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ نماز کے وقت اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو اور جو کچھ وہ زبان سے کہہ رہا ہو وہی دل سے بھی عرض کرے۔ اس دوران میں اگر بے اختیار دوسرے خیالات آ جائیں تو جس وقت بھی آدمی کو ان کا احساس ہو اسی وقت اسے اپنی توجہ ان سے ہٹا کر نماز کی طرف پھیر لینی چاہیے۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، المومنون، حاشیہ: ۳)

نماز باجماعت میں آگے پیچھے دیکھنے کی آپؐ کی خصوصیت

۵۳۔ يَاأُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ (بخاری)

”اے محمدؐ کی قوم! خدا کی قسم اگر تم کو وہ باتیں معلوم ہوتیں جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور بہت روتے۔“

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، اَنَّهُ قَالَ: يَاأُمَّةَ مُحَمَّدٍ! وَاللّٰهِ لَوْتَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا۔ (۱۶)

حاکم نے مستدرک میں حضرت ابوذر غفاری سے ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۱﴾ عَنْ اَبِىْ ذَرٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنِّىْ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَا

لَاتَسْمَعُوْنَ اَطَتِ السَّمَآءُ وَحَقٌّ لَّهَا اَنْ تَئِطَّ مَا فِيْهَا مَوطِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَى الْفُرُشِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَى الصَّعِدَاتِ تَجَارُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَلَوَدِدْتُّ اِنِّىْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، تمہیں وہ دکھائی نہیں دے رہا اور جو کچھ میں سن رہا ہوں وہ تمہیں سنائی نہیں دے رہا۔ (میں سن رہا ہوں) کہ آسمان سے چڑ چڑاہٹ کی آواز آرہی ہے اسے مناسب یہی ہے کہ وہ چڑ چڑائے۔ چپہ بھی جگہ کہیں خالی نظر نہیں آتی کہ ہر جگہ فرشتہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی پیشانی ٹکائی ہوئی ہے۔ بخدا، اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہوتیں جو میں جانتا ہوں تو پھر کم ہنستے اور روتے زیادہ۔ اور اپنی بیویوں سے زن وشو کے تلذذ کو چھوڑ دیتے اور بلند مقامات کی جانب نکل کھڑے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ تلاش کرتے۔ میری خواہش تھی کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ ڈالا جاتا۔

—— هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

۵۵۔ لَارَاكُمْ مِنْ وَّرَائِىْ كَمَا اَرَاكُمْ۔(بخاری)

’’میں تم کو پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے دیکھتا ہوں۔‘‘

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ، قَالَ: اَنَا مَالِكٌ، عَنْ اَبِى الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِىْ هٰهُنَا؟ فَوَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَىَّ خُشُوْعُكُمْ وَلَا رُكُوْعُكُمْ اِنِّىْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَرَآءِ ظَهْرِىْ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’کیا ادھر میرے سامنے سے تمہیں کچھ نظر آتا ہے؟ خدا کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارا رکوع۔ یقیناً میں تمہیں اپنی پشت پیچھے سے دیکھ رہا ہوتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک سے مروی روایت:

﴿۲﴾ قَالَ: صَلّٰى بِنَا النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً ثُمَّ رَقِىَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: فِى الصَّلٰوةِ وَفِى الرُّكُوْعِ اِنِّىْ لَاَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ كَمَا اَرَاكُمْ۔ (۱۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، نماز کے بعد آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: ’’تمہاری نماز اور تمہارے رکوع میں، میں تمہیں پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے دیکھتا ہوں۔‘‘

بخاری نے کتاب الاذان میں انہیں سے ایک روایت نقل کی ہے:

﴿۳﴾ اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِىْ اور اَقِيْمُوْا صُفُوْفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَاِنِّىْ اَرَاكُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِىْ۔ (۱۹)

ترجمہ: فرمایا صفیں قائم کرو۔ کیونکہ میں تم کو اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ صفیں باندھو اور ترتیب سے ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو، کیونکہ میں تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

انس بن مالک سے روایت:

﴿۴﴾ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِلنَّاسِ اَحۡسِنُوۡا صَلٰوتِکُمۡ. فَاِنِّی اَرَاکُمۡ خَلۡفِی کَمَا اَرَاکُمۡ اَمَامِی۔(۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اپنی نمازوں میں حسن پیدا کرو (خوب اچھے طریقے سے پڑھو) کیونکہ میں تم کو اپنے پیچھے سے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے آگے سے دیکھتا ہوں۔

تشریح: یہ کثرت آیات اور روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسولوں کو جو علم غیب دیا گیا تھا وہ اس سے بہت زیادہ تھا جو ان کے واسطے سے بندوں تک پہنچا اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ایسا ہو۔ کیونکہ بندوں کو تو غیب کی صرف وہی باتیں معلوم ہونے کی ضرورت ہے، جن کا تعلق عقائد ایمانیہ سے ہے۔ لیکن رسولوں کو ان کے سوا اور بہت سی ایسی معلومات ہونی چاہئیں جو فرائض رسالت انجام دینے میں ان کے لیے مددگار ہوں۔ جس طرح سلطنت کی پالیسی اور اس کے اسرار سے نائب السلطنت اور گورنروں کا ایک خاص حد تک واقف ہونا ضروری ہے اور عام رعایا تک ان رازوں کا پہنچ جانا بجائے مفید ہونے کے الٹا مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح ملکوت الٰہی کے بھی بہت سے اسرار ہیں جو خدا کے خاص نمائندے اور اس کے رسول جانتے ہیں اور عام رعیت ان سے بے خبر ہے۔ یہ علم غیب رسولوں کو تو اپنے فرائض انجام دینے میں مدد دیتا ہے لیکن عام رعایا نہ اس علم کی ضرورت ہی رکھتی ہے اور نہ اس کا تحمل ہی کر سکتی ہے۔ (زیادہ صحت کے ساتھ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ مجملاً بس اس قدر ہے کہ نبی کا علم خدا کے علم سے کم اور بندوں کے علم سے زیادہ ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کتنا ہوتا ہے اور کتنا نہیں تو اس کو ناپنے کا کوئی پیمانہ ہمارے پاس نہیں ہے۔) (رسائل و مسائل حصہ اوّل، علم غیب رسل)

خانہ کعبہ میں آپؐ کی نماز کا واقعہ

۵۵۔ مسند احمد میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو حرم میں خانہ کعبہ کے اس گوشے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے دیکھا جس میں حجر اسود نصب ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے، جب کہ ابھی فاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ (الحجر:۹۴) ”جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے، اسے ہانکے پکارے کہہ دو) کا فرمان الٰہی نازل نہیں ہوا تھا۔ مشرکین اس نماز میں آپؐ کی زبان سے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (الرحمٰن:۱۳،۱۶،۲۱ وغیرہ) کے الفاظ سن رہے تھے۔“ (تفہیم القرآن، ج۵: تمہید سورۂ رحمٰن)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ ،حَدَّثَنِیۡ اَبِیۡ ، ثَنَا یَحۡیٰ بۡنُ اِسۡحَاقَ، قَالَ: انا ابۡنُ لَهِیۡعَةَ عَنۡ اَبِی الۡاَسۡوَدِ، عَنۡ عُرۡوَةَ، عَنۡ اَسۡمَاءَ بِنۡتِ اَبِیۡ بَکۡرٍ، قَالَتۡ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ یَقۡرَأُ وَهُوَ یُصَلِّیۡ نَحۡوَ الرُّکۡنِ قَبۡلَ اَنۡ یَّصۡدَعَ بِمَا یُؤۡمَرُ وَالۡمُشۡرِکُوۡنَ یَسۡتَمِعُوۡنَ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔(۲۱)

ماٰخذ

(۱) بخاری،ج۱،کتاب الجمعة، باب المشی الی الجمعة الخ۔ قول اللّٰہ عزوجل فاسعوا الی ذکر اللّٰہ الخ۔☆مسلم، ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب اتیان الصلوٰة بوقار الخ۔☆ ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰة، باب السعی الی الصلوٰة۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی المشی الی المسجد۔☆ نسائی،ج۲،کتاب الامامة، السعی الی الصلوٰة۔ ☆ ابن ماجه: کتاب المساجد و الجماعات، باب المشی الی الصلوٰة۔☆موطا امام مالك ج۱، باب ماجاء فی النداء ☆مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۷۰۔ ۲۸۲۔ ۳۱۸۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۴۲۷۔ ۴۵۲۔ ٤٦٠۔ ٤٧٢۔ ٤٨٩۔ ٥٢٩۔ ٥٣٢۔ ج ٥، ص ٣٠٦۔ ٣١٠۔☆مسند ابی عوانه،ج۱، باب حظر السعی لاتیان المسجد۔ نسائی نے ابتدا "اذا اتیتم الصلوٰة" اوراختتام "فاقضوا"پرکیا ھے۔☆دارمی،ج۱، باب کیف یمشی الی الصلوٰة۔

(۲) بخاری،ج۱، کتاب الاذان، باب قول الرجل فاتتناالصلوٰة الخ۔☆مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰة، باب استحباب اتیان الصلوٰة بوقارو سکینة الخ ۔☆مسند احمد بن حنبل، ج٥، ابوقتادہ انصاریؓ۔ مسلم اور مسنداحمد میں "فاتکم" کی جگه"ماسبقکم" ھے۔☆دارمی،ج۱، باب ٥٩ کیف یمشی الی الصلوٰة۔دارمی میں"اذا اتیتم" سے آخر تك ھے۔☆ مسند ابی عوانه ، ج ۲، ص ۸۳ نهی النبی عن الاستعجال الیٰ الصلوٰة۔

(۳) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب لایسعی إلی الصلوة ولیأت بالسکینة۔

(٤) ابوداؤد: کتاب الصلوٰة، باب السعی الی الصلوٰة☆کنزالعمال ج۷، ص٦٤٥ تا ٦٤٧ پرمزید روایات یکجا نقل کی گئی ھیں۔

(٥) ترمذی: ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی المشی الی الصلوٰة۔

(٦) نسائی، ج۳،کتاب السهو، باب رد السلام بالا شارة فی الصلوٰة۔☆ ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی الاشارة فی الصلوٰة۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص ۳۳۲، عن صهیب بن سنان۔

(۷) نسائی،ج۳، کتاب السهو، باب رد السلام بالا شارة فی الصلوٰة☆ابن ماجه:کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب المصلی یسلم علیه کیف یرد۔

(۸) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی الاشارة فی الصلوٰة۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۲،کتاب الصلوٰة، باب الاشارة بردالسلام۔

(۹) نسائی،ج۳، کتاب السهو، باب رد السلام بالا شارة فی الصلوٰة۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها۔

(۱۰) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب من قام الی جنب الامام لعلة۔کتاب الانبیاء۔ ☆ مسلم ج۱، کتاب الصلوٰة،

باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر من مرض الخ۔ ☆ ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوة والسنة فيها، باب ماجاء فی صلوٰة رسول الله ﷺ فی مرضه۔☆مسند احمد، ج ۱، ص ۲۱۔۳۹۶۔۴۰۵، ج ۵، ص ۴٦۱۔ (قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ)۔

(۱۱) المصنف لعبد الرزاق، ج۲، کتاب الصلوٰة، باب العبث فی الصلوٰة۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبه،ج۲، کتاب الصلوات، باب فی مس اللحية فی الصلوٰة۔☆السنن الكبرىٰ للبیهقی، ج ۲☆کنزالعمال،ج۸، عن علی العسكری فی المواعظ وفیه زياد بن المنذر، متروك۔☆روح المعانی، جز۱۸، ص۳، مجلد ۱٦–۱۸ سوره مومنون زیر آیت ”الذين هم فی صلوٰتهم خاشعون“ کے تحت بیان کرتے هیں۔

(۱۲) بحواله الاحاديث الضعيفه للألبانی، ص ۱۰۔☆ کنزالعمال، ج۳، ص۱٤٦ بحوالهٔ الحكيم عن ابی هريره۔

(۱۳) الاحاديث الضعيفه والموضوعه، ص ۱۰ حدیث نمبر ۱۱۰۔

(۱٤) ترمذی ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی التخشع فی الصلوٰة۔

(۱۵) تفسير روح المعانی ، جز ۱۸، سورة المومنون۔ زیر آیت الذين هم فی صلوٰتهم خاشعون۔

(۱٦) بخاری،ج۲،کتاب الأيمان والنذور، باب كيف كان يمين النبی ﷺ۔ ج۱،کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الكسوف۔ ج۲، کتاب النکاح،کتاب الرقاق،☆مسلم،ج۲،کتاب الفضائل، باب توقيره ﷺ وتبرك اكثار سواله الخ اورج۱،کتاب الکسوف، ☆ترمذی، ج۲،ابواب التفسير، اور ابواب الزهد۔☆نسائی،ج۳،کتاب الکسوف، باب نوع آخر منه عن عائشه۔☆ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الحزن والبكاء۔☆موطا امام مالك، ج۱،ص ۱۵۰، العمل فی صلوٰة الکسوف۔☆دارمی، ج۲، كتاب الرقاق، باب لوتعلمون ما اعلم، عن انس۔☆مسند احمد، ج ۲، ص ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۵۸، ٤۱۸، ٤۳۲، ٤۵۳، ٤٦۷، ٤۷۷، ۵۰۲۔ مسند میں ”والذی نفس محمد بيده“ سے آغاز کیا گیا هے۔

(۱۷) المستدرك،ج٤، ص۵۸۹،کتاب الاهوال۔

(۱۸) بخاری،ج۱، کتاب الصلوة، باب عظة الامام الناس فی الصلوٰة وذكر القبلة۔

(۱۹) بخاری،ج۱، کتاب الاذان، باب اقبال الامام على الناس عند تسوية الصفوف☆مسلم،ج۱،کتاب الصلوة، باب الأمر بتحسين الصلوٰة واتمامها والخشوع فيها۔☆موطا امام مالك،ج۱، باب العمل فی جامع الصلوٰة، عن ابی هريرة۔

(۲۰) مسند احمد، ج ۲، ص ۳۷۹ اور ج ۳، ص۲٤۰۔

(۲۱) مسند احمد، ج ٦، ص ۳٤۹۔

فصل:۹

عورتوں کی نماز باجماعت میں شمولیت

۵۶۔لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ[۱]

''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے منع نہ کرو، مگر وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ۔(۱)

عبداللہ بن عمر سے مروی روایت:

〈۲〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَاتَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ۔(۲)

ابن ماجہ میں ابن عمر سے مروی روایت:

〈۳〉 اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: لَا تَمْنَعُوْا اِمَآءَ اللّٰهِ اَنْ تُصَلِّيْنَ فِي الْمَسْجِدِ الخ۔(۳)

بخاری میں ابن عمرؓ سے مروی روایت:

〈۴〉 عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اِذَا اسْتَأْذَنَتْ اِمْرَاَةُ اَحَدِكُمْ فَلَا تَمْنَعْهَا۔(۴)

—— نسائی نے فَلَا تَمْنَعْهَا کے بجائے فَلَا يَمْنَعْهَا روایت کیا ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی ایک اور روایت:

〈۵〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اِذَا اسْتَاْذَنَكُمْ نِسَآءُكُمْ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاْذَنُوْا لَهُنَّ۔(۵)

مسلم میں ابن عمرؓ کی ایک اور روایت:

〈۶〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِئْذَنُوْا لِلنِّسَآءِ بِاللَّيْلِ اِلَى الْمَسَاجِدِ۔(۶)

عورت کا خوشبو لگا کر مسجد میں آنا

۵۷۔ایک عورت مسجد سے نکل کر جارہی تھی کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس کے پاس سے گزرے اور انہوں نے محسوس کیا کہ وہ خوشبو لگائے ہوئے ہے۔ انہوں نے اسے روک کر پوچھا، ''اے خدائے جبار کی بندی! کیا تو مسجد سے آرہی ہے؟ اس نے کہا

---

[۱] تَفِلَاتٌ۔ وَاحِدُ التَّفِلَةُ الَّتِيْ لَاطِيْبَ لَهَا (مرتب)۔

''ہاں''۔ بولے میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو عورت مسجد میں خوشبو لگا کر آئے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ گھر جا کر غسل جنابت نہ کر لے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَآ سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ عُبَيْدٍ (اللّٰهِ)مَوْلٰى اَبِىْ رُهْمٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ ، قَالَ: لَقِيَتْهُ امْرَاَةٌ وَجَدَ مِنْهَا رِيحَ الطِّيْبِ (يَنْفَحُ) وَلِذَيْلِهَا اِعْصَارٌ ، فَقَالَ: يَا اَمَةَ الْجَبَّارِ، جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ، قَالَ: وَلَهُ تَطَيَّبْتِ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، قَالَ: اِنِّىْ سَمِعْتُ حِبِّىْ اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ يَقُوْلُ: لَاتُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَاَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهٰذَا الْمَسْجِدِ حَتّٰى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ۔(۷)

۵۸ ۔اِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْاَةُ فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِىَ كَذَاوَكَذَا قَالَ قَوْلًا شَدِيْدًا.

''جو عورت عطر لگا کر راستے سے گزرے تا کہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں تو وہ ایسی ایسی ہے۔ آپ نے اس کے لیے بڑے سخت الفاظ استعمال فرمائے۔''

تخریج:⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰ ، اَخْبَرَنَا ثَابِتُ بْنُ عَمَّارَةَ، حَدَّثَنِىْ غُنَيْمُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ اَبِىْ مُوْسىٰ، عَنِ النَّبِىِّ ﷺ قَالَ: اِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْاَةُ فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِىَ كَذَاوَكَذَاقَالَ قَوْلًا شَدِيْدًا۔(۸)

ترمذی نے متذکرہ بالا حدیث کے علاوہ ایک اور روایت بھی نقل کی ہے:

⟨۲⟩ عَنْ اَبِىْ مُوْسىٰ، عَنِ النَّبِىِّ ﷺ، قَالَ كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْاَةُ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِىَ كَذَا وَكَذَا، يَعْنِىْ زَانِيَةٌ۔(۹)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کے حوالہ سے آپ کا ارشاد بیان کیا کہ ''ہر آنکھ مرتکب زنا ہونے والی ہے اور جب عورت عطر لگا کر راستے سے لوگوں کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ایسی ہے۔'' یعنی زانیہ ہے۔

مسلم اور نسائی نے زینب ثقفیہ سے ایک اور روایت نقل کی ہے:

⟨۳⟩ اِنَّ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةَ كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَنَّهُ قَالَ اِذَا شَهِدَتْ اِحْدَاكُنَّ الْعِشَآءَ، فَلَا تَطَيَّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ۔(۱۰)

ترجمہ: حضرت زینب ثقفیہ رسول اللہ کے حوالہ سے بیان کرتی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا: ''جب تم عورتوں میں سے کوئی نماز عشاء میں حاضر ہو تو اس رات خوشبو نہ لگائے۔''

ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت نقل کی ہے:

⟨۴⟩عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَيُّمَاامْرَاَةٍ اَصَابَتْ بَخُوْرًا فَلَا تَشْهَدَنَّ مَعَنَاالْعِشَاءَ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جو عورت بخور کی خوشبو لگائے تو وہ ہمارے ساتھ نماز میں کسی صورت بھی حاضر نہ ہو۔''

عورت کیسی خوشبو استعمال کرے

۵۹۔ آپ کی ہدایت تھی کہ عورتوں کو وہ خوشبو استعمال کرنی چاہیے جس کا رنگ تیز ہو اور بو ہلکی ہو۔ (ابوداؤد)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ. نَا اَبُوْدَاوُدَ الْحَفْرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْجَرِيْرِيِّ، عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طِيْبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيْحُهُ وَخَفِیَ لَوْنُهُ وَطِيْبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِیَ رِيْحُهُ۔ (۱۲)

ترجمہ: مردوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کی بو نمایاں ہو اور رنگ پوشیدہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے کہ جس کا رنگ نمایاں ہو اور بو ہلکی ہو۔

ابوداؤد نے لمبی حدیث بیان کی ہے، اس کے آخری فقروں میں ارشاد ہے:

﴿۲﴾ اَلَا وَاِنَّ طِيْبَ الرِّجَالِ مَاظَهَرَ رِيْحُهُ، وَلَمْ يَظْهَرْ لَوْنُهُ، اَلَا اِنَّ طِيْبَ النِّسَاءِ مَاظَهَرَ لَوْنُهُ وَلَمْ يَظْهَرْ رِيْحُهُ۔ (۱۳)

ترجمہ: ''سنو، کہ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو تیز ہو اور رنگ تیز نہ ہو۔ اور سنو کہ عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ تیز یعنی نمایاں ہو اور اس کی بو ہلکی ہو۔''

﴿۳﴾ اَلَا وَطِيْبُ الرِّجَالِ رِيْحٌ لَا لَوْنَ لَهُ اَلَا وَطِيْبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيْحَ لَهُ۔

ترجمہ: سنو، مردوں کی خوشبو کی بو ہوتی ہے، اس کی رنگت نہیں ہوتی۔ اور عورتوں کی خوشبو کی رنگت ہوتی ہے، بو نہیں ہوتی۔

تشریح: (مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ رسول ﷺ نے نگاہ کے علاوہ دوسرے حواس کو مشتعل کرنے والی چیزوں سے بھی قرآن کی روشنی میں منع فرمادیا کہ یہ اظہار زینت میں شامل ہے) چنانچہ آپؐ نے عورتوں کو حکم دیا کہ (وہ) خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

اسی طرح آپؐ نے اس بات کو بھی ناپسند فرمایا کہ عورتیں بلاضرورت اپنی آواز مردوں کو سنائیں۔ ضرورت پڑنے پر بات کرنے کی اجازت تو خود قرآن میں دی گئی ہے، اور لوگوں کو دینی مسائل خود نبی ﷺ کی ازواج مطہرات بتایا کرتی تھیں۔ لیکن جہاں اس کی نہ ضرورت ہو اور نہ کوئی دینی یا اخلاقی فائدہ، وہاں اس بات کو پسند نہیں کیا گیا ہے کہ عورتیں اپنی آواز غیر مردوں کو سنائیں۔ چنانچہ نماز میں اگر امام بھول جائے تو مردوں کو حکم ہے کہ سبحان اللہ کہیں، مگر عورتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کریں۔ اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ۔[1] (بخاری و مسلم)

---

[1] تفہیم القرآن، ج ۳، النور حاشیہ: ۴۷۔

گر کوئی شخص بلا عذر مسجد میں حاضر نہ ہوا اور اپنے گھر میں نماز پڑھے تو نبی ﷺ کے قول کے مطابق اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی، حاکم بروایت ابن عباس) لیکن نبی ﷺ نے عورتوں کو جمعہ کی فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیا۔ ابوداؤد بروایت ام عطیہ۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۴۹)

۶۰ ۔ اپنی عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روکو نہیں، اگرچہ ان کے گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، ثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، اَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنِیْ حَبِیْبُ ابْنُ اَبِیْ ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تَمْنَعُوْا نِسَآءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُهُنَّ خَیْرٌ لَّهُنَّ۔ (١٤)

⟨۲⟩ لَا تَمْنَعُوْا نِسَآءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ وَبُیُوْتُهُنَّ خَیْرٌ لَّهُنَّ۔

عورت کا مسجد کی بجائے اپنے گھر نماز پڑھنا بہتر ہے

۶۱ ۔ ام حمید ساعدیہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ مجھے آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے کا بڑا شوق ہے۔'' فرمایا، ''تمہارا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا برآمدے میں پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھنا جامع مسجد میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ (احمد، طبرانی)
(تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۴۹)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا هَارُوْنُ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ دَاوُدُ بْنُ قَیْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سُوَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ، عَنْ عَمَّتِهِ اُمِّ حُمَیْدٍ اَمْرَاَةِ اَبِیْ حُمَیْدِ نِ السَّاعِدِیِّ، اَنَّهَا جَآءَ تِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ اُحِبُّ الصَّلٰوةَ مَعَکَ قَالَ: قَدْ عَلِمْتُ اَنَّکِ تُحِبِّیْنَ الصَّلٰوةَ مَعِیْ، وَصَلَاتُکِ فِیْ بَیْتِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ حُجْرَتِکِ، وَصَلَاتُکِ فِیْ حُجْرَتِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ دَارِکِ، وَصَلَاتُکِ فِیْ دَارِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ، وَصَلَاتُکِ فِیْ مَسْجِدِ قَوْمِکِ خَیْرٌ لَّکِ مِنْ صَلَاتِکِ فِیْ مَسْجِدِیْ، قَالَ: فَاَمَرَتْ فَبُنِیَ لَهَا مَسْجِدٌ فِیْ اَقْصٰی شَیْءٍ مِنْ بَیْتِهَا وَاَظْلَمِهٖ فَکَانَتْ تُصَلِّیْ فِیْهِ حَتّٰی لَقِیَتِ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ۔ (١٥)

ابوداؤد نے عبداللہ بن مسعود سے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے:

⟨۲⟩ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْاَةِ فِیْ بَیْتِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِیْ حُجْرَتِهَا، وَصَلَا تُهَا فِیْ مَخْدَعِهَا اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِیْ بَیْتِهَا۔ (١٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ کا ارشاد بیان کیا کہ ''عورت کا اپنے کمرے میں نماز پڑھنا،

اپنے برآمدے میں پڑھنے سے افضل ہے اور اس کا اپنی عقبی کوٹھڑی میں (بڑے کمرے میں جو کوٹھڑی ہوتی ہے) نماز پڑھنا اس کے اپنے ذاتی کمرے میں پڑھنے سے افضل ہے۔

۶۲۔ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ.

ترجمہ: (حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں نبی ﷺ کے یہ الفاظ ہیں) ''کہ عورتوں کے لیے بہترین مسجد ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔'' (احمد، طبرانی) (تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۴۹)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ، ثَنَا يَحْیَ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: ثَنَا رُشْدَيْنُ، حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو، عَنْ اَبِی السَّمْحِ عَنِ السَّائِبِ مَوْلٰی اُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ۔(۱۷)

۶۳۔ مسجد نبوی میں حضور ﷺ نے عورتوں کے داخل ہونے کے لیے ایک الگ دروازہ مخصوص کر دیا تھا۔

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ، ثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ، ثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَآءِ. قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتّٰی مَاتَ۔(۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا: ''کاش! ہم اس خاص دروازے کو عورتوں کے لیے مخصوص کر دیں۔'' نافع کہتے ہیں تادم زیست ابن عمر پھر کبھی اس دروازے سے داخل نہیں ہوئے۔

قَالَ اَبُوْدَاؤدَ: رَوَاهُ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ: قَالَ عُمَرُ، وَهٰذَا اَصَحُّ۔

۶۴۔ جماعت میں عورتوں کی صفیں مردوں سے پیچھے رکھی جاتی تھیں اور نماز کے خاتمے پر حضور سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر توقف فرماتے تھے، تاکہ مردوں کے اٹھنے سے پہلے عورتیں اٹھ کر چلی جائیں۔ (احمد و بخاری)

(تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۴۹)

تخریج: حَدَّثَنَا يَحْیٰ بْنُ قَزْعَةَ قَالَ: حَدَّثَنَآ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ هِنْدَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَآءُ حِيْنَ يَقْضِیْ تَسْلِيْمَهٗ وَيَمْكُثُ هُوَ فِیْ مَقَامِهٖ يَسِيْرًا قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ، قَالَ: نَرٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اَنَّ ذٰلِكَ كَانَ لِكَیْ تَنْصَرِفَ النِّسَآءُ قَبْلَ اَنْ يُدْرِكَهُنَّ مِنَ الرِّجَالِ۔(۱۹)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ پوری طرح سلام پھیرتے تو عورتیں اپنی جگہ سے اٹھ جاتی تھیں اور حضورؐ اپنی جگہ پر تھوڑی دیر ٹھہرے رہتے کہ وہ اٹھ جائیں۔ راوی کہتا ہے ہمارا خیال ہے کہ حضورؐ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ عورتیں اپنی جگہ سے اٹھ جائیں قبل اس کے کہ کسی مرد سے ان کا آمنا سامنا ہو۔

مردوں اور عورتوں کے لیے بہترین صف

۶۵۔ آپؐ کا ارشاد تھا کہ مردوں کی بہترین صف سب سے آگے کی صف ہے اور بدترین صف سب سے پیچھے (یعنی عورتوں

سے قریب) کی صف ہے۔ اور عورتوں کی بہترین صف سب سے پیچھے کی صف ہے اور بدترین صف سب سے آگے کی (یعنی مردوں سے قریب کی) صف ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۴۹)

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا زُهَيْرُبْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا، وَشَرُّهَا اٰخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اٰخِرُهَا، وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا۔(۲۰)

〈۲〉 سَاَلَ رَجُلٌ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ : هَلْ كُنَّ النِّسَآءُ يَشْهَدْنَ الصَّلٰوةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ؟ قَالَ اِيْهَا اللّٰهِ! اِذًا فَلِمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَخَيْرُ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اَلصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَشَرُّ صُفُوْفِ النِّسَآءِ اَلصَّفُّ الْمُقَدَّمُ وَخَيْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَلصَّفُّ الْمُقَدَّمُ وَشَرُّ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَلصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ۔

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ آیا عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتی تھیں تو انہوں نے جواب دیا۔ ہاں، خدا کی قسم! اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر حضورؐ کے مندرجہ ذیل ارشاد کا کیا مطلب ہے؟ ''عورتوں کی بہترین صف، پیچھے کی صف ہے اور بدترین صف سب سے آگے کی اور مردوں کی بہترین صف سب سے آگے کی صف ہے اور بدترین صف سب سے پیچھے کی صف ہے۔''

نمازعیدین میں عورتوں کی شرکت

۶۶۔ عیدین کی نماز میں عورتیں شریک ہوتی تھیں، مگر ان کی جگہ مردوں سے الگ تھی اور نبی ﷺ خطبے کے بعد عورتوں کی طرف جا کر ان کو الگ خطاب فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، بخاری ومسلم) (تفہیم القرآن، ج ۳، النور، حاشیہ: ۴۹)

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، قَالَ: ثَنَايَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ : اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلَ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ الخ۔(۲۱)

ترجمہ: حضرت ام عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ عید کے روز حائضہ عورتوں اور کنواریوں کو ساتھ لائیں کہ وہ مسلمانوں کی جماعت، اور ان کی دعا میں موجود ہوں۔ البتہ حائضہ عورتیں نماز پڑھنے کی جگہ سے دور رہیں۔

ترمذی نے قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ روایت نقل کر کے لکھا ہے:

—— قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: حَدِيْثُ اُمِّ عَطِيَّةَ، حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اِلٰى هٰذَاالْحَدِيْثِ، وَرَخَّصَ لِلنِّسَآءِ فِى الْخُرُوْجِ اِلَى الْعِيْدَيْنِ، وَكَرِهَه بَعْضُهُمْ۔ وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ قَالَ: اَكْرَهُ الْيَوْمَ الْخُرُوْجَ لِلنِّسَآءِ فِى الْعِيْدَيْنِ۔ فَاِنْ اَبَتِ الْمَرْاَةُ اِلَّا اَنْ تَخْرُجَ فَلْيَاْذَنْ لَهَا زَوْجُهَا اَنْ تَخْرُجَ فِىْ اَطْمَارِهَا(پرانالباس) وَلَا تَتَزَيَّنْ فَاِنْ اَبَتْ اَنْ تَخْرُجَ كَذٰلِكَ فَلِلزَّوْجِ اَنْ يَمْنَعَهَا عَنِ الْخُرُوْجِ۔

——— امام ترمذی نے حضرت ام عطیہ سے مروی حدیث کو حسن صحیح قرار دے کر اس مسئلہ میں اہل علم کی مختلف آراء نقل کی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ بعض اہل علم نے اس حدیث کو لیا ہے اور انہوں نے نماز عیدین کے لیے عورتوں کے نکلنے کی رخصت دی ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اسے ناپسند کیا ہے۔ ابن المبارک کا یہ قول منقول ہے کہ آج (اپنے دور میں) عیدین کے لیے عورتوں کے نکلنے کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔ البتہ اگر عورت نکلنے پر بضد ہو اور اصرار کرے تو اس کے شوہر کو اس شرط کے ساتھ اجازت دینی چاہیے کہ وہ اپنے سادہ اور پرانے لباس میں جائے گی اور زیب وزینت سے نہیں نکلے گی۔ اگر یہ شرط اسے منظور نہ ہو تو شوہر اسے روک دے۔

﴿۲﴾ وَيُرْوىٰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَوْ رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ وَيُرْوىٰ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِىِّ اَنَّهٗ كَرِهَ الْيَوْمَ الْخُرُوْجَ لِلنِّسَآءِ اِلَى الْعِيْدِ۔(۲۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: اگر رسول اللہ ﷺ وہ چیزیں ملاحظہ فرما لیتے جو عورتوں نے ایجاد کر کے اختیار کر لی ہیں تو لازماً انہیں روک دیتے۔ سفیان ثوری سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے اپنے زمانے میں عورتوں کا عید کے لیے نکلنا مکروہ قرار دیا۔

مرد و عورت کی آمد و رفت کے جدا جدا راستے

۶۷۔ اِسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِيْقِ۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی کے باہر آں حضرت ﷺ نے دیکھا کہ راستے میں مرد اور عورت سب گڈمڈ ہو گئے ہیں۔ اس پر آپ نے عورتوں سے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ، تمہارے لیے سڑک کے بیچ میں چلنا درست نہیں ہے، کنارے پر چلو''۔ یہ ارشاد سنتے ہی عورتیں کنارے ہو کر دیواروں کے ساتھ چلنے لگیں۔ (ابوداؤد) (تفہیم القرآن، ج ۳، النور حاشیہ: ۴۹)

تخریج:﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِىْ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِى الْيَمَانِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَبِىْ عَمْرِو بْنِ حَمَّاسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ اَبِىْ اُسَيْدِ نِ الْاَنْصَارِىِّ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَآءِ فِى الطَّرِيْقِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلنِّسَآءِ اِسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّهٗ لَيْسَ لَكُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ (اى ''ليس لكن ان تمشى فى وسطها'') عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيْقِ فَكَانَتِ الْمَرْاَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى اَنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوْقِهَا بِهٖ۔(۲۳)

ترجمہ: حضرت ابواسید انصاری سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد سے باہر نکلتے وقت یہ ارشاد فرماتے سنا، جب کہ مرد اور عورتیں سب ایک راستہ میں گڈمڈ ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے عورتوں سے فرمایا: ٹھہر جاؤ تمہارے لیے سڑک کے بیچ میں چلنا ٹھیک نہیں ہے۔ کنارے، کنارے چلو۔ یہ ارشاد سنتے ہی عورتیں کنارے ہو کر دیواروں کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔ حتیٰ کہ ان کے کپڑے دیوار سے چمٹ جاتے تھے۔

ابوداؤد نے ایک اور روایت ابن عمر سے درج ذیل الفاظ میں نقل کی ہے:

﴿۲﴾ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی اَنْ یَمْشِیَ یَعْنِیِ الرَّجُلَ بَیْنَ الْمَرْاَتَیْنِ۔ (۲۴)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو دوعورتوں کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: اسلام عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول اور مخلوط سوسائٹی (Mixed Society) کا قطعی قائل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب عورتوں نے یہ چاہا کہ انہیں مسجد نبوی میں آکر حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے تو آپؐ نے انہیں منع تو نہیں کیا، مگر فرمایا کہ:

''تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میری مسجد میں آکر پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا اپنے گھر کے اندر کے کسی حجرے میں نماز پڑھنا اپنے گھر کے دالان میں پڑھنے سے بہتر ہے۔

پھر جب عورتوں نے اس شوق کا اظہار کیا کہ وہ آپؐ کے پیچھے نماز باجماعت میں شریک ہوں تو آپؐ نے صرف صبح اور عشاء کے وقت آنے کی اجازت دی۔ ان کے آنے جانے کے لیے الگ دروازہ مخصوص کردیا اور ان کے لیے مردوں کی صفوں کے پیچھے کی صفیں مقرر فرمائیں۔ اس زمانے میں صبح کی نماز ایسے وقت ختم ہوتی تھی جب نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے واپس جاتے وقت بھی اتنا اندھیرا ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔ عشاء کی نماز میں شریک ہونے کی اجازت بھی اس لیے دی گئی تھی کہ اس زمانے میں بجلی کی روشنی نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے پیچھے کی صفوں میں کھڑی ہونے والی عورتیں چھپی رہتی تھیں۔ پھر حکم یہ تھا کہ نماز ختم ہونے کے بعد مرد بیٹھے رہیں اور جب عورتیں چلی جائیں اس وقت اٹھیں۔

جس مذہب کی یہ تعلیمات ہوں اس کے متعلق پوچھنا کہ وہ عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماعات کی اجازت دیتا ہے (نہایت مضحکہ خیز بات ہے)۔ (تصریحات ص ۲۲۴، ۲۲۵ مرتبہ سید منصور خالد)

ماٰخذ

(۱) ابوداؤد، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الٰی المسجد۔ ☆دارمی، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ۵۷ النهی عن منع النساء عن المسجد وکیف یخرجن اذا خرجن۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج ۳ ☆مصنف عبدالرزاق، ج ۳، کتاب الصلوٰۃ، باب شهود النساء الجماعة۔ ☆کنزالعمال، ج ۱٦، ص ٤١٤، حدیث ٤٥١٧٥۔

(۲) مسلم، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الٰی المساجد۔ ☆ موطا امام مالك: ماجاء فی خروج النساء الی المساجد۔

(۳) ابن ماجه، المقدمه باب تعظیم حدیث رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم والتغلیظ علی من عارضه۔ ☆مسند احمد، ج ۲، ص ۱٦، ۳٦، ۱۵۱۔ ج ۵، ص ۱۹۲-۱۹۳۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج ۳، ص ۱۳۲۔ ☆ مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۳۳۔ ☆کنزالعمال، ج ۱٦، ص ٤١٤۔

(٤) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب استیذان المراۃ زوجها بالخروج الیٰ المسجد۔☆نسائی، ج۲، کتاب المساجد، باب النهی عن منع النساء من اتیانهن المسجد۔ ☆ دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب۵۷، النهی عن منع النساء من المساجد و کیف یخرجن اذا خرجن۔ دارمی میں "امراۃ احد کم" کے بجائے "زوجته" ھے۔ ☆ مصنف عبدالرزاق، ج۳، کتاب الصلوٰۃ، باب شهود النساء الجماعة۔

(٥) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس ۔ ☆ مسند احمد: ج ۲، ص۴۹ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی: ج ۳، ص ۱۳۲۔

(٦) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد۔☆ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد۔☆ ترمذی: ج۱، ابواب السفر، باب فی خروج النساء الی المساجد۔

(٧) ابوداؤد، ج٤، کتاب الترجل، باب ماجاء فی المراۃ تتطیب للخروج۔ ☆نسائی: ج۸، کتاب الزینة، باب اغتسال المراۃ من الطیب۔ ☆ مسند احمد، ج۲، روایات ابی هریرۃ۔☆ کنز العمال، ج ١٦، حدیث ٤٥١٨٣، ابوهریرہ۔

(٨) ابوداؤد، ج٤، کتاب الترجل، باب ماجاء فی المراۃ تتطیب للخروج۔☆نسائی، ج۸، کتاب الزینة، باب مایکرہ للنساء من الطیب۔☆کنزالعمال، ج ١٦، حدیث، ٤٥٠١٠۔☆ مسند احمد، ج٤، ص ٤٠٠، ٤١٤، ٤١٨ ☆سنن دارمی، ج۲، باب ۱۸، کتاب الاستیذان۔

(٩) ترمذی، ج۲، کتاب الأدب: باب ماجاء فی کراهیة خروج المراۃ متعطرۃ۔ حدیث حسن صحیح☆ نسائی نے "فهی زانیة" نقل کیا ھے☆کنزالعمال، ج ١٦، حدیث نمبر ٤٥٠١٧۔

(١٠) مسلم، ج۱، کتاب الصلوۃ، باب خروج النساء الی المساجد الخ۔☆ نسائی، ج۸، کتاب الزینة، باب النهی للمراۃ ان تشهد الصلوۃ اذا اصابت من البخور۔ نسائی میں "فلا تمس طیباً" ھے۔☆موطا امام مالك، ج۱، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد۔ موطا نے "فلا تمسن طیباً" روایت کیا ھے بروایت بسربن سعید ☆کنزالعمال، ج ١٦، حدیث ٤٥١٨٢۔

(١١) ابوداؤد، ج٤، کتاب الترجل، باب ماجاء فی المراۃ تتطیب للخروج۔☆ مسلم: ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب خروج النساء الی المساجد الخ۔☆نسائی، ج۸، کتاب الزینة، باب النهی للمرأۃ أن تشهد الصلوٰۃ اذا اصابت من البخور۔☆کنز العمال ج١٦، ص ٤١٥، حدیث، ٤٥١٨١۔

(١٢) ترمذی، ج۲، کتاب الأدب: باب ماجاء فی طیب الرجال والنساء۔ ☆ نسائی، ج۸، کتاب الزینة، باب الفصل بین طیب الرجال وطیب النساء، عن ابی هریرۃ۔

(١٣) ابوداؤد، ج۲، کتاب النکاح، باب مایکرہ من ذکر الرجل یکون من اصابته اهله۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص٤٤٢۔ عمران بن حصین۔

(١٤) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد۔ ☆ مسند احمد، ج ۲، ص ٧٦ روایات ابن عمرؓ ۔☆ المستدرك، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب لا تمنعوا نساء کم المساجد الخ۔☆ السنن الکبریٰ، ج۳، کتاب الصلوٰۃ، باب خیر مساجد النساء قعر بیوتهن۔☆ مسند احمد، ج ۲، ص١٦ پر حضرت عبدالله بن عمر کی روایت ھے "لاتمنعوا امآء الله مساجد۔"

(١٥) مسند احمد، ج ٦، ص ٣٧١، مرویات ام حمید الساعدیه۔

(١٦) ابوداود، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التشدید فی ذالك۔☆المستدرك، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب لاتمنعوا نساء کم

المساجد الخ۔ ☆کنز العمال، ج ١٦، حدیث ٤٥١٨٨۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج ٣، ص ١٣١۔

(١٧) مسند احمد، ج٦، ص ٢٩٧، مرویات ام سلمہ۔ ☆ المستدرک، ج ١، ص٢٠٩ ☆کنزالعمال، ج١٦، حدیث نمبر ٤٥١٨٦۔ ☆السنن الکبریٰ، ج ٣، ص ١٣١۔ ☆ مجمع الزوائد، ج ٢، ص ٣٣، عن ام سلمہ۔

(١٨) ابوداؤد، ج١، کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف وإقامتھا وفضل الاول فالأول منھا الخ (باب التشدید فی ذالک)۔

(١٩) بخاری، ج١، کتاب الاذان، باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال۔ ☆ مسند احمد، ج٦، ص ٢٩٦ مرویات ام سلمہ۔

(٢٠) مسلم، ج١، کتاب الصلوۃ، باب امر النساء المصلیات وراء الرجال الخ۔☆ ابوداؤد، ج١، کتاب الصلوۃ، باب صف النساء وکراھیۃ التاخر عن الصف الاول۔☆ترمذی، ج١، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء فی فضل الصف الاول۔ ☆نسائی ج٢، کتاب الامامۃ الخ، باب ذکر خیر صفوف النساء وشرصفوف الرجال۔☆ابن ماجہ: ابواب اقامۃ الصلوات، باب صفوف النساء ۔☆ مصنف عبدالرزاق، ج٣، کتاب الصلوۃ، باب شھود النساء الجماعۃ۔☆ السنن الکبریٰ، ج٢، کتاب الصلوٰۃ، باب مایستحب للمراۃ من ترک التجافی فی الرکوع والسجود۔ عن ابی سعید خدری۔ صرف پہلا جز نقل کیا ھے۔

(٢١) بخاری، ج١، کتاب الصلوۃ، باب وجوب الصلوۃ فی الثیاب وقول اللّٰہِ خذوا الخ۔ ☆ مسلم، ج١، کتاب العیدین، فصل فی اخراج العواتق وذوات الخدور والحیض الی العید☆ ابوداؤد، ج١، باب فی خروج النساء فی العید۔☆ ترمذی، ج١، ابواب العیدین، باب فی خروج النساء فی العیدین ☆ نسائی، ج٣، کتاب صلوٰۃ العیدین، خروج العواتق وذوات الخدور فی العیدین۔ عن ام عطیہ قدرے لفظی اختلاف) ☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ والسنۃ فیھا، باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین۔

(٢٢) السنن الکبریٰ: ج ٣، ص ١٣٣۔

(٢٣) ابوداؤد، ج٤، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق ۔☆کنزالعمال، ج ١٦، حدیث نمبر ٤٥٠٣٦۔

(٢٤) ابوداؤد، ج ٤، کتاب الادب، باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق۔

فصل: ۱۰

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا شرعاً ممنوع ہے

۶۸۔صَلِّ صَلٰوۃَ الصُّبحِ ثُمَّ اقْصِرْعَنِ الصَّلٰوۃِ حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰی تَرْتَفِعَ فَاِنَّھَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَی الشَّیْطٰنِ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَہُ الْکُفَّارُ۔

''صبح کی نماز پڑھواور جب سورج نکلنے لگےتو نماز سے رک جاؤ، یہاں تک کہ سورج بلند ہوجائے۔کیونکہ سورج جب نکلتا ہےتو شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہےاوراس وقت کفاراس کوسجدہ کرتے ہیں۔'' (تفہیم القرآن،ج۲،بنی اسرائیل،حاشیہ:۹۵)

۶۹۔ثُمَّ اقْصِرْعَنِ الصَّلٰوۃِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّھَا تَغْرُبُ بَیْنَ قَرْنَی الشَّیْطٰنِ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَھَا الْکُفَّارُ۔ (مسلم)

''آپؐ نے عصر کی نماز کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا'' پھر نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہوجائے کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہےاوراس وقت کفاراس کوسجدہ کرتے ہیں۔''

تخریج:﴿ا﴾ حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرِ الْمَعْقَرِیُّ، قَالَ : نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ : نَا عِکْرِمَۃُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: نَا شَدَّادُ. بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَبُوْ عَمَّارٍ وَیَحْیٰ بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ، عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ، قَالَ عِکْرِمَۃُ: وَلَقِیَ شَدَّا دُ اَبَا اُمَامَۃَ وَوَاثِلَۃَ وَصَحِبَ اَنَسًا اِلَی الشَّامِ وَاَثْنیٰ عَلَیْہِ فَضْلًا وَخَیْرًا، عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ، قَالَ: قَالَ عَمْرُ وبْنُ عَبَسَۃَ السُّلَمِیُّ: کُنْتُ وَاَنَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَظُنُّ النَّاسَ عَلیٰ ضَلَالَۃٍ وَاَنَّھُمْ لَیْسُوْا عَلیٰ شَیْئٍ وَھُمْ یَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَکَّۃَ یُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلیٰ رَاحِلَتِیْ فَقَدِمْتُ عَلَیْہِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مُسْتَخْفِیاً جُرَاءُ عَلَیْہِ قَوْمُہُ فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰی دَخَلْتُ عَلَیْہِ بِمَکَّۃَ، فَقُلْتُ لَہُ: مَا اَنْتَ؟ قَالَ: اَنَا نَبِیٌّ، فَقُلْتُ: وَمَا نَبِیٌّ؟ قَالَ: اَرْسَلَنِی اللّٰہُ، فَقُلْتُ: بِاَیِّ شَیْءٍ اَرْسَلَکَ؟ قَالَ : اَرْسَلَنِیْ بِصِلَۃِ الْاَرْحَامِ وَکَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ یُّوَحِّدَ اللّٰہَ لَا یُشْرَکُ بِہٖ شَیْئٌ، قُلْتُ لَہُ: فَمَنْ مَّعَکَ عَلیٰ ھٰذَا؟ قَالَ: حُرٌّ وَّعَبْدٌ، قَالَ: وَمَعَہُ یَوْمَئِذٍ اَبُوْ بَکْرٍ وَبِلَالٌ مِّمَّنْ اٰمَنَ بِہٖ، فَقُلْتُ: اِنِّیْ مُتَّبِعُکَ قَالَ: اِنَّکَ لَاتَسْتَطِیْعُ ذٰلِکَ یَوْمُکَ ھٰذَا اَلَا تَرٰی حَالِیْ وَحَالَ النَّاسِ وَلٰکِنِ ارْجِعْ اِلیٰ اَھْلِکَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِیْ قَدْ ظَھَرْتُ فَأْتِنِیْ، قَالَ: فَذَھَبْتُ اِلیٰ اَھْلِیْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْمَدِیْنَۃَ وَکُنْتُ فِیْ اَھْلِیْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَخْبَارَ وَاَسْئَالُ النَّاسَ حِیْنَ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ حَتّٰی قَدِمَ عَلَیَّ نَفَرٌ مِنْ

اَهْلِ يَثْرِبَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، فَقُلْتُ: مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِىْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ؟ فَقَالُوْا: النَّاسُ اِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ اَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ، فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، فَقُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اتعرِفُنِىْ ؟ قَالَ : نَعَمْ اَنْتَ الَّذِىْ لَقِيْتَنِىْ بِمَكَّةَ، قَالَ: فَقُلْتُ بَلىٰ فَقُلْتُ: يَا نَبِىَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِىْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ، اَخْبِرْنِىْ عَنِ الصَّلوٰةِ، قَالَ: صَلِّ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلوٰةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُلَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلوٰةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْعَنِ الصَّلوٰةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّىَ الْعَصْرَ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلوٰةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ: فَقُلْتُ: يَانَبِىَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِىْ عَنْهُ، قَالَ: مَامِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهُ فَيُمَضْمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّاخَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهِ، ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَآءِ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهِ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَاْسِهِ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهِ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهُ بِالَّذِىْ هُوَ لَهُ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهُ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهِ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ الخ۔(۱)

ترجمہ: ''حضرت عمرو بن عَبَسہ سلمی بیان کرتے ہیں کہ دورِ جاہلیت میں، میں سمجھتا تھا کہ لوگ گم کردہ راہ ہیں، ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں، ان کا کوئی دین ومذہب نہیں، بت پرست ہیں۔ میں نے سنا کہ مکہ میں ایک ایسا آدمی ہے جو بڑی عظیم اور عجیب خبریں بتاتا ہے۔ لہٰذا میں اپنی سواری پر سوار ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ آپؐ چھپے ہوئے تھے۔ قوم آپؐ پر جری ہوگئی تھی۔ پس میں حیلہ کر کے مکہ میں آپؐ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے آپؐ سے پوچھا آپؐ کیا ہیں؟ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا، ''میں نبی ہوں''۔ میں نے اس پر پھر پوچھا کہ ''نبی کیا ہوتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔'' میں نے پھر پوچھا ''کون سی چیز دے کر آپؐ کو بھیجا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا، ''مجھے صلہ رحمی، بتوں کو توڑنے اور توحید خالص ـــــ یعنی اس کے ساتھ کسی شے کو شریک وساجھی نہ بنایا جائے ـــــ کی دعوت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔'' میں نے پھر پوچھا ''اس آواز ودعوت پر آپؐ کا ساتھ کس نے دیا ہے؟'' فرمایا، ''آزاد اور ایک غلام نے۔'' راوی کا بیان ہے کہ ''ان دنوں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ آپؐ پر ایمان لانے والوں میں تھے۔'' یہ سن کر میں نے عرض کیا ''میں بھی آپؐ کی اتباع کرنا چاہتا ہوں۔'' فرمایا، میرا اور میرے رفقاء کا حال تم دیکھ رہے ہو کہ ہم کن مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ لہٰذا تم اپنے وطن، اپنے اہل وعیال کے پاس واپس لوٹ جاؤ۔ جب تجھے یہ خبر ملے کہ میں غالب آگیا ہوں تو میرے پاس آجانا۔ تعمیل ارشاد کرتے ہوئے میں اپنے گھر واپس چلا آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں جلوہ افروز ہوگئے۔ میں ان دنوں اپنے اہل وعیال میں گھر ہی پر تھا اور نئی اطلاعات کی ٹوہ میں رہتا تھا۔ آپؐ کی مدینہ تشریف آوری کے متعلق لوگوں سے پوچھتا رہتا تھا حتیٰ کہ اہل مدینہ یعنی یثرب کے کچھ لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ مدینہ

میں تشریف لانے والے نے کیا کیا ہے؟ وہ بولے کہ لوگ اس کی طرف لپک لپک کر جا رہے ہیں حالانکہ اس کی اپنی قوم کے لوگوں نے اسے قتل کرنا چاہا تھا، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد میں خود مدینہ میں آیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے مجھے پہچانا؟ فرمایا، ''ہاں تم وہی ہو جو مجھے مکہ میں ملے تھے۔'' میں نے عرض کیا، ''جی ہاں'' (حضورؐ میں وہی ہوں)۔ پھر میں نے عرض کیا، ''اے رسول الٰہی! مجھے وہ کچھ سکھائیں، جس کی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تعلیم دی ہے، مجھے اس کا علم نہیں ہے۔'' ایک تو مجھے نماز کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ فرمایا، صبح کی نماز پڑھ کر رک جاؤ، حتیٰ کہ سورج پوری طرح نکل کر بلند ہو جائے۔ کیونکہ وہ طلوع ہوتے وقت شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اسی وقت کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھو یہ ایسی نماز ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جسے شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے۔ یہ عمل استواء کے وقت تک ہے۔ استواء کے وقت رک جاؤ کیونکہ اس وقت آتش جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ پھر جب زوال ہو جائے تو نماز پڑھ لو۔ یہ نماز بھی ایسی ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور شرف قبولیت اسے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عمل نماز عصر پڑھنے تک جاری رکھا جا سکتا ہے۔ نماز عصر پڑھ چکنے کے بعد غروب آفتاب تک رکے رہو۔ کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت بھی کفار اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا، حضورؐ مجھے وضو کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک اپنا وضو کا برتن اپنے قریب نہیں کرتا، پھر کلی کرتا ہے، ناک میں پانی چڑھاتا پھر اسے جھاڑتا ہے مگر اس کے چہرے، منہ اور ناک کے اندر کی رگوں سے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنا چہرہ نہیں دھوتا، مگر اس کے چہرہ، یعنی داڑھی کے اطراف سمیت پانی کے آخری قطرے کے ساتھ سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ کہنیوں تک اپنے بازو نہیں دھوتا کہ اس کے ہاتھ کی انگلیوں کے پور تک کے گناہ پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے سر کا مسح نہیں کرتا، مگر اس کے سر کے بالوں کے اطراف سے سارے گناہ پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ ٹخنوں تک اپنے پاؤں نہیں دھوتا، مگر اس کے پاؤں کی انگلیوں کے پور تک کے گناہ پانی کے ساتھ ہی جھڑ جاتے ہیں۔ پھر اگر اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کی بزرگی بیان کی، جس کا وہ اہل اور لائق ہے اور اپنے دل کو محض اللہ کے لیے فارغ کر لیا، تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور وہ اس طرح پاک صاف ہو جاتا ہے کہ گویا ابھی اس نے شکم مادر سے جنم لیا ہے۔

﴿۲﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَبْرُزَ وَاِذَاغَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْ ا الصَّلٰوةَ حَتّٰى تَغِيْبَ، وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ شَيْطَانٍ اَوِ الشَّيْطَانِ. لَا اَدْرِىْ اَىَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ۔ (۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جب سورج کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز پڑھنا چھوڑ دیا کرو تا آنکہ اچھی طرح ظاہر ہو جائے۔ نیز جب سورج کا ایک کنارہ ڈوب جائے تو بھی نماز پڑھنا بند کر دیا کرو یہاں تک کہ وہ اچھی طرح چھپ جائے۔ اور طلوع شمس اور غروب کے اوقات میں نماز کا ارادہ نہ کیا کرو، کیونکہ ان اوقات میں سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔''

﴿۳﴾ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَاَلَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ، يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ

سَائِلُکَ عَنْ اَمْرٍ اَنْتَ بِه عَالِمٌ وَاَنَابِه جَاهِلٌ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: هَلْ مِنْ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سَاعَةٌ تُكْرَهُ فِيهَا الصَّلَاةُ؟ قَالَ: نَعَمْ اِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَدَعِ الصَّلوٰةَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بِقَرْنَيِ الشَّيْطَانِ. ثُمَّ صَلِّ فَالصَّلَاةُ مَحْضُوْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ حَتّٰى تَسْتَوِيَ الشَّمْسُ عَلٰى رَاْسِكَ كَالرُّمْحِ. فَاِذَا كَانَتْ عَلٰى رَاْسِكَ كَالرُّمْحِ فَدَعِ الصَّلوٰةَ. فَاِنَّ تِلْكَ السَّاعَةَ تُسْجَرُ فِيهَا جَهَنَّمُ وَتُفْتَحُ فِيهَا اَبْوَابُهَا. حَتّٰى تَزِيغَ الشَّمْسُ عَنْ حَاجِبِكَ الْاَيْمَنِ. فَاِذَا زَالَتْ فَالصَّلَاةُ مَحْضُوْرَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ. ثُمَّ دَعِ الصَّلوٰةَ حَتّٰى تَغِيبَ الشَّمْسُ۔(۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، حضرت صفوان بن معطل نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے رسول الٰہی! میں آپؐ سے اس امر کے متعلق پوچھنے والا ہوں جس کا آپ کو علم ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں۔ آپ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا، آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ شب و روز میں کوئی ایسی گھڑی بھی ہے جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہو؟'' فرمایا، ''ہاں''۔ جب تم صبح کی نماز پڑھ لو تو پھر طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہ پڑھو، کیونکہ اس وقت سورج شیطان کے سینگوں کے ساتھ نکلتا ہے۔ پھر نماز پڑھو کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اسے شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ سورج چڑھ کر نیزے کی طرح سیدھا تمہارے سر پر آ جائے۔ تو اس وقت بھی نماز چھوڑ دو کیونکہ اس وقت آتش جہنم کو خوب بھڑکایا جاتا ہے اور اس کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ وقت تمہارے دائیں جانب سورج کے ڈھلنے تک رہتا ہے۔ پس جب وہ زوال پذیر ہو جائے تو پھر نماز پڑھ، یہ نماز وہ نماز ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اسے شرف قبولیت حاصل ہوتا ہے۔ یہ وقت تمہارے نماز عصر پڑھنے تک ہے پھر نماز چھوڑ دو حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے۔

﴿۴﴾ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ، قَالَ: اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، فَقُلْتُ: هَلْ مِنْ سَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اُخْرٰى؟ قَالَ: نَعَمْ، جَوْفُ اللَّيْلِ الْاَوْسَطُ. فَصَلِّ مَا بَدَالَكَ حَتّٰى يَطْلُعَ الصُّبْحُ ثُمَّ انْتَهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَمَا دَامَتْ كَاَنَّهَا حَجَفَةٌ حَتّٰى تُبَشْبِشَ، ثُمَّ صَلِّ مَا بَدَالَكَ حَتّٰى يَقُوْمَ الْعَمُوْدُ عَلٰى ظِلِّهِ، ثُمَّ انْتَهِ حَتّٰى تَزِيغَ الشَّمْسُ فَاِنَّ جَهَنَّمَ تُسْجَرُ نِصْفَ النَّهَارِ. ثُمَّ صَلِّ مَابَدَالَكَ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ. ثُمَّ انْتَهِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ، فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ وَتَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ۔(٤)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عَبَسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ کوئی ایسی گھڑی بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کو دوسری گھڑی کے بہ نسبت زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو؟ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا، ''رات کا درمیانی حصہ۔ پس جتنی نماز پڑھ سکتے ہو، پو پھٹنے تک پڑھتے رہو، پھر طلوع آفتاب تک رک جاؤ'' اس وقت سورج ڈھال کی طرح نظر آتا ہے حتیٰ کہ وہ پورا کشادہ رو نظر آنے لگتا ہے۔ تو پھر اس وقت تک جتنی نماز پڑھ سکتے ہو، پڑھو کہ ستون اپنے اصلی سایہ پر کھڑا ہو جائے، یعنی وقت استواء تک۔ پھر رک جاؤ کہ سورج مائل بہ زوال ہو جائے۔ کیونکہ عین زوال یعنی نصف النہار کے وقت آتش جہنم بھڑکائی جاتی ہے۔ پھر جتنی نماز پڑھ سکتے ہو، پڑھو حتیٰ کہ نماز عصر پڑھ لو۔ پھر رک جاؤ اور مغرب تک رکے رہو کیونکہ سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان میں غروب ہوتا اور شیطان کے سینگوں کے درمیان میں سے ہی طلوع کرتا ہے۔

〈۵〉 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ: قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَلَاتَیْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔(۵)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد جب تک سورج اچھی طلوع نہ ہو جائے اور نماز عصر کے بعد جب تک سورج غروب نہ ہو جائے، نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔''

بخاری میں اس سلسلہ کی چند روایات:

ابن عباسؓ سے مروی روایت:

〈۶〉 عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: شَهِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَرْضِیُّوْنَ وَاَرْضَاهُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تُشْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ۔(۶)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ جو نہایت پسندیدہ تھے اور ان میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخصیت حضرت عمرؓ کی تھی، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی روایت:

〈۷〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَحَرَّوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا، وَقَالَ: حَدَّثَنِیْ ابْنُ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلَاةَ حَتّٰی تَغِیْبَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب دونوں اوقات میں نماز پڑھنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ ابن عمر نے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کیا۔ فرمایا، ''جب سورج کا کنارہ نظر آئے تو اس کے اچھی طرح بلند ہونے تک نماز کو موخر کیے رکھو اور اسی طرح جب سورج کا کنارہ چھپ جائے تو اس کے اچھی طرح ڈوب جانے تک نماز کو موخر کیے رکھو۔

ابوسعید خدریؓ سے مروی روایت:

〈۸〉 یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ۔(۷)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، ارشاد فرما رہے تھے کہ ''نماز صبح کے بعد اس وقت تک اور کوئی نماز نہیں، جب تک کہ سورج اچھی طرح بلند نہ ہو جائے اور اسی طرح نماز عصر کے بعد اور کوئی نماز نہیں، جب تک کہ سورج اچھی طرح غروب نہ ہو جائے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے نماز کا یہ نظام مقرر کرنے میں جو مصلحتیں ملحوظ رکھی ہیں، ان میں سے ایک اہم مصلحت یہ بھی ہے کہ آفتاب پرستوں کے اوقات عبادت سے اجتناب کیا جائے۔ آفتاب ہر زمانے میں مشرکین کا سب سے بڑا، یا بہت بڑا معبود

رہاہے اوراس کے طلوع وغروب کے اوقات خاص طور پران کے اوقات عبادت رہے ہیں، اس لیے ان اوقات میں تو نماز پڑھنا حرام کردیا گیا۔اس کے علاوہ آفتاب کی پرستش زیادہ تر اس کے عروج کے اوقات میں کی جاتی رہی ہے، لہٰذا اسلام میں حکم دیا گیا کہ تم دن کی نمازیں زوال آفتاب کے بعد پڑھنی شروع کرواور صبح کی نماز طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لیا کرو۔اس مصلحت کو نبی ﷺ نے خود متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔

(مندرجہ بالا احادیث) میں سورج کا شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع اورغروب ہونا ایک استعارہ ہے۔ یہ تصور دلانے کے لیے کہ شیطان اس کے نکلنے اور ڈوبنے کے اوقات کولوگوں کے لیے ایک فتنہ عظیم بنادیتا ہے۔گویا جب لوگ اس کو نکلتے اور ڈوبتے دیکھ کر سجدہ ریز ہوتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیطان اسے اپنے سر پر لیے ہوئے آیا ہے۔اور سر ہی پر لیے جارہا ہے۔اس استعارے کی گرہ حضورؐ نے خود اپنے اس فقرے میں کھول دی ہے کہ ''اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں''۔

نیند کے غلبے کے وقت نماز کا حکم

۷۰۔ نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جب کسی شخص پر نیند کا غلبہ ہورہا ہواور وہ نماز پڑھنے میں باربار اونگھ جاتا ہوتو اسے نماز چھوڑ کر سو جانا چاہیے۔

حضرت عائشہ سے مروی روایت:

تخریج:〈۱〉 عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ : اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَا يَدْرِىْ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهُ۔(۸)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تم میں سے جب کوئی نماز پڑھتے ہوئے اونگھ جائے تو اسے اس وقت تک سو جانا چاہیے جب تک نیند کا غلبہ اس سے دور نہ ہوجائے۔ کیونکہ تم میں سے کوئی جب نماز پڑھتے ہوئے اونگھ رہا ہو، تو اسے کچھ پتہ نہیں چلتا کہ شاید وہ استغفار کررہا ہے کہ اپنے آپ کو گالیاں دے رہا ہے۔

بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے:

〈۲〉 اِذَا نَعَسَ فِى الصَّلٰوةِ فَلْيَنَمْ حَتّٰى يَعْلَمَ مَا يَقْرَأُ۔(۹)

ترجمہ: حضرت انس فرماتے ہیں، اگر نماز میں اونگھ آجائے تو اسے اس وقت تک سو جانا چاہیے کہ اسے اپنی قراءت کا علم تو ہو (کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے)۔

〈۳〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: دَخَلَ النَّبِىُّ ﷺ فَاِذَا حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَبْلُ؟ قَالُوْا هٰذَا حَبْلٌ لِزَيْنَبَ، فَاِذَا فَتَرَتْ تَعَلَّقَتْ فَقَالَ النَّبِىُّ ﷺ : لَا حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَاِذَا فَتَرَ فَلْيَقْعُدْ۔(۱۰)

تشریح: بعض لوگ (قرآن مجید کی) اس آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا

مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ٤٣) سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جوشخص نماز کی عربی عبارات کا مطلب نہیں سمجھتا اس کی نماز نہیں ہوتی، لیکن یہ ایک بے جا تشدد ہے (مطلب یہ ہے کہ) آدمی کو نماز میں اتنا ہوش رہنا چاہیے کہ وہ یہ جانے کہ وہ کیا چیز اپنی زبان سے ادا کر رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کھڑا تو ہو نماز پڑھنے اور شروع کر دے کوئی غزل۔ (تفہیم القرآن، ج۱، النساء، حاشیہ: ٦٦)

ماٰخذ

(١) مسلم، ج١، کتاب فضائل القرآن و ما یتعلق به، باب الأوقات التی نهی عن الصلوٰة فیها۔ ☆ابوداؤد، ج٢، کتاب الصلوٰة، باب من رخص فیهما اذا کانت الشمس مرتفعة (مختصراً)۔ ☆ نسائی، ج١، کتاب المواقیت، اباحة الصلوٰة الیٰ ان یصلی الصبح۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص ١١١۔ عمرو بن عَبَسه، مختصرًا۔

(٢) بخاری، ج١، کتاب بدا الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده۔ ☆ مسلم، ج ١، کتاب المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس۔ اس میں هے "فامسك عن الصلوٰة فانها تطلع بین قرنی الشیطان۔"

(٣) ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الساعات التی تکره فیها الصلوٰة۔

(٤) ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الساعات التی تکره فیها الصلوٰة۔

(٥) بخاری، ج١، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب لا یتحری الصلوٰة قبل غروب الشمس۔ ☆ مسلم، ج١، کتاب فضائل القرآن، باب الاوقات التی نهی عن الصلوٰة فیها۔ ☆ ترمذی، ج١، ابواب الصلوٰة عن رسول اللّٰهِ ﷺ، باب ماجاء فی کراهیة الصلوٰة بعد العصر وبعد الفجر۔ ☆نسائی، ج١، کتاب المواقیت، باب الساعات التی نهی عن الصلوٰة فیها۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب النهی عن الصلوٰة بعد الفجر وبعد العصر۔

(٦) بخاری، ج١، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب الصلوٰة بعد الفجر الخ۔ ☆مسلم، ج١، کتاب فضائل القرآن، باب الاوقات التی نهی عن الصلوٰة فیها۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة۔ ابن ماجه میں "وفیهم عمر بن الخطاب" بهی هے۔ ☆نسائی، ج١، کتاب المواقیت، باب النهی عن الصلوٰة بعد الصبح۔

(٧) بخاری: ج١، کتاب مواقیت الصلوٰة، باب لاتتحری الصلوٰة قبل غروب الشمس۔ ☆مسلم، ج٢، کتاب فضائل القرآن ومایتعلق به، باب الاوقات التی نهی عن الصلوٰة۔ ☆نسائی، ج١، کتاب المواقیت، باب النهی عن الصلوٰة بعد العصر ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة و سننها، باب النهی عن الصلوٰة بعد الفجر وبعدالعصر۔

(٨) بخاری، ج١، کتاب الوضوء، باب الوضوء من النوم ومن لم یرمن النعسة والنعستین او الخفقة وضوء۔ ☆مسلم، ج١، کتاب المسافرین و قصرها، باب امر من نعس فی صلا ته۔

(٩) بخاری حواله متذکره بالا۔ ☆ ابوداؤد، کتاب الصلوٰة، ابواب التطوع، باب النعاس فی الصلوٰة۔ ☆ترمذی، ج١، ابوب الصلوٰة، باب ماجاء فی الصلوٰة عند النعاس، حدیث حسن صحیح۔ ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة وسننها، باب ماجاء فی المصلی اذا نعس۔ ☆دارمی، ج١، کتاب الصلوٰة، باب کراهیة الصلوٰة للناعس ☆موطاامام مالك: باب صلوٰة اللیل ☆مسند احمد ج٢ص٥٦-٢٠٢-٢٠٥-٢٥٩ ان مقامات پر مندرجه ذیل الفاظ منقول هیں۔ "لایدری لعله یستغفر فیسب نفسه۔"

(١٠) بخاری، ج١، کتاب التهجد، باب مایکره من التشدید فی العبادة۔ ☆مسلم، ج١، کتاب صلوٰة المسافرین وقصر ها، باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل۔ ☆ ابوداؤد، ج٢، کتاب الصلوٰة، ابواب قیام اللیل ☆نسائی ، ج٣ ☆ ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی المصلی اذا نعس۔

فصل: ۱۱

آداب نماز

لوگوں کو پھاند کر آگے بڑھنے کی ممانعت

۷۱۔ حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کے اوپر سے پھاندتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے پکار کر فرمایا ''بیٹھ جاؤ، تم نے لوگوں کو تکلیف دی۔ (تفہیمات دوم، نماز اور...: چند خطب ماثورہ)

تخریج: حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ، ثَنَا بِشْرُبْنُ السَّرِّيّ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ اَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُسْرٍ صَاحِبِ النَّبِيّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَجَآءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: اِجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ۔(۱)

ترجمہ: حضرت ابوزاہریہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک جمعہ کے روز میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھی عبداللہ بن بسر کے ساتھ تھا۔ اتنے میں ایک آدمی لوگوں کے اوپر سے ان کی گردنیں پھاندتا ہوا آگے بڑھا۔ اس پر عبداللہ بن بسر نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) ایک آدمی لوگوں کے اوپر سے ان کی گردنیں پھاندتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ حضور ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اسی حالت میں آپؐ نے اسے پکار کر فرمایا۔ ''بیٹھ جاؤ، تم نے لوگوں کو تکلیف دی۔''

نماز میں حرکت کرنا

۷۲۔ نبی ﷺ ایک مرتبہ اس حال میں نماز پڑھا رہے تھے کہ آپؐ کے کندھے پر ایک بچی (امامہ بنت ابی العاص، یہ نبی ﷺ کی نواسی تھیں۔ حضرت زینب بنت رسول اللہؐ کی بیٹی) بیٹھی ہوئی تھی۔ آپؐ جب رکوع میں جاتے تو اس کو اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے پھر کندھے پر بٹھا لیتے۔ (تفہیمات دوم: نماز میں...)

تخریج: (۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: اَنَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِي قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلِاَبِي الْعَاصِ ابْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا۔(۲)

ابوداؤد نے حضرت ابوقتادہ کے واسطہ سے درجہ ذیل روایت بھی نقل کی ہے:

﴿۲﴾ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَحْمِلُ اُمَامَةَ بِنْتَ اَبِي الْعَاصِ ابْنِ الرَّبِيعِ، وَاُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ صَبِيَّةٌ، يَحْمِلُهَا عَلٰى عَاتِقِهِ، فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ. يَضَعُهَا اِذَا رَكَعَ وَيُعِيدُهَا اِذَا قَامَ، حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِهَا. (۳)

ترجمہ: ایک مرتبہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ امامہ بنت ابی العاص رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر حضرت زینب کی صاحبزادی کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ ابھی بچی ہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو یہ آپؐ کے کندھوں پر سوار تھی۔ رکوع کرتے وقت اسے اتار دیتے پھر جب قیام فرماتے تو اسے اٹھالیتے۔ اسی عمل کی تکرار میں آپؐ نے اپنی نماز پوری کی۔

نماز میں بچھو مارنا نماز کو فاسد نہیں کرتا

۷۳۔ اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: نبی ﷺ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک بچھو نے آپؐ کو کاٹ لیا اور اسی حالت میں آپؐ نے اپنی جوتی رکھ کر اس کو مار ڈالا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بچھو اور سانپ کو مارو، خواہ تم نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔" (تفہیمات دوم: نماز میں...)

تخریج: ﴿۱﴾ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، وَاَبُوْبَكْرٍ الْقَاضِيُّ، قَالَا: نَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُبْنُ يَعْقُوْبَ، نَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَارِدِيُّ، نَا اَبِيْ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الضَّبِّيُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا، وَاَشْرَفُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةَ لَا تُصَلُّوْا خَلْفَ نَائِمٍ وَلَا مُتَحَدِّثٍ وَاقْتُلُوا الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَسْتُرُوا الْجُدُرَ بِالثَّوْبِ۔ (٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی نے فرمایا: ہر چیز کے لیے ایک شرف (بلندی و بزرگی) ہوتی ہے اور مجالس کی بزرگی اور بلندی وہ ہے جو اسے قبلہ رخ رکھے۔ تم سوئے ہوئے کی امامت میں نماز نہ پڑھو اور نہ ایسے شخص کے پیچھے پڑھو جو بے وضو ہو اور سانپ اور بچھو کو مار ڈالو خواہ تم نماز پڑھ رہے ہو اور دیواروں پر کپڑوں کے پردے نہ لٹکاؤ۔

وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ، وَرُوِيَ ذٰلِكَ اَيْضًا عَنْ هِشَامِ بْنِ زِيَادٍ اَبِي الْمِقْدَامِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَرُوِيَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ مُنْقَطِعٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ وَلَمْ يُثْبَتْ فِيْ ذٰلِكَ اِسْنَادٌ۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرٰهِيْمَ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيٰ بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ: الْحَيَّةَ وَالْعَقْرَبَ۔ (٥)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''دو کالوں (اسودین) یعنی بچھو اور سانپ کو نماز میں ہی مار ڈالو۔''

نسائی اور مسند احمد میں یہ روایت بایں الفاظ منقول ہے:

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الْاَسْوَدَیْنِ فِی الصَّلٰوةِ۔ (۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے اسودین (یعنی بچھو اور سانپ) کو نماز میں مارنے کا حکم دیا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک دوسری روایت کے الفاظ:

﴿۴﴾ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نَقْتُلَ الْاَسْوَدَیْنِ فِی الصَّلٰوةِ: الْعَقْرَبَ وَالْحَیَّةَ۔ (۷)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اسودین، یعنی بچھو اور سانپ کو نماز میں مار دیا کریں۔''

﴿۵﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الْاَسْوَدَیْنِ فِی الصَّلٰوةِ: الْحَیَّةَ وَالْعَقْرَبَ. (۸)

—— وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِیْ رَافِعٍ، قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَالْعَمَلُ عَلٰی هذا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَغَیْرِ هِمْ: وَبِه یَقُوْلُ اَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ۔ وَکَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ قَتْلَ الْحَیَّةِ وَالْعَقْرَبِ فِی الصَّلٰوةِ۔ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ: اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ لَشُغْلاً۔ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ۔

—— امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کو حسن صحیح قرار دے کر مختلف مذاہب بیان کیے ہیں ''کچھ صحابہ کرام اور دوسرے اہل علم کی رائے یہی ہے جو حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں بیان ہوئی ہے یہ مسلک امام احمد اور امام اسحاق کا ہے۔ البتہ بعض اہل علم نے نماز میں سانپ اور بچھو کو مارنا ناپسند کیا ہے۔ ابراہیم کا قول تو یہ ہے کہ نماز میں بجائے خود ایک مشغولیت ہے۔

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَکِیْمِ الْاَوْدِیُّ، وَالْعَبَّاسُ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَا: ثَنَا عَلِیُّ بْنُ ثَابِتٍ الدَّهَّانُ، ثَنَا الْحَکَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِکِ، عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَدَغَتِ النَّبِیَّ ﷺ عَقْرَبٌ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ، فَقَالَ: لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ، مَاتَدَعُ الْمُصَلِّیْ وَغَیْرَ الْمُصَلِّیْ. اُقْتُلُوْهَا فِی الْحِلِّ وَالْحَرَمِ۔ (۹)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کو نماز میں ایک بچھو نے کاٹ لیا، تو اس موقعہ پر فرمایا ''اللہ کی لعنت ہو بچھو پر یہ کم بخت نہ نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نمازی کو۔ حرم مکہ کے باہر ہو یا حرم میں اسے مار ڈالو۔''

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حالت نماز میں بچھو کو مارا ہے:

﴿۷﴾ حَدَّ ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ یَحْیٰ، ثَنَا الْهَیْثَمُ بْنُ جَمِیْلٍ ثَنَا مَنْدَلٌ عَنِ ابْنِ اَبِیْ رَافِعٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّه، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَتَلَ عَقْرَبًا وَهُوَ فِی الصَّلَاةِ۔ (۱۰)

——— فی الزوائد: فی اسناده مندل، وهو ضعیف۔

ترجمہ: ابورافع سے روایت ہے انہوں نے اپنے والد کے حوالہ سے، ان کے دادا کی روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے نماز میں بچھو کو خود مارا ہے۔

﴿۸﴾ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ، قَالَ: بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ صَلَاتِهٖ اِذْ ضَرَبَ شَیْئًا فِیْ صَلَاتِهٖ ، فَاِذَا هِیَ عَقْرَبٌ ضَرَبَهَا، فَقَتَلَهَا، وَاَمَرَ بِقَتْلِ الْعَقْرَبِ وَالْحَیَّةِ الخ(۱۱)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

۷۴۔ مسند احمد اور ابوداؤد میں ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو جوتے کو پلٹ کر دیکھ لے۔ اگر کوئی گندگی لگی ہو تو زمین سے رگڑ کر صاف کرلے اور انہی جوتوں کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ، عَنْ اَبِیْ نُعَامَةَ السَّعْدِیِّ، عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِهٖ اِذْخَلَعَ نَعْلَیْهِ، فَوَضَعَهُمَا عَنْ یَسَارِهٖ فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَهُمْ ، فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاتَهٗ، قَالَ: مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی اِلْقَآءِ نِعَالِکُمْ؟ قَالُوْا: رَاَیْنَاکَ اَلْقَیْتَ نَعْلَیْکَ، فَاَلْقَیْنَا نِعَالَنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَانِیْ، فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِیْهِمَا قَذَرًا، اَوْقَالَ: اَذًی ، وَقَالَ: اِذَاجَآءَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَلْیَنْظُرْ، فَاِنْ رَاٰی فِیْ نَعْلَیْهِ قَذَرًا اَوْاَذًی فَلْیَمْسَحْهُ وَلْیُصَلِّ فِیْهِمَا۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھائی۔ اس دوران اپنے جوتے اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ دیئے۔ جب آپ کے اس عمل کو صحابہ نے دیکھا تو (جذبہ اتباع میں) انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پوری کرلی تو روئے سخن ان کی طرف کر کے فرمایا کہ اپنے جوتے اتارنے پر تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے دیکھا کہ آپؐ نے اپنے جوتے اتار کر رکھ دیئے ہیں تو ہم نے بھی اتار کر رکھ دیئے، (تاکہ اتباع ہوجائے)۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی جبریل نے آکر مجھے بتایا کہ میرے دونوں جوتوں میں گندگی لگی ہوئی ہے اور فرمایا کہ: ''جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو جوتے کو پلٹ کر دیکھ لے۔ اگر ان میں کوئی گندگی اسے نظر آئے تو زمین سے رگڑ لے اور انہی جوتوں کو پہنے ہوئے نماز پڑھ لے۔''

دوسری روایت:

۷۵۔ خَالِفُوا الْیَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَایُصَلُّوْنَ فِیْ نِعَالِهِمْ وَلَاخِفَافِهِمْ

''یہودیوں کے خلاف عمل کرو کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔'' (ابوداؤد)

۷۶۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی روایت ہے کہ یہودیوں اور نصاریٰ کے خلاف عمل کرو، کیونکہ وہ چمڑے کے موزے پہن کر اور جوتوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

تخریج: حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْفَزَارِیُّ، عَنْ هِلَالِ ابْنِ مَیْمُوْنِ الرَّمْلِیِّ، عَنْ یَعْلٰی بْنِ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ، عَنْ اَبِیْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَالِفُوْا الْیَهُوْدَ فَاِنَّهُمْ لَا یُصَلُّوْنَ فِیْ نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ۔(۱۳)

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہودیوں کے خلاف عمل کرو، کیونکہ وہ جوتے اور چمڑے کے موزے پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔''

۷۷۔ یُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ

''(حضرت ام سلمہؓ کی روایت) ایک جگہ گندگی لگی ہوگی تو دوسری جگہ جاتے جاتے خود زمین ہی اس کو پاک کر دے گی۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ اِبْرَاهِیْمَ، عَنْ اُمِّ وَلَدٍ لِاِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، اَنَّهَا سَاَلَتْ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَتْ: اِنِّیْ امْرَاَةٌ اُطِیْلُ ذَیْلِیْ، وَاَمْشِیْ فِی الْمَكَانِ الْقَذِرِ، فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : یُطَهِّرُهُ مَا بَعْدَهُ۔

ترجمہ: ایک خاتون نے بیان کیا کہ اس نے ام سلمہؓ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ میرے قمیص کا دامن لمبا ہے اور گندگی والی جگہ چلتی پھرتی ہوں (مجھے کیا کرنا چاہیے) حضرت ام سلمہؓ نے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا دیا: آپ نے فرمایا (اگر ناپاک زمین سے دامن آلودہ ہو جائے، تو دوسری جگہ کی) پاک زمین پر چلنا اسے پاک کر دے گا۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ، قَالَا: ثَنَا زُهَیْرٌ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِیْسٰی عَنْ مُوْسٰی بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ، عَنِ امْرَاَةٍ مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ، قَالَتْ: قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ لَنَا طَرِیْقًااِلَی الْمَسْجِدِ مُنْتِنَةً، فَكَیْفَ نَفْعَلُ اِذَا مُطِرْنَا؟ قَالَ: اَلَیْسَ بَعْدَهَا طَرِیْقٌ هِیَ اَطْیَبُ مِنْهَا؟ قَالَتْ: قُلْتُ: بَلٰی، قَالَ: فَهٰذِهٖ بِهٰذِهٖ۔(۱۴)

ترجمہ: بنی عبدالاشہل کی ایک عورت بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! مسجد کی جانب جانے والا ہمارا راستہ بڑا گندہ ہے۔ جب بارش ہو جائے تو ہم کیا کریں؟ فرمایا، کیا اس کے بعد اس سے اچھا صاف ستھرا راستہ نہیں آتا؟ اس نے عرض کیا ہاں (ایسا تو ہے) حضورؐ نے فرمایا پس یہ اس کے بدلے میں ہے۔

۷۸۔ (ابوہریرہؓ کی روایت میں حضورؐ کے یہ الفاظ ہیں) ''اگر تم میں سے کسی نے اپنے جوتے سے گندگی کو پامال کیا ہو، تو مٹی اس کو پاک کر دینے کے لیے کافی ہے۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ حَنْبَلٍ، ثَنَا اَبُو الْمُغِیْرَةِ ح وَثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِیْدِ بْنِ مَزْیَدٍ، اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ ح وَثَنَامَحْمُوْدُبْنُ خَالِدٍ ثَنَا عُمَرُ ـــــ یَعْنِیْ ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ ـــــ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ، الْمَعْنٰی قَالَ: اُنْبِئْتُ

اَنَّ سَعِيدَ بْنَ اَبِى سَعِيدِ الْمَقْبُرِىَّ حَدَّثَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِى هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا وَطِئَ اَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْاَذٰى فَاِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُوْرٌ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے تم میں سے اگر کسی کا جوتے پہن کر گندگی پر سے گزر ہو تو مٹی اس کو پاک کرنے والی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

〈۲〉 اِذَا وَطِئَ الْاَذٰى بِخُفَّيْهِ فَطُهُوْرُهُمَا التُّرَابُ۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرمایا ''اگر چمڑے کے موزوں کے ساتھ گندگی پر گزرے تو مٹی ان دونوں کو پاک کردے گی۔

〈۳〉 حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ حَافِيًا وَمُنْتَعِلاً۔(۱٦)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے حوالہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ (ان کے دادا کا قول ہے) میں نے رسول اللہ ﷺ کو جوتے پہنے ہوئے بھی اور جوتے اتار کر دونوں حالتوں میں نماز پڑھتے (اپنی آنکھوں سے) دیکھا ہے۔

ابن اوس روایت کرتے ہیں:

〈۴〉 قَالَ: جَدِّىْ اَوْسٌ اَحْيَانًا يُصَلِّىْ فَيُشِيْرُ اِلَىَّ وَهُوَ فِى الصَّلٰوةِ فَاُعْطِيهِ نَعْلَيْهِ وَيَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ فِىْ نَعْلَيْهِ۔(۱۷)

ترجمہ: ابن ابی اوس نے بیان کیا کہ میرے دادا اوس کبھی کبھار نماز پڑھتے ہوئے مجھے اشارہ کرتے، تو میں ان کو ان کے جوتے دے دیتا، وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

تشریح: (ان احادیث) کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ضرور جوتے ہی پہن کر نماز پڑھنی چاہیے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے، اس لیے دونوں طرح عمل کرو۔ عمرو بن عاصؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دونوں طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

ان کثیر التعداد روایات کی بنا پر امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام اوزاعیؒ، اور اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ جوتا ہر حال میں زمین کی مٹی سے پاک ہو جاتا ہے۔ ایک قول امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا بھی اس کی تائید میں ہے۔ مگر امام شافعیؒ کا مشہور قول اس کے خلاف ہے۔ غالباً وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے کو ادب کے خلاف سمجھ کر منع کرتے ہیں، اگرچہ سمجھا یہی گیا ہے کہ ان کے نزدیک جوتا مٹی پر رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا (اس سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ مسجد نبویؐ میں چٹائی تک کا فرش نہ تھا، بلکہ کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) لہٰذا ان احادیث سے استدلال کر کے اگر کوئی شخص آج کی مسجدوں کے فرش پر جوتے لے جانا چاہے، تو یہ صحیح نہ ہوگا۔ البتہ گھاس پر یا کھلے میدان میں جوتے پہنے پہنے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو میدان میں نماز جنازہ پڑھتے وقت بھی جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں، وہ دراصل احکام سے ناواقف ہیں)۔

(تفہیم القرآن، ج ۳، طٰہٰ، حاشیہ: ۷)

ننگے سر نماز پڑھنا

سوال: ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے، جب کہ ٹوپی یا کپڑا موجود ہو؟

جواب: نماز میں سر ڈھانکنے کا کوئی حکم، یا ننگے سر نماز پڑھنے کی کوئی نہی، میرے علم میں نہیں ہے۔ البتہ یہ معلوم ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ عمامہ یا ٹوپی پہنے ہوئے ہی نماز پڑھتے تھے۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:۳۱) کے حکم کا تقاضا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز اچھا لباس پہن کر پڑھی جائے اور ٹوپی یا عمامہ بھی اس میں داخل ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص ننگے سر نماز پڑھے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ (رسائل و مسائل پنجم، فقہی و معاشی مسائل: کوے کی...)

نماز میں چھینک

۷۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت رفاعہ بن رافع کو چھینک آئی اور انہوں نے زور سے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى نماز ختم ہونے کے بعد حضورؐ نے فرمایا "یہ کون تھا جس نے یہ فقرہ کہا تھا؟" اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تیس سے زیادہ فرشتے اس قول کو لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے۔ (تفہیمات دوم: نماز میں...)

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرَقِيُّ، عَنْ عَمِّ اَبِيْهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسْتُ، فَقُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى. فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَقَالَ: مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ؟ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ، ثُمَّ قَالَهَا الثَّانِيَةَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ؟ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ اَحَدٌ، ثُمَّ قَالَهَا الثَّالِثَةَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلٰوةِ؟ فَقَالَ: رِفَاعَةُ ابْنُ رَافِعِ بْنِ عَفْرَآءَ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ قَالَ: قُلْتُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى، فَقَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَقَدِ ابْتَدَرَهَا بِضْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ مَلَكًا اَيُّهُمْ يَصْعَدُ بِهَا.(۱۸)

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز میں چھینک ماری تو میں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى کہا پس جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ کر مقتدیوں کی طرف منہ پھیرا تو پوچھا کہ نماز میں یہ بولنے والا کون ہے؟ کسی نے بھی کوئی جواب نہ دیا تو آپؐ نے دوبارہ دریافت فرمایا کہ یہ بولنے والا کون ہے؟ مگر اس دفعہ بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون آدمی تھا جو نماز میں بولا تھا؟ رفاعہ بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! وہ تو میں ہوں، رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے وہ کلمات کیسے کہے تھے میں نے دوبارہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا

مُبَارَكًا الخ پڑھ کر سنا دیا تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تیس سے زیادہ فرشتے اس قول کو لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے۔

ـــــ وَفِی الْبَابِ عَنْ اَنَسٍ، وَوَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَعَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ۔ قَالَ اَبُوْعِيْسیٰ: حَدِيْثُ رِفَاعَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ، وَكَانَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهٗ فِی التَّطَوُّعِ۔ لِاَنَّ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنَ التَّابِعِيْنَ قَالُوْا: اِذَا عَطَسَ الرَّجُلُ فِی الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ اِنَّمَا يَحْمَدُ اللّٰهَ فِیْ نَفْسِهٖ، وَلَمْ يُوَسِّعُوْا فِیْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيٰی، ابْنِ خَلَّادِ الزُّرَقِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّیْ وَرَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرَّكْعَةِ، قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، قَالَ رَجُلٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟ قَالَ : اَنَا، قَالَ : رَاَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلَ۔(۱۹)

ترجمہ: حضرت رفاعہ بن رافع زرقی نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک روز ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ پیچھے سے ایک آدمی نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْداً كَثِيْراً طيباً مبارکًا فِيْهِ کہا۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف پھرے تو دریافت فرمایا کہ یہ فقرہ کہنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا، "حضورؐ وہ تو میں ہوں۔" آپؐ نے فرمایا: میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس فقرہ کو پہلے لکھنے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے تھے۔

﴿۳﴾ عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَجُلًا جَآءَ فَدَخَلَ فِی الصَّفِّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ، فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ. فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ قَالَ:اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ الْكَلِمَاتِ؟ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ. فَقَالَ: اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا؟ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ. فَقَالَ: اَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ؟ فَاِنَّهٗ لَمْ يَقُلْ بَاْسًا، فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِی النَّفَسُ فَقُلْتُهَا، فَقَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُ اثْنَیْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَآ اَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا الخ۔(۲۰)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آ کر صف میں شامل ہوا۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ اسی کیفیت میں اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْراً طيباً مبارکًا فِيْهِ کہا۔ نماز پوری کر کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ کلمات کہنے والا تم میں سے کون ہے؟" سب لوگ خاموش رہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: "تم میں سے یہ کلمات کہنے والا کون ہے؟" سب لوگ خاموش رہے۔ پھر تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا: "تم میں سے یہ کلمات کہنے والا کون ہے؟" گویا آپؐ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، تو ایک آدمی بول اٹھا، "میں آیا تو میری سانس پھولی ہوئی تھی اسی حالت میں، میں نے یہ کلمات کہے ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اسے اوپر لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتے ہیں۔"

ماٰخذ

(۱) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب تفریع ابواب الجمعۃ، باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ۔ ☆ ترمذی،ج۱، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء فی کراھیۃ التخطی یوم الجمعۃ۔☆نسائی:ج۳، کتاب الجمعہ، باب النھی عن تخطی رقاب الناس والامام علی المنبر یوم الجمعۃ۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ وسننھا، باب ماجاء فی النھی عن تخطی الناس یوم الجمعہ۔ ابن ماجہ میں فقد اٰذیت کے بعد و آنیت بھی ہے ☆مسند احمد، ج ۳، ص ۴۱۷۔۴۳۷، ج ۴، ص ۱۹۰۔

(۲) بخاری،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوٰۃ۔ ☆مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب جواز حمل الصبیان فی الصلوٰۃ۔ ☆ نسائی،ج۳،کتاب السھوباب حمل الصبایا فی الصلوٰۃ ووضعھن فی الصلوٰۃ۔☆سنن دارمی،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب العمل فی الصلوٰۃ۔ ☆ موطا امام مالک، ج۱، کتاب الصلوٰۃ جامع الصلوٰۃ۔ ☆ مسند احمد، ج۵، ص ۲۹۵، عن ابی قتادۃ انصاری۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، جامع ابواب الکلام فی الصلوٰۃ، باب حمل الصبی ووضعہ فی الصلوٰۃ۔ ☆مسند ابی عوانہ ، ج۲، ص۱۴۵، شفقۃ النبی علی ابنۃ ابنتہ۔

(۳) ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب العمل فی الصلوٰۃ۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۷،کتاب الصداق، باب ماجاء فی تستیر المنازل۔☆ المستدرک للحاکم،ج۴، کتاب الادب، باب اشرف المجالس۔ اُقْتُلُوا الْحَیَّۃَ وَالعقرب وان کنتم فی الصلوٰۃ۔☆کنز العمال،ج۱۵،ص۴۳، حدیث ۴۰۰۰۳، بحوالہ طبرانی، عن ابن عباس۔

(۵) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب العمل فی الصلوٰۃ۔

(۶) نسائی،ج۳،کتاب السھو، باب قتل الحیۃ والعقرب فی الصلوٰۃ۔ ☆ مسند احمد، ج ۲، ص ۳۳۳ ابوھریرہ۔

(۷) مسند احمد، ج ۲، ص ۲۸۴، ابوھریرہ☆ مصنف عبدالرزاق،ج۱،ص۴۴۹، باب قتل الحیۃ والعقرب فی الصلوٰۃ۔

(۸) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی قتل الاسودین فی الصلوٰۃ۔ ☆دارمی،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب قتل الحیۃ والعقرب فی الصلوٰۃ۔☆مسند احمد،ج ۲، ص ۲۴۸، ۴۷۳،۴۹۰۔

(۹) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ الخ، باب ماجاء فی قتل الحیۃ والعقرب فی الصلوٰۃ۔

فی الزوائد: فی اسنادہ الحکم بن عبدالملک، وھوضعیف، لکن لاینفرد بہ الحکم۔ فقد رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ عن محمد بن بشار عن محمد بن جعفر، عن شعبۃ، عن قتادۃ۔ وقال قد رواہ الترمذی من حدیث ابی ھریرۃ وقال:

حديث حسن، وفى الباب عن ابن عباس وابى رافع۔

(۱۰) ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب ماجاء فى قتل الحية والعقرب فى الصلوٰة۔

(۱۱) مجمع الزوائد ، ج۳، ص ۲۲۹۔ ☆ رواه البزار، وفيه يوسف بن نافع ، ذكره ابن ابى حاتم ولم يجرحه ولم يوثقه وذكره ابن حبان فى الثقات۔

(۱۲) ابوداؤد، ج۱، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى النعل۔☆ السنن دارمى، ج۱،كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى النعلين۔ ☆مسند احمد، ج ۳، ص ۲۰، عن ابى سعيد خدرى اور ج۱، ص ٤٦١۔ ج٥، ص٨٤۔ج ٦، ص ٢٢١۔

(۱۳) ابوداؤد، ج۱، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى النعل☆ موارد الظمٰان الى زوائد ابن حبان: كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى النعلين الخ عن ابى هريرة۔ اس ميں "خالفوا اليهود و النصارىٰ" هے۔

(١٤) ابوداؤد، ج۱،كتاب الطهارة، باب فى الأذى يصيب الذيل۔

(١٥) ابوداؤد، ج۱،كتاب الطهارة، باب فى الاذى يصيب النعل۔

(١٦) ابوداؤد، ج۱،كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى النعل۔

(١٧) ابوداؤد، ج۱، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى النعل۔

(١٨) ترمذى، ج۱، ابواب الصلوة، باب ماجاء فى الرجل يعطس فى الصلوٰة☆نسائى، ج۲،كتاب الافتتاح، باب قول الماموم اذا عطس خلف الامام ☆مسند احمد، ج٤، ص ٣٤٠، روايت رفاعه بن رافع۔☆السنن الكبرىٰ للبيهقى، ج۲،كتاب الصلوٰة، باب القول عند رفع الراس من الركوع واذا استوى قائماً۔☆المستدرك للحاكم، ج۱، كتاب الصلوٰة، ان دونوں ميں چهينك كا ذكر نهيں۔

(١٩) بخارى، ج ۱، ص ۱۱۰، كتاب الاذان: باب ....۔

(٢٠) مسند ابى عوانه، ج ۲، ص ۹۹۔☆نسائى، ج۱، كتاب الافتتاح، باب نوع آخر من الذكر بعد التكبير۔(نوٹ بخاری اور نسائی دونوں میں چھینک والا واقعہ نہیں ہے)۔

فصل:۱۲

تحویل قبلہ

۸۰۔ (پہلی روایت) ابن سعد کی روایت ہے کہ نبی ﷺ بشر بن براء بن معرور کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں ظہر کا وقت آگیا اور آپؐ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکایک وحی کے ذریعے سے یہ آیت قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ۠ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ (البقرہ: ۱۴۴) نازل ہوئی اور اسی وقت آپؐ اور آپؐ کی اقتداء میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینے اور اطراف مدینہ میں اس کی عام منادی کی گئی۔ (خیال رہے کہ بیت المقدس مدینے سے عین شمال میں ہے اور کعبہ بالکل جنوب میں۔ نماز باجماعت پڑھتے ہوئے قبلہ تبدیل کرنے میں لامحالہ امام کو چل کر مقتدیوں کے پیچھے آنا پڑا ہوگا اور مقتدیوں کو صرف رخ ہی نہ بدلنا پڑا ہوگا، بلکہ کچھ نہ کچھ انہیں بھی چل کر اپنی صفیں درست کرنی پڑی ہوں گی۔ چنانچہ بعض روایات میں یہی تفصیل مذکور ہے)۔

تخریج: **وَيُقَالُ: بَلۡ زَارَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ اُمَّ بِشۡرِ بۡنِ الۡبَرَآءِ بۡنِ مَعۡرُوۡرٍ فِیۡ بَنِیۡ سَلِمَةَ فَصَنَعَتۡ لَهُ طَعَامًا، وَحَانَتِ الظُّهۡرُ فَصَلّٰى رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَصۡحَابِهٖ رَكۡعَتَيۡنِ، ثُمَّ اَمَرَ اَنۡ يُوَجِّهَ اِلَى الۡكَعۡبَةِ فَاسۡتَدَارَ اِلَى الۡكَعۡبَةِ وَاسۡتَقۡبَلَ الۡمِيۡزَابَ فَسُمِّیَ الۡمَسۡجِدَ مَسۡجِدُ الۡقِبۡلَتَيۡنِ.** (۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ قبیلۂ بنوسلمہ میں ام بشر بن البراء بن معرور سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ ام بشر نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا کہ اتنے میں نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو دو رکعتیں ہی پڑھائی تھیں کہ وحی کے ذریعہ سے حکم آگیا کہ اپنا رخ کعبہ کی طرف کرلیں۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیرلیا اور میزاب کو اپنے سامنے کرلیا۔ اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین (دوقبلوں والی مسجد) پڑ گیا۔

۸۱۔ (دوسری روایت) براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع میں تھے۔ حکم سنتے ہی سب کے سب اسی حالت میں کعبے کی طرف مڑ گئے۔

بخاری نے براءؓ کی ایک روایت میں نماز عصر کے وقت تحویل قبلہ کا ذکر کیا ہے:

تخریج: **(۱) حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ رَجَآءٍ ، قَالَ : نَا اِسۡرَائِيۡلُ، عَنۡ اَبِیۡ اِسۡحَاقَ، عَنِ الۡبَرَآءِ بۡنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ نَحۡوَ بَيۡتِ الۡمَقۡدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهۡرًا اَوۡ سَبۡعَةَ عَشَرَ شَهۡرًا، وَكَانَ رَسُوۡلُ**

اللّٰهِ ﷺ يُحِبُّ اَنْ يُّوَجَّهَ اِلَى الْكَعْبَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ" فَتَوَجَّهَ نَحْوَالْقِبْلَةِ قَالَ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ وَهُمُ الْيَهُوْدُ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، فَصَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ مَا صَلّٰى فَمَرَّ عَلٰى قَوْمٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِىْ صَلَاةِ الْعَصْرِ يُصَلُّوْنَ نَحْوَبَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: هُوَ يَشْهَدُ اَنْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَّهُ تَوَجَّهَ نَحْوَالْكَعْبَةِ فَتَحَرَّفَ الْقَوْمُ حَتّٰى تَوَجَّهُوْا نَحْوَالْكَعْبَةِ۔(۲)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ منورہ میں) سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی۔ آپ کی ہمیشہ سے یہ آرزو اور خواہش تھی کہ کسی طرح خانہ کعبہ کو قبلہ مقرر فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قَدْنَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ اس کے بعد حضور ؐ نے اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا۔ یہود کے کچھ نادان لوگوں نے بے جا اعتراض جڑ دیا کہ ان کو اپنے پہلے قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف کس چیز نے پھیر دیا۔ ان سے کہہ دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فرما دیتا ہے۔ (اس موقعہ پر) ایک آدمی نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد وہ وہاں سے نکل کر انصار کے ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جو بیت المقدس کی طرف رخ کرکے عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس آدمی نے گواہی دی کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپ ؐ نے اپنا رخ خانہ کعبہ کی جانب کر لیا ہے۔ یہ ندا سن کر لوگوں نے اپنے رخ پھیر کر خانہ کعبہ کی طرف کر لیے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ ، سَمِعَ زُهَيْرٌ عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا وَكَانَ يُعْجِبُهُ اَنْ تَكُوْنَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ وَاَنَّهُ صَلّٰى اَوْصَلّٰاهَا صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلّٰى مَعَهُ قَوْمٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ مِّمَّنْ كَانَ صَلّٰى مَعَهُ فَمَرَّ عَلٰى اَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ قَالَ: اَشْهَدُ بِاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ فَدَارُوْا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ وَكَانَ الَّذِىْ مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ اَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوْا لَمْ نَدْرِمَا نَقُوْلُ فِيْهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔(۳)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی، حالانکہ آپ کی پسند یہ تھی کہ بیت اللہ قبلہ ہونا چاہیے۔ اور آپ نے نماز عصر پڑھی اور آپ کے ساتھ اور لوگوں نے بھی پڑھی۔ ان نمازیوں میں سے ایک آدمی جس نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، نکل کر چلا گیا اور ایک اہل مسجد کے پاس سے اس کا گزر ہوا کہ وہ رکوع میں تھے۔ اس نے اشہد باللہ کہہ کہ آواز دی کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے۔ چنانچہ یہ ندا سن کر جس حالت میں وہ تھے، اسی میں بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ البتہ تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہونے والوں کے بارے میں تشویش ذہنوں میں پیدا ہوئی کہ ان کی نمازوں کا کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔ وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ:۱۴۳)۔

۸۲۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ بنی سلمہ میں اطلاع دوسرے روز صبح کی نماز کے وقت پہنچی۔ لوگ ایک رکعت پڑھ چکے تھے کہ ان

کے کانوں میں آواز پڑی: ''خبردار رہو، قبلہ بدل کر کعبے کی طرف کردیا ہے۔'' (یہ) سنتے ہی پوری جماعت نے اپنا رخ بدل دیا۔

تخریج: ﴿۱﴾ **حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِبْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ، قَالَ: نَا عَفَّانُ، قَالَ: نَاحَمَّادُبْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّیْ نَحْوَبَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَنَزَلَتْ: قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ فَمَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِیْ سَلَمَةَ وَهُمْ رُكُوْعٌ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ. وَقَدْصَلُّوْا رَكْعَةً، فَنَادٰی: اَلَا اَنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ، فَمَالُوْا كَمَا هُمْ، نَحْوَالْقِبْلَةِ.** (٤)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: قَدْنَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ (البقرة: ١٤٤) بنی سلمہ کے ایک آدمی کا گزر اس وقت ہوا جب وہ حالت رکوع میں تھے اور ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ اس نے زور سے پکار کر کہا سن لو! قبلہ تبدیل کردیا گیا۔ یہ ندا سنتے ہی لوگ جس حالت میں تھے اس سے قبلہ کی طرف پھر گئے۔ (٤)

دار قطنی میں حضرت انسؓ سے مروی روایت میں ہے:

﴿۲﴾ **جَآءَ مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ اِلَی الْكَعْبَةِ، وَالْاِمَامُ فِی الصَّلٰوةِ قَدْ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ، فَقَالَ الْمُنَادِیْ: قَدْ حُوِّلَتِ الْقِبْلَةُ اِلَی الْكَعْبَةِ، فَصَلُّوا الرَّكْعَتَيْنِ الْبَاقِيَتَيْنِ اِلَی الْكَعْبَةِ.** (٥)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے منادی نے بلند آواز سے ندا دی کہ قبلہ کا رخ تبدیل کر کے خانہ کعبہ کی طرف کردیا گیا ہے۔ (جب یہ ندا دی گئی) تو اس وقت امام مقتدیوں کو دو رکعتیں پڑھا چکا تھا۔ جونہی منادی نے ندا دی کہ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ اب رخ خانہ کعبہ کی طرف ہے تو باقی دو رکعتیں لوگوں نے خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھیں۔

تشریح: اور یہ جو فرمایا کہ ''ہم تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔'' اور یہ کہ ''ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو۔'' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کا حکم آنے سے پہلے نبی ﷺ اس کے منتظر تھے۔ آپؐ خود یہ محسوس فرما رہے تھے کہ بنی اسرائیل کی امامت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اور اس کے ساتھ بیت المقدس کی مرکزیت بھی رخصت ہوئی۔ اب اصل مرکز ابراہیمی کی طرف رخ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج۱، البقرہ، حاشیہ:۱۴۶)

۸۳۔ مسجد قبا میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے کہ تحویل قبلہ کی منادی ان کے کانوں میں پہنچی اور انہوں نے اسی حالت میں اپنا رخ کعبہ کی طرف پھیر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس فعل کو نہ صرف جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا۔

تخریج: **حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّاسُ فِیْ صَلَاةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءَ اِذْ جَآءَ هُمْ اٰتٍ، فَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْاُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَی الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَی الْقِبْلَةِ.** (٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک آنے

والا آیا اور اس نے بآواز بلند کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر رات ہی وحی نازل ہوئی ہے اور اس میں حکم دیا گیا ہے کہ اپنا رخ کعبہ کی طرف کرلو۔ لہٰذا تم بھی اپنے رخ خانۂ کعبہ کی طرف کرلو۔ حالانکہ ان کے رخ شام کی طرف تھے۔ چنانچہ ندا سنتے ہی انہوں نے بھی اپنے رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیے۔(٦)

فقھی استنباط: اسی سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر کوئی شخص سمت قبلہ سے ناواقف ہو اور گمان غالب کی بنا پر کسی رخ پر نماز پڑھ رہا ہو، پھر اسی حالت میں کوئی اسے قبلہ کی صحیح سمت بتادے تو اسی وقت اس کو صحیح سمت کی طرف پھر جانا چاہیے۔

اسی طرح کی اور بھی بہ کثرت مثالیں آثار وحدیث میں ہیں۔ اوران سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر غیر مصلی کے ذریعے سے بھی مقتدیوں کو امام کے رکوع وسجود اور قیام وقعود کی اطلاع پہنچے، اور وہ ذریعہ قابل اعتماد ہو، تو اس کے مطابق حرکت کرنے سے نماز میں کوئی قباحت واقع نہیں ہوتی۔ قاطع صلوٰۃ جو چیز ہے وہ دراصل اس نوعیت کا فعل ہے جس میں آپ کو مشغول دیکھ کر ناواقف آدمی یہ گمان کرے کہ آپ نماز نہیں پڑھ رہے ہیں، یا پھر مصلی اور غیر مصلی کے درمیان ایسا معاملہ ہو جو مکالمہ اور تعلیم وتعلم کی حد تک پہنچا ہوا ہو۔ (تفہیمات دوم: نماز میں...)

نماز فجر میں طوالت قراءت کی خاص اہمیت

٨٤۔ نبی ﷺ نے فجر کی نماز میں طویل قراءت کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا۔

پھر صحابہ کرامؓ نے اس کی پیروی کی اور بعد کے ائمہ نے اسے مستحب قرار دیا۔ (فجر کے وقت کی قراءت کو قرآن میں مشہود قرار دیا گیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے فرشتے اس کے گواہ بنتے ہیں۔ احادیث سے واضح ہے کہ فرشتے ہر نماز کے گواہ بنتے ہیں، لیکن جب خاص طور پر فجر کی قراءت پر ان کی گواہی کا ذکر کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فجر کی نماز میں طویل قراءت کرنے کا طریقہ اختیار فرمایا)۔

(تفہیم القرآن، ج۲، بنی اسرائیل، حاشیہ: ۹۵)

تخریج: ﴿١﴾ حَدَّثَنِی عُبَیْدُبْنُ اَسبَاطِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِیُّ قَالَ: ثَنِیْ اَبِیْ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ "وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا" قَالَ: تَشْهَدُهُ مَلَائِکَةُ اللَّیْلِ وَمَلَائِکَةُ النَّهَارِ۔(٧)

ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ نے قرآن مجید کی آیت وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا (بنی اسرائیل:۷۸) کی تفسیر نبی ﷺ سے بایں معنی میں بیان کی ہے کہ اس میں دن اور رات کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

﴿٢﴾ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَیَّارُبْنُ سَلَامَةَ، قَالَ: دَخَلْتُ اَنَاوَاَبِیْ عَلٰی اَبِیْ بَرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ فَسَاَلْنَاهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ، فَقَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی الظُّهْرَ حِیْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ، وَالْعَصْرَ وَیَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلٰی اَقْصَی الْمَدِیْنَةِ وَالشَّمْسُ حَیَّةٌ، وَنَسِیْتُ مَاقَالَ فِی الْمَغْرِبِ،

وَلَایُبَالِیْ بِتَاخِیْرِ الْعِشَاءِ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ وَلَا یُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِیْثَ بَعْدَهَا، وَیُصَلِّی الصُّبْحَ، فَیَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَیَعْرِفُ جَلِیْسَهٗ وَكَانَ یَقْرَاُ فِی الرَّكْعَتَیْنِ اَوْاِحْدٰهُمَا مَابَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَةِ۔(۸)

ترجمہ: سیار بن سلامہ کا بیان ہے کہ میں اور میرے والد دونوں ابو برزہ اسلمی کے پاس گئے اور ان سے اوقات صلوٰۃ کے بارے میں استفسار کیا۔ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نماز ظہر سورج کے زوال کے بعد پڑھتے تھے اور عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ایک آدمی نماز عصر پڑھ کر مدینہ سے دور اپنے گھر پہنچ جاتا تھا۔ اس وقت سورج زندہ ہوتا تھا۔ اور مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ نے مغرب کے بارے میں کیا فرمایا۔ نماز عشاء کو تہائی رات تک موخر کرنے میں بھی حضور ﷺ کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔ نماز عشاء سے پہلے سونے اور بعد میں (غیر ضروری) باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے اور صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ نمازی جب نماز سے فارغ ہو کر پھرتا تو وہ ساتھی کو پہچان لیتا اور آپؐ دونوں رکعتوں میں، یا ایک رکعت میں ساٹھ سے سو آیات تک تلاوت فرماتے تھے۔

گرمی میں نماز ظہر کے لیے ابراد کا حکم

۸۵۔ نبی ﷺ نے فرمایا ''جب گرمی کا زور ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو (یعنی دیر کر کے پڑھو یہاں تک کہ گرمی کی شدت میں کمی ہو جائے)۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ بْنُ سُلَیْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ صَالِحُ ابْنُ كَیْسَانَ، حَدَّثَنَا الْاَعْرَجُ عَبْدُالرَّحْمٰنِ وَغَیْرُهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَنَافِعٍ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَنَّهٗ قَالَ: اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ۔(۹)

ترجمہ: عبدالرحمٰن، حضرت ابو ہریرہؓ اور نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں نے نبی ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا۔ فرمایا ''جب گرمی کی شدت ہو تو پھر نماز کو ٹھنڈا کر لو۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی پھونک سے ہے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا غُنْدُرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُهَاجِرِ اَبِی الْحَسَنِ، سَمِعَ زَیْدَ بْنَ وَهْبٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ: اَذَّنَ مُؤَذِّنُ النَّبِیِّ ﷺ الظُّهْرَ، فَقَالَ: اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْقَالَ اِنْتَظِرْ اِنْتَظِرْ، وَقَالَ: شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی رَاَیْنَا فَیْئَ التُّلُوْلِ۔(۱۰)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے موذن نے ظہر کی اذان کہی تو حضورؐ نے فرمایا: ''ابھی ٹھنڈا کرو، ابھی ٹھنڈا کرو'' یا فرمایا کہ ''ابھی انتظار کرو، ابھی انتظار کرو''۔ ساتھ ہی فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کی پھونک سے ہے۔ لہٰذا جب گرمی زوروں پر ہو تو نماز کو ٹھنڈا کر لو۔ (اس ارشاد کی روشنی میں ہم اتنا انتظار کرتے کہ) ہم ٹیلوں کا سایہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔''

۸۶۔ گرمی کی شدت جہنم کی پھونک سے ہے۔ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی اور کہا کہ اے رب! میرے اجزا ایک دوسرے کو کھائے جاتے ہیں۔ اس کے رب نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دے دی۔ ایک مرتبہ جاڑے میں اور

دوسری مرتبہ گرمی میں۔ گرمی کا سانس اس شدید ترین گرمی جیسا ہوتا ہے جو تم لوگ موسم گرما میں پاتے ہو، اور سردی کا سانس اس شدید ترین سردی جیسا ہوتا ہے جو تم موسم سرما میں پاتے ہو۔

تخریج: (۱) عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، اَنَّهُ قَالَ: اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فَقَالَتْ یَارَبِّ! اَکَلَ بَعْضِیْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَیْنِ نَفَسٌ فِی الشِّتَآءِ وَنَفَسٌ فِی الصَّیْفِ وَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِیْرِ۔(۱۱)

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ اَبِیْ حَکِیْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ الزِّبْرِ قَانَ یُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّی الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَلَمْ یَکُنْ یُصَلِّیْ صَلَاةً اَشَدَّ عَلٰی اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْهَا قَالَ فَنَزَلَتْ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَقَالَ: اِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَیْنِ وَبَعْدَهَا صَلَاتَیْنِ۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دن ڈھلنے کے وقت پڑھاتے تھے۔ اس نماز سے بڑھ کر کوئی نماز اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق نہ تھی۔ پس حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی "(البقرۃ:۲۳۸) کی آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اس نماز سے پہلے دو نمازیں ہیں اور دو اس کے بعد ہیں۔(۱۲)

تشریح: اس حدیث پر اعتراض کرنے سے پہلے اس امر پر غور کر لیجیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد اس بیان سے آخر کیا ہو سکتا تھا؟ کیا یہ کہ آپؐ ایک عالم طبیعیات کی حیثیت سے موسمی تغیرات کے وجوہ بیان فرمانا چاہتے تھے، یا یہ کہ آپؐ ایک نبی کی حیثیت سے گرمی کی تکلیف محسوس کرنے والوں کو جہنم کا تصور دلانا چاہتے تھے؟ جس شخص نے بھی قرآن اور سیرت نبیؐ پر کچھ غور کیا ہوگا وہ بلا تامل کہہ دے گا کہ آپؐ کی حیثیت پہلی نہ تھی، بلکہ دوسری تھی۔ اور گرمی کی شدت کے زمانے میں ظہر کی نماز ٹھنڈی پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے آپؐ نے جو کچھ فرمایا، اس سے آپؐ کا مقصد دوزخ سے ڈرانا اور ان کاموں سے روکنا تھا جو آدمی کو دوزخ کا مستحق بناتے ہیں۔ اس لحاظ سے آپؐ کا یہ ارشاد قرآن کے اس ارشاد سے ملتا جلتا ہے جو غزوۂ تبوک کے موقع پر فرمایا گیا تھا کہ "وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا" (التوبۃ:۸۱) انہوں نے کہا کہ اس شدید گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو۔ "اے نبیؐ! ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس گرمی سے زیادہ گرم ہے۔" جس طرح یہاں قرآن علم طبیعیات کا کوئی مسئلہ بیان نہیں کر رہا ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی طبیعیات کا درس دینے کے لیے نہیں ہے۔ قرآن دنیا کی گرمی کا جہنم کی گرمی سے مقابلہ اس لیے کر رہا ہے کہ پس منظر میں وہ لوگ موجود تھے جو اس گرمی سے گھبرا کر جہاد کے لیے نکلنے سے جی چرا رہے تھے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا کی شدید گرمی اور شدید سردی کو دوزخ کی محض دو پھونکوں کے برابر اس لیے بتا رہے ہیں کہ پس منظر میں وہ لوگ موجود تھے جو جاڑے میں صبح کی اور گرمی میں ظہر کی نماز کے لیے نکلنے سے گھبراتے تھے۔ چنانچہ مسند احمد میں زیدؓ بن ثابت کی یہ روایت آئی ہے کہ لَمْ یَکُنْ یُصَلِّیْ صَلٰوةً اَشَدُّ عَلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْهَا ظہر کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز اصحاب رسول اللہؐ پر شاق نہ تھی۔ اور اس کا اندازہ ہر وہ شخص کر سکتا ہے جس نے گرمی کے زمانے میں عرب کی دوپہر کبھی دیکھی ہو۔

اس کے بعد اب حدیث کے اصل الفاظ کی طرف آیئے۔ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّمِنْ فَيحِ جَهَنَّمَ ''گرمی کی شدت جہنم کی پھونک سے ہے'' کے معنی لازماً یہی نہیں ہیں کہ دنیا میں گرمی جہنم کی پھونک کی وجہ سے ہوتی ہے، بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ جہنم کی پھونک کی قسم یا جنس سے ہے۔ اس لیے کہ عربی زبان میں لفظ مِن ، بیان جنس کے لیے بکثرت استعمال ہوتا ہے اور خود قرآن میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ جیسے مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ۔ مَهْمَا تَأْتِنَا بِهٖ مِنْ آيَةٍ اور اِجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ۔

رہا آخری فقرہ تو اس میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ دنیا میں گرمی اور جاڑے کے موسم دوزخ کی ان دو پھونکوں کے سبب سے آتے ہیں، بلکہ الفاظ یہ ہیں فَاذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ، نَفَسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِي الصَّيْفِ اَشَدُّ مَاتَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَاتَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ۔ ''پس اس کے رب نے اس کو دو سانسوں کی اجازت دی، ایک سانس جاڑے میں اور ایک سانس گرمی میں، جو اس شدید ترین گرمی جیسا ہے جو تم پاتے ہو اور اس شدید ترین سردی جیسا ہے جو تم پاتے ہو۔''

(رسائل ومسائل دوم: چند احادیث...)

سوال: امام مالک کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سال میں جہنم دو مرتبہ دو مختلف قسم کے سانس لیتی ہے۔ ایک سرد، ایک گرم۔ سرد سانس دنیا میں سردی کے اثرات پھیلاتا ہے اور گرم سانس گرمی کی تکلیف کا سبب بن جاتا ہے۔ اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ پھر تمام دنیا میں سردی اور گرمی کے اثرات یکساں طور پر کیوں نہیں پھیلتے۔ کہیں کم کہیں زیادہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اصل میں بڑی ایک مصیبت ہے کہ کلام کے مدعا کو سمجھے بغیر سوالات کیے جاتے ہیں۔ نبی ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب علم موسمیات کا ایک مضمون بیان کرنا نہیں تھا کہ موسم کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ اور نہ کوئی علم موسمیات کی نبی ﷺ نے کلاس کھولی تھی کہ جس میں یہ بتانا آپؐ چاہتے ہیں کہ گرمی دنیا میں کیسے آتی ہے اور سردی کیسے آتی ہے؟ درحقیقت نبیؐ کا کام خلق خدا کو راہ راست دکھانا ہے۔ آپؐ دنیا کی ہر چیز سے آدمی کو وہ سبق دینے کی کوشش کرتے تھے جو انسان کو راہ راست کی طرف لے آئے۔ گرمی اگر آتی تو نبی ﷺ اس وقت یہ احساس دلاتے تھے کہ ذرا اس گرمی کو دیکھو اور خود جہنم کا تصور کرو تو جہنم میں کیا حال ہوگا تمہارا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ جنگ تبوک کے موقع کے پرسخت گرمی کے زمانے میں نبی ﷺ صحابہ کرام کو لے کر نکلنے لگے تو بہت سے منافقین نے یہ معذرت کی کہ سخت گرمی کا زمانہ ہے۔ ہم سے سفر نہیں ہوسکے گا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا (التوبۃ:۸۱) اے نبیؐ ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس گرمی سے زیادہ سخت ہے کہ جو یہاں عرب کے تپتے ہوئے ریگستان میں تم محسوس کرتے ہو۔ تو نبی ﷺ نے دراصل یہ احساس دلایا ہے کہ یہ دنیا کی گرمی جو تم کو پریشان کرتی ہے، یہ جہنم کی گرمی کا ایک ہلکا سا اثر ہے، کم سے کم ہلکی سی ہلکی گرمی جو جہنم کی ہوسکتی تھی یوں سمجھئے کہ اس کی ایک پھونک یہاں آ گئی ہے جو تم کو اس شکل میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح جہنم کے بعض حصے انتہائی سرد ہوں گے، جیسے قرآن مجید میں بھی ارشاد کیا گیا ہے کہ جہنم کے بعض حصے انتہائی سرد ہوں گے۔ اس کی تکلیف اسی طرح کی ہوگی جیسے کہ آگ کی ہوتی ہے۔ سردی کی شدت قریب قریب وہی اثرات ڈالتی ہے جو آگ کے ہیں تو جاڑے کی سردی میں حضورؐ یہ احساس دلاتے ہیں کہ ذرا جہنم کے ٹھنڈے خطوں کا خیال کرو۔ اصل مقصود جہنم سے ڈرانا ہے نہ کہ محکمہ موسمیات سے متعلق معلومات فراہم کر کے دینا ہے۔

(کیسٹ نمبر۱: وقفہ سوالات)

دلوک الشّمس کے معنی

۸۷۔ بعض احادیث میں نبی ﷺ سے دلوک شمس کی یہی (آفتاب کا نصف النہار سے ڈھل جانا) تشریح منقول ہے، اگرچہ ان کی سند کچھ زیادہ قوی نہیں ہے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ، قَالَ: ثَنَا خَالِدُبْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: ثَنِیْ مُحَمَّدُبْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: ثَنِیْ یَحْیٰ بْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ ثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ عَمَرٍ وبْنِ حَزْمٍ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَبْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ حِیْنَ زَالَتْ فَصَلّٰی بِیَ الظُّهْرَ۔(۱۳)

ترجمہ: حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ''میرے پاس جبریل علیہ السلام دلوک الشّمس یعنی ڈھلے سورج کے وقت آئے اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔''

﴿۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: دُلُوْکُهَا مَیْلُهَا یَعْنِی الشَّمْسُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِیْ قَوْلِهٖ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ قَالَ: دُلُوْکُهَا مَیْلُهَا.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود نے دلوک کے معنی ڈھلنے کے کیے ہیں۔ عبداللہ نے دلوک کے معنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ (بنی اسرائیل:۷۸) کی روشنی میں سورج کے ڈھلنے کے لیے ہیں۔

﴿۳﴾ عَنِ الْحَسَنِ، فِیْ قَوْلِهٖ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ قَالَ: دُلُوْکُهَا زَوَالُهَا.

ترجمہ: حسن بصری نے دلوک کو زوال کے معنی میں لیا ہے۔

﴿۴﴾ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ: فِیْ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُ لُوْکِ الشَّمْسِ، قَالَ: لِزَوَالِ الشَّمْسِ.

ترجمہ: ابوجعفر سے بھی دلوک الشّمس کے معنی زوال آفتاب کے منقول ہیں۔

﴿۵﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دُلُوْکُ الشَّمْسِ زَیْغُهَابَعْدَ نِصْفِ النَّهَارِ یَعْنِی الظِّلَ.

ترجمہ: ابن عباس نے دلوک بمعنی زیغ، یعنی نصف دن کے بعد سایہ کا ڈھلنا لیا ہے۔

﴿۶﴾ عَنْ قَتَادَةَ، قَوْلُهٗ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اَیْ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَآءِ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ.

ترجمہ: قتادہ سے دلوک الشّمس کے معنی آفتاب کے نماز ظہر کے لیے بطن آسمان سے ڈھل جانا منقول ہے۔

﴿۷﴾ عَنْ مُجَاهِدٍ: قَالَ دُلُوْکُ الشَّمْسِ حِیْنَ تَزِیْغُ.

ترجمہ: مجاہد نے دلوک کے معنی تزیغ لیا ہے۔

﴿۸﴾ قَالَ اَبُوْبَرْزَةَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّی الظُّهْرَ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ، تَلَا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ

لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ. (١٤)

ترجمہ: ابو برزہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا۔

تشریح: ''زوال آفتاب'' ہم نے دلوک الشمس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگرچہ بعض صحابہ و تابعین نے دلوک سے مراد غروب بھی لیا ہے، لیکن اکثریت کی رائے یہی ہے کہ اس سے مراد آفتاب کا نصف النہار سے ڈھل جانا ہے۔ حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ، انسؓ بن مالک، ابو برزۃ الاسلمی، حسن بصریؒ، شعبیؒ، عطاءؒ، مجاہدؒ اور ایک روایت کی رو سے ابن عباسؓ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے بھی یہی قول مروی ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل، حاشیہ: ۹۲)

صلوٰۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے؟

۸۸۔ (جنگ احزاب کے موقع پر) آپؐ نے فرمایا: خدا ان لوگوں کی قبریں اور ان کے گھر آگ سے بھر دے، انہوں نے ہماری صلوٰۃ وسطیٰ فوت کرادی۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ الْمُثَنّٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَنْصَارِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ حَسَّانٍ، قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ سِيْرِيْنَ، قَالَ حَدَّثَنَا عَبِيْدَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَقَالَ: مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ۔(١٥)

ترجمہ: حضرت علی بن ابو طالبؓ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''خدا ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے، انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے ایسا مشغول رکھا کہ سورج ڈوب گیا۔''

﴿۲﴾ عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ الْاَحْزَابِ: شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰی حَتّٰی اٰبَتِ. الشَّمْسُ مَلَا اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ نَارًا، وبُيُوْتَهُمْ اَوْ بُطُوْنَهُمْ شَكَّ شُعْبَةُ فِیْ الْبُيُوْتِ وَالْبُطُوْنِ۔(١٦)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے ایسا غافل کر دیا کہ آفتاب غروب ہوگیا، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور ان کے گھروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے۔''

_____ حضرت علی سے متعدد راویوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ کسی نے غَابَتِ الشَّمْسُ اور کسی نے اٰبَتِ الشَّمْسُ اور پھر کسی نے مَلَأَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ اور کسی نے اَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ اور کسی نے بُيُوْتَهُمْ اور بُطُوْنَهُمْ روایت کیا ہے۔ ایک روایت میں مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَاراً ثُمَّ صَلَّاهَا بَيْنَ الْعِشَائَيْنِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بیان کیا۔

تشریح: وسطیٰ کے معنی بیچ والی چیز کے بھی ہیں اور ایسی چیز کے بھی جو اعلیٰ اور اشرف ہو۔ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد بیچ کی نماز بھی

ہوسکتی ہے اور ایسی نماز بھی جو صحیح وقت پر پورے خشوع اور توجہ الی اللہ کے ساتھ پڑھی جائے اور جس میں نماز کی تمام خوبیاں موجود ہوں۔

(صلوٰۃ الوسطٰی سے) بعض مفسرین نے صبح کی نماز مراد لی ہے، بعض نے ظہر، بعض نے مغرب اور بعض نے عشاء۔ لیکن ان میں سے کوئی قول بھی نبی ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ صرف اہل تاویل کا استنباط ہے۔ سب سے زیادہ اقوال نماز عصر کے حق میں ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ نبیؐ نے اسی نماز کو صلوٰۃ وسطٰی قرار دیا ہے۔ لیکن جس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے، وہ صرف یہ ہے کہ جنگ احزاب کے موقع پر نبی ﷺ کو مشرکین کے حملے نے اس درجہ مشغول رکھا کہ سورج ڈوبنے کو آ گیا اور آپؐ نماز عصر نہ پڑھ سکے۔ اس وقت آپؐ نے (مندرجہ بالا الفاظ فرمائے)۔ اس سے یہ سمجھا گیا کہ آپؐ نے نماز عصر کو صلوٰۃ وسطٰی فرمایا ہے، حالانکہ اس کا یہ مطلب ہمارے نزدیک زیادہ قرین صواب ہے کہ اس مشغولیت نے اعلیٰ درجے کی نماز ہم سے فوت کرادی، ناوقت پڑھنی پڑے گی، جلدی جلدی ادا کرنی ہوگی، خشوع وخضوع اور اطمینان وسکون کے ساتھ نہ پڑھ سکیں گے۔

(تفہیم القرآن، ج۱، البقرہ، حاشیہ:۲۶۳)

نماز سے غفلت برتنے والے لوگ

۸۹۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے ان کے صاحبزادے مصعب بن سعد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا تھا جو نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت ٹال کر پڑھتے ہیں (ابن جریر، ابویعلی، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی فی الاوسط، ابن مردویہ، بیہقی فی السنن۔ یہ روایت حضرت سعد کے اپنے قول کی حیثیت سے بھی موقوفاً نقل ہوئی ہے اور اس کی سند زیادہ قوی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی حیثیت سے اس کی مرفوعاً روایت کو بیہقی اور حاکم نے ضعیف قرار دیا ہے)۔

۹۰۔ حضرت مصعب کی دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ اس آیت (اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۔ (الماعون:۵) پر آپ نے غور فرمایا؟ کیا اس کا مطلب نماز کو چھوڑ دینا ہے؟ یا اس سے مراد نماز پڑھتے پڑھتے آدمی کا خیال کہیں اور چلا جانا ہے؟ خیال بٹ جانے کی حالت ہم میں سے کس پر نہیں گزرتی؟ انہوں نے جواب دیا، نہیں، اس سے مراد نماز کے وقت کو ضائع کرنا ہے اور اسے وقت ٹال کر پڑھنا ہے۔

(ابن جریر، ابن ابی شیبہ، ابویعلی، ابن المنذر، ابن مردویہ، بیہقی فی السنن)

تخریج: حَدَّثَنِیْ زَكَرِيَّابْنُ اَبَانَ الْمِصْرِیُّ، قَالَ: ثَنَا عَمْرُوبْنُ طَارِقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: ثَنَاعَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ، قَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اَلَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۵) کے بارے میں عرض کیا کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

"یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کا وقت ٹال کر پڑھتے ہیں۔"

تشریح: اس مقام پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نماز میں دوسرے خیالات کا آ جانا اور چیز ہے اور نماز کی طرف کبھی متوجہ بھی نہ ہونا اور اس میں ہمیشہ دوسری باتیں ہی سوچتے رہنا بالکل دوسری چیز۔ پہلی حالت تو بشریت کا تقاضا ہے۔ بلا ارادہ خیالات آ ہی جاتے ہیں اور مومن کو جب بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ نماز سے اس کی توجہ ہٹ گئی ہے تو وہ پھر کوشش کر کے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ دوسری حالت نماز سے غفلت برتنے کی تعریف میں آتی ہے، کیونکہ اس میں آدمی صرف نماز کی ورزش کر لیتا ہے، خدا کی یاد کا کوئی ارادہ اس کے دل میں نہیں ہوتا، نماز شروع کرنے سے سلام پھیرنے تک ایک لمحہ کے لیے اس کا دل خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، اور جن خیالات کو لیے ہوئے وہ نماز میں داخل ہوتا ہے انہی میں مستغرق رہتا ہے۔

(تفہیم القرآن، ج ۶، الماعون، حاشیہ: ۹)

منافق کی نماز

۹۱۔ تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ، تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ، تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ، یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطٰنِ، قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا، لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا.

"رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے۔ عصر کے وقت بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان پہنچ جاتا ہے (یعنی غروب کا وقت قریب آ جاتا ہے) تو اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے، جن میں اللہ کو کم ہی یاد کرتا ہے۔" (بخاری، مسلم، مسند احمد) (تفہیم القرآن، ج ۶، الماعون، حاشیہ: ۹)

—— ثبت فی الصحیحین

تخریج: ⟨۱⟩ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ، تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ، تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِ، یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا۔(۱۸)

⟨۲⟩ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِکٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّہٗ قَالَ: دَخَلْنَا عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ بَعْدَ الظُّھْرِ فَقَامَ یُصَلِّی الْعَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلوٰتِہٖ ذَکَرْنَا تَعْجِیْلَ الصَّلوٰۃِ، اَوْ ذَکَرَھَا، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِیْنَ، تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِیْنَ، تِلْکَ صَلوٰۃُ الْمُنَافِقِیْنَ، یَجْلِسُ اَحَدُھُمْ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ اَوْ عَلٰی قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا۔(۱۹)

ترجمہ: علاء ابن عبد الرحمٰن نے بیان کیا کہ ہم انس بن مالک کی خدمت میں نماز ظہر کے بعد حاضر ہوئے ہی تھے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر عصر کی نماز پڑھ لی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے جلدی نماز پڑھنے کا ذکر چھیڑا، یا خود انہوں نے اس جلدی پڑھنے کا ذکر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے خود سنا ہے۔ "یہ منافق لوگوں کی نماز ہے، یہ

منافق لوگوں کی نماز ہے، یہ منافق لوگوں کی نماز ہے کہ ان میں سے ایک بیٹھا رہتا ہے، جب آفتاب پیلا پڑ جاتا ہے تو اس وقت وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے۔ تو یہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتا ہے۔‘‘

﴿۳﴾ **حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ اَیُّوْبَ وَمُحَمَّدُبْنُ الصَّبَّاحِ وَقُتَیْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوْا: نَااِسْمَاعِیْلُ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّهُ دَخَلَ عَلیٰ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ فِیْ دَارِهٖ بِالْبَصْرَةِ حِیْنَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهٗ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَاعَلَیْهِ، قَالَ: اَصَلَّیْتُمُ الْعَصْرَ فَقُلْنَالَهٗ، اِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ، قَالَ: فَصَلُّوا الْعَصْرَ، فَقُمْنَا فَصَلَّیْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، یَقُوْلُ: تِلْکَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ، یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰهَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا۔**(۲۰)

ترجمہ: حضرت علاء بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ وہ حضرت انس بن مالک کے پاس بصرہ میں ان کی قیام گاہ پر گئے۔ ان کا گھر مسجد کے پہلو میں واقع تھا۔ وہ نماز ظہر پڑھ کر واپس آئے تھے۔ جب ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے؟ تو ہم نے جواب میں عرض کیا ’’ابھی تو ہم نماز ظہر سے واپس ہوئے ہیں۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ تم لوگ عصر کی نماز پڑھ لو، لہٰذا ہم نے اٹھ کر نماز پڑھ لی۔ جب ہم واپس جانے لگے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے، فرماتے تھے ’’یہ منافق کی نماز ہے جو بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا (غروب کے قریب) تو اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتا ہے۔

دار قطنی میں حضرت انسؓ سے منقول روایت:

﴿۴﴾ **عَنِ النَّبِیِّ ﷺ : اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِصَلٰوةِ الْمُنَافِقِ؟ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ فَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ، قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا، لَایَذْکُرُ اللّٰهَ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا۔**؟(۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کیا میں تمہیں منافق کی نماز سے باخبر نہ کروں، وہ بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ پیلا پڑ جاتا ہے۔ اس وقت وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے جس میں ذکر الٰہی کم ہی ہوتا ہے۔

مسند احمد کی ایک اور روایت:

﴿۵﴾ **عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلیٰ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، اَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ حِیْنَ صَلَّیْنَا الظُّهْرَفَدَعَا الْجَارِیَةَ بِوَضُوْءٍ، فَقُلْنَا لَهٗ: اَیَّ صَلٰوةٍ تُصَلِّیْ؟ قَالَ: الْعَصْرَ، قَالَ: قُلْنَا اِنَّمَا صَلَّیْنَا الظُّهْرَ الْاٰنَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، یَقُوْلُ: تِلْکَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ یَتْرُکُ الصَّلٰوةَ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ فِیْ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ، اَوْبَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ صَلّٰی لَایَذْکُرُ اللّٰهِ فِیْهَا اِلَّا قَلِیْلًا۔**(۲۲)

ترجمہ: حضرت علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں اور ایک انصار کا آدمی دونوں ظہر کی نماز پڑھ کر انس بن مالک

کے پاس گئے۔ انہوں نے لونڈی سے کہا کہ ''وہ وضوء کا برتن لائے۔'' تو ہم نے پوچھا کہ ''یہ کون سی نماز جو آپ پڑھنے لگے ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ ''عصر کی نماز ہے۔'' ہم نے عرض کیا کہ ''ہم نے تو ابھی ظہر کی ہی نماز پڑھی ہے۔'' یہ سن کر انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے خود سنا ہے ''یہ منافق کی نماز ہے، نماز چھوڑ کر بیٹھا رہتا ہے کہ جب سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو نماز پڑھتا ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کم ہی ہوتا ہے۔

ان سے مروی ایک اور روایت میں ہے:

﴿۶﴾ فَقَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوۡلُ: تِلۡكَ صَلوٰةُ الۡمُنَافِقِ،تِلۡكَ صَلوٰةُ الۡمُنَافِقِ، يَجۡلِسُ اَحَدُهُمۡ حَتّٰى اِذَا اصۡفَرَّتِ الشَّمۡسُ وَكَانَتۡ بَيۡنَ قَرۡنَيِ الشَّيۡطَانِ اَوۡ عَلٰى قَرۡنِ الشَّيۡطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرۡبَعًا لَا يَذۡكُرُ اللّٰهَ فِيۡهَا اِلَّا قَلِيۡلًا۔ (۲۳)

ترجمہ: حضرت علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، ''یہ منافق کی نماز ہے، یہ منافق کی نماز ہے (منافق کا حال یہ ہے) کہ بیٹھا رہتا ہے حتیٰ کہ سورج زرد پڑ جاتا ہے اور اس وقت یہ شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے، یا فرمایا سینگوں پر ہوتا ہے تو یہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے جس میں ذکرِ الٰہی کم ہی ہوتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

﴿۷﴾ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلَا اُخۡبِرُكُمۡ بِصَلوٰةِ الۡمُنَافِقِ يَدَعُ الۡعَصۡرَ حَتّٰى اِذَا كَانَتۡ بَيۡنَ قَرۡنَيِ الشَّيۡطَانِ اَوۡ عَلٰى قَرۡنِ الشَّيۡطَانِ قَامَ فَنَقَرَهَا نَقَرَاتِ الدِّيۡكِ لَا يَذۡكُرُ اللّٰهَ فِيۡهَا اِلَّا قَلِيۡلًا۔ (۲۴)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں منافق کی نماز سے باخبر نہ کروں، نمازِ عصر چھوڑے بیٹھا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو، اٹھتا ہے اور مرغ کی طرح چند ٹھونگیں مار لیتا ہے جس میں ذکرِ الٰہی کم ہی ہوتا ہے۔

قطبین میں نماز

قطبین کے قریب علاقوں کے اوقات عبادات کے معاملے میں میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ جن علاقوں میں رات اور دن کا الٹ پھیر ۲۴ گھنٹے کے اندر ہو جاتا ہے ان میں روزہ و نماز کے اوقات اسی قاعدے پر ہونے چاہییں جو خط استوا سے قریب تر مقامات کے لیے ہے، خواہ رات دو ہی گھنٹے کی ہو، یا دن دو ہی گھنٹے کا رہ جائے۔ البتہ اس کے آگے جہاں رات اور دن ۲۴ گھنٹوں سے متجاوز ہو جاتے ہیں، وہاں گھڑیوں کے حساب سے اوقات مقرر کیے جانے چاہییں، اور ایسے مقامات پر تعین اوقات مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ کے معیار پر کیا جانا چاہیے۔ (رسائل و مسائل دوم قطبین میں نماز)

انگریزی میں نماز

نماز صرف عربی زبان ہی میں ادا کی جاسکتی ہے، کیونکہ نماز کا سب سے اہم جز قرآن کی تلاوت ہے جو عربی زبان میں نازل ہوا

ہے، اور اس کا ترجمہ کتنا ہی صحیح ہو، بہر حال قرآن نہیں ہے، نہ اس پر کلام اللہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ دوسری جو چیزیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب نبی ﷺ نے مقرر کی ہیں اور جن الفاظ میں آں حضرت ﷺ نے ان کی تعلیم دی ہے، انہی میں ان کو پڑھنا چاہیے۔ دوسری زبان کے الفاظ اوّل تو ان کے صحیح معنی ادا نہیں کرتے، اور کسی حد تک وہ ادا کریں بھی تو بہر حال وہ پیغمبر ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع سے آج تک کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ نماز عربی زبان ہی میں ادا کی جانی چاہیے۔ نہ قرآن کے اصل الفاظ کی جگہ ان کا ترجمہ پڑھا جاسکتا ہے اور نہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ کو دوسرے الفاظ سے بدلا جاسکتا ہے۔

البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ جو غیر عرب انسان نیا نیا مسلمان ہوا اور فوراً ہی عربی زبان میں قرآن اور دوسرے اذکار صلوٰۃ پڑھنے کے قابل نہ ہو سکے وہ کیا کرے؟ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ (امام ابوحنیفہؒ کے دو فاضل شاگردوں) کی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص اپنی زبان میں ترجمہ پڑھ سکتا ہے، مگر اسے جلدی سے جلدی کوشش کرنی چاہیے کہ عربی زبان میں نماز پڑھنے کے قابل ہو جائے۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے اس بات کے قائل تھے کہ عربی زبان کے تلفظ کی قدرت رکھنے والے شخص کے لیے بھی غیر عربی میں نماز پڑھنا جائز ہے، مگر بعد میں انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا اور وہی رائے اختیار کی جو ان کے دونوں جلیل القدر شاگردوں، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے ظاہر کی ہے۔ لیکن امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ نماز کسی حال میں بھی عربی کے سوا دوسری زبان میں ادا نہیں کی جاسکتی۔ جو شخص عربی تلفظ پر قادر نہ ہو وہ نماز میں سُبْحَانَ اللّٰہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جیسے مختصر الفاظ پڑھتا رہے اور اس امر کی کوشش کرے کہ جلدی سے جلدی عربی میں نماز ادا کرنے کی قدرت اسے حاصل ہو جائے۔[۱]

ایک ایسی زبان میں نماز پڑھنا جس کو آدمی نہ سمجھتا ہو اور جن کے صرف الفاظ ہی وہ زبان سے ادا کررہا ہو، بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے اور سرسری نگاہ میں آدمی اس کو کچھ غیر فطری سا محسوس کرتا ہے۔ لیکن آپ ذرا گہری نگاہ سے دیکھیں تو اس کی عظیم مصلحتیں آپ کے سامنے واضح ہو جائیں گی۔

ایک مذہب کے اپنی اصلی شکل اور روح کے ساتھ برقرار رہنے کا انحصار زیادہ تر اس بات پر ہے کہ اس کی تعلیم اپنے اصل الفاظ میں محفوظ رہے۔ ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان میں کبھی اصل کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ نہ اصل کی پوری روح اور اس کی کامل معنویت دوسری زبان میں منتقل کی جاسکتی ہے۔ ترجمہ ہر شخص اپنی فہم کے مطابق کرے گا، اور دو مترجموں کے ترجمے کبھی متفق نہ ہوسکیں گے۔ یہ معاملہ تو انسانی تصنیفوں کے ترجمے میں ہم آئے دن دیکھتے ہیں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کے کلام اور پیغمبرانہ الفاظ کو پوری روح اور معنویت کے ساتھ دوسری زبان میں منتقل کیا جاسکے اور یہ کہا جاسکے کہ یہ ترجمہ اصل کا قائم مقام ہے۔

دنیا کے مذاہب کو بگاڑنے میں ایک بڑا دخل اس چیز کا ہے کہ ان کی بنیادی کتابیں اپنی اصل زبان میں محفوظ نہیں رہیں اور ان کے پیروؤں کا سارا انحصار مختلف زبانوں کے مختلف ترجموں پر ہو گیا، جن میں باہم کوئی موافقت نہیں ہے اور جن کے اندر آئے دن ترمیمیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔

---

[۱] آپ اس مسئلے کی تحقیق کرنا چاہیں تو ہدایہ کی مشہور شرح فتح القدیر، جلد اوّل، ص ۱۹۹، ۲۰۱، امام سرخسی کی المبسوط، جلد اول، ص ۳۷، اور بزدوی کی کشف الاسرار: ص ۲۵ ملاحظہ فرمائیں۔

مسلمانوں کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کے مذہب کا مدار جس کتاب پر اور جس پیغمبر کی ہدایات پر ہے، وہ کتاب بھی اپنی اصل زبان میں محفوظ ہے اور اس پیغمبر کی تعلیمات بھی اسی زبان میں محفوظ ہیں، جس میں وہ دی گئی تھیں۔ اب یہ ہماری طرف سے بڑی نادانی ہوگی کہ ہم اس نعمت کی قدر نہ کریں اور اپنے مذہب کا مدار بھی ترجموں ہی پر رکھنے کا دروازہ کھول دیں۔ سب سے بڑی طاقت جو ہمیں قرآن اور پیغمبر تعلیم سے وابستہ رکھتی ہے، یہی نماز ہے جسے ہم روزانہ پانچ وقت پڑھتے ہیں۔ اس کی زبان بدلنے کے بعد مشکل ہی سے اپنے دین کے اصل سرچشموں سے ہمارا رشتہ قائم رہ سکے گا۔

ایک مذہب کو محفوظ رکھنے کے لیے یہ چیز بھی نہایت ضروری ہے کہ اس کی عبادات اپنی اصل شکل پر قائم رہیں اور لوگ ان کے اندر اپنے حسب منشا ردوبدل کر لینے میں آزاد نہ ہوں۔ مذہب کا سب سے اہم حصہ اس کی عبادات ہوتی ہیں۔ انھی کے اتباع اور احترام اور التزام سے بقیہ تعلیمات دین کو قوت نفاذ حاصل ہوتی ہے۔ اور خود ان عبادات کو جو چیز پیروان مذہب کے لیے مقدس و محترم اور واجب الاتباع بناتی ہے، وہ یہ یقین ہے کہ ان کا ہر جز و اور ہر لفظ اس اقتدار اعلیٰ کا مقرر کردہ ہے جس پر وہ ایمان لائے ہیں۔ یہ یقین ایسی صورت میں ختم ہو جائے گا جب کہ عبادات کی شکلیں اور ان کے الفاظ مقرر کرنے میں لوگوں کی اپنی رائے اور مرضی کا دخل شروع ہو جائے۔ اور اس کے متزلزل ہوتے ہی پورے دین کے مسخ ہونے اور اس کے احکام کی پیروی سے لوگوں کے آزاد ہونے کا راستہ کھل جائے گا۔

تیسری اہم بات یہ ہے کہ تمام دنیا میں ہر قوم اور ہر ملک کے لیے اور ہر زبان بولنے والوں کے لیے اذان اور نماز کی ایک ہی زبان ہونا وہ عظیم الشان قوت رابطہ ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک ملت اور ایک عالمگیر برادری بناتی ہے۔ آپ خواہ اس کرۂ زمین کے کسی گوشے میں چلے جائیں۔ اذان کی آواز سنتے ہی محسوس کر لیں گے کہ یہاں آپ کی ملت کا کوئی شخص یا گروہ موجود ہے اور وہ نماز کے لیے بلا رہا ہے۔ نماز کے لیے آپ جہاں بھی جائیں گے، وہی ایک جانی پہچانی آواز سنیں گے خواہ آپ لندن میں ہوں، یا نائیجیریا میں، یا انڈونیشیا میں۔ اپنے ساتھی مسلمانوں کی زبان کا ایک لفظ بھی چاہے آپ نہ جانتے ہوں، مگر نماز میں نہ آپ ان کے لیے اجنبی ہوں گے نہ وہ آپ کے لیے۔ اس کے بجائے اگر نماز ہر ایک اپنی مادری زبان میں پڑھنے لگے اور اذان بھی ہر جگہ مقامی زبان ہی میں دی جانے لگے تو یہ عالمگیر برادری بے شمار چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ برعظیم ہندو پاکستان میں تین سو سے زائد زبانیں ہیں۔ صرف اسی سرزمین میں ایک مسلم ملت کے اتنے ہی ٹکڑے ہو جائیں گے جتنی یہاں زبانیں ہیں اور ایک مسلمان اپنے علاقے سے باہر نکل کر نہ اذان کو پہچان سکے گا، نہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ سکے گا۔

یہی کیفیت دنیا کے دوسرے خطوں میں پیش آئے گی، اور پھر حج کے موقع پر تو شاید منارۂ بابل کی سی حالت رونما ہو۔ یہ دراصل مسلمانوں میں اسی (Nationalisation of the Church) کی ابتدا ہوگی جس میں مسیحی دنیا مبتلا ہو کر نبرد آزما قومیتوں میں بٹ گئی ہے۔ کیا آپ کو اس نعمت کا احساس نہیں ہے کہ قوم پرستی، نسل پرستی، رنگ پرستی اور زبان پرستی سے پارہ پارہ ہو جانے والی انسانیت کے لیے اسلام نے عالمگیر وحدت کا یہ کتنا بڑا ذریعہ پیدا کیا ہے جو دنیا کے لیے عربی اذان، عربی نماز، عربی کلمہ اور عربی زبان کی چند معروف اور مشترک مذہبی اصطلاحات کی شکل میں آپ کو نظر آ رہا ہے؟ اسی ”سرکاری زبان“

کی بدولت ہی تو مسلمان ہر جگہ مسلمان کو پہچانتا اور اس کے ساتھ اس طرح مل جاتا ہے جیسے ازل سے ان دونوں کی روحوں میں کوئی قریبی رشتہ ہو۔

جہاں تک نماز کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت کا تعلق ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ ضرورت اس بڑے نقصان کو، جس کا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں، انگیز کیے بغیر بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ نماز کے لیے قرآن کی چند سورتیں کافی ہیں اور قرآن کے سوا باقی تمام اذکار جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں صرف چند فقروں پر مشتمل ہیں۔ ان کو یاد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا ترجمہ بآسانی ذہن نشین کیا جا سکتا ہے۔ (رسائل و مسائل دوم: انگریزی میں نماز)

بھولی ہوئی نماز کی ادائیگی کا وقت

۹۲۔ مَنْ نَسِیَ صَلَاةً فَلْیُصَلِّهَا اِذَاذَکَرَ هَا لَا کَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِکَ.

''حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''جو شخص کسی وقت کی نماز بھول گیا ہو، اسے چاہیے کہ جب یاد آئے ادا کر لے، اس کے سوا اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔'' (بخاری، مسلم، احمد)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ وَمُوْسیٰ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، قَالَ: مَنْ نَسِیَ صَلَاةً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ لَا کَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذٰلِکَ. وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ. قَالَ مُوْسیٰ: قَالَ هَمَّامٌ: سَمِعْتُهُ یَقُوْلُ بَعْدُ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ، وَقَالَ حَبَّانٌ: ثَنَا هَمَّامٌ، ثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَہٗ۔(۲۵)

مسلم میں انس بن مالک سے مروی روایت:

〈۲〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: قَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ نَسِیَ صَلَاةً اَوْ نَامَ عَنْهَا، فَکَفَّارَتُهَا اَنْ یُّصَلِّیَهَا اِذَا ذَکَرَهَا۔(۲۶)

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''جو شخص کسی وقت کی نماز بھول گیا ہو، یا اس وقت سو گیا ہو، تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے تو اسے چاہیے کہ وہ ادا کر لے۔''

مسلم اور نسائی کی ایک روایت میں ہے:

〈۳〉 اِذَا رَقَدَ اَحَدُ کُمْ عَنِ الصَّلٰوةِ اَوْ غَفَلَ عَنْهَا، فَلْیُصَلِّهَا اِذَا ذَکَرَهَا. فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ(طه:۱۴)۔(۲۷)

ترجمہ: ''جب تم میں سے کسی کی سونے کی وجہ سے نماز رہ جائے، یا اسے یاد نہ رہی ہو، تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے ادا کر لے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کیجیے۔''

۹۳۔ ابوقتادہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ اگر ہم نماز کے وقت سو گئے ہوں تو کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا ''نیند

میں کچھ قصور نہیں، قصور تو جاگنے کی حالت میں ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے، یا سو جائے تو جب بیدار ہو یا جب یاد آئے نماز پڑھ لے۔'' (ترمذی، نسائی، ابوداوٗد)

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ، نَا حَمَّادُبْنُ زَیْدٍ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِیِّ، عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ، قَالَ: ذَکَرُوا لِلنَّبِیِّ ﷺ نَوْ مَھُمْ عَنِ الصَّلٰوۃِ، فَقَالَ: اِنَّہٗ لَیْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِیْطٌ، اِنَّمَا التَّفْرِیْطُ فِی الْیَقْظَۃِ. فَاِذَا نَسِیَ اَحَدُ کُمْ صَلَاۃً اَوْ نَامَ عَنْھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا۔(۲۸)

ترجمہ: ''حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے وقت اپنے سونے کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''نیند میں کچھ قصور نہیں، قصور تو جاگنے کی حالت میں ہے۔'' پس جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے یا سو جائے تو جب بیدار ہو، یا جب یاد آئے تو نماز پڑھ لے۔''

وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَاَبِیْ مَرْیَمَ، وَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، وَجُبَیْرِ بْنِ مُطْعَمٍ، وَاَبِیْ جُحَیْفَۃَ، وَعَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ الضَّمْرِیِّ، وَذِیْ مُخْبِرٍ، وَھُوَ ابْنُ اَخِی النَّجَاشِیِّ۔ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ قَتَادَۃَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ، وَقَدِ اخْتَلَفَ اَھْلُ الْعِلْمِ فِی الرَّجُلِ یَنَامُ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْیَنْسَاھَا فَیَسْتَیْقِظُ اَوْ یَذْکُرُ وَھُوَ فِیْ غَیْرِ وَقْتِ صَلَاۃٍ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَوْ عِنْدَ غُرُوْبِھَا، فَقَالَ بَعْضُھُمْ: یُصَلِّیْھَا اِذَا اسْتَیْقَظَ اَوْذَکَرَ، وَاِنْ کَانَ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اَوْ عِنْدَ غُرُوْبِھَا وَھُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ، وَاِسْحَاقَ، وَالشَّافِعِیِّ، وَمَالِکٍ۔ وَقَالَ بَعْضُھُمْ: لَایُصَلِّیْ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ اَوْتَغْرُبَ۔

مسلم نے ابو ہریرہ کی روایت قدرے وضاحت سے نقل کی ہے:

‹۲› **عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ حِیْنَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَۃِ خَیْبَرَ، سَارَ لَیْلَۃً. اِذَا اَدْرَکَہُ الْکَرٰی عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِکْلَا لَنَا اللَّیْلَ، فَصَلّٰی بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَہٗ. وَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَصْحَابُہٗ. فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اِسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰی رَاحِلَتِہٖ مُوَاجِہَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالاً عَیْنَاہُ وَھُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰی رَاحِلَتِہٖ. فَلَمْ یَسْتَیْقِظْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَلَا بِلَالٌ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ حَتّٰی ضَرَبَتْھُمُ الشَّمْسُ. فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَوَّلَھُمْ اِسْتِیْقَاظًا. فَفَزِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اَیْ بِلَالُ، فَقَالَ بِلَالٌ: اَخَذَ بِنَفْسِی الَّذِیْ اَخَذَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِنَفْسِکَ، قَالَ: اِقْتَادُوْا فَاقْتَادُوْا رَوَاحِلَھُمْ شَیْئًا. ثُمَّ تَوَضَّارَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ. فَصَلّٰی بِھِمُ الصُّبْحَ. فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوۃَ، قَالَ: مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَ ھَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ** (طٰہٰ:۱۴) **قَالَ یُوْنُسُ: وَکَانَ ابْنُ شِھَابٍ یَقْرَاُھَا لِلذِّکْرٰی**۔(۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خیبر سے لوٹ رہے تھے تو آپؐ نے رات کا سفر اختیار کیا۔ جب نیند نے غلبہ کیا تو آپؐ نے شب بسری کے لیے قیام فرمایا۔ اس موقع پر آپؐ نے بلالؓ سے فرمایا ''تم آج

رات کی ہمارے لیے حفاظت کرو۔ چنانچہ بلال نے تعمیل ارشاد میں جتنی نماز ان کے بس میں تھی، اتنی پڑھی۔ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی سب سوگئے۔ جب پو پھٹنے کا وقت قریب آیا تو بلال طلوع آفتاب کی جانب منہ کر کے اپنی سواری یا پالان سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوگئے۔ بس اتنے میں بلال پر نیند غالب آگئی اور پالان سے ٹیک لگاتے ہوئے سوگئے۔ نہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے نہ بلال اور نہ کوئی دوسرے صحابی بیدار ہو سکے، حتیٰ کہ سورج نے انہیں بیدار کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے بیدار ہوئے اور گھبرا گئے۔ فرمایا اے بلال (کیا ہوا؟)۔ بلالؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں، جس نے آپؐ پر غلبہ کیا وہی مجھ پر بھی غالب آگئی۔ (مجھ پر نیند غالب آگئی)۔ حضور نے ارشاد فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ لہٰذا صحابہؓ نے وہاں سے تھوڑا آگے کوچ کرلیا۔ پھر یہاں آپؐ نے وضو فرمایا اور بلال کو حکم دیا۔ چنانچہ بلال نے نماز کے لیے اقامت کہی تو آپؐ نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپؐ نے فرمایا ''جو شخص یہ نماز بھول گیا ہو، تو اسے چاہیے کہ جب یاد آئے اسے ادا کرلے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے میرے یاد دلانے کے وقت نماز قائم کرو۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰ، عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ جَآءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاكِدْتُّ اُصَلِّى الْعَصْرَحَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِىُّ ﷺ: مَاصَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا اِلىٰ بُطْحَانَ، فَتَوَضَّاَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّانَا لَهَا، فَصَلَّى الْعَصْرَبَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ هَا الْمَغْرِبَ۔(۳۰)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب جنگ خندق کے روز غروب آفتاب کے بعد تشریف لائے اور کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی کہ سورج ڈوبنے لگا۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے بھی (ابھی تک) نماز نہیں پڑھی ہے۔'' ہم بطحان (یعنی سنگریزے والی جگہ) کی طرف اٹھ کر گئے۔ آپؐ نے وضو فرمایا۔ ہم نے بھی وضو کیا۔ پھر آپؐ نے غروب آفتاب کے بعد نماز عصر پڑھائی۔ پھر اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ فُضَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ قَتَادَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: سِرْنَا مَعَ النَّبِىِّ ﷺ لَيْلَةً، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: لَوْعَرَّسْتَ بِنَايَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: اَخَافُ اَنْ تَنَامُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ، قَالَ بِلَالٌ: اَنَا اُوْقِظُكُمْ، فَاضْطَجَعُوْا وَاَسْنَدَ بِلَالٌ ظَهْرَهُ اِلىٰ رَاحِلَتِهٖ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِىُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَالَ: يَا بِلَالُ اَيْنَ مَا قُلْتَ؟ قَالَ: مَا اُلْقِيَتْ عَلَىَّ نَوْمَةٌ مِثْلُهَا قَطُّ، قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَآءَ يَا بِلَالُ! قُمْ فَاَذِّنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلٰوةِ، فَتَوَضَّاَفَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَضَّتْ قَامَ فَصَلّٰى.(۳۱)

ترجمہ: حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ رات کو سفر کر رہے تھے۔ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش کہ آپؐ تھوڑی دیر رات میں آرام کا موقع مرحمت فرمادیں۔ حضورؐ نے فرمایا: مجھے اندیشہ ہے کہ سوتے میں تمہاری نماز نہ رہ جائے۔'' بلال نے عرض کیا ''حضورؐ میں سب کو بیدار کردوں گا۔'' یہ سن کر سب سوگئے اور بلال اپنی سواری یا پالان

سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ان پر نیند کا غلبہ ہوا اور سو گئے۔ اچانک نبی ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سورج کا کنارہ نکل چکا ہے۔ بلال سے مخاطب ہو کر فرمایا: بلال! اپنی بات کا پاس نہ کر سکے۔ عرض کیا جناب ایسی گہری نیند تو آج تک کبھی مجھ پر مسلط نہیں ہوئی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے اور جب چاہتا تم پر لوٹا دیتا ہے۔ لہٰذا بلال اٹھو اور اذان دو کہ لوگ نماز کے لیے آئیں۔ پھر آپؐ نے وضو فرمایا، پھر جب سورج بلند ہوا اور اچھی طرح روشن ہو گیا تو پھر آپؐ نے نماز پڑھائی۔

نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے فجر کی سنتیں بھی پڑھیں، روایت کے آخر میں ہے:

(۵) حَتّٰی اَیْقَظَهُمْ حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوْا، فَقَالَ: تَوَضَّؤُوْا ثُمَّ اَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ وَصَلُّوْا رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلُّوا الْفَجْرَ. (۳۲)

ترجمہ: نسائی کی روایت میں ہے (اتنے گہرے سوئے) کہ سورج کی حرارت نے انہیں بیدار کیا تو وہ اٹھے، ارشاد فرمایا کہ وضو بنالو۔ پھر بلال نے اذان کہی۔ آپؐ نے دو رکعتیں پڑھیں تو صحابہ نے بھی فجر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔

—— دارقطنی میں اس سے متعلق سارا مواد كِتَابُ الصَّلٰوةِ: بَابُ قَضَاءِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ وَقْتِهَا میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ امام ترمذی نے حضرت انسؓ کی روایت سے فقہی مسالک مستنبط کر کے نقل کیے ہیں:

—— قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: حَدِیْثُ اَنَسٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

—— وَیُرْوٰی عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ: اَنَّهٗ قَالَ فِی الرَّجُلِ یَنْسَی الصَّلٰوةَ یُصَلِّیْهَا مَتٰی ذَكَرَهَا فِیْ وَقْتٍ اَوْ فِیْ غَیْرِ وَقْتٍ۔ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ۔ وَیُرْوٰی عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ: اَنَّهٗ نَامَ عَنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ، فَاسْتَیْقَظَ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ، فَلَمْ یُصَلِّ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَقَدْ ذَهَبَ قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ اِلٰی هٰذَا۔ وَاَمَّا اَصْحَابُنَا فَذَهَبُوْ اِلٰی قَوْلِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔

—— ''حضرت علیؓ نے اس شخص کے بارے یہ رائے دی ہے کہ بھول کر نماز ترک کرنے والا جب اسے یاد آئے خواہ وقت ہو یا نہ ہو، اسے ادا کر لینی چاہیے۔ یہ امام احمد، اسحاق کا مسلک ہے۔ ابوبکرہ سے منقول ہے کہ انہیں نماز عصر کے وقت نیند آ گئی۔ غروب شمس کے قریب بیدار ہوئے تو انہوں نے نماز نہ پڑھی جب تک سورج پوری طرح ڈوب نہ گیا۔ اہل کوفہ کے لوگوں نے اسے اختیار کیا ہے، لیکن ہمارے اصحاب کا رجحان حضرت علیؓ کے قول کی جانب ہے۔''

نسائی نے ابن مسعودؓ کی روایت مختلف الفاظ میں روایت کی ہے:

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَحُبِسْنَا عَنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَیَّ. فَقُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ: نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِلَالًا فَاَقَامَ فَصَلّٰی بِنَا الظُّهْرَ ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلّٰی بِنَا الْعَصْرَ، ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلّٰی بِنَا الْمَغْرِبَ، ثُمَّ اَقَامَ، فَصَلّٰی بِنَا الْعِشَآءَ، ثُمَّ طَافَ عَلَیْنَا، فَقَالَ: مَا عَلَی الْاَرْضِ عِصَابَةٌ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

عَزَّوَجَلَّ غَیْرُکُمْ۔ (۳۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہمیں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا کرنے سے روک دیا گیا۔ (جنگ میں مشغولیت کی وجہ سے نہ پڑھی جاسکیں) یہ مجھ پر بڑی گراں گزری۔ دل ہی دل میں، میں نے کہا ہم رسالت مآب ؐ کی معیت میں ہیں، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلے ہیں۔ (پھر ایسا کیوں ہوا ہے)۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے بلال کو حکم دیا۔ انھوں نے اقامت کہی۔ پھر آپ ؐ نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ ؐ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ پر انھوں نے اقامت کہی اور آپ ؐ نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ پھر انھوں نے اقامت کہی اور آپ ؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر ہمارے گرد چکر لگا کر فرمایا، روئے زمین پر کوئی گروہ تمہارے سوا ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کر رہا ہو۔

﴿۷﴾ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : اِنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوٰتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَاشَآءَ اللّٰهُ، فَاَمَرَ بِلَالًا، فَاَذَّنَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ، ثُمَّ اَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَآءَ. (۳٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ (بن مسعود) سے مروی ہے کہ جنگ خندق کے روز مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چار نمازوں سے غافل کر دیا۔ یہاں تک اللہ کی مشیت کے مطابق رات کا کچھ حصہ گزر گیا۔ اب آپ ؐ نے بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اذان کہی۔ پھر اقامت کہی تو آپ ؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر بلال نے اقامت کہی تو آپ ؐ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ بلال نے پھر اقامت کہی اور آپ ؐ نے نماز مغرب پڑھائی۔ پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ ؐ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔

—— وَفِی الْبَابِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَجَابِرٍ، قَالَ اَبُوْ عِیْسیٰ: حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ لَیْسَ بِاِسْنَادِهٖ بَاْسٌ اِلَّا اَنَّ اَبَا عُبَیْدَةَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ۔ وَهُوَ الَّذِیْ اخْتَارَهٗ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِی الْفَوَائِتِ: اَنْ یُقِیْمَ الرَّجُلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ اِذَا قَضَاهَا۔ وَاِنْ لَّمْ یُقِمْ اَجْزَاهُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ۔

تشریح: جس شخص کو بھول لاحق ہو جائے اسے جب بھی یاد آئے نماز ادا کر لینی چاہیے۔ (تفہیم القرآن، ج ۳، طٰہٰ، حاشیہ: ۹)

چھوٹے ہوئے فرائض شرعیہ کی قضا

کسی عمل کا قبول کرنا یا نہ کرنا انسانوں کے اختیار میں نہیں ہے۔ خداوند عالم کے اختیار میں ہے۔ اگر کسی کے ذمے فرضوں کی قضا لازم ہو تو فرض کی قضا ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاص کی بنا پر وہ سنن ونوافل بھی ادا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اس خلوص کو رد فرما دے۔ ہاں، اگر فرض کی قضا سے غافل رہ کر یہ کام کرے تو امید نہیں کہ یہ فعل اللہ کے ہاں مقبول ہوگا، کیونکہ فرض کی قضا بہ منزلہ قرض کے ہے، اور قرض ادا کرنے سے غفلت برت کر خیرات کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

البتہ جن لوگوں نے اپنی زندگی میں ایک زمانہ حالت جاہلیت میں گزار دیا ہو اور اس میں بے شمار نمازیں چھوڑ دی ہوں، ان کے لیے پچھلی قضا بھی ادا کرنا اور سنن ونوافل بھی پڑھنا مشکل ہے۔ اس میں اندیشہ ہے کہ اکثر کسل کی بنا پر وہ قضا ادا

کرنے سے رہ جائیں گے۔اس کے برعکس اس میں بڑی سہولت ہے کہ ہر وقت کی فرض نماز کے بعد جتنی سنتیں بالعموم پڑھی جاتی ہیں ان کو سنت کی نیت سے پڑھنے کے بجائے آدمی پچھلے چھوٹے ہوئے فرائض کی قضا کے طور پر پڑھتا رہے، یہاں تک کہ اس امر کا گمان غالب ہو جائے کہ پچھلی سب قضائیں ادا ہو چکی ہیں۔اس طرح آدمی بغیر کسی دقت کے بہ آسانی اس فرض سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔

چھوٹی ہوئی نمازوں ہی کی طرح قضا روزوں کا معاملہ بھی ہے۔جس کے فرض روزے چھوٹ گئے ہوں وہ نفل روزے رکھنے کے بجائے فرض کی نیت سے پچھلی قضا کیوں نہ ادا کرے۔

یہی معاملہ زکوۃ کا بھی ہے۔آپ خود سوچیے، آخر یہ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ جس کے ذمہ فرض زکوۃ واجب ہو وہ اسے تو ادا نہ کرے اور یوں خیرات کرتا پھرے۔آخر کیوں نہیں وہ اسی خیرات کو زکوۃ کا حساب لگا کر ادا کرتا؟ ضائع کرنے یا قبول کر لینے کے اختیارات تو اللہ کو ہیں، مگر جو بات ہماری اور آپ کی عقل میں آجاتی ہے کہ فریضے سے غفلت برت کر نوافل ادا کرنے میں کوئی معقولیت نہیں ہے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ میاں کی سمجھ میں اتنی بات بھی نہ آئے گی؟ اگر وہ پوچھیں کہ جو کچھ میں نے لازم کیا تھا وہ تو تو نے ادا نہیں کیا اور اپنی خوشی سے یہ سب کچھ دے آیا تو آخر کسی کے پاس اس کا کیا جواب ہوگا؟

تحقیق کے بعد (مجھے) یہ معلوم ہوا کہ اگر آدمی کافر نہ تھا، صرف جہالت اور غفلت کی بنا پر تارک نماز رہا، تو اس کے لیے صرف توبہ کافی نہیں، بلکہ پچھلی نمازوں کی قضا بھی کرنی چاہیے۔ابن تیمیہؒ نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہ اصولی بات بیان کی ہے کہ توبہ کے ساتھ سابق کی تلافی اور آئندہ کے لیے اصلاح دونوں چیزوں کی ضرورت ہے۔اگر کوئی گناہ ایسا ہو جس کی تلافی کے امکانات ہی نہ ہوں تو بات دوسری ہے۔اس صورت میں توبہ اور ندامت و شرمساری کافی ہو سکتی ہے۔لیکن جن گناہوں کی تلافی ممکن ہو، ان پر توبہ کے ساتھ تلافی کیے بغیر کام نہیں چل سکتا۔مثلاً کسی کا قرض آپ کے ذمہ تھا اور آپ نے مدتوں اسے ادا نہ کیا تو اب اس گناہ کی معافی صرف توبہ سے نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ قرض ادا کرنا بھی اس کے ساتھ ناگزیر ہے۔

رہا یہ سوال کہ سنتیں فرائض کے نقائص میں جو جبر، کسر کا کام کرتی ہیں، یہ تو قضائے فوائت کی صورت میں نہ ہو سکے گا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضائے فوائت کا ثواب انشاء اللہ یہ کسر پوری کر دے گا۔آدمی کا پچھلے گناہ پر نادم ہو کر اس کی تلافی کے لیے کوشش کرنا اپنے اندر ایک زائد ثواب رکھتا ہے۔بقیہ عمر کتنی رہ گئی ہے؟ اس کی تو آدمی کو خبر نہیں ہو سکتی۔لیکن جس وقت بھی آدمی تلافی مافات شروع کر دے، اللہ تعالیٰ اس کی قدر فرمائے گا۔اور اگر تمام مافات کی تلافی کرنے سے پہلے اس کی اجل آجائے تو امید ہے کہ اللہ کے ہاں اس کی یہ کوشش اتنی مقبول ہوگی کہ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے مافات کو معاف فرما دے گا۔

(رسائل و مسائل دوم: چھوٹے ہوئے فرائض...)

جمع بین الصلوٰتین

حنفیہ جمع بین الصلوٰتین کے جس معنی میں قائل ہیں وہ یہ ہے کہ ایک نماز کا وقت ختم ہو رہا ہو اور دوسری کا شروع ہو رہا ہو، اس وقت دونوں وقت کی نمازیں ملا کر پڑھ لی جائیں۔

سفر میں اگر آدمی وقت پر نماز ادا کرنے کا موقع پائے تو ادا کرلے ورنہ مجبوراً قضا کر کے دوسرے وقت کی نماز کے وقت اس کو ادا کرے۔ (مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی دوم، ص: ۳۲۳)

ماٰخذ

(۱) طبقات ابن سعد: ج۱، ص ۲۴۲۔

(۲) بخاری،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التوجہ نحو القبلة حیث کان الخ۔ ☆ طبقات ابن سعد:ج ۱۔ قدرے لفظی اختلاف کے ساتھ۔☆ترمذی، ج۲، ابواب التفسیر، سورۃ البقرۃ۔

(۳) بخاری،ج۲، کتاب التفسیر، باب قوله سیقول السفهاء من الناس الخ۔ج۱،کتاب الایمان، باب الصلوٰۃ من الایمان۔ اس مقام پر روایت کا آغاز ہے: ان النبی ﷺکان اول ماقدم المدینة نزل علی اجد اده او قال اخواله الخ۔☆ مسلم،ج۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب تحویل القبلة من القدس الی الکعبة۔☆نسائی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فرض القبلة۔☆مسند احمد، ج ٤،ص۲۸۳، روایت براء بن عازب۔ ☆دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التحویل الی الکعبة الخ۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب تحویل القبلة من بیت المقدس الی الکعبة۔

(٤) مسلم:ج۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب تحویل القبلة من القدس الی الکعبة۔ ☆ طبقات ابن سعد: ج۱، ص ۲٤۲۔

(٥) دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التحویل الی الکعبة۔

(٦) بخاری:ج۲،کتاب التفسیر، باب قوله ومن حیث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام وحیث ماکنتم الیٰ قوله ولعلکم تهتدونo۔ ☆ مسلم: ج۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب تحویل القبلة من القدس۔ بخاری و مسلم دونوں کی ایک دوسری روایت میں ”اِلَی الکعبة“ کے الفاظ بھی منقول ہیں۔☆نسائی: ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب فرض القبلة۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب تحویل القبلة من بیت المقدس الیٰ الکعبة۔ ☆دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التحویل الی الکعبة الخ۔☆سنن دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ،باب فی تحویل القبلة من بیت المقدس الی الکعبة۔

(۷) ابن جریر، ج ۸، سورہ بنی اسرائیل۔

(۸) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب القرآء ۃ فی الفجر۔☆مسلم، ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب القراء ۃ فی الصبح۔ ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی القراء ۃ فی الصبح☆نسائی، ج۱،کتاب المواقیت، باب ما یستحب من تأخیر العشاء۔☆ ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب القراء ۃ فی صلوٰۃ الفجر۔☆سنن دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ: باب قدر القراء ۃ فی الفجر۔☆مسند احمد، ج٤، ص ٤۲۰،عن ابی برزہ اسلمی☆ترمذی نے صرف روی عنه انه کان یقرأ فی الفجر من ستین اٰیة الیٰ مائة “ نقل کیا ہے۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب

قدر القراء ة فی صلوٰۃ الصبح۔

(۹) بخاری،ج۱،کتاب المواقیت، باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر۔☆مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ۔ ☆ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب فی وقت صلوٰۃ الظھر۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی تأخیر الظھر فی شدۃ الحر۔☆نسائی،ج۱،کتاب المواقیت، باب الابراد بالظھر اذا اشتد الحر۔ ☆ ابن ماجه کتاب الصلوٰۃ، ابواب مواقیت الصلوٰۃ، باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر۔☆موطا امام مالک،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب النھی عن الصلوٰۃ بالھاجرۃ۔☆دارمی،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب الابراد بالظھر۔☆مسند احمد، ج۲، ص ۲۲۹، ۲۳۸، ۲۵۶، ۲۸۵، ۳۹۳۔روایات ابی ھریرۃ☆مسند ابی عوانه، ج۱، ص ۳۴۸، ۳۴۹۔ ☆ موارد الظمانٰ الی زوائد ابن حبان :کتاب المواقیت، باب وقت صلوٰۃ الظھر۔

(۱۰) بخاری،ج۱،کتاب مواقیت الصلوۃ، باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر۔☆مسلم،ج۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب استحباب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر۔☆ابوداؤد، ج ۱، ص ۱۱۰، کتاب الصلوٰۃ: باب فی وقت صلوٰۃ الظھر ۔ ☆ ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی تاخیر الظھر فی شدۃ الحر۔

(۱۱) بخاری،ج۱، کتاب مواقیتُ الصلوٰۃ، باب الابراد بالظھر فی شدۃ الحر اور بدا الخلق الخ☆ مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب استحباب الابراد بالظھر فی شدۃ۔ ☆موطا امام مالک،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب النھی عن الصلوٰۃ بالھاجرۃ۔ ☆ ابن ماجه: کتاب الزھد، باب صفة النار۔

(۱۲) مسند احمد، ج ۵، ص ۱۸۳، مرویات زید بن ثابت۔

(۱۳) ابن جریر، ج ۸، سورہ بنی اسرائیل ، اقم الصلوٰۃ لدلوك الشمس الی غسق اللیل ۔ ☆ روح المعانی، ج۱۳، سورہ بنی اسرائیل۔

(۱٤) ابن جریر، ج ۸، ص ۹۱، ۹۲۔ ☆فتح القدیر للشوکانی، ج ۳، ص ۲۵۰۔ ☆ روح المعانی، جز ۱۵، ص۱۲۱، ۱۲۲۔ ☆ ابن کثیر: ج ۳، ص ۵۳، ٥٤۔

(۱۵) بخاری،ج۲،کتاب الدعوات، باب الدعاء علی المشرکین۔کتاب التفسیر، باب قوله حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی۔ اور کتاب الاجارہ اور کتاب المواقیت۔ ☆مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر۔☆دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی صلوٰۃ الوسطیٰ۔☆السنن الکبریٰ، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال ھو صلوٰۃ العصر۔☆مسند احمد، ج۱، ص۱۳۵، ۱٤٤، ۱٥٤، ۳۹۲۔

(۱٦) مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر۔ ☆ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی وقت صلوٰۃ العصر۔ابن ماجه: کتاب الصلوٰۃ، باب المحافظة علی صلوٰۃ العصر۔ ☆السنن الکبریٰ،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال ھی صلوٰۃ العصر۔ابن ماجه میں یوم الاحزاب کی جگه یوم الخندق ھے اور عبد اللّٰه سے مروی روایت کا آغاز "حبس المشرکون" سے کیا ھے۔☆مسند احمد، ج ۱، ص۷۹، ۱۳۷، ۱۵۰، ۱٥٤۔☆مسند ابی عوانه،کتاب الصلوٰۃ، باب فی تشدید فی وقت صلوٰۃ العصر ص ۳۵٦۔

(۱۷) تفسیر ابن جریر، ج ۱۲، سورہ ماعون۔ ☆ تفسیر ابن کثیر، ج ٤، سورہ ماعون۔☆تفسیر فتح القدیر للشوکانی، ج۵، سورہ ماعون۔ ابویعلی، ابن المنذر ، ابن ابی حاتم۔ طبرانی اوسط ، ابن مردویه، بیھقی وغیرہ نے بھی اس روایت کو سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ھے۔ بحواله فتح القدیر، للشوکانی، ج۵، ص۵۰۱۔

(۱۸) تفسیر ابن کثیر، ج٤، سورہ ماعون۔

(۱۹) ابو داؤد، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی وقت صلوٰۃ العصر۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب کراھیۃ تاخیر العصر۔ ☆مسند ابی عوانہ، ج ۱، ص ۳۵٦۔

(۲۰) مسلم، ج ۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب استحباب التبکیر۔ ☆ترمذی، ج ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی تعجیل العصر۔ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح۔ ☆نسائی: کتاب المواقیت، باب التشدید فی تاخیر العصر۔ نسائی نے یجلس کے بجائے جلس سے بیان کیا ھے۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی: ج ۱، کتاب الصلوٰۃ ☆مسند احمد، ج ۳، ص ۱۸۵، انس بن مالک۔

(۲۱) دارقطنی، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر بیان المواقیت۔

(۲۲) مسند احمد، ج۳، ص ۱۰۲، ۱۰۳۔ روایات انس بن مالک۔

(۲۳) مسند احمد، ج۳، ص ۱۸۵۔

(۲٤) مسند احمد، ج ۳، ص ۲٤۷۔

(۲۵) بخاری، ج ۱، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب من نسی صلوٰۃ فلیصل اذا ذکر۔ لا یعید الا تلک الصلوٰۃ وقال ابراھیم من ترک صلوٰۃً واحدۃً عشرین سنۃ لم یعد الا تلک الصلوٰۃ الواحدۃ۔ ☆مسلم، ج ۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ الخ۔ ☆ابو داؤد، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی من نام عن الصلوٰۃ اونسیھا۔ ☆ مسند احمد، ج۳، ص ۲٦۹، عن انس۔ ☆ السنن الکبریٰ: ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، باب لا تفریط علی من نام عن صلوٰۃ اونسیھا۔

(۲٦) مسلم، ج ۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا۔ ☆مسند احمد، ج ۳، ص ۱۰۱۔۲۸۲، عن انس۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، باب لاتفریط علی من نام۔

(۲۷) مسلم، ج ۱، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ۔ ☆نسائی، ج ۱، کتاب المواقیت، باب فیمن نام عن صلوٰۃ۔ نسائی نے یرقد اور یغفل یعنی ماضی کے بجائے مضارع کا صیغہ نقل کیا ھے۔ ☆مسند احمد، ج۳، ص ۱۸٤-۲۱٦، عن انس - ص ۲۱٦ پر یرقد اور یغفل کے الفاظ ھیں۔

(۲۸) ترمذی، ج ۱، ص ٤۳، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی النوم عن الصلوٰۃ۔ ☆ ابو داؤد، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من نام عن الصلاۃ او نسیھا۔ ☆ نسائی، ج ۱، کتاب المواقیت، باب فیمن نام عن صلوٰۃ۔ ☆ دارقطنی، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوٰۃ بعد وقتھا الخ۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب الصلوٰۃ، باب من نام عن الصلوٰۃ اونسیھا۔

(۲۹) مسلم، ج ۱، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ واستحباب تعجیل قضائھا۔ ☆نسائی، ج ۱، کتاب المواقیت، باب اعادۃ مانام عن الصلوٰۃ لوقتھا من الغد۔ ☆ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، باب من نام عن الصلوٰۃ اونسیھا۔ نسائی نے *اس روایت کو قدرے اختصار سے نقل کیا ہے*۔ ابو داؤد، ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من نام عن صلوٰۃ اونسیھا۔ ☆موطا امام مالک، ج ۱، وقوت الصلوٰۃ، باب النوم عن الصلوٰۃ۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، باب لا تفریط علی من نام عن صلوٰۃ او نسیھا۔

(۳۰) **بخاری، ج ۱، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذھاب الوقت۔ ☆مسلم، ج ۱، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطیٰ ھی صلوٰۃ العصر۔ ☆ترمذی، ج ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ۔ ☆السنن الکبریٰ للبیھقی، ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، باب قضاء الصلوات الاولی فالاولی۔**

(۳۱) **بخاری، ج ۱، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الأذان بعد ذھاب الوقت۔**

(۳۲) **ترمذی، ج ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الرجل ینسی الصلوٰۃ۔**

(۳۳) **نسائی، ج ۱، کتاب المواقیت، باب کیف یقضی الفائت من الصلوٰۃ۔**

(۳٤) ترمذی، ج ۱، ابواب الصلوٰۃ: باب ماجاء فی الرجل تفوتہ الصلوات بایتھن یبدأ۔

فصل: ۱۳

نماز قصر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سفر میں قصر کیا ہے

۹۴۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفروں میں رہا ہوں اور کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے قصر نہ کیا ہو۔ اس کی تائید میں ابن عباس اور دوسرے متعدد صحابہؓ سے مستند روایات منقول ہیں۔

تشریح: بعض ائمہ نے یہ سمجھا ہے کہ سفر میں قصر کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ محض اس کی اجازت ہے۔ آدمی چاہے تو اس سے فائدہ اٹھائے ورنہ پوری نماز پڑھے اور یہی رائے امام شافعیؒ نے اختیار کی ہے، اگرچہ وہ قصر کرنے کو افضل اور ترک قصر کو ترک اولیٰ قرار دیتے ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک قصر کرنا واجب تو نہیں ہے، مگر نہ کرنا مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قصر کرنا واجب ہے۔ اور یہی رائے ایک روایت میں امام مالک سے بھی منقول ہے۔ کسی معتبر روایت میں یہ منقول نہیں ہے کہ آپؐ نے کبھی سفر میں چار رکعتیں پڑھی ہوں[1] (تفہیم القرآن، ج۱، النساء، حاشیہ:۱۳۲)

حضرت عمرؓ سے مروی روایت:

تخریج: **(۱) عَنْ عُمَرَ، قَالَ: صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ. وَالْجُمُعَةُ رَكْعَتَانِ. وَالْعِيدُ رَكْعَتَانِ، تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ، عَلَىٰ لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ**۔(۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے ان کا قول منقول ہے کہ مسافر کی نماز دو رکعت، جمعہ کی نماز دو رکعت، نماز عید کی دو رکعت یہ پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے۔ رسالت مآبؐ کی زبان مبارک سے ہم نے یونہی سنا ہے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی روایت:

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ، قَالَتْ: فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، فَاُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِيْ صَلَاةِ الْحَضَرِ۔(۲)

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو اس وقت دو دو رکعتیں ہی فرض

---

[1] آیت فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ (النساء:۱۰۱) سے یہ سمجھا ہے۔

فرمائی تھیں۔ یعنی سفر میں بھی دو اور حضر میں بھی دو۔ بعد میں سفر کی نماز اسی طرح برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

بخاری میں انہی سے مروی روایت میں ہے کہ:

〈۳〉 اَلصَّلَاةُ اَوَّلُ مَافُرِضَتْ، رَكْعَتَانِ فَاُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلَاةُ الْحَضَرِ۔(۳)

ترجمہ: اوّل اوّل جب نماز فرض فرمائی گئی تو دو رکعت ہی تھی۔ البتہ بعد میں نماز سفر تو اسی حالت پر برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز کو پورا کر دیا گیا۔

〈۴〉 وروى مسلم : ثُمَّ اَتَمَّهَا فِى الْحَضَرِ فَاُقِرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْاُوْلٰى۔(٤)

ترجمہ: "مسلم کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض فرمائی تو دو رکعت ہی فرض فرمائی۔ پھر حضر کی نماز پوری کر دی گئی اور نماز سفر پہلی حالت فرضیت پر برقرار رہی۔

مسلم اور نسائی اور السنن الکبریٰ وغیرہ نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں ہے:

〈۵〉 اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ الخ۔(٥)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک پر مسافر پر دو رکعت اور مقیم پر چار رکعت فرض فرمائی ہیں اور حالت خوف میں صرف ایک رکعت۔

—— نسائی نے فُرِضَتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ اور ابن ماجہ نے اِفْتَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے حضر میں چار، سفر میں دو اور حالت خوف میں ایک رکعت فرض فرمائی ہے۔

عبداللہ بن عمر سے مروی روایت:

〈۶〉 حَدَّثَنِىْ يحيى عن مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اٰلِ خَالِدِبْنِ اَسِيْدٍ، اَنَّهُ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ، فَقَالَ: يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اِنَّانَجِدُ صَلَاةَ الْخَوْفِ وَصَلَاةَ الْحَضَرِ فِى الْقُرْاٰنِ، وَلَانَجِدُ صَلَاةَ السَّفَرِ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: يَا ابْنَ اَخِىْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَ اِلَيْنَا مُحَمَّدًا ﷺ وَلَا نَعْلَمُ شَيْئًا فَاِنَّمَا نَفْعَلُ كَمَا رَاَيْنَاهُ يَفْعَلُ۔(٦)

ترجمہ: آل خالد بن اسید کے کسی صاحب نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ ابوعبدالرحمٰن! قرآن مجید میں ہمیں صلوٰۃ خوف اور صلوٰۃ حضر کا ذکر تو ملتا ہے، مگر نماز سفر کا کہیں ذکر نہیں پایا[۱] عبداللہ ابن عمرؓ نے فرمایا بھتیجے! اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ ہمیں کسی چیز کا علم نہ تھا۔ ہم تو بس اسی طرح کرتے ہیں جس طرح آپؐ کو ہم نے کرتے دیکھا ہے۔

—— امام شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدیر، ج ۱ ص ۵۰۹ پر عبد بن حمید، ابن حبان اور بیہقی وغیرہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ ساری روایت نقل کر کے آخر میں ابن عمر کی رائے بیان کی ہے:

---

[۱] سائل کا مدعا غالباً یہ تھا کہ سورۂ نساء میں جس قصر کا ذکر ہے اس میں صرف حالت جنگ اور دشمن سے مقابلے کے لیے نکلنے کی صورت بیان ہوئی ہے۔ ہر حالت اور مطلق سفر کا ذکر نہیں۔ (مرتب)

﴿۷﴾وَقَصْرُ الصَّلٰوۃِ فِی السَّفَرِ سُنَّۃٌ سَنَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ.(۷)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کی حتمی رائے ہے کہ سفر میں قصر نماز پڑھنا سنت ہے۔ جسے رسول ﷺ نے جاری فرمایا ہے۔

﴿۸﴾حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیٰ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ،قَالَ: اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ ﷺ بِمِنیٰ رَکْعَتَیْنِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِنْ اِمَارَتِہٖ ثُمَّ اَتَمَّھَا ۔(۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ میں نے منیٰ میں نبی ﷺ اور ابوبکر و عمر کے ساتھ اور حضرت عثمانؓ کے خلافت کے ابتدائی دور میں نماز قصر ادا کی ہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ نے بعد میں پوری نماز پڑھی ہے۔

﴿۹﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مُحَمَّدِبْنِ الْمُنْکَدِرِ، وَاِبْرَاھِیْمَ بْنِ مَیْسَرَۃَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ، قَالَ: صَلَّیْتُ الظُّھْرَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِالْمَدِیْنَۃِ اَرْبَعًا، وَالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ ۔(۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے نماز ظہر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں چار رکعات (پوری نماز) پڑھیں اور نماز عصر ذوالحلیفہ کے مقام پر دو رکعت (قصر) پڑھی۔“

﴿۱۰﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ تِسْعَۃَ عَشَرَ یَقْصُرُ فَنَحْنُ اِذَا سَافَرْ نَا تِسْعَۃَ عَشَرَ قَصَرْنَا وَاِنْ زِدْنَا اَتْمَمْنَا ۔ (۱۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ”نبی ﷺ نے انیس روز (ایک جگہ) قیام فرمایا تو آپؐ نماز قصر ادا فرماتے رہے۔ اسی بنا پر ہم نے جب انیس روز کے سفر کا عزم کیا تو ہم نے بھی نماز قصر ادا کی، البتہ جب انیس سے زیادہ قیام کا ارادہ ہوا تو پوری نماز پڑھی۔“

—— حضرت عباسؓ کا اپنا ذاتی عمل یہ تھا کہ آپ پندرہ روز مکہ میں قیام پذیر رہے۔ اس عرصہ میں آپ نماز کی دو دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔

—— نسائی نے اسی باب میں ص ۲۲۲ پر علاء بن الحضرمی کی روایت میں یَمْکُثُ الْمُھَاجِرُ بِمَکَّۃَ بَعْدَ یَعْنِیْ نُسُکَہٗ ثَلَاثًا بھی نقل کیا ہے۔

علاء بن حضرمی والی روایت مسلم اور بیہقی کبیر دونوں نے بیان کی ہے۔ (۱۱)

﴿۱۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ،قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنَا یَحْیَ بْنُ اَبِیْ اِسْحَاقَ قَالَ: سَمِعْتُ اَنَسًا،یَقُوْلُ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اِلیٰ مَکَّۃَ فَکَانَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ، قُلْتُ: اَقَمْتُمْ بِمَکَّۃَ شَیْئًا، قَالَ: اَقَمْنَا بِھَا عَشْرًا ۔(۱۲)

ترجمہ: ابن ابو اسحاق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انسؓ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ہم نبی ﷺ کی معیت میں مدینہ

سے مکہ کی جانب نکلے تو مدینہ واپسی تک ہم دو دو رکعت نماز (نماز قصر) ہی ادا کرتے رہے۔ میں نے پوچھا۔ آپ لوگ تھوڑا سا ٹھہرے ہوں گے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم وہاں دس روز ٹھہرے تھے۔

ـــــ وَرُوِیَ عَنْ عَلِیٍّ اَنَّهُ، قَالَ: مَنْ اَقَامَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ، وَرُوِیَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهُ قَالَ: مَنْ اَقَامَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَقَدْ رُوِیَ عَنْهُ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ۔ وَرُوِیَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهُ، قَالَ: اِذَا اَقَامَ اَرْبَعًا صَلّٰى اَرْبَعًا، وَرَوٰى عَنْهُ ذٰلِكَ قَتَادَةُ وَعَطَاءُ الْخُرَاسَانِیُّ۔ وَرَوٰى عَنْهُ دَاوٗدُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ خِلَافَ هٰذَا۔ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ بَعْدُ فِیْ ذٰلِكَ۔ فَاَمَّا سُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ وَاَهْلُ الْكُوْفَةِ فَذَهَبُوْا اِلٰى تَوْقِيْتِ خَمْسَ عَشَرَةَ، وَقَالُوْا: اِذَا اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ خَمْسَ عَشَرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ، وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ: اِذَا اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ ثِنْتَیْ عَشَرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ، وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ: اِذَا اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ اَرْبَعٍ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ وَاَمَّا اِسْحَاقُ فَرَاٰى اَقْوَى الْمَذَاهِبِ فِيْهِ حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لِاَنَّهُ رَوٰى عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ تَاَوَّلَهُ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذَا اَجْمَعَ عَلٰى اِقَامَةِ تِسْعَ عَشَرَةَ اَتَمَّ الصَّلٰوةَ۔ ثُمَّ اَجْمَعَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى اَنَّ الْمُسَافِرَ يَقْصُرُ مَالَمْ يَجْمَعْ اِقَامَةً وَاِنْ اَتٰى عَلَيْهِ سِنُوْنٌ۔ (۱۳)

ـــــ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جو کوئی دس روز قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔ ابن عمر سے اس طرح منقول ہے کہ جو کوئی پندرہ روز قیام پذیر رہے، وہ پوری نماز پڑھے اور ان سے ایک قول بارہ دن کا بھی منقول ہے۔ سعید بن میسّب سے ان کی رائے یوں منقول ہے کہ جب چار روز کا قیام ہو تو چار رکعت (پوری نماز) پڑھے۔ ان کا یہ قول قتادہ اور عطا خراسانی نے بیان کیا ہے۔ البتہ داؤد ابو ہند کی روایت اس کے برخلاف ہے۔ بعد میں اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہوا ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کے نزدیک پندرہ دن، کہ جب پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ امام اوزاعی کے نزدیک بارہ دن۔ یعنی جب بارہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے کہ جب چار روز تک قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ امام اسحاق کی رائے یہ ہے کہ ان سب میں ابن عباسؓ کا مسلک زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ انہوں نے نبی ﷺ کے انیس روز قیام سے دلیل پکڑی ہے کہ انیس روز ٹھہرے تو پوری نماز پڑھے۔ اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ایک مسافر جب تک کسی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو پھر نماز قصر ہی پڑھے خواہ کئی سال تک ہو۔

حارث بن وہب کی روایت:

﴿۱۲﴾ قَالَ: صَلّٰى بِنَا النَّبِیُّ ﷺ اٰمَنَ مَا كَانَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ۔ (۱۴)

ترجمہ: حارث بن وہب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت امن میں ہمیں منیٰ میں دو رکعت پڑھائیں۔

ابن عباسؓ کی روایت:

﴿۱۳﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ لَا يَخَافُ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔ (۱۵) (هذا حديث صحيح)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ سے مکہ کی جانب نکلے۔ ماسوا رب کائنات کسی کا خوف و ہراس نہیں تھا، پھر بھی آپ نے دو رکعت ہی پڑھیں۔

قصر کے لیے نصاب مسافت

۹۵۔ فقہاء کی آرا اس معاملہ میں مختلف ہیں۔ چنانچہ قصر صلوٰۃ کے لیے کم از کم ۹ میل اور زیادہ سے زیادہ ۴۸ میل کا نصاب سفر مقرر کیا گیا ہے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِبْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ، وَمُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ، كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدُرٍ، قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: نَا مُحَمَّدُبْنُ جَعْفَرٍ غُنْدُرٌ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ یَحْیٰ بْن یَزِیْدَ الْهُنَاءِ یِ، قَالَ: سَاَلْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلٰوۃِ؟ فَقَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا خَرَجَ مَسِیْرَةَ ثَلَاثَةِ اَمْیَالٍ اَوْثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ (شُعْبَةُ الشَّاكُّ) صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ۔(۱۶)

ترجمہ: یحییٰ بن یزید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تین امیال یا تین فرسخ کا سفر کیا تو آپؐ نے نماز قصر یعنی دو رکعت پڑھی۔

﴿۲﴾ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ، قَالَ خَرَجْتُ مَعَ شُرَحْبِیْلَ بْنِ السِّمْطِ اِلیٰ قَرْیَةٍ عَلیٰ رَاْسِ سَبْعَةَ عَشَرَ اَوْ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ مِیْلاً، فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ، فَقُلْتُ لَهُ: فَقَالَ: رَاَیْتُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلّٰی بِذِی الْحُلَیْفَةِ رَكْعَتَیْنِ فَقُلْتُ لَهُ: فَقَالَ: اِنَّمَا اَفْعَلُ كَمَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَفْعَلُ۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر نے بیان کیا کہ میں شرحبیل بن سمط کی معیت میں ایک ایسے گاؤں کی جانب نکلا جس کا فاصلہ سترہ یا اٹھارہ میل کے لگ بھگ تھا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے ان سے (اس سلسلے میں) دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے عمرؓ کو ذی الحلیفہ کے مقام پر دو رکعت پڑھتے دیکھا۔ میں نے ان سے (پھر) پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو اسی طرح کرتا ہوں جس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے۔

﴿۳﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَبُوْكَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا یَقْصُرُ الصَّلٰوۃَ۔(۱۸)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس روز تبوک میں قیام فرمایا، آپ قصر ہی پڑھتے رہے۔

﴿۴﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: یَا اَهْلَ مَكَّةَ، لَا تَقْصُرُوا الصَّلٰوۃَ فِیْ اَدْنٰی مِنْ اَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِنْ مَكَّةَ اِلیٰ عُسْفَانَ۔(۱۹)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ اہل مکہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار برد[1] سے کم فاصلہ پر، یعنی مکہ سے عسفان اتنی مسافت سے کم پر قصر نہ کیا کرو۔

---

[1] نہایہ ابن اثیر میں چار برد کو سولہ فرسخ اور ایک فرسخ کو تین میل بیان کیا گیا ہے۔(مرتب)

تشریح: اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آں حضورؐ سے اس معاملہ میں کوئی صریح ارشاد منقول نہیں ہے اور نص صریح کی غیر موجودگی میں جن دلائل سے استنباط کیا گیا ہے ان کے اندر مختلف اقوال کی گنجائش ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر کے لیے مسافت کا ایسا تعین جس میں ایک نقطہ خاص سے تجاوز کرتے ہی قصر کا حکم لگایا جا سکے، شارع کا منشا نہیں۔ شارع نے سفر کے مفہوم کو عرف عام پر چھوڑ دیا ہے۔ اور یہ بات ہر شخص خود بآسانی جان سکتا ہے کہ کب وہ سفر میں ہے اور کب سفر میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم اگر شہر جاتے ہیں تو کبھی مسافر ہونے کا احساس ہمارے ذہن میں نہیں ہوتا، بخلاف اس کے جب واقعتاً سفر درپیش ہوتا ہے تو ہم مسافرت کی کیفیت خود محسوس کرتے ہیں۔ اسی احساس کے مطابق قصر اور اتمام کیا جا سکتا ہے۔ البتہ یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ شرعی معاملات میں صرف اس شخص کا فتوائے قلب معتبر ہے جو شریعت کی پابندی کا ارادہ رکھتا ہو، نہ کہ بہانہ بازی کا۔

(رسائل و مسائل اول: سفر میں...)

نماز کی قصر و قضا کے بعض احکام

۹۶۔ مسافر کے معاملہ میں امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور ایک روایت کی رو سے امام مالکؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص کسی مقام پر چار دن، یا اس سے زیادہ ٹھیرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اسے پوری نماز پڑھنی چاہیے۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کا مسلک یہ ہے کہ دس دن، یا اس سے زیادہ ٹھیرنے کی نیت مسافر کو مقیم بنا دیتی ہے۔ امام اوزاعیؒ بارہ دن کی اور امام ابوحنیفہؒ پندرہ دن کی حد مقرر کرتے ہیں۔ علماء اسلام میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ اپنے شہر سے باہر نکل کر کسی دوسرے مقام پر کوئی شخص چاہے مہینوں اور برسوں رہے مگر وہ مسافر ہی رہے گا اور قصر کرتا رہے گا۔ البتہ فقہاء یہ ضرور کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی مقام پر اس طرح رکا ہوا ہو کہ ہر وقت اس کے کوچ کر جانے کا امکان ہو اور ٹھہرنے کی نیت نہ ہو، تو خواہ وہاں اسے مہینوں رکا رہ جانا پڑے، وہ قصر کر سکتا ہے۔ انہی وجوہ سے نبی ﷺ نے تبوک میں پندرہ دن اور فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں اٹھارہ دن قصر فرمایا۔ (مسند احمد و ابوداؤد) اور انہی وجوہ سے صحابہ کرامؓ کا لشکر آذربائیجان کی مہم میں دو مہینے قصر کرتا رہا۔ (مسند احمد)

(قضائے نماز) بکثرت احادیث سے ثابت ہے اور تمام فقہائے اسلام بالاتفاق اس کے قائل ہیں۔ پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایک قابل ذکر فقیہ بھی اس کا قائل نہیں ہوا ہے کہ روزے کی قضا تو واجب ہے، مگر نماز کی قضا واجب نہیں۔ بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور مسند احمد میں متعدد احادیث حضرت انسؓ، ابوہریرہؓ اور ابوقتادہ انصاریؓ سے مروی ہیں، جن میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز کو انسان بھول جائے، یا سوتا رہ جائے اور نماز کا وقت نکل گیا ہو، تو جس وقت بھی اسے یاد آئے، یا وہ بیدار ہو اسے وہ چھوٹی ہوئی نماز پڑھ لینی چاہیے۔

یہ تو ہے حضور ﷺ کا قولی حکم۔ رہا آپؐ کا اپنا فعل، تو ابوسعید خدریؓ، جابر بن عبداللہؓ اور عمران بن حصین سے متعدد واقعات مسند احمد، بخاری، مسلم اور نسائی میں منقول ہیں جن میں وہ بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ اور صحابہؓ نے چھوٹی ہوئی نمازیں ادا کی ہیں۔ ایک سفر میں رات بھر چل کر آخر وقت میں قافلے نے پڑاؤ کیا اور اترتے ہی سب پر نیند غالب ہوگئی۔ یہاں تک کہ جب سورج نکل آیا تو لوگ اس کی گرمی سے بیدار ہوئے۔ حضور ﷺ نے فوراً اذان دلوائی اور جماعت کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ غزوۂ خندق میں ایک روز عصر کی نماز قضاء ہوئی اور حضور ﷺ نے مغرب کے وقت ادا کی، ایک اور دن اسی غزوہ میں ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں قضا ہوئیں اور ایسے وقت یہ تینوں نمازیں ادا کی گئیں جب کہ عشاء کا وقت شروع ہو رہا تھا۔

اس کے بعد یہ کہنے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے کہ جونماز چھوٹ گئی ہے وہ معاف ہے؟ (رسائل ومسائل سوم: نماز کی...)

ابوداؤد نے مدت قصر کے متعلق چند روایات جمع کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، ثَنَا حَمَّادٌ، ح وَثَنَا اِبْرَاهِیْمُ ابْنُ مُوْسٰی، اَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ، وَهٰذَا لَفْظُهُ. اَخْبَرَنَا عَلِیُّ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَشَهِدْتُّ مَعَهُ الْفَتْحَ، فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ لَیْلَةً لَا یُصَلِّیْ اِلَّا رَكْعَتَیْنِ، وَیَقُوْلُ: یَا اَهْلَ الْبَلَدِ صَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنَّا قَوْمٌ سَفْرٌ۔(۲۰)

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوات میں شریک ہوا ہوں۔ فتح مکہ کے روز بھی میں حاضر تھا۔ آپؐ نے مکہ میں اٹھارہ روز قیام فرمایا۔ اس اثناء میں آپ دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔ اہل شہر سے آپ فرمادیا کرتے تھے کہ ''ہم مسافر ہیں لہٰذا تم لوگ چار رکعتیں ہی پڑھو۔''

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ الْمَعنی وَاحِدٌ. قَالَا: ثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَقَامَ سَبْعَ عَشَرَةَ بِمَكَّةَ یَقْصُرُ الصَّلٰوةَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَمَنْ اَقَامَ سَبْعَ عَشَرَةَ قَصَرَ، وَمَنْ اَقَامَ اَكْثَرَ اَتَمَّ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں سترہ روز قیام فرمایا۔ اس اثناء میں قصر نماز پڑھتے رہے۔ ابن عباس نے بھی اس طرح فتویٰ دیا ہے جو شخص سترہ روز قیام پذیر رہے وہ قصر نماز پڑھے اور جس کو اس سے زیادہ دن قیام کرنا ہو تو وہ پوری نماز پڑھے۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: قَالَ عَبَّادُبْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقَامَ تِسْعَ عَشَرَةَ۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا النُّفَیْلِیُّ، ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ خَمْسَ عَشَرَةَ یَقْصُرُ الصَّلٰوةَ.

ترجمہ: ابن عباس سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر پندرہ روزہ اپنے قیام کے دوران قصر نماز پڑھی ہے۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: رَوٰی هٰذَا الْحَدِیْثَ عَبْدَةُ بْنُ سُلَیْمَانَ، وَاَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْوَهْبِیُّ وَسَلَمَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنِ ابْنِ اِسْحَاقَ لَمْ یَذْكُرُوْا فِیْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ وَمُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْمَعْنٰی، قَالَا: ثَنَا وُهَیْبٌ، حَدَّثَنِیْ یَحیٰ بْنُ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ فَكَانَ یُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ، فَقُلْنَا: هَلْ أَقَمْتُمْ بِهَا شَیْئًا؟ قَالَ: اَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا۔(۲۱)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے۔ مدینہ واپسی تک حضورؐ دو رکعت نماز قصر ہی پڑھتے رہے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ وہاں کچھ ٹھہرے بھی تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ’’ہم نے دس روز وہاں قیام کیا تھا۔‘‘

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، ثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْىٰ بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَبُوْكَ عِشْرِيْنَ يَوْمًا يَقْصُرُ الصَّلٰوةَ. (۲۲)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں بیس روز قیام فرمایا (ان ایام میں) آپؐ قصر نماز ہی پڑھتے رہے۔

—— قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: غَيْرُ مَعْمَرٍ لَا يُسْنِدُهٗ۔

حالت جنگ اور حالت امن میں قصر

۹۷۔ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ.

’’یہ قصر کی اجازت ایک انعام ہے جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے، لہٰذا اس کے انعام کو قبول کرو۔‘‘[1]

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِبْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ، وَاَبُوْكُرَيْبٍ، وَزُهَيْرُبْنُ حَرْبٍ وَاِسْحَاقُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ، (قَالَ اِسْحَاقُ: اَنَا، وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ: نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ)، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ اَبِىْ عَمَّارٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ ’’لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ صلے اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا‘‘ (النساء:۱۰۱) فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ؟ فَقَالَ: عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ. فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ۔ (۲۳)

ترجمہ: یعلی بن امیہ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ میں نے عمر بن خطاب سے قرآن مجید کی آیت لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا... الایۃ کے متعلق پوچھا کہ لوگ تو اب امن و امان میں ہیں (یعنی حالت امن میں فتنہ و فساد باقی نہیں رہا تو کیا اب بھی قصر کرنا چاہیے)۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جس نے تمہیں حیرانگی اور تعجب میں ڈال دیا ہے اس نے مجھے بھی تعجب میں مبتلا کیا تھا، تو میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے اس تشویش کے بارے میں سوال کیا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ قصر کی اجازت ایک انعام ہے جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے۔ لہٰذا اس کے انعام کو قبول کرو۔

---

[1] فوجی جب اپنی چھاؤنی سے نکلا تو اب اس کے لیے قصر جائز ہے جب تک وہ واپس چھاؤنی میں نہیں آئے گا، قصر کرتا رہے گا کیونکہ فوج جب کوچ کرتی ہے تو نہ قافلے کو علم ہوتا ہے کہ کہاں جانا ہے اور نہ میعاد معین ہوتی ہے کہ کتنے روز ایک جگہ پڑاؤ رہے گا۔ البتہ یہ بات ہے کہ ہو سکے تو نماز فجر کی سنتیں اور عشاء کے وتر بھی ادا کیے جائیں دوسرے اوقات کی سنتیں اگر پڑھ سکیں تو پڑھیں اور اگر فوجی ضروریات اس کی اجازت نہ دیں تو صرف فرض قصر کر کے پڑھتے رہیں۔ (۱۵ اے ذیلدار پارک دوم، ص:۴۰)

(۲) حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، نَا هُشَیْمٌ، عَنْ مَنْصُوْرِبْنِ زَاذَانَ، عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ لَا یَخَافُ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ۔(۲٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ سے مکہ کی طرف نکلے، ماسوا رب کائنات کے کسی کا ڈر اورخوف نہیں تھا پھر بھی آپؐ نے دو رکعت (نماز قصر) ہی پڑھیں۔

(۳) حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِیْدِ، قَالَ:حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: انبانا اَبُوْاِسْحَاقَ، سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ، قَالَ:صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ ﷺ اٰمِنٌ مَاكَانَ بِمِنٰی رَكْعَتَیْنِ۔(۲٥)

ترجمہ: حضرت حارث بن وہب کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں منیٰ میں دو رکعت ہی پڑھائیں جب کہ آپؐ ہر طرح کی حالت امن میں تھے۔

تشریح: (بعض نے) اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ قصر صرف حالت جنگ کے لیے ہے اور حالت امن کے سفر میں قصر کرنا قرآن کے خلاف ہے۔ لیکن حدیث میں مستند روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب یہی شبہ نبی ﷺ کے سامنے پیش کیا تو حضورؐ نے مندرجہ بالا حدیث ارشاد فرمائی۔ یہ بات قریب قریب تواتر سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے امن اور خوف دونوں حالتوں کے سفر میں قصر فرمایا ہے۔ ابن عباس تصریح کرتے ہیں۔ اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْمَدِیْنَةِ اِلٰی مَكَّةَ لَایَخَافُ اِلَّا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ۔ ''نبیؐ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور اس وقت رب العالمین کے سوا کسی کا خوف نہ تھا، مگر آپؐ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں۔'' (تفہیم القرآن، ج ۱، النساء، حاشیہ:۱۳۳)

قرآن صرف حالت خوف میں قصر کی صورت بتاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس حالت میں امام کے سوا دوسروں کے لیے صرف ایک رکعت بھی کفایت کرتی ہے۔ اس حکم میں کہیں حالت امن کے قصر کی نفی نہیں ہے۔ یہ دوسرا حکم ہم کو نبی ﷺ کے ذریعہ سے پہنچا ہے اور وہ یہ ہے کہ سفر کی حالت میں صبح اور مغرب کے فرض تو پورے پڑھے جائیں، البتہ ظہر، عصر اور عشاء کے فرضوں میں صرف دو دو رکعتیں پڑھ لی جائیں۔

اس قصر کو جو شخص خلاف قرآن کہتا ہے وہ دو بڑی غلطیاں کرتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ کسی حکم کے قرآن میں نہ ہونے اور خلاف قرآن ہونے کو ایک چیز سمجھتا ہے، حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ نبیؐ کے واسطے کو درمیان سے ہٹا کر براہ راست قرآن کو لینا چاہتا ہے، حالانکہ قرآن اس کے پاس براہ راست نہیں آیا، بلکہ نبیؐ کے واسطے سے آیا ہے اور خدا نے یہ واسطہ اسی لیے اختیار کیا ہے کہ نبیؐ اسے قرآن کا منشا سمجھائے۔ کیا وہ شخص یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدا نے یہ واسطہ فضول ہی اختیار کیا؟ (رسائل ومسائل دوم: حدیث کے...)

ایک نوجوان کا سوال:

''مولانا! کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سفر میں نماز قصر کی اجازت اس دور کے لیے تھی جب لوگ اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر کرتے تھے۔ لیکن اب صورت حال بدل چکی ہے۔ اب سفر بالعموم ریل گاڑیوں اور بسوں وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اس میں اتنی سہولتیں ہوتی

ہیں کہ نماز قصر کی رخصت سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ لازم ہے کہ پوری نماز ادا کی جائے۔اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

جواب: مولانا محترم نے فرمایا:

''بسوں کے سفر کا حال تو سب پر عیاں ہے۔ یہ سفر جتنی ''سہولت'' کے ساتھ ہوتا ہے اس سے اکثر لوگوں کو سابقہ پڑتا رہتا ہے ـــــ جو لوگ ریل گاڑیوں کی سہولت پر اپنی اس موقف کی بنیاد رکھ رہے ہیں کہ قصر نماز کے بجائے پوری نماز پڑھی جائے، انہوں نے شاید کبھی تھرڈ کلاس میں سفر نہیں کیا، جس میں بعض مرتبہ تو اتنی بھیڑ ہوتی ہے کہ آدمی اپنی جگہ پر کھڑا حرکت تک نہیں کر سکتا۔ اگر ان کا خیال یہ ہو کہ جب گاڑی کسی اسٹیشن پر کھڑی ہو تو پوری نماز پڑھ لی جائے تو یہ بھی عملاً ممکن نہیں۔ پھر ایسا بھی نہیں ہے کہ گاڑیاں نمازوں کے اوقات کے مطابق ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک پہنچ جاتی ہوں۔ اور اس وقت تک کھڑی رہتی ہوں جب تک لوگ وضو کر کے نماز سے فارغ نہ ہو جائیں ـــــ لیکن ان باتوں سے قطع نظر تھوڑی دیر کے لیے فرض کر لیجیے کہ اس سلسلہ میں جملہ سہولتیں میسر آ جاتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو سہولت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دی ہے، اسے ان سے چھیننے کا کسی کو کیا حق ہے؟ کیا خدا کو علم نہ تھا کہ ایک دور ایسا بھی آئے گا جب میرے بندے اونٹوں اور گھوڑوں کے بجائے ریل گاڑیوں اور بسوں اور ہوائی جہازوں سے سفر کرنا شروع کر دیں گے؟ ـــــ فی الحقیقت ''نماز قصر کا تعلق''، ''سفر کی سہولتوں'' سے نہیں، بلکہ خود سفر سے ہے۔ سفر میں انسان ایک مقررہ، یا محدود وقت میں کوئی کام نمٹانے کے لیے نکلتا ہے۔ اس لیے وہ سفر کے دوران میں ہر بات اور ہر معاملے میں عجلت سے کام لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ بعض حالات میں تو ایک ایک منٹ قیمتی ہوتا ہے۔ ایسی مثالیں بھی دیکھنے میں آتی رہتی ہیں کہ کچھ معاملات ادھورے چھوڑ کر واپس ہو جانا پڑتا ہے۔ ایک سفر کی نوعیت دوسرے سفر سے مختلف ہو سکتی ہے۔ لیکن وقت کی کمی، عجلت، گھبراہٹ یا روزمرہ کے معمولات میں فرق پیدا ہو جانے کی کیفیت عام طور پر ہر سفر میں مشترک ہوتی ہے۔ آمد و رفت کے ذرائع بدل جانے سے ان حقائق پر ان کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سفر ہر حال میں سفر ہی ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے کہا: ''گویا سفر میں سہولت ہو تو اس کے باوجود حالت سفر میں ہونے کی جو مدت ہے، اس میں قصر کرنا چاہیے؟''

مولانا نے فرمایا: ''اس کی اہمیت کو آپ یوں سمجھ لیں کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک شخص نے نبی ﷺ سے قصر کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے تمہارا جی چاہے تو اسے رد کر دو ـــــ یہ ارشاد ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رعایت سے فائدہ نہ اٹھانا کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے۔''

(۵ اے ذیلدار پارک، ج ۱ طبع سوم ص: ۱۶۸-۱۷۰)

دوران سفر میں سنن ونوافل

۹۸۔ آپؐ سفر میں فجر کی سنتوں اور عشاء کے وتر کا تو التزام فرماتے تھے مگر باقی اوقات میں صرف فرض پڑھتے تھے۔ البتہ نفل نمازوں کا جب موقع ملتا، پڑھ لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ سواری پر بیٹھے ہوئے پڑھتے رہتے تھے۔

(تفہیم القرآن، ج ۱، النساء، حاشیہ: ۱۳۲)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا يَحْيٰ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، اَنَّ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ حدَّثَهُ، قَالَ: سَافَرَ ابْنُ عُمَرَ، فَقَالَ: صَحِبْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَلَمْ اَرَهُ يُسَبِّحُ فِی السَّفَرِ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الأحزاب: ۲۱)۔(۲٦)

ترجمہ: حضرت حفص بن عاصم کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر نے (ایک مرتبہ) سفر کیا۔ تو انہوں نے (دوران سفر سنن ونوافل کے بارے میں) کہا کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ (سفر میں) رہا ہوں، میں نے تو آپ کو دوران سفر نوافل پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ تمہارے لیے اللہ کے رسول کی ذات (اقدس) میں بہترین نمونہ ہے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰ عَنْ عِيْسٰى بْنِ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ، يَقُوْلُ: صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِی السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَذٰلِكَ۔(۲۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں۔ آپؐ دوران سفر دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ نیز حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، قَالَ: نَا يَزِيْدُ (يَعْنِی ابْنَ زُرَيْعٍ) عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ: عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ، قَالَ: مَرِضْتُ مَرَضًا. فَجَآءَ ابْنُ عُمَرَ يَعُوْدُنِیْ ، قَالَ: وَسَاَلْتُهُ عَنِ السُّبْحَةِ فِی السَّفَرِ؟ فَقَالَ: صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِی السَّفَرِ. فَمَا رَاَيْتُهُ يُسَبِّحُ وَلَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَاَتْمَمْتُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)۔(۲۸)

ترجمہ: حضرت حفص بن عاصم نے بیان کیا کہ میں کسی سخت بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ ابن عمر میری بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ میں نے ان سے سفر میں سنن ونوافل پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں دوران سفر رسول اللہ ﷺ کا مصاحب رہا ہوں۔ میں نے تو آپ کو سنن ونوافل پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ اگر میں سنن ونوافل پڑھتا تو پھر نماز پوری پڑھتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ کے رسول میں تمہارے لیے بہترین اسوہ، یعنی نمونہ ہے۔

حفص بن عاصم کہتے ہیں:

﴿۴﴾ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِیْ طَرِيْقِ مَكَّةَ، قَالَ: فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ اَقْبَلَ وَاَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتّٰى جَآءَ رَحْلَهُ، وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ. فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَحَيْثُ صَلّٰى، فَرَاٰى نَا سًا قِيَامًا، فَقَالَ: مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قُلْتُ: يُسَبِّحُوْنَ، قَالَ: لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا اَتْمَمْتُ صَلَاتِیْ يَا ابْنَ اَخِیْ! اِنِّیْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِی السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ. وَصَحِبْتُ اَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ. وَصَحِبْتُ عُمَرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ. ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ. وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)۔(۲۹)

ترجمہ: حضرت حفص بن عاصم نے بیان کیا کہ مکہ کی طرف سفر میں، میں ابن عمر کا ساتھی تھا۔ انہوں نے ظہر کی ہمیں صرف دو رکعتیں پڑھائیں۔ پھر آگے بڑھے اور ہم بھی ان کے ساتھ آگے بڑھے کہ وہ اپنی سواری کے پاس پہنچ کر بیٹھ گئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اچانک ان کی نظر اس طرف اٹھ گئی جہاں انہوں نے نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے کچھ لوگ دیکھے جو کھڑے تھے۔ پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا سنن ونوافل پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ اگر میں سنن ونوافل پڑھنے والا ہوتا تو اپنی فرض نماز ہی پوری پڑھتا۔ بھتیجے! میں دوران سفر میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھی رہا ہوں۔ آپؐ نے تادم زیست کبھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ اسی طرح ابوبکرؓ وعمرؓ کے ساتھ بھی سفر کیا۔ انہوں نے بھی مرتے دم تک دو رکعت پر اضافہ نہیں کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کا سفری ساتھی بھی رہا ہوں۔ انہوں نے بھی زندگی بھر کبھی دو رکعت سے زائد نہیں پڑھیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے کہ اللہ کے رسول میں تمہارے واسطے بہترین اسوہ ہے۔

امام ترمذی کا ابن عمرؓ کی روایت پر تبصرہ:

﴿۵﴾عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَافَرْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَاَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوْا يُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، لَايُصَلُّوْنَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا۔(۳۰)

ـــــ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: لَوْكُنْتُ مُصَلِّياً قَبْلَهَا اَوْ بَعْدَهَا لَاَتْمَمْتُهَا۔ وَفِی الْبَابِ عَنْ عُمَرَ، وَعَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَاَنَسٍ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَعَائِشَةَ۔ قَالَ اَبُوْ عِيسىٰ: حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَحَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَانَعْرِفُهٗ اِلَّامِنْ حَدِيْثِ يَحْيَ بْنِ سُلَيْمٍ مِثْلَ هٰذَا۔

ـــــ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ: وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ الِ سُرَاقَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

ـــــ قَالَ اَبُوْعِيسىٰ: وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِی السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلوٰةِ وَبَعْدَهَا۔ وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ يَقْصُرُ فِی السَّفَرِ، وَاَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَ عُثْمَانُ صَدْراً مِنْ خِلَافَةٍ۔ وَالْعَمَلُ عَلیٰ هٰذَا عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ۔ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تُتِمُّ الصَّلوٰةَ فِی السَّفَرِ۔ وَالْعَمَلُ عَلیٰ مَارُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَاَصْحَابِهٖ وَهُوَقَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَاَحْمَدَ، وَاِسْحَاقَ، اِلَّااَنَّ الشَّافِعِیَّ يَقُوْلُ: اَلتَّقْصِيْرُ رُخْصَةٌ لَهٗ فِی السَّفَرِ، فَاِنْ اَتَمَّ الصَّلوٰةَ اَجْزَأَ عَنْهُ۔

ـــــ ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ ابن عطیہ کے حوالہ سے ابن عمر سے یہ روایت بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ سفر میں فرض نماز سے پہلے اور بعد نوافل پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپؐ سفر میں ہمیشہ قصر کرتے رہے ہیں اسی طرح ابوبکرؓ وعمرؓ بھی اور عثمانؓ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں قصر کرتے رہے ہیں۔ اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور دوسرے اصحاب علم کا اسی پر عمل رہا ہے۔ البتہ حضرت عائشہؓ سے ان کا ذاتی عمل اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ وہ دوران سفر پوری نماز پڑھا کرتی تھیں۔ حالانکہ عمل اسی پر ہے جس پر نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ عمل پیرا رہے۔ یہی رائے امام شافعی، امام احمد اور اسحاق

کی ہے البتہ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ قصر حالت سفر میں رخصت (چھوٹ) ہے۔ اگر پوری نماز پڑھے تو بھی ادا ہو جائے گی۔

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، نَااللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِىْ بُسْرَةَ الْغِفَارِىِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثَمَانِيَةَ عَشَرَسَفَراً، فَمَا رَاَيْتُهُ تَرَكَ الرَّكْعَتَيْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ. وفى الباب عن ابن عمر. (۳۱)

ترجمہ: براء بن عازب نے بیان کیا کہ اٹھارہ سفروں میں، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا، مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے آپؐ نے دو رکعت ترک کی ہوں۔

قَالَ اَبُوْعِيْسىٰ۔ حَدِيْثُ الْبَرَاءِ حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔ قَالَ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ اِلَّامِنْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ۔ وَلَمْ يُعْرَفْ اِسْمُ اَبِىْ بُسْرَةَ الْغِفَارِىِّ، وَرَاٰهُ حَسَناً۔ وَرُوِىَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ لَا يَتَطَوَّعُ فِى السَّفَرِ قَبْلَ الصَّلٰوةِ وَلَا بَعْدَهَا۔ وَرُوِىَ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ ﷺ: اَنَّهٗ كَانَ يَتَطَوَّعُ فِى السَّفَرِ۔ ثُمَّ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ بَعْدَ النَّبِىِّ ﷺ فَرَاٰى بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِىِّ ﷺ اَنْ يَّتَطَوَّعَ الرَّجُلُ فِى السَّفَرِ۔ وَبِهٖ يَقُوْلُ اَحْمَدُ وَ اِسْحَاقُ۔ وَلَمْ تَرَطَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنْ يُّصَلِّىَ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا۔

وَمَعْنٰى مَنْ لَّمْ يَتَطَوَّعْ فِى السَّفَرِ قُبُوْلُ الرُّخْصَةِ، وَمَنْ تَطَوَّعَ فَلَهٗ فِىْ ذٰلِكَ فَضْلٌ كَثِيْرٌ، وَهُوَ قَوْلُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ يَخْتَارُوْنَ التَّطَوُّعَ فِى السَّفَرِ۔

—— امام ترمذی نے اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ براء بن عازب کی اس سند کے ساتھ روایت غریب ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کے متعلق محمد بن اسماعیل بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ لیث بن سعد کی حدیث کے علاوہ مجھے اس کی کوئی روایت معلوم نہیں اور ابوبسرۃ کا نام بھی مجھے معلوم نہیں۔ رہا یہ کہ ابن عمر سے دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک یہ کہ نبی ﷺ سفر میں فرض نماز سے پہلے اور بعد میں سنت و نفل نہیں پڑھتے تھے اور دوسری روایت ہے کہ آپؐ سفر میں نوافل پڑھتے تھے۔ اس وجہ سے اہل علم کی آراء مختلف ہوگئیں۔ بعض اصحاب نبی ﷺ کی رائے یہ قرار پائی کہ آدمی سفر میں نوافل پڑھ لے۔ اس رائے کو امام احمد اور اسحاق نے اختیار کیا ہے۔ اہل علم کا ایک گروہ یہ رائے رکھتا ہے کہ فرض نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھ نہیں سکتا۔ جس نے سفر میں نفل نہ پڑھا اس نے رخصت کو قبول کر لیا اور جس نے نوافل پڑھا اسے بہت فضیلت ملے گی۔ یہ قول بہت سے اہل علم حضرات کا ہے۔ انہوں نے سفر میں نوافل پڑھنے کو اختیار کیا ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی روایت:

﴿۷﴾ حَدَّثَنَا عَلِىُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِىِّ ﷺ اَلظُّهْرَ فِى السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. (۳۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ کی رفاقت میں نماز ظہر دوران سفر دو رکعتیں پڑھیں اور بعد میں بھی دو رکعت مزید پڑھیں۔

—— قَالَ اَبُوْعِيسىٰ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

〈۸〉 وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِىْ لَيْلىٰ عَنْ عَطِيَّةَ وَنَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِى الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ: فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِى الْحَضَرِ الظُّهْرَ اَرْبَعاً وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِى السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا، وَالْمَغْرِبَ فِى الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءٌ ثَلٰثُ رَكْعَاتٍ، لَا تُنْقَصُ فِى الْحَضَرِ وَلَافِى السَّفَرِ وَهِىَ وِتْرُ النَّهَارِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ۔

ترجمہ: ابن ابولیلیٰ نے عطیہ اور نافع نے ابن عمر سے درج ذیل روایت بھی نقل کی ہے۔ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضر وسفر میں نبیؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔نماز ظہر حضر میں پہلے چار رکعتیں اور بعد میں (فرض نماز کے بعد) دو رکعتیں،اور دوران سفر میں دو رکعت (فرض) پہلے پھر بعد میں دو رکعت اور عصر کی نماز میں سفر میں صرف دو رکعت۔ بعد میں کچھ بھی نہیں۔ اور حضر وسفر دونوں میں مغرب کی نماز پوری تین رکعات۔ اس میں دونوں حالتوں میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ یہ دن کے وتر ہیں۔اور مغرب کے بعد دو رکعت۔

—— قَالَ اَبُوْعِيسىٰ: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُوْلُ مَارَوٰى اِبْنُ اَبِىْ لَيْلىٰ حَدِيْثًا اَعْجَبَ اِلَىَّ مِنْ هَذَا۔

—— امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے بارے میں سنا۔انہوں نے فرمایا ابولیلیٰ والی روایت میرے نزدیک بہت عمدہ ہے۔

تشریح: اس امر میں اختلاف ہے کہ سفر میں صرف فرض پڑھے جائیں یا سنتیں بھی۔ سنتیں پڑھنے کا التزام آپؐ سے ثابت نہیں ہے۔اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے لوگوں کو سفر میں فجر کے سوا دوسرے اوقات کی سنتیں پڑھنے سے منع کیا ہے۔مگر اکثر علماء ترک اور فعل دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور اسے بندے کے اختیار پر چھوڑ دیتے ہیں۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ مسافر جب راستہ طے کر رہا ہو تو سنتیں نہ پڑھنا افضل ہے اور جب کسی مقام پر منزل کرے اور اطمینان حاصل ہو تو پڑھنا افضل ہے۔ (ایضاً)

ماٰخذ

(۱) ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب تقصير الصلوٰة فى السفر۔☆ نسائى،ج۳، كتاب الجمعة، باب عدد صلوٰة الجمعة، قال ابوعبدالرحمٰن : عبدالرحمٰن بن ابى ليلىٰ لم يسمع من عمر۔

(۲) بخارى،ج۱،كتاب الصلوٰة، باب كيف فرضت الصلوٰة فى الاسراء۔

(۳) بخارى،ج۱، ابواب تقصير الصلوٰة، باب يقصر اذا خرج من موضعه الخ ☆السنن الكبرىٰ للبيهقى،ج۳، كتاب الصلوٰة، باب من ترك القصر فى السفر غير رغبة عن السنة۔☆مسلم، ج۱، كتاب صلوٰة المسافرين و قصرها، عن عائشة۔☆ ابوداوٗد،ج۲، كتاب الصلوٰة، تفريع ابواب السفر، باب صلوٰة المسافر۔☆موطا امام مالك، ج۱، قصر الصلوٰة فى السفر۔ عن عائشة۔

(٤) السنن الکبریٰ، ج۳، کتاب الصلوٰۃ، باب رخصۃ القصر فی کل سفر الخ۔

(٥) نسائی، ج ۳، ص ۱۱۸ پر فُرِضَتْ صَلاۃُ الْحَضَرِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ اور ابن ماجہ نے کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ میں باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر کے تحت اِفْتَرَضَ اللّٰہُ الصَّلٰوۃَ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ روایت کیا ھے۔

(٦) موطا امام مالک، ج۱، کتاب قصر الصلوٰۃ فی السفر۔☆ نسائی، ج۳، کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر۔ ☆ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر۔

(٧) فتح القدیر للشوکانی، ج۱، ص ۵۰۹۔

(٨) بخاری،ج۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ بمنی۔☆ مسلم،ج۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرھا۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب السفر، باب القصر فی السفر۔☆ نسائی،ج۳،کتاب تقصیرالصلوٰۃ فی السفر، باب الصلوٰۃبمنی، عن ابن عمر۔

(٩) بخاری:ج۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب یقصر اذا خرج من موضعہ الخ ☆ مسلم،ج۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا۔ ☆ ابوداؤد،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب صلوٰۃ السفر، باب صلوٰۃ المسافر۔ عن انس۔ ☆ترمذی،ج۱، ابواب السفر، باب التقصیر فی السفر، عن انس۔ ھذا حدیث صحیح۔☆ نسائی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب عدد صلوٰۃ الظھر فی الحضر۔ ☆سنن دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب قصر الصلوٰۃ فی السفر۔ ☆ مسند احمد، ج ۳، ص ۱۷۷، عن انس۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۳، کتاب الصلوٰۃ، باب لا یقصر الذی یرید السفر حتیٰ یخرج منْ بیوت القریۃ ثم یقصر حتیٰ یدخل ادنیٰ بیوتھا، عن انس۔

(١٠) بخاری،ج۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التقصیر وکم یقیم حتی یقصر۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب السفر، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوٰۃ۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب الصلوٰۃ، باب کم یقصر الصلوٰۃ المسافر اذا قام ببلدۃ۔ ☆ سنن دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب قدر المسافۃ التی تقصر فی مثلھا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اتممنا کے بجائے صلینا اربعاً نقل کیا ھے۔ ☆ نسائی نے ج۳،کتاب تقصیر الصلوٰۃ، باب المقام الذی یقصر بمثلہ الصلوٰۃ اور ابن ماجہ نے باب کم یقصر الصلوٰۃ المسافر اذا قام ببلدۃ میں ابن عباس سے اَقَامَ بِمَکَّۃَ خَمْسَ عَشَرَۃَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ نقل کیا ھے۔

(١١) السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۳، کتاب الصلوٰۃ، باب من اجمع اقامۃ اربع اتم۔

(١٢) بخاری،ج۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التقصیر وکم یقیم حتیٰ یقصر۔ ☆ مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ المسافرین وقصرھا۔ ☆ ابوداؤد،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب صلوٰۃ السفر، باب صلوٰۃ المسافر، عن ابن عباس۔ ☆ترمذی،ج۱، ابواب السفر، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوٰۃ۔☆ نسائی،ج۳، کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر، باب المقام الذی یقصر بمثلہ الصلوٰۃ ۔☆ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب کم یقصر الصلوٰۃ المسافر اذا قام ببلدۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۳،کتاب الصلوٰۃ، باب اتمام المغرب فی السفر والحضر وان لا قصر فیھا اور کتاب الصلوٰۃ، باب السفر الذی تقصر فی مثلہ الصلوٰۃ۔

(١٣) ترمذی ابواب السفر، باب ماجاء فی کم تقصر الصلوٰۃ۔ ☆ دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب قدر المسافۃ فی مثلھا الخ۔ "فان زدنا اتممنا" تک بیان کیا ھے۔

(١٤) بخاری، ج۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ بمنیٰ☆مسلم، ج۱، کتاب تقصیر الصلوۃ فی السفر، باب الصلوۃ بمنیٰ ☆ نسائی، ج۳، کتاب تقصیر الصلوۃ فی السفر، باب الصلوۃ بمنیٰ۔

(١٥) ترمذی، ج۱، ابواب السفر، باب ماجاء فی التقصیر فی السفر۔☆ نسائی،ج۲، کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر، عن ابن عباس۔

(۱۶) مسلم،ج ۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصر ھا☆ ابوداؤد،ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب صلوٰۃ السفر، باب متیٰ یقصر المسافر؟ ☆مسند ابی عوانہ، ج ۲، ص ۳۴۶۔

(۱۷) مسلم،ج ۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصر ھا۔☆مسند ابی عوانہ،ج ۲۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج ۳،کتاب الصلوٰۃ، باب لایقصر الذی یرید السفر الخ۔

(۱۸) ابوداؤد ،ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب صلوٰۃ السفر، باب اذا اقام بأرض العدویقصر۔

(۱۹) دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب قدر المسافۃ التی تقصر فی مثلھا۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج ۳، کتاب الصلوٰۃ، باب السفر لاتقصر فی مثلہ الصلوٰۃ، عن ابن عباس۔

(۲۰) ابوداؤد،ج ۲،کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب الصلوٰۃ السفر، باب متی یتم المسافر۔☆مسند احمد، ج ٤، ص ۴۳۲، عمران بن حصین۔ ☆ السنن الکبریٰ ،ج ۳، کتاب الصلوٰۃ، باب المسافر یصلی بالمسافرین والمقیمین۔

(۲۱) ابوداؤد،ج ۲، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب صلوٰۃ السفر، باب متی یتم المسافر۔

(۲۲) ابوداؤد ، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا اقام بارض العد ویقصر۔

(۲۳) مسلم،ج ۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا۔☆ ابوداؤدج ۲، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب السفر، باب صلوٰۃ المسافر۔ ☆ ترمذی، ج ۲، ابواب التفسیر، سورہ نساء ۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔☆نسائی،ج ۳، کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب الصلوٰۃ، باب تقصر الصلوٰۃ فی السفر۔ ☆ دارمی،ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب قصر الصلوٰۃ فی السفر۔ ☆ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۵-۳۶، ج ٦، ص ٦۳۔ قال علی بن المدینی ۔ ھٰذا حدیث حسن صحیح من حدیث عمر، ولا یحفظ الا من ھذا الوجہ، ورجالہ معروفون۔☆ ابن کثیر، ج ۱، ص ۵٤٤، سورہ نساء۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳۔ کتاب الصلوٰۃ: باب من ترک القصر فی السفر غیر رغبۃ عن السنۃ۔

(۲٤) ترمذی،ج ۱، ابواب الصلوٰۃ السفر، باب التقصیر فی السفر۔ ھذا حدیث صحیح۔☆نسائی،ج ۳، کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج ۳، کتاب الصلوٰۃ، باب رخصۃ القصر فی کل سفر۔

(۲۵) بخاری،ج ۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ بمنیٰ۔

(۲٦) بخاری،ج ۱، ابواب تقصیر الصلاہ، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوات وقبلھا۔

(۲۷) بخاری،ج ۱، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، باب من لم یتطوع فی السفر دبر الصلوات وقبلھا۔

(۲۸) مسلم،ج ۱، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصر ھا۔ ☆ مسند ابی عوانہ، ج ۲، ص ۳۳۷۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج ۳، کتاب الصلوٰۃ، باب التخفیف فی ترک التطوع فی السفر۔

(۲۹) مسلم ،ج ۱،کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا۔☆ ابوداؤد،ج ۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التطوع فی السفر۔☆ نسائی،ج ۳،کتاب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر، باب ترک التطوع فی السفر۔☆ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب التطوع فی السفر۔☆مسند ابی عوانہ، ج ۲، ص۳۳۷۔☆السنن الکبریٰ،ج ۳، کتاب الصلوٰۃ، باب التخفیف فی ترک التطوع فی السفر۔

(۳۰) ترمذی،ج ۱، ابواب السفر، باب التقصیر فی السفر۔ ☆ مسند ابی عوانہ ، ج ۲، ص ۳۳٦۔

(۳۱) ترمذی ابواب السفر، باب ماجاء فی التطوع فی السفر۔☆ ابوداؤد نے براء کی روایت قبل الظھر تک کتاب الصلوٰۃ، باب التطوع فی السفر میں نقل کی ھے۔

(۳۲) ترمذی ابواب السفر، باب ماجاء فی التطوع فی السفر۔

فصل: ۱۴

صلوٰۃ خوف اور اس کے احکام

۹۹۔ نبی ﷺ کے فعل سے ثابت ہے کہ آپؐ نے غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازیں نہیں پڑھیں اور پھر موقع پا کر علی الترتیب انھیں ادا کیا۔ (تفہیم القرآن ج ۱، النساء حاشیہ: ۱۳۵)

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ، فَكَبَّرَ، وَكَبَّرُوْا مَعَهُ وَرَكَعَ، وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ، ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهُ، ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِيْنَ سَجَدُوْا وَحَرَسُوْا اِخْوَانَهُمْ وَاَتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى، فَرَكَعُوْا وَسَجَدُوْا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِيْ صَلَاةٍ وَلٰكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔(۱)

ترجمہ: ''حضرت ابن عباسؓ نے بتایا کہ نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی کھڑے ہوگئے۔ آپؐ نے اللہ اکبر کہا تو لوگوں نے بھی اللہ اکبر کہا۔ آپؐ نے رکوع فرمایا تو ان میں سے کچھ لوگوں نے بھی رکوع کیا۔ پھر تھوڑے توقف کے بعد آپؐ نے سجدہ کیا، تو لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا۔ (ایک رکعت مکمل کرکے) دوسری کے بعد آپؐ کھڑے ہوئے تو جن لوگوں نے آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کی حفاظت کرتے رہے۔ اب ایک دوسرا گروہ آیا انھوں نے آپ کے ساتھ رکوع اور سجدہ کیا۔ اس صورت حال میں تمام سپاہ حالت نماز میں ہوتے ہوئے ایک دوسرے کی حفاظت کا فریضہ وذمہ داری بھی نبھاتے رہے۔

‹۲› حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: سَاَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يعنى صَلَاةَ الْخَوْفِ؟ فَقَالَ: اَخْبَرَنِيْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَيْنَا الْعَدُوَّ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ لَنَا، فَقَامَتْ طَآئِفَةٌ مَعَهُ، وَاَقْبَلَتْ طَآئِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ وَ رَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمَنْ مَّعَهُ. وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّآئِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ. فَجَآءُوْا فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ فَرَكَعَ لِنَفْسِهٖ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔(۲)

ترجمہ: ''شعیب نے زہری کے حوالہ سے بیان کیا کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ آیا نبی ﷺ نے صلوٰۃ خوف پڑھی ہے؟

انہوں نے بتایا کہ ہمیں سالم نے خبر دی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نجد کی طرف لڑائی پر گیا۔ ہمارا دشمن سے آمنا سامنا ہوگیا۔ ہم نے ان سے معرکہ آرا ہونے کے لیے صف بندی کی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کھڑے ہوگئے۔ ایک جماعت آپؐ کے ساتھ نماز کے لیے کھڑی ہوگئی اور ایک حریف کے مقابلے میں رہی۔ رسول اللہ ﷺ نے جماعت میں شامل لوگوں کے ساتھ رکوع فرمایا اور دو سجدے بھی کیے۔ پھر یہ لوگ ان کے جگہ پر چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ وہ لوگ آئے رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی ایک رکوع اور دو سجدے پورے کرائے (یعنی ایک رکعت پڑھائی) پھر آپؐ نے سلام پھیر دیا۔ مقتدیوں میں سے ہر ایک نے اپنے طور پر ایک ایک رکعت الگ الگ پڑھ کر دو دو رکعتیں پوری کیں۔

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا يَحْيٰ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيٰ بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: جَآءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، وَيَقُوْلُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ اَنْ تَغِيْبَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَاَنَا وَاللّٰهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدُ، قَالَ: فَنَزَلَ اِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ، وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَاغَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا. (۳)

ترجمہ: ’’حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جنگ خندق کے روز حضرت عمرؓ آئے اور قریشی کافروں کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اور ساتھ ہی حضورؐ کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے آج نماز عصر ایسے وقت میں پڑھی ہے کہ سورج غروب ہونے کے بالکل قریب تھا۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا۔ بہ خدا! میں نے ابھی تک نہیں پڑھی ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ بطحان (پہاڑی نالہ) کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں وضو فرمایا اور غروب آفتاب کے بعد پہلے عصر کی نماز ادا فرمائی پھر مغرب کی۔

امام بخاری نے باب الصلوٰة عند مناهضة الحصون کے تحت لکھا ہے:

—— وَقَالَ الْاَوْزَاعِيُّ اِنْ كَانَ تَهَيَّا الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلوٰةِ صَلُّوا اِيْمَآءً كُلُّ امْرِئٍ لِنَفْسِهِ۔ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْاِيْمَآءِ اَخَّرُوا الصَّلوٰةَ حَتّٰى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ اَوْ يَاْمَنُوْا فَيُصَلُّوْا رَكْعَتَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا صَلُّوْا رَكْعَةً وَسَجْدَتَيْنِ۔ فَاِنْ لَّمْ يَقْدِرُوْا لَا يُجْزِئُهُمُ التَّكْبِيْرُ وَيُؤَخِّرُوْنَهَا حَتّٰى يَاْمَنُوْا وَبِهٖ۔ قَالَ مَكْحُوْلٌ: وَقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنٍ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلوٰةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ اَبِيْ مُوْسٰى فَفُتِحَ لَنَا، وَقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: وَمَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلوٰةِ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔(٤)

—— امام اوزاعی کی رائے ہے کہ اگر فتح وکامرانی کے آثار نمایاں ہوں اور لڑنے والے نماز نہ پڑھ سکتے ہوں تو ہر مجاہد سپاہی اپنے طور پر اشارہ سے پڑھ لے۔ اگر اشارہ سے پڑھنا بھی ممکن نہ رہے تو لڑائی کے فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہونے یا حالت امن نصیب ہونے تک نماز موخر کردیں۔ پھر دو رکعتیں ہی پڑھیں۔ اگر دو رکعت پڑھنے کا موقعہ اور مہلت نہ ملے تو

ایک رکعت ہی پڑھ لیں۔ اگر جنگی حالات اس کے بھی متقاضی نہ ہوں اور وہ ایسا بھی نہ کرسکیں تو تکبیر پر اکتفا نہ کریں تاوقتیکہ وہ حالت امن میں آجائیں۔ مکحول کی یہی رائے ہے۔ اور انس بن مالک نے بیان کیا کہ میں صبح کے وقت جب کہ قلعہ تستر پر چڑھائی ہو رہی تھی، موجود تھا، جنگ کی آگ بہت مشتعل تھی۔ لوگ نماز ادا کرنے پر قادر نہ تھے۔ آفتاب کے بلند ہونے کے بعد ہم نماز ادا کرنے پر قادر ہو سکے تو ہم لوگوں نے نماز پڑھی اس وقت ہم ابوموسیٰ کے ساتھ تھے۔ پھر وہ قلعہ ہمارے لیے فتح ہوگیا۔ انس بن مالک کا بیان ہے کہ اس نماز کے بدلے میں ہمیں دنیا و مافیہا کے حاصل ہونے سے بھی خوشی نہ ہوتی۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ، قَالَ: نَا اَبِیْ، قَالَ: نَاشُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ. صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فِی الْخَوْفِ. فَصَفَّهُمْ خَلْفَهٗ صَفَّيْنِ. فَصَلّٰى بِالَّذِيْنَ يَلُوْنَهٗ رَكْعَةً. ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى صَلَّى الَّذِيْنَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوْا وَتَاخَّرَ الَّذِيْنَ كَانُوْا قُدَّامَهُمْ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتّٰى صَلَّى الَّذِيْنَ تَخَلَّفُوْا رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ۔ (۵)

ترجمہ: حضرت سہل بن ابی حثمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رفقاء کو صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ آپؐ کے پیچھے انہوں نے دو صفیں باندھیں۔ جو لوگ آپؐ کے قریب تھے (یعنی پہلی صف) ان کو ایک رکعت پڑھائی۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور اس وقت تک حالت قیام میں رہے جب تک کہ آپؐ کے پیچھے والوں نے ایک رکعت پڑھ نہ لی۔ پھر یہ لوگ آگے ہوئے اور آگے والے پیچھے آئے۔ انہیں بھی آپؐ نے ایک رکعت پڑھائی۔ اس کے بعد آپؐ قعدہ میں بیٹھ گئے۔ اس وقت تک آپؐ اسی حالت میں بیٹھے رہے جب تک کہ پچھلے لوگوں نے ایک رکعت نہ پڑھ لی۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔

﴿۵﴾ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْخَوْفِ. فَصَفَّنَا صَفَّيْنِ. صَفٌّ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ. فَكَبَّرَ النَّبِیُّ ﷺ وَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا. ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا. ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا. ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ. وَالصَّفُّ الَّذِیْ يَلِيْهِ. وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِیْ نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ، وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِیْ يَلِيْهِ، انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ، وَقَامُوْا، ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ. وَتَاَخَّرَ الصَّفُّ الْمُقَدَّمُ. ثُمَّ رَكَعَ النَّبِیُّ ﷺ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا. ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِیْ يَلِيْهِ الَّذِیْ كَانَ مُؤَخَّرًا فِی الرَّكْعَةِ الْاُوْلٰى. وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِیْ نُحُوْرِ الْعَدُوِّ، فَلَمَّا قَضَى النَّبِیُّ ﷺ السُّجُوْدَ. وَالصَّفُّ الَّذِیْ يَلِيْهِ. انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ. فَسَجَدُوْا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِیُّ ﷺ وَسَلَّمْنَا جَمِيْعًا. قَالَ جَابِرٌ: كَمَا يَصْنَعُ حَرَسُكُمْ هٰؤُلَآءِ بِاُمَرَاءِ هِمْ۔ (٦)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ صلوٰۃ خوف کے وقت میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ آپؐ نے ہمیں دو صفوں میں بانٹ دیا۔ ایک صف آپؐ کی اقتداء میں کھڑی ہوگئی۔ دشمن اس وقت ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔

نبی ﷺ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ آپؐ نے رکوع فرمایا، ہم سب نے بھی رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا اور ہم سب نے بھی اپنے سر اٹھائے۔ پھر آپؐ سجدہ میں چلے گئے اور پہلی صف والے بھی سجدہ میں چلے گئے۔ دوسری صف دشمن کے مقابلہ میں کھڑی رہی۔ پس جب آپؐ نے سجدہ پورا کرلیا اور پہلی صف کھڑی ہوگئی تو دوسری صف سجدہ میں چلی گئی پھر سب کھڑے ہوگئے۔ اب آخری صف والے آگے آگئے اور پہلی صف والے پیچھے چلے گئے، تو پھر نبی ﷺ نے رکوع فرمایا اور ہم سب نے بھی رکوع کیا۔ پھر آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ ہم سب نے بھی اپنے سر اٹھائے۔ پھر آپؐ سجدہ میں چلے گئے اور پہلی صف جو اس سے پہلے دوسری صف تھی، بھی سجدے میں چلی گئی اور دوسری صف دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہوگئی۔ پس جب نبی ﷺ اور پہلی صف نے سجدہ پورا کرلیا تو دوسری صف بھی سجدے میں چلی گئی اور انہوں نے سجدہ کیا۔ پھر نبی ﷺ نے سلام پھیر دیا اور ہم سب نے بھی سلام پھیر دیا۔

ــــــ جابر کہتے ہیں کہ یہ صورت توبعینہ وہی صورت ہے جیسی کہ تم لوگ اپنے امراء و حکام کے لیے حفاظتی دستہ متعین کرتے ہو۔

﴿۶﴾ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلوٰةَ الْخَوْفِ بِاِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنَ رَكْعَةً. وَالطَّآئِفَةُ الْاُخْرٰی مُوَاجِهَةَ الْعَدُوِّ. ثُمَّ انْصَرَفُوْا وَقَامُوْا فِیْ مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ. مُقْبِلِیْنَ عَلَی الْعَدُوِّ، وَجَآءَ اُوْلٰئِكَ ثُمَّ صَلّٰی بِهِمُ النَّبِیُّ ﷺ رَكْعَةً. ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِیُّ ﷺ ثُمَّ قَضٰی هٰؤُلَآءِ رَكْعَةً وَهٰؤُلَآءِ رَكْعَةً۔(۷)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ایک گروہ کو صلوٰۃ خوف ایک رکعت پڑھائی جب کہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلہ میں کھڑا رہا۔ پھر یہ لوگ اپنے ان ساتھیوں کی جگہ پر دشمن کے مدمقابل چلے گئے۔ (جو نماز میں شریک نہ ہوئے تھے) اور یہ لوگ آگے آئے تو نبی ﷺ نے انہیں بھی ایک رکعت پڑھائی۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جگہ ایک ایک رکعت پڑھ لی۔

انہی سے مروی ایک دوسری روایت:

﴿۷﴾ فَاِذَا كَانَ خَوْفُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَلِّ رَاكِباً اَوْقَائِماً تُوْمِیُٔ اِیْمَآءً۔(۸)

ترجمہ: جب خوف اس سے بھی زیادہ بڑھ جائے تو پھر پیدل، سوار، اشارہ کنایہ سے جس طرح ممکن ہو، پڑھ لے۔

﴿۸﴾ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِیْهِ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی صَلوٰةَ الْخَوْفِ بِاِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ رَكْعَةً، وَالطَّائِفَةُ الْاُخْرٰی مُوَاجِهَةَ الْعَدُوِّ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا، فَقَامُوْا فِیْ مَقَامِ اُوْلٰئِكَ، وَجَآءَ اُوْلٰئِكَ فَصَلّٰی بِهِمْ رَكْعَةً اُخْرٰی، ثُمَّ سَلَّمَ عَلَیْهِمْ، فَقَامَ هٰؤُلَآءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ، وَقَامَ هٰؤُلَآءِ فَقَضَوْا رَكْعَتَهُمْ۔(۹)

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو صلوٰۃ خوف ایک رکعت پڑھائی۔ اور دوسرا حصہ دشمن کے مدمقابل کھڑا رہا۔ پھر ان لوگوں نے ایک دوسرے کی جگہ لی۔ آپؐ نے انہیں بھی ایک رکعت ہی پڑھائی۔ اور سلام پھیر دیا۔ یہ لوگ اٹھے اور اپنی رکعت پوری کی اور وہ لوگ اٹھے اور انہوں نے اپنی رکعت پوری کی۔

ـــــ وَفِی الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَحُذَیْفَةَ، وَزَیْدِبْنِ ثَابِتٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ۔ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَسَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ، وَاَبِیْ عَیَّاشٍ الزُّرَقِیِّ، وَاِسْمُهٗ زَیْدُبْنُ صَامِتٍ، وَاَبِیْ بَکْرَةَ۔ قَالَ اَبُوْ عِیْسیٰ: وَقَدْ ذَهَبَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ فِیْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ اِلٰی حَدِیْثِ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ۔ وَقَالَ اَحْمَدُ: قَدْرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلٰوةُ الْخَوْفِ عَلیٰ اَوْجُهٍ ـــ وَهٰکَذَا قَالَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ۔ قَالَ: ثَبَتَتِ الرِّوَایَاتُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ، وَرَاٰی اَنَّ کُلَّ مَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ صَلٰوةِ الْخَوْفِ فَهُوَ جَائِزٌ۔ وَهٰذَا عَلیٰ قَدْرِ الْخَوْفِ۔ قَالَ اِسْحَاقُ: وَلَسْنَا نَخْتَارُ حَدِیْثَ سَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ عَلیٰ غَیْرِهٖ مِنَ الرِّوَایَاتِ۔ وَحَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ وَقَدْ رَوَاهُ مُوْسَی ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ نَحْوَهٗ۔

ـــــ امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام مالکؒ نے سہل بن ابی حثمہ والی حدیث کواختیار کیا ہے۔امام شافعیؒ کا ایک قول بھی اسی طرح کا ہے۔امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سی روایات مروی ہیں۔اس باب میں مجھے ایک حدیث صحیح ملی ہے۔وہ ہے سہل بن ابی حثمہ کی۔اسی طرح اسحاق بن ابراہیم کا قول ہے کہ صلوٰۃ خوف کے بارے میں آپؐ سے کئی روایات ثابت ہیں۔اس بارے میں آپؐ سے جو کچھ مروی ہے وہ سب جائز ہے۔بس یہ خوف کے اندازے اور مقدار کے اعتبار سے ہے۔اسحاق کی رائے یہ ہے کہ ہم سہل کی روایت کو دوسری روایات پر ترجیح نہیں دے سکتے۔

﴿۹﴾ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ، ثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِیُ، ثَنَا حَیْوَةُ وَابْنُ لَهِیْعَةَ، قَالَا: اَخْبَرَنَا اَبُوْالْاَسْوَدِ اَنَّهٗ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ یُحَدِثُ عَنْ مَرْوَانَ ابْنِ الْحَکَمِ، اَنَّهٗ سَاَلَ اَبَا هُرَیْرَةَ: هَلْ صَلَّیْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ؟ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: نَعَمْ، فَقَالَ مَرْوَانُ: مَتٰی؟ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ: عَامَ غَزْوَةِ نَجْدٍ. قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلٰی صَلٰوةِ الْعَصْرِ، فَقَامَتْ مَعَهٗ طَآئِفَةٌ، وَطَآئِفَةٌ اُخْرٰی مُقَابِلَ الْعَدُوِّ وَظُهُوْرُ هُمْ اِلَی الْقِبْلَةِ، فَکَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَکَبَّرُوْا جَمِیْعًا الَّذِیْنَ مَعَهٗ، وَالَّذِیْنَ مُقَابِلُو الْعَدُوِّ، ثُمَّ رَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَکْعَةً وَاحِدَةً، وَرَکَعَتِ الطَّآئِفَةُ الَّتِیْ مَعَهٗ. ثُمَّ سَجَدَ فَسَجَدَتِ الطَّآئِفَةُ الَّتِیْ تَلِیْهِ. وَالْاٰخَرُوْنَ قِیَامٌ مُقَابِلُو الْعَدُوِّ، ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، وَقَامَتِ الطَّآئِفَةُ الَّتِیْ مَعَهٗ، فَذَهَبُوْ اِلَی الْعَدُوِّفَقَابَلُوْ هُمْ وَاَقْبَلَتِ الطَّآئِفَةُ الَّتِیْ کَانَتْ مُقَابِلِی الْعَدُوِّ، فَرَکَعُوْا وَسَجَدُوْا، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَآئِمٌ کَمَا هُوَ، ثُمَّ قَامُوْا فَرَکَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ رَکْعَةً اُخْرٰی وَرَکَعُوْا مَعَهٗ وَسَجَدَ وَسَجَدُوْا مَعَهٗ، ثُمَّ اَقْبَلَتِ الطَّآئِفَةُ الَّتِیْ کَانَتْ مُقَابِلِی الْعَدُوِّ، فَرَکَعُوْا وَسَجَدُوْا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَاعِدٌ وَمَنْ کَانَ مَعَهٗ، ثُمَّ کَانَ السَّلَامُ فَسَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمُوْا جَمِیْعًا، فَکَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَکْعَتَانِ، وَلِکُلِّ رَجُلٍ مِنَ الطَّآئِفَتَیْنِ رَکْعَةٌ رَکْعَةٌ۔(۱۰)

ترجمہ: مروان بن حکم نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے کبھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ خوف بھی پڑھی ہے؟

ابوہریرہؓ نے کہا "ہاں"۔ انھوں نے پھر پوچھا۔ "کب؟" ابوہریرہؓ نے بتایا کہ غزوہ نجد کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نماز عصر کے لیے کھڑے ہوئے ایک جماعت آپؐ کے ساتھ کھڑی ہوئی۔ جب کہ دوسری دشمن کے مقابلے میں کھڑی ہوئی۔ ان کی پشتیں قبلہ رخ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی تو سب لوگوں نے جو آپؐ کے ساتھ شریک جماعت تھے اور جو دشمن کے مقابل کھڑے ہوئے تھے تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر آپ نے ایک رکوع کیا اور ان لوگوں نے بھی رکوع کیا جو آپؐ کے قریب تھے۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا تو قریب والی صف نے بھی سجدہ کیا۔ اور دوسری صف والے دشمن کے مقابل کھڑے رہے۔ پھر آپؐ اٹھے اور آپؐ کے ساتھ شریک نماز لوگ اٹھ کر دشمن کے مدمقابل چلے گئے اور جو لوگ دشمن کے مقابلہ میں کھڑے تھے، وہ آگے آئے۔ انہوں نے آ کر رکوع وسجود کیے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ حالت قیام میں رہے۔ پھر وہ کھڑے ہوئے تو آپؐ نے دوسری رکعت کا رکوع کیا۔ انہوں نے بھی رکوع کیا۔ آپؐ نے سجدہ کیا۔ انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر دشمن کے مدمقابل گروہ آگے آیا۔ انہوں نے رکوع وسجود خود بخود ادا کیے۔ آپؐ اس وقت قعدہ میں بیٹھے رہے اور آپؐ کے ساتھ والے بھی اسی حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سب لوگوں کے ساتھ سلام پھیرا۔ اس طرح رسول اللہ کی دو رکعتیں اور باقی ہر آدمی کی ایک ایک رکعت ہوئی۔

﴿۱۰﴾ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ، ثَنَا اَبِیْ، ثَنَا الْاَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ، قَالَ: صَلّٰی النَّبِیُّ ﷺ فِیْ خَوْفِ الظُّهْرَ، فَصَفَّ بَعْضُهُمْ خَلْفَهُ وَبَعْضُهُمْ بِاِزَآءِ الْعَدُوِّ، فَصَلّٰی بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ صَلَّوْا مَعَهُ فَوَقَفُوْا مَوْقِفَ اَصْحَابِهِمْ، ثُمَّ جَآءَ اُولٰئِكَ فَصَلَّوْا خَلْفَهُ فَصَلّٰی بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ، فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعًا، وَلِاَصْحَابِهٖ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، وَبِذٰلِكَ كَانَ يُفْتِی الْحَسَنُ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے حالت خوف میں نماز ظہر پڑھائی۔ کچھ لوگ آپؐ کی اقتداء میں نماز کے لیے کھڑے ہوگئے اور کچھ دشمن کے مدمقابل۔ آپؐ نے شریک جماعت لوگوں کو دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر یہ لوگ جنہوں نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی تھی، ان لوگوں کی جگہ چلے گئے جو دشمن کے مقابلہ میں کھڑے تھے۔ یہ لوگ آگے بڑھے تو نبی ﷺ نے ان کو بھی دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ اس طرح آپؐ کی چار اور آپؐ کے ساتھیوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ حسن بصری اسی کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

دارقطنی نے ابوبکرہ سے مغرب کی نماز بھی روایت کی ہے:

﴿۱۱﴾ عَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ ، صَلّٰی بِالْقَوْمِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ، ثُمَّ انْصَرَفَ. وَجَآءَ الْاٰخَرُوْنَ. فَصَلّٰی بِهِمْ ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ، فَكَانَتْ لِلنَّبِیِّ ﷺ سِتَّ رَكْعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ ثَلٰثٌ ثَلٰثٌ۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کو (حالت خوف) میں مغرب کی نماز بھی پڑھائی۔ پہلے ایک دستے کو تین رکعات اور دوسرے کو بھی تین رکعات۔ اس صورت میں آپؐ کی چھ اور لوگوں کی تین تین رکعتیں ہوئیں۔

ابن مسعودؓ سے مروی روایت:

﴿۱۲﴾ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ، ثَنَا ابن فُضَيْلٍ، ثَنَا خُصَيْفٌ، عَنْ اَبِیْ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

مَسۡعُوۡدٍ، قَالَ: صَلّٰی بِنَا رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوۃَ الۡخَوۡفِ، فَقَامُوۡا صَفًّا خَلۡفَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ، وَصَفٌّ مُسۡتَقۡبِلُ الۡعَدُوِّ فَصَلّٰی بِھِمۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ رَکۡعَۃً ثُمَّ جَآءَ الۡاٰخَرُوۡنَ فَقَامُوۡا مَقَامَھُمۡ، وَاسۡتَقۡبَلَ ھٰؤُلَآءِ الۡعَدُوِّ، فَصَلّٰی بِھِمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ رَکۡعَۃً، ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَامَ ھٰؤُلَآءِ فَصَلُّوۡا لِاَنۡفُسِھِمۡ رَکۡعَۃً ثُمَّ سَلَّمُوۡا ، ثُمَّ ذَھَبُوۡا، فَقَامُوۡا مَقَامَ اُوۡلٰئِکَ مُسۡتَقۡبِلِی الۡعَدُوِّ وَرَجَعَ اُوۡلٰئِکَ اِلٰی مَقَامِھِمۡ فَصَلُّوۡا لِاَنۡفُسِھِمۡ رَکۡعَۃً ثُمَّ سَلَّمُوۡا۔(١٣)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صلوٰۃ خوف پڑھائی۔ صحابہ نے ایک صف تو رسول اللہؐ کے پیچھے باندھی اور ایک صف دشمن کے مدمقابل کھڑی ہوگئی۔ شریک نماز صحابہؓ کو آپؐ نے ایک رکعت پڑھائی۔ پھر دوسرے اصحاب آگے آئے اور یہ لوگ ان کی جگہ دشمن کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ پھر آپؐ نے انہیں بھی ایک رکعت پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ یہ لوگ اٹھے اور اپنے طور پر ایک رکعت پڑھ لی اور سلام پھیر دیا اور چلے گئے اور جاکر دشمن کے مقابلے کھڑے حضرات کی جگہ کھڑے ہوگئے اور دوسرے ان کی جگہ پر آگئے اور اپنے طور پر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔

مسلم میں حضرت جابرؓ سے مروی روایت:

〈۱۳〉 اَنَّ جَابِرًا اَخۡبَرَہٗ اَنَّہٗ صَلّٰی مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ صَلٰوۃَ الۡخَوۡفِ.فَصَلّٰی رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ بِاِحۡدَی الطَّآئِفَتَیۡنِ رَکۡعَتَیۡنِ، ثُمَّ صَلّٰی بِالطَّآئِفَۃِ الۡاُخۡرٰی رَکۡعَتَیۡنِ، فَصَلّٰی رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اَرۡبَعَ رَکۡعَاتٍ وَصَلّٰی بِکُلِّ طَآئِفَۃٍ رَکۡعَتَیۡنِ۔(١٤)

ترجمہ: حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں صلوٰۃ خوف پڑھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کے دو گروہ بنائے۔ ایک کو دو رکعتیں پڑھائیں، پھر دوسرے کو الگ سے دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس طرح آپؐ نے چار رکعتیں پڑھیں اور ہر گروہ نے دو دو رکعتیں۔

حضرت جابرؓ سے ایک اور روایت:

〈۱۴〉 عَنۡ جَابِرٍ ، قَالَ: اَقۡبَلۡنَا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ، قَالَ: کُنَّا اِذَا اَتَیۡنَا عَلٰی شَجَرَۃٍ ظَلِیۡلَۃٍ تَرَکۡنَا ھَا لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ ، قَالَ: فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ، وَسَیۡفُ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَۃٍ، فَاَخَذَ سَیۡفَ نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ فَاخۡتَرَطَہٗ. فَقَالَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ ، اَتَخَافُنِیۡ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَمَنۡ یَمۡنَعُکَ مِنِّیۡ؟ قَالَ: اَللّٰہُ یَمۡنَعُنِیۡ مِنۡکَ، قَالَ: فَتَھَدَّدَہٗ اَصۡحَابُ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ، فَاَغۡمَدَ السَّیۡفَ وَعَلَّقَہٗ. قَالَ: فَنُوۡدِیَ بِالصَّلَاۃِ فَصَلّٰی بِطَآئِفَۃٍ رَکۡعَتَیۡنِ، ثُمَّ تَاَخَّرُوۡا وَصَلّٰی بِالطَّآئِفَۃِ الۡاُخۡرٰی رَکۡعَتَیۡنِ، قَالَ: فَکَانَتۡ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَرۡبَعَ رَکۡعَاتٍ وَلِلۡقَوۡمِ رَکۡعَتَانِ۔(١٥)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آرہے تھے کہ ذات الرقاع نامی جگہ پر پہنچ گئے۔ ہم نے

یہ طے کرلیا کہ جب کوئی سایہ دار درخت ہمارے سامنے آئے، اسے ہم آپؐ کے لیے چھوڑ دیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے اچانک ایک آدمی آ نکلا۔ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک درخت سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس نے آتے ہی آپؐ کی تلوار اپنے قبضے میں کر کے کہا کہ کیا تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ حضورؐ نے فرمایا ''ہرگز نہیں۔'' وہ بولا ''مجھ سے تمہیں کون بچائے گا۔'' آپؐ نے فرمایا ''اللہ'' مجھے تجھ سے بچائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپؐ کے صحابہؓ نے اسے خوب دھمکایا ڈرایا تو اس نے تلوار میان میں ڈال دی۔ راوی کہتا ہے پھر منادی کر دی گئی۔ رسول اللہؐ نے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ یہ پھر پیچھے ہو گئے اور آپؐ نے دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس طرح آپؐ کی چار اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔

〈۱۵〉 عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ مَنْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَاةَ الْخَوْفِ. اِنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ مَعَهُ، وَطَآئِفَةً وِجَاهَ الْعَدُوِّ. فَصَلّٰى بِالَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً، ثُمَّ ثَبَتَ قَآئِمًا. وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا فَصَفُّوْا وِجَاهَ الْعَدُوِّ. وَجَآءَتِ الطَّآئِفَةُ الْاُخْرٰى، فَصَلّٰى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِىْ بَقِيَتْ، ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَاَتَمُّوْا لِاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ۔(١٦)

ترجمہ: صالح بن خوات اس شخص سے بیان کرتے ہیں جس نے ذات الرقاع کے روز آپؐ کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ ایک ٹولی نے آپؐ کے ساتھ صف باندھی اور دوسری دشمن کے مدمقابل کھڑی ہوگئی۔ آپؐ نے اپنے ساتھ شریک نماز ساتھیوں کو ایک رکعت پڑھائی اور حالت قیام میں کھڑے رہے۔ تاآنکہ انہوں نے دوسری رکعت اپنے طور پر پڑھ لی اور جا کر دشمن کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ دوسری صف والے آگے آئے۔ انہیں آپؐ نے اپنی ایک باقی رکعت پڑھائی اور حالت تشہد میں بیٹھے رہے تاآنکہ انہوں نے اپنے طور پر دوسری رکعت پوری کرلی۔ تب آپؐ نے سب کے ساتھ سلام پھیرا۔

〈۱۶〉 عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ، اَنَّهُ قَالَ فِىْ صَلَاةِ الْخَوْفِ، قَالَ: يَقُوْمُ الْاِمَامُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَتَقُوْمُ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَهُ، وَطَآئِفَةٌ مِنْ قِبَلِ الْعَدُوِّ، وُجُوْهُهُمْ اِلَى الْعَدُوِّ، فَيَرْكَعُ بِهِمْ رَكْعَةً وَيَرْكَعُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً وَيَسْجُدُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ سَجْدَتَيْنِ فِىْ مَكَانِهِمْ... الحديث.(١٧)

ترجمہ: حضرت سہل بن ابی حثمہ سے مروی روایت میں صلوٰۃ خوف کی ایک ترکیب یوں مروی ہے: امام قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہوگا۔ ساتھیوں میں سے ایک جماعت اس کے ساتھ کھڑی ہوگی اور ایک جماعت دشمن کی جانب رخ کر کے مدمقابل ہوگی۔ امام انہیں ایک رکعت پڑھائے گا اور دوسری رکعت کھڑے ہو کر از خود پڑھیں گے۔

—— قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: سَاَلْتُ يَحْيٰى بْنَ سَعِيْدٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ؟ فَحَدَّثَنِىْ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ، عَنِ النَّبِىِّ ﷺ: بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيٰى ابْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِىِّ۔ وَقَالَ لِىْ يَحْيٰى: اُكْتُبْهُ اِلٰى جَنْبِهٖ وَلَسْتُ اَحْفَظُ الْحَدِيْثَ وَلٰكِنَّهُ مِثْلَ حَدِيْثِ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِىِّ۔ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: وَهٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، لَمْ يَرْفَعْهُ يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِىُّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ (وَ) هٰكَذَا رَوَاهُ اَصْحَابُ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ الْاَنْصَارِىِّ مَوْقُوْفًا، وَرَفَعَهُ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ

الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ۔ وَرَوٰى مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ يَزِيْدَ ابْنِ رُوْمَانَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ، عَنْ مَنْ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةَ الْخَوْفِ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ، وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ وَرُوِىَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِاِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ رَكْعَةً رَكْعَةً فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ صَلّٰى رَكْعَتَانِ، وَلَهُمْ رَكْعَةٌ رَكْعَةٌ۔

ابوعیاش الزرقی سے مروی روایت:

﴿۱۷﴾ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِعُسْفَانَ، وَعَلَى الْمُشْرِكِيْنَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ، فَصَلَّيْنَا الظُّهْرَ، فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: لَقَدْ اَصَبْنَا مِنْهُمْ غِرَّةً وَلَقَدْ اَصَبْنَا مِنْهُمْ غَفْلَةً فَنَزَلَتْ يعنى صَلٰوةَ الْخَوْفِ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَصَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَفَرَقْنَا فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةٌ تُصَلِّىْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَفِرْقَةٌ يَحْرِسُوْنَهُ فَكَبَّرَ بِالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ وَالَّذِيْنَ يَحْرِسُوْنَهُمْ ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ هٰؤُلَآءِ وَاُولٰئِكَ جَمِيْعًا، ثُمَّ سَجَدَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ وَتَاَخَّرَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ وَتَقَدَّمَ الْاٰخَرُوْنَ فَسَجَدُوْا، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ بِهِمْ جَمِيْعًا الثَّانِيَةَ بِالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ وَبِالَّذِيْنَ يَحْرِسُوْنَهُمْ ، ثُمَّ سَجَدَ بِالَّذِيْنَ يعنى يَلُوْنَهُ، ثُمَّ تَاَخَّرُوْا فَقَامُوْا فِىْ مَصَافِ اَصْحَابِهِمْ وَتَقَدَّمَ الْاٰخَرُوْنَ فَسَجَدُوْا، ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَكَانَتْ لِكُلِّهِمْ رَكْعَتَانِ رَكْعَتَانِ مَعَ اِمَامِهِمْ وَصَلّٰى مَرَّةً بِاَرْضِ بَنِىْ سُلَيْمٍ۔(۱۸)

ترجمہ: ابوعیاش زرقی بیان کرتے ہیں کہ مقام عسفان پر ہم رسول اللہؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ نے ہمیں وہاں نماز ظہر پڑھائی۔ مشرکین کی سپہ سالاری ان دنوں خالد بن ولید کے پاس تھی۔ مشرکوں نے سوچا کہ ہم اچانک ان پر حملہ کریں گے۔ ہم حالت بے خبری میں ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اس موقعہ پر، یعنی ظہر وعصر کے درمیان صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ وہ اس طرح کہ ہم دوٹولیوں میں تقسیم ہوگئے۔ ایک ٹولی نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسری دشمن کے حملے سے آپؐ کی حفاظت پر مامور ہوگئی۔ آپؐ نے اپنے ساتھ والے اور محافظ دستہ کے لوگوں کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا۔ ان لوگوں نے بھی رکوع کیا۔ رکوع تک سب شامل رہے۔ پھر آپؐ کے قریب والوں نے سجدہ کیا اور پیچھے ہٹ گئے اور پچھلے لوگوں نے آگے بڑھ کر سجدہ کیا۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور سب کو ملا کر دوسرا رکوع کیا۔ اس میں پہلی صف والوں کے ساتھ حفاظت پر مامور لوگ تھے۔ پھر آپ نے اپنے قریب والوں کے ساتھ سجدہ کیا اور یہ پیچھے ہٹ گئے اور اپنے ساتھیوں کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ پچھلے لوگ آگے آئے اور سجدہ کیا۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا۔ اس صورت میں ہر ایک کی دو دو رکعت امام کی اقتداء میں پڑھی گئیں۔ ایک مرتبہ بنی سلیم کی علاقہ میں بھی صلوٰۃ خوف پڑھی گئی۔

ابوہریرہ سے مروی روایت:

﴿۱۸﴾ اَخْبَرَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ سَعِيْدُبْنُ عُبَيْدِ الْهُنَائِىُّ، قَالَ: حَدَّثَنَاعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلًا بَيْنَ ضَجْنَانَ وَعُسْفَانَ مُحَاصِرَ الْمُشْرِكِيْنَ. فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: اِنَّ لِهٰٓؤُلَآءِ صَلٰوةً هِيَ اَحَبُّ اِلَيْهِمْ مِنْ اَبْنَآئِهِمْ وَاَبْكَارِ هِمْ اَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ ثُمَّ مِيْلُوْا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً وَّاحِدَةً، فَجَآءَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَاَمَرَهُ اَنْ يَقْسِمَ اَصْحَابَهُ نِصْفَيْنِ، فَيُصَلِّيْ بِطَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ، وَطَآئِفَةٌ مُقْبِلُوْنَ عَلٰى عَدُوِّهِمْ، قَدْ اَخَذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ. فَيُصَلِّيْ بِهِمْ رَكْعَةً، ثُمَّ يَتَاَخَّرُ هٰٓؤُلَآءِ وَيَتَقَدَّمُ اُولٰٓئِكَ، فَيُصَلِّيْ بِهِمْ رَكْعَةً تَكُوْنُ لَهُمْ مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم رَكْعَةً رَكْعَةً وَلِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم رَكْعَتَانِ۔(۱۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضجنان اور عسفان کے درمیان مشرکین کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔مشرکوں نے سوچا کہ ان لوگوں کو نماز اپنے بیٹوں اور دوشیزاؤں سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔(لہٰذا) اتفاق کر کے ان پر یک بارگی پل پڑو۔اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما ہوئے انہوں نے حضورؐ کو مشورہ دیا کہ اپنے ساتھیوں کو دو جماعتوں میں بانٹ لیں۔ایک جماعت کو آپ نماز پڑھائیں اور دوسرے گروہ کے لوگ دشمن کے مدمقابل رہیں۔اور اپنا دفاعی وحفاظتی اسلحہ لے لیں۔آپؐ نے ایک جماعت کو ایک رکعت پڑھائی۔یہ لوگ پیچھے ہٹ گئے اور دوسرے آگے آ گئے۔انہیں بھی آپؐ نے ایک رکعت پڑھائی۔اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی ایک ایک رکعت ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعت۔

〈۱۹〉 اَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِبْنِ الْاَخْنَسِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔(۲۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر حضر میں چار اور سفر میں دو اور حالت خوف میں ایک رکعت فرض کی ہے۔

تشریح: (جب) جنگ ہو رہی ہو تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک نماز موخر کر دی جائے گی۔امام مالکؒ اور امام ثوریؒ کے نزدیک اگر رکوع وسجود ممکن نہ ہو تو اشاروں سے پڑھ لی جائے۔امام شافعیؒ کے نزدیک نماز ہی کی حالت میں تھوڑی سی زدوخورد بھی کی جاسکتی ہے۔

غزوۂ خندق میں آپؐ نے نمازیں قضا کیں۔اگرچہ اس سے پہلے صلوٰۃ خوف کا حکم آ چکا تھا۔چنانچہ صلوٰۃ خوف کی ترکیب کا انحصار بڑی حد تک جنگی حالات پر ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی ہے اور امام وقت مجاز ہے کہ ان طریقوں میں سے جس طریقہ کی اجازت جنگی صورت حال دے اسی کو اختیار کر لے۔[1]

سوال: جو مسلمان اپنی ریاست کے دفاع کے لیے محاذ پر برسرپیکار ہیں، ان کے بارے میں نماز فرض کا کیا حکم ہے؟ موجودہ حالات میں فرض نماز کے ادا کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

---

[1] ''جنگ کے دنوں میں جنگی حالات کے تحت جس طرح بھی مناسب ہو، نماز پڑھی جاسکتی ہے۔عام حکم ہے کہ پانی قریب ہو تو تیمم نہیں ہوسکتا۔لیکن بعض اوقات فوجی مورچوں کے بالکل قریب پانی موجود ہوتا ہے۔لیکن مورچوں سے باہر نکلنا خطرناک ہوتا ہے۔اس صورت میں مورچے کے اندر ہی مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔'' (۱۵ اے ذیلدار پارک، حصہ دوم، ص ۳۹)

جواب: اگر عملاً لڑائی نہ ہورہی ہو، بلکہ فوجی دستہ محاذ جنگ کی کسی چوکی پر صرف مدافعت کے لیے مستعد بیٹھا ہوتو ایسی حالت میں صلوٰۃ خوف باجماعت اس طرح ادا کی جائے کہ پہلے آدھے سپاہی ایک جگہ جمع ہو کر فرض نماز قصر ادا کریں اور پھر باقی آدھے نماز ادا کرلیں۔نماز کے وقت سپاہیوں کو اپنے ہتھیار اپنے ساتھ رکھنے چاہئیں۔

اگر دشمن کے حملے کا فوری خطرہ ہواور کوئی سپاہی اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکتا ہوتو پھر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ جو سپاہی جس جگہ ہواور جس حال میں ہو۔ بیٹھے، کھڑے، یا لیٹے ہوئے اشاروں سے،صرف فرض نماز قصر کے ساتھ ادا کرلے۔اس حالت میں قبلہ رخ ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔اگر قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز نہ پڑھی جاسکتی ہو تو صرف نیت قبلے کی طرف منہ کرکے باندھ لی جائے اور پھر جدھر بھی جنگی ضرورت کے لیے رخ کرنا پڑے اسی طرف رخ کرکے نماز ادا کی جاسکتی ہے۔رکوع وسجدہ نہ ہوسکے تو صرف اشاروں سے ہی نماز پڑھ لی جائے۔دوران نماز اگر دشمن حملہ کردے تواسی حالت میں فائر کرسکتے ہیں۔البتہ اگر اپنی جگہ سے حرکت کرنا اور ساتھیوں سے بات کرنا ضروری ہوتو پھر نماز توڑ دیں اوراس کی قضا بعد میں جب موقع ہوادا کرلیں۔

اگر عملاً معرکہ کارزار گرم ہوجائے اور نماز پڑھنے کا بالکل موقع ہی نہ مل رہا ہوتو پھر نماز قضا کی جاسکتی ہے۔ان حالات میں جتنی نمازیں بھی قضا ہوں انہیں معرکہ ختم ہونے کے بعد ادا کرلیا جائے۔ (رسائل ومسائل،حصہ پنجم،صلوٰۃ خوف)

ماٰخذ

(۱) بخاری،ج۱، ابواب صلوٰۃ الخوف، باب یحرس بعضهم بعضا فی صلوٰۃ الخوف۔☆ نسائی،ج۲، کتاب صلوٰۃ الخوف۔ ☆ دارمی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب العدو یکون وجاه القبلة۔

(۲) بخاری،ج۱، ابواب صلوٰۃ الخوف، وقال اللّٰه عزوجل واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح الیٰ قوله عذابا مهینا۔ ☆ نسائی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب من قال یصلی بکل طائفة ثم یقضون الرکعة الاخری بعد سلام الامام۔

(۳) بخاری،ج۱، ابواب صلوٰۃ الخوف، باب الصلوٰۃ عند مناهضة الحصون ولقاء العدو۔☆مسلم،ج۱،کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطی هی صلوٰۃ العصر، عن جابر بن عبداللّٰه۔

(٤) بخاری،ج۱، ابواب صلوٰۃ الخوف، باب الصلوٰۃ عند مناهضة الحصون الخ۔

(٥) مسلم،ج۱، باب صلوٰۃ الخوف۔☆ ابوداؤد،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الخوف۔☆موطا امام مالك، کتاب صلوٰۃ الخوف۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب کیفیة صلوٰۃ الخوف فی السفر۔

(٦) مسلم،ج۱، باب صلوٰۃ الخوف۔☆نسائی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها۔ ☆ دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف، باب العدو یکون وجاه القبلة۔

(۷) مسلم،ج۱، باب صلوٰۃ الخوف☆ ابوداؤد،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعة الخ۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها، باب ماجاء فی صلوٰۃ الخوف۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف، باب من قال یصلی بکل طائفة ثم یقضون الرکعة الاخری بعد سلام الامام۔

(۸) دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها۔ ☆ موطا امام مالک: کتاب صلوٰۃ الخوف۔

(۹) ترمذی،ج۱، ابواب السفر، باب ماجاء فی صلوٰۃ الخوف۔☆ نسائی:ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف ☆السنن الکبریٰ،ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعةً الخ۔

(۱۰) ابوداؤد، ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یکبرون جمیعاً الخ۔ ☆ السنن الکبریٰ،ج۳ ۔☆ نسائی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف۔

(۱۱) ابوداؤد،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یصلی بکل طائفة رکعتین۔☆ نسائی، ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف۔ ☆دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب الامام یصلی بکل طائفة رکعتین ویسلم۔

(۱۲) السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب الامام یصلی بکل طائفة رکعتین الخ۔

(۱۳) ابوداؤد،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یصلی بکل طآئفة رکعة ثم یسلم الخ۔☆دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب من قال فی هذا کبر بالطائفتین جمیعاً ثم قضی کل طائفة رکعتها الباقیة مناوبة۔

(۱۴) مسلم،ج۱، باب صلوٰۃ الخوف۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف، باب الامام یصلی بکل طائفة رکعتین ویسلم۔

(۱۵) مسلم،ج۱، باب صلوٰۃ الخوف۔☆ ابوداؤد،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الخوف۔☆نسائی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف ☆ دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها ☆موطا امام مالک: کتاب صلوٰۃ الخوف۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب الامام یصلی بکل طائفة رکعتین ویسلم۔

(۱۶) مسلم،ج۱، باب صلوٰۃ الخوف۔☆ ابوداؤد،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الخوف۔☆نسائی، ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف ☆دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها ☆موطا امام مالک: کتاب صلوٰۃ الخوف۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب کیفیة صلوٰۃ الخوف فی السفر، اذا کان العدومن غیر جهة القبلة او جهتها غیر مامونین۔

(۱۷) ترمذی،ج۱، ابواب السفر، باب ماجاء فی صلوٰۃ الخوف۔☆ نسائی:ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها: باب ماجاء فی صلوٰۃ الخوف۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الصلوٰۃ الخوف،باب کیفیة صلوٰۃ الخوف فی السفر۔

(۱۸) ابوداؤد،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الخوف۔☆نسائی،ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف۔☆دارقطنی: باب صفة صلوٰۃ الخوف واقسامها۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب کیفیة صلوٰۃ الخوف فی السفر۔

(۱۹) نسائی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف۔☆ السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب العدو یکون وجاه القبلة، عن جابر بن عبداللّٰه، السنن الکبریٰ کی روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔ السنن الکبریٰ ہی میں ابوعیاش الزرقی سے بھی ایک روایت منقول ہے۔ اس میں ”ہی احب الیهم من ابنائهم واموالهم وانفسهم“ ہے۔

(۲۰) نسائی،ج۳،کتاب صلوٰۃ الخوف۔☆مسند ابی عوانه، ج ۲، ص ۳۳۵۔ ☆ ابوداؤد،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الخوف۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب صلوٰۃ الخوف، باب من قال صلی بکل طائفة رکعةً ولم یقضوا۔

فصل: ۱۵

سترہ اور اس کے احکام

۱۰۰۔ مُسلِمٌ، کِتَابُ الصَّلوٰةِ، بَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّی میں امام مسلم نے وہ پورا مواد جمع کیا ہے جو سترے کے مسئلے سے متعلق ان کو معتبر سندوں سے پہنچا تھا اور اس کے سارے پہلو ہمارے سامنے رکھ دیے ہیں۔ اس کی کسی ایک روایت کو لے کر کوئی نتیجہ نکال بیٹھنا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ساری روایتوں پر جامع نگاہ ڈالنے ہی سے آدمی صحیح نتیجہ اخذ کر سکتا ہے۔ اصل بات جو ان احادیث سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نمازی کو اپنے آگے سترہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور اس کی وجہ سمجھاتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ اگر آدمی سترہ رکھے بغیر نماز کے لیے کسی کھلی جگہ کھڑا ہو جائے گا تو عورتیں، کتے، گدھے سب اس کے سامنے سے گزریں گے۔ اس بات کو سن کر بعض لوگ اس مسئلہ کو یوں بیان کرنے لگے کہ عورت، کتّے اور گدھے کے گزرنے سے نماز قطع ہو جاتی ہے۔ یہ باتیں جب حضرت عائشہؓ کو پہنچیں تو انہوں نے فرمایا اِنَّ الْمَرْاَةَ لَدَابَّةُ سَوْءٍ ''پھر تو عورت بڑی بری جانور ہوئی۔'' عَدَّلْتُمُوْنَا بِالْكِلَابِ وَالْحُمُرِ ''تم لوگوں نے تو ہم کو گدھوں اور کتوں کے برابر کر دیا۔'' اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يصلى من الليل وانا معترضة بينه وبين القبلة كا عتراض الجنازة۔ (نبی ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں ان کے اور قبلے کے درمیان جنازے کی طرح پڑی ہوتی تھی''۔[1] (رسائل ومسائل اوّل: چند احادیث....)

حضرت عائشہؓ سے مروی روایت:

تخریج:(۱) **حَدَّثَنَا عَمْرُوالنَّاقِدُ، وَاَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ، قَالَا: نا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح قَالَ: وَحَدَّثَنَا عَمْرُوبْنُ حَفْصِ بْنِ غَيَاثٍ وَاللَّفْظُ لَهُ، قَالَ: نَا اَبِیْ، نَا الْاَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِیْ مُسْلِمٌ عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلوٰةَ، الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: قَدْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحَمِيْرِ وَالْكِلَابِ، وَاللّٰهِ! لَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ وَاِنِّیْ عَلَى السَّرِيْرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةٌ، فَتَبْدُوْلِیَ الْحَاجَةُ، فَاَكْرَهُ اَنْ اَجْلِسَ فَاُوْذِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ**۔(۱)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان کے پاس اس بات کا ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے نمازی کے آگے گزرنے سے نماز قطع ہو جاتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تم لوگوں نے تو ہمیں گدھوں اور کتوں کے ساتھ ملا دیا

---

[1] سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جسے کھلی جگہ پر نماز پڑھتے وقت ایک آدمی اس غرض سے سامنے رکھ لیتا ہے کہ آگے سے گزرنے والوں کے اور اس نمازی کے درمیان آڑ کا کام دے۔

حالانکہ خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہ چشم خود دیکھا ہے کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے اور میں اس دوران میں چار پائی پر لیٹی ہوئی تھی۔ میری چار پائی قبلہ اور آپؐ کے درمیان ہوتی تھی۔ اچانک مجھے کوئی ضرورت وحاجت پیش آ جاتی تو میں بیٹھنے کو ناپسند کرتی کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچے، لہٰذا میں آپؐ کے پاؤں کی جانب سے کھسک جاتی۔

حضرت عائشہؓ ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں:

﴿۲﴾ كُنْتُ اَنَامُ بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرِجْلَاىَ فِىْ قِبْلَتِهٖ، فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِىْ، فَقَبَضْتُ رِجْلَىَّ وَاِذَا قَامَ، بَسَطْتُّهُمَا، قَالَتْ: وَالْبُيُوْتُ يَوْمَئِذٍ لَّيْسَ فِيْهَا مَصَابِيْحُ۔(۲)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے سوئی ہوتی اور میرے پاؤں آپؐ کے قبلہ رخ ہوتے۔ جب آپؐ سجدہ میں جاتے تو مجھے چٹکی بھرتے۔ میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی۔ جب آپؐ کھڑے ہوتے تو پھر پاؤں پھیلا لیتی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں دیا تک نہ ہوتا تھا۔

ابوداؤد نے كِتَابُ الصَّلٰوةِ، تَفْرِيْعُ اَبْوَابِ الصُّفُوْفِ کے تحت طلحہ بن عبیداللہ کی یہ روایت بھی بیان کی ہے:

﴿۳﴾ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلَا يَضُرُّكَ مَنْ مَّرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ۔(۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تو اپنے سامنے کاٹھی جتنی کوئی چیز رکھ لے تو پھر کسی کے آگے گزرنے سے تجھے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک روایت:

﴿۴﴾ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ شَيْئًا، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرُّهٗ مَا مَرَّ اَمَامَهٗ۔(٤)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے لگے تو اپنے قبلہ رخ کوئی چیز کرلے۔ اگر اسے کوئی چیز میسر نہ ہو سکے تو اپنا عصا ہی سامنے گاڑ لے۔ اگر اس کے ساتھ عصا (لاٹھی) بھی نہ ہو تو وہ زمین پر خط کھینچ دے۔ اس صورت میں بھی اس کے آگے گزرنے والی کوئی چیز اس کے لیے ضرر رساں ثابت نہ ہو گی۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ ، قَالَ يَحْيٰى : اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ: نَا اَبُوْ الْاَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَّرَّ وَرَآءَ ذٰلِكَ۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے سامنے (نماز پڑھتے وقت)

کاٹھی کے برابر کوئی چیز رکھ لے تو پھر نماز پڑھی جائے اور اس سے آگے کسی چیز کے گزرنے کی قطعاً پروانہ کی جائے۔

موسیٰؒ بن طلحہ عن ابیہ سے دوسری روایت:

〈۶〉 قَالَ: کُنَّا نُصَلِّیْ وَالدَّوَابُّ تَمُرُّ بَیْنَ اَیْدِیْنَا، فَذَکَرْنَا ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ تَکُوْنُ بَیْنَ یَدَیْ اَحَدِکُمْ، ثُمَّ لَا یَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ. وَقَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ: فَلَا یَضُرُّهُ مَنْ مَرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ۔

ترجمہ: حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ چوپائے ہمارے سامنے سے گزرتے رہتے تھے۔ اس کا ہم نے رسول اللہؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا ”تم میں سے کسی کے سامنے کاٹھی کی مثل اگر کوئی چیز ہوگی تو پھر آگے سے کسی کے گزرنے کا کوئی نقصان نہیں۔“

حضرت عائشہؓ سے مروی روایت:

〈۷〉 عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّیْ؟ فَقَالَ: مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سترۂ نمازی کے متعلق پوچھا گیا (کہ اس کی نوعیت و کیفیت کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا بس پالان کی آخری لکڑی کے برابر کوئی سی چیز۔

حضرت عائشہؓ ایک دوسری روایت میں بیان کرتی ہیں:

〈۸〉 اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْکَ، عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّیْ؟ فَقَالَ: کَمُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر آپؐ سے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا تھا تو آپؐ نے جواب دیا تھا کہ کاٹھی کے مثل کوئی چیز ہونی چاہیے۔

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی روایت:

〈۹〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ مُثَنّٰی، قَالَ: نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ، قَالَ: نَا اَبِیْ، قَالَ: نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اِذَا خَرَجَ یَوْمَ الْعِیْدِ اَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَیْنَ یَدَیْهِ، فَیُصَلِّیْ اِلَیْهَا، وَالنَّاسُ وَرَآءَهُ، وَکَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السَّفَرِ، فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْاُمَرَاءُ۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے روز نماز کے لیے نکلتے تو نیزہ ساتھ لے جانے کا حکم فرماتے، جسے آپؐ کے سامنے رکھا جاتا۔ اور آپؐ اسی کے پیچھے نماز پڑھاتے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوتے۔ یہ عمل آپؐ (عموماً) دوران سفر میں فرماتے۔ اسے اب امراء نے اپنا لیا ہے۔

ابن عمرؓ کی ایک دوسری روایت میں:

〈۱۰〉 اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَرْکُزُ وَیُصَلِّیْ اِلَیْهَا.

ترجمہ: ابن عمرؓ کی مروی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نیزہ کو زمین میں گاڑ کر اس کی اوٹ میں نماز پڑھتے۔

ابن عمرؓ سے مروی ایک اور روایت:

﴿۱۱﴾ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُعَرِّضُ رَاحِلَتَهُ فَیُصَلِّی اِلَیْهَا. (بخاری)

ترجمہ: ابن عمرؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ اپنی سواری یا کجاوہ کو سامنے رکھتے اور نماز پڑھ لیتے۔

ایک اور روایت:

﴿۱۲﴾ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ، وَقَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی اِلٰی بَعِیْرٍ۔(٦)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنی سواری کے اوٹ میں نماز پڑھتے تھے۔ ابن نمیر نے کہا کہ نبی ﷺ اونٹ کو آگے بٹھا کر نماز پڑھ لیتے (اونٹ کو سترہ بنا لیتے)۔

ابو جحیفہ سے مروی روایت:

﴿۱۳﴾ قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ بِمَکَّةَ وَهُوَ بِالْاَبْطَحِ فِیْ قُبَّةٍ لَّهٗ حَمْرَآءَ مِنْ اَدَمٍ، قَالَ: فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْءِهٖ فَمِنْ نَائِلٍ وَنَاضِحٍ، قَالَ: فَخَرَجَ النَّبِیُّ ﷺ عَلَیْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ سَاقَیْهِ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ وَاَذَّنَ بِلَالٌ، قَالَ: فَجَعَلْتُ اَتَتَبَّعُ فَاهُ هَاهُنَا، وَهَاهُنَا یَقُوْلُ: یَمِیْنًا وَشِمَالًا، یَقُوْلُ: حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ. قَالَ: ثُمَّ رُکِزَتْ لَهٗ عَنَزَةٌ، فَتَقَدَّمَ فَصَلَّی الظُّهْرَ رَکْعَتَیْنِ یَمُرُّ بَیْنَ یَدَیْهِ الْحِمَارُ وَالْکَلْبُ لَا یُمْنَعُ ثُمَّ صَلَّی الْعَصْرَ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ لَمْ یَزَلْ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی رَجَعَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ۔(۷)

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مقام ابطح پر سرخ رنگ کے چرمی خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ راوی کہتا ہے حضرت بلال آپ کے وضو کا برتن لے کر حاضر ہوئے جس میں آپ کے وضو کا پانی تھا۔ کچھ لوگ تو اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور کچھ نے اپنے چہروں پر چھینٹے مار لیے۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی ﷺ سرخ حلّہ زیب تن فرمائے باہر تشریف لائے۔ میں گویا اب بھی آپ کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے وضو فرمایا۔ بلال نے اذان کہی۔ میں اذان کے دوران بلال کے دائیں بائیں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہنے کے لیے ان کے منہ کے ادھر ادھر پھرنے پر اپنی نظر رکھنے لگا۔ پھر آپ کے لیے ایک چھوٹا نیزہ بطور سترہ گاڑا گیا تو آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس دوران میں گدھے اور کتے آپ کے سامنے سے گزرتے رہے۔ انہیں روکا نہیں گیا۔ پھر آپ نے نماز عصر کی دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر مدینہ واپسی تک آپ دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔

ابن عباس کہتے ہیں:

﴿۱۴﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اَقْبَلْتُ رَاکِبًا عَلٰی اَتَانٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ بِمِنًى ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ، فَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ۔(۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں خچر پر سوار ہوکر آیا۔ ان دنوں میں سن سلوغ کے قریب تھا۔ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں صف کے آگے سے گزر گیا۔ میں اپنے گدھے سے نیچے اترا اور اسے چرنے کے لیے چھوڑ کر خود صف میں داخل ہوگیا۔ میرے اس فعل پر کسی نے مجھ پر اظہار ناپسندیدگی نہیں کیا۔

ابوسعید خدریؓ سے مروی روایت:

〈۱۵〉 فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى شَيْئٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ. فَاَرَادَاَحَدٌ اَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَلْيَدْفَعْ فِيْ نَحْرِه، فَاِنْ اَبٰى، فَلْيُقَاتِلْهُ. فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔(۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم میں سے جب کوئی کسی چیز کو لوگوں کے درمیان سترہ بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھے۔ پھر کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے روکنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ نہ رکے اور گزرنے پر اصرار کرے تو اس سے مقاتلہ کرے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

ابن عمرؓ سے مروی روایت:

〈۱۶〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: اِذَا كَانَ اَحَدُ كُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَ عُ اَحَدً يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِنْ اَبٰى فَلْيُقَاتِلْهُ فَاِنَّ مَعَهُ الْقَرِيْنَ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے آگے سے کسی کو گزرنے نہ دے۔ ہاں! اگر وہ گزرنے پر اصرار کرے تو اس سے مقاتلہ کرے کیونکہ ساتھی (شیطان) اس کے ساتھ ہے۔

سہلؓ بن سعد الساعدی سے مروی روایت:

〈۱۷〉 قَالَ كَانَ بَيْنَ مُصَلَّى رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ.(۱۰)

ترجمہ: حضرت سہلؓ بن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مصلی اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے جتنی جگہ کا فاصلہ ہوتا تھا۔

〈۱۸〉 حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ خَالِدِنِ الدِّمَشْقِيُّ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبَّاسٍ، ثَنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ الْوَلِيْدُ بْنُ كَامِلٍ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ حَجَرٍ الْبَهْرَانِيِّ، عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهَا، قَالَ: مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ اِلٰى عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهُ عَلٰى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهُ صَمْدًا[۱]۔(۱۱)

ترجمہ: ضباعہ اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جب کبھی کسی

---

[۱] يُرِيْدُ اَنْ لَايَجْعَلَهُ تِلْقَاءَ وَجْهِه

لکڑی، ستون، درخت وغیرہ کو سترہ کے طور پر استعمال کر کے نماز پڑھتے دیکھا تو آپؐ نے اسے اپنی دائیں یا بائیں ابرو کے سامنے رکھا۔ کبھی بالکل پیشانی کی سیدھ میں نہیں رکھا۔

سہلؓ بن ابی حثمہ سے مروی ہے:

〈۱۹〉 يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت سہلؓ بن ابی حثمہ جو اپنی روایت کو مرفوع بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جب کوئی سترہ کھڑا کر کے نماز پڑھ رہا ہو تو اسے سترہ کے قریب ہو جانا چاہیے۔ اس طرح شیطان اس کی نماز قطع نہیں کر سکتا۔''

ترمذی نے اَبْوَابُ الصَّلٰوةِ، بَابُ مَاجَاءَ فِي سُتْرَةِ الْمُصَلِّيْ کے تحت موسیٰ بن طلحہ عن ابیہ کی روایت بیان کی ہے:

〈۲۰〉 قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا وَضَعَ اَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِيْ مَنْ مَرَّ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ۔(۱۳)

ترجمہ: جب کوئی نمازی اپنے سامنے کاٹھی کی مثل کوئی چیز رکھ لے تو پھر نماز پڑھتا رہے۔ اس سترہ کے آگے سے گزرنے والی چیز کی قطعاً پروا نہ کرے۔

ابوذرؓ سے مروی روایت:

〈۲۱〉 عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ فَاِنَّهُ يَسْتُرُهُ اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ، فَاِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ، فَاِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ، قُلْتُ: يَا اَبَا ذَرٍّ! مَابَالُ الْكَلْبِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْاَصْفَرِ؟ قَالَ: يَاابْنَ اَخِيْ! سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَمَاسَاَلْتَنِيْ، فَقَالَ: اَلْكَلْبُ الْاَسْوَدُ شَيْطَانٌ۔(۱۴)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو اسے سترہ کا انتظام کر لینا چاہیے۔ اور وہ کاٹھی جتنی ہونی چاہیے۔ جب اس کے سامنے ایسی کوئی چیز نہ ہوگی تو پھر اس کی نماز کو گدھا، عورت، کالا کتا قطع کر دیں گے۔ ابوذر کے ایک شاگرد نے پوچھا اے ابوذر! یہ کالا کتا کیوں، سرخ پیلا کتا کیوں نہیں؟ ابوذر نے جواب دیا: میرے بھتیجے! میں نے رسول اللہ ﷺ سے تمہاری طرح سوال کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

〈۲۲〉 قَالَتْ عَائِشَةُ: مَايَقْطَعُ الصَّلٰوةَ؟ قَالَ: فَقُلْنَا: اَلْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ، فَقَالَتْ: اِنَّ الْمَرْاَةَ لَدَابَّةُ سَوْءٍ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مُعْتَرِضَةً كَاِعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ وَهُوَ يُصَلِّيْ۔(۱۵)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ نماز کو کون سی چیز قطع کرتی ہے؟ ہم نے عرض کیا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہؓ

نے فرمایا: پھر تو عورت ایک نہایت برا جانور ٹھہری۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی تھی جس طرح جنازہ رکھا ہوتا ہے حالانکہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔

مسلم میں یہ بھی ہے:

〈۲۳〉كَانَ يُصَلِّىْ مِنَ اللَّيْلِ وَاَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ۔(۱۶)

ترجمہ: مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپؐ رات کی نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی تھی۔

—— موطا امام مالک میں ابوسعید خدری اور ابن عباس کی روایات ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ بن ابی طالب سے موقوف روایات بیان کی گئی ہیں (موطا امام مالك، كتاب قصر الصلوٰة فی السفر)۔

—— نسائی نے کِتَابُ الْقِبْلَةِ میں سُتْرَةُ الْمُصَلِّىْ کے تحت اس موضوع پر احادیث جمع کی ہیں جن کا مضمون کم وبیش وہی ہے جو دیگر کتب احادیث کی مرویات میں بیان ہوا ہے۔

〈۲۴〉 حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالُوْا: يَقْطَعُهَا الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ، قَالَتْ: لَقَدْ جَعَلْتُمُوْنَا كِلَابًا، لَقَدْ رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ يُصَلِّىْ وَاِنِّىْ لَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ وَاَنَا مُضْطَجِعَةٌ عَلَى السَّرِيْرِ، فَتَكُوْنُ لِىَ الْحَاجَةُ، وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْتَقْبِلَهُ فَاَنْسَلُّ اِنْسِلَالًا. وَعَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ ان کے پاس نماز کو قطع کرنے والی چیزوں کا ذکر کیا گیا۔ انہوں نے پوچھا کون سی چیز نماز کو قطع کرتی ہے؟ لوگوں نے کہا: کتا، گدھا اور عورت نماز قطع کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: پھر تو تم لوگوں نے ہمیں کتا بنا دیا۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان، میں چارپائی پر لیٹی ہوتی تھی۔ جب اچانک مجھے کوئی ضرورت وحاجت پیش آتی تو میں آگے سے گزرنے کو ناپسند کرتی ہوئی پاؤں کی جانب سے کھسک جاتی۔

—— انہی سے مروی دوسری روایت میں جسے امام بخاری نے ج ۱، ص ۷۳ پر بَابٌ مَنْ لَّا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ شَيْئٌ کے تحت بیان کیا ہے۔ اس میں شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحُمُرِ وَالْكِلَابِ کے الفاظ ہیں۔ اور بَابُ الصَّلٰوةِ اِلَى السَّرِيْرِ کے ضمن میں جو روایت نقل کی ہے اس میں قَالَتْ اَعَدَلْتُمُوْنَا بِالْكَلْبِ وَالْحِمَارِ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

〈۲۵〉 قَالت : بِئْسَمَا عَدَلْتُمُوْنَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ۔(۱۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی الفاظ یوں بھی ہیں: کہ تم لوگوں نے تو ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر لا کھڑا کیا ہے۔

نماز کے متعلق ایک عام شبہ

نمازوں میں اثر پذیری کیوں نہیں: اسلامی عبادات کا نظریہ اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ عقل حکم لگاتی ہے کہ جس غرض کے لیے یہ عبادات فرض کی گئیں ہیں وہ ان سے بدرجہ اتم پوری ہونی چاہیے، کیونکہ انسان کے نفس کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور احکام خداوندی کی اطاعت کا خوگر بنانے کے لیے اس سے بہتر کوئی عملی طریقہ نہیں ہوسکتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ عالم واقعہ میں بھی اس نظریہ کی صحت ثابت ہوچکی ہے۔ قرون اولیٰ میں اسی نماز، روزے اور حج وزکوٰۃ نے اسلام کے نصب العین کے مطابق عرب وعجم کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کی روحانی واخلاقی تربیت کی تھی اور ان کے اخلاق وسیرت اور کردار پر وہی اثر ڈالا تھا جو اسلام کا مقصود تھا۔ اب اگر ہم کسی شخص یا جماعت کی عملی زندگی میں ان عبادات کے وہ اثرات نہیں دیکھتے، تو ان عبادات کی تاثیر میں شبہ کرنے کے بجائے ہم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ نفوس کی اثر پذیری کی صلاحیت کسی وجہ سے ماؤف ہوگئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔ تجربہ ومشاہدہ کی تکرار نے اس امر میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے کہ آگ کا کام جلانا اور لکڑی کا کام جل جانا ہے۔ اس یقینی علم کے بعد اگر کسی وقت ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لکڑی کو آگ پر رکھا جارہا ہے اور وہ نہیں جلتی تو ہم کو یہ گمان نہیں ہوتا کہ آگ میں جلانے کی خاصیت نہیں رہی ہے، بلکہ ہم یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ لکڑی گیلی ہے، اس میں آگ کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح جس طریق تربیت وہدایت کے متعلق از روئے عقل ہم جانتے ہیں کہ نفوس پر اس سے ایک خاص اثر مترتب ہونا چاہیے اور اس کی عین فطرت اس کی مقتضی ہے کہ اس سے نفوس پر وہی اثر مترتب ہو۔ اور تجربے سے ثابت بھی ہوچکا ہے کہ مختلف زمانوں اور مختلف حالات میں بے شمار نفوس پر فی الواقع وہی اثر مترتب ہوا ہے، اس کی تاثیر کو اگر ہم بعض نفوس کے حق میں ناکام دیکھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے دل میں اس کی تاثیر کے متعلق کوئی شک پیدا ہو؟ کیوں نہ ہم سمجھیں کہ گیلی لکڑی کی طرح ان نفوس میں بھی اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے؟

جہاں تک نماز کی ظاہری صورت کا تعلق ہے وہ تو اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ اوقات مقررہ پر چند جسمانی حرکات کا اعادہ اور چند مقرر الفاظ کی تکرار ہے۔ اور یہی حال دوسری عبادات کا بھی ہے۔ ایک خاص مہینے میں صبح سے شام تک اکل وشرب اور مباشرت سے مجتنب رہے، اس کا نام روزہ ہوگیا۔ سال میں ایک مرتبہ اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار مخصوص مصارف کے لیے نکال دی، یہ زکوٰۃ ہوگئی۔ ایک خاص زمانے میں حجاز کا سفر کرلیا اور مخصوص مقامات پر چند مناسک ادا کردیے، یہ حج ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ بجائے خود ان افعال میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو انسان کے نفس پر اثر انداز ہوسکتی ہو۔ مجرد افعال ہونے کے لحاظ سے نماز اور ایک جسمانی ورزش، روزے اور فاقے، زکوٰۃ اور سرکاری ٹیکس، حج اور عام سفروں کے درمیان کچھ بھی فرق نہیں۔ اور کوئی صاحب عقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ ورزش جسمانی سے روح میں لطافت پیدا ہوتی ہے، یا فاقہ کرنے سے اخلاقی تربیت ہوتی ہے، یا ٹیکس ادا کرنے اور کسی مقام کا سفر کر آنے سے انسان میں اعلیٰ درجے کے اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں۔

مگر جو چیز ان اعمال کو دوسرے افعال سے ممتاز کرتی اور ان کو تہذیب اخلاق وتزکیہ نفس وتصفیہ روح کا ایک بہترین ذریعہ بناتی ہے وہ ایمان ہے۔ ایمان ہی رکوع وسجود اور قیام وقعود کو ''نماز'' بناتا ہے۔ وہی فاقے کو ''روزے'' میں تبدیل کردیتا ہے۔ وہی ٹیکس کی ماہیت میں انقلاب پیدا کرکے اسے ''زکوٰۃ'' کا بلند مرتبہ بخشتا ہے اور وہی ایک خاص قسم کے سفر کو

سیر وسیاحت کے ادنیٰ مقام سے اٹھا کر ''حج'' کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ درحقیقت ان تمام عبادات کی روح اور ان کا جوہر وہی ہے۔ اسی سے ارکان عبادات میں معنویت پیدا ہوتی ہے۔ وہی ان ارکان کو تاثیر کی قوت بخشتا ہے۔ اسی کی بدولت نفس میں ان سے متاثر ہونے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص واقعی ایمان رکھتا ہو، خدا کو اپنا خدا سمجھتا ہو، آخرت کی زندگی پر عقیدہ رکھتا ہو، محمد ﷺ کو خدا کا رسول مانتا ہو، اور ان کی لائی ہوئی تعلیم کو خدا کی تعلیم سمجھتا ہو تو ممکن نہیں ہے کہ وہ دن میں پانچ وقت نماز کا سبق تازہ کرے اور پھر بھی اس کی لوح دل اس سبق کے اثر سے یکسر خالی رہے اور اس کی روزمرہ زندگی میں خوف خدا اور اطاعت احکام الٰہی کا کوئی نشان نمایاں نہ ہو۔ ہر سال پورے ایک مہینے تک سخت ضوابط کے ماتحت پرہیز گاری اور خدا ترسی کی تربیت پاتا رہے۔ اور پھر بھی اس کی زندگی میں قطعاً کوئی انقلاب نہ ہو، حتیٰ کہ وہ بالکل ایسا کورے کا کورا رہ جائے کہ گویا اس نے کوئی تربیت پائی ہی نہیں۔ خالص ایمان بالغیب کی تحریک پر ہر سال اپنے محبوب مال کی قربانی کرتا رہے اور پھر بھی اسی شحِ نفس اور قساوت قلب اور حرام خوری و خودغرضی کے مرض میں مبتلا رہے، جو ایک بے ایمان، خود پرست انسان میں پائی جاتی ہے۔ اپنے رب کی پکار پر لبیک لبیک کہتا ہوا اپنا گھر بار چھوڑ کا اپنے مفید و محبوب مشاغل ترک کر کے فقیرانہ لباس پہن کر نکلے۔ ایک مدت دراز تک اسی شوق اور عشق کی لگن دل میں لیے ہوئے سفر کرے، یہاں تک کہ مرکز اسلام میں پہنچ کر اپنی آنکھوں سے اللہ کی ان روشن نشانیوں کا مشاہدہ کر لے جو خدا کے سچے اور مطیع فرمان بندوں کی سرفرازیوں پر اور سرکشوں کی نامرادیوں پر کھلی گواہی دے رہی ہیں، اور پھر بھی جب واپس آئے تو اس سفر کے آثار اور نتائج سے اس کی سیرت ایسی معرا ہو کہ وہ گویا کہیں گیا ہی نہیں اور اس کی آنکھوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

یہ ضرور ہے کہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ہر نفس پر ان عبادات کی تاثیرات یکساں نہیں ہو سکتیں۔ نفوس کی کم و بیش صلاحیتوں کے لحاظ سے، اور قوت ایمانی کی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے ان کا کم و بیش اور شدید و ضعیف ہونا ایک فطری بات ہے۔ لیکن یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ایمان کے ساتھ جو عبادت کی جائے وہ بالکل ہی بے اثر ثابت ہو۔ ہم یہ بات قطعیت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص نماز کو فحشاء و منکر کے ساتھ جمع کرتا ہے، جس کی زندگی میں روزہ اور فسق ایک ساتھ پائے جاتے ہیں۔ جس کی سیرت میں حرام خوری اور زکوٰۃ دونوں بہم ہیں، جو حج اور ہتک حرمات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا رہا ہے۔ اس کی نماز ''نماز'' نہیں، ایک عادی حرکت ہے۔ اس کا روزہ ''روزہ'' نہیں، فاقہ ہے۔ اس کی زکوٰۃ ''زکوٰۃ'' نہیں، چندہ، یا ٹیکس ہے۔ اس کا حج ''حج'' نہیں بلکہ اس کے حق میں ویسا ہی ایک سفر ہے جیسا پیرس اور لندن کا سفر۔

یہ جو کچھ کہا گیا، اس کے مصداق صرف وہی لوگ ہیں جن کی سیرت اور کردار پر عبادات اسلامی کا کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔ لیکن مجھے یہ تسلیم کرنے سے قطعی انکار ہے کہ مسلمانوں میں جتنے نمازی، روزہ دار، زکوٰۃ کے پابند اور حج ادا کرنے والے ہیں، سب کے سب ایسے ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک قلیل تعداد ایسے منافقین پر بھی مشتمل ہو، لیکن الحمدللہ کہ اکثریت کا یہ حال نہیں ہے۔ اکثریت جس مرض میں مبتلا ہے، وہ نفاق نہیں بلکہ ضعف ایمانی ہے۔ اسی ضعف کا یہ نتیجہ ہے کہ عبادات کی تاثیریں بھی ضعیف ہو گئی ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، حج بھی کر آتے ہیں، مگر یہ سب چیزیں دلوں کو مس کرتی ہوئی اس طرح گزر جاتی ہیں جیسے بھاپ آئینے کی سطح پر ایک ہلکی سی نمی چھوڑ کر گزر جائے۔ یہ تاثیر کا عدم نہیں بلکہ اس کا

ضعف ہے۔ ایمان کی چنگاریاں دلوں میں دبی چھپی اب بھی موجود ہیں، اوران کی حرارت سے عبادتیں کچھ نہ کچھ اثر ضرور کر رہی ہیں، لیکن وہ اثر اتنا کمزور رہتا ہے کہ عبادت گزاروں کی سیرت اور کردار میں اس کے نشانات کچھ بہت زیادہ نمایاں نہیں ہوتے۔

میں یہ ماننے سے بھی انکار کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں جو لوگ عبادات کے پابند ہیں، ان کا حال عبادت نہ کرنے والوں سے بدتر، یا ان کے برابر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہماری قوم میں اب بھی اگر مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو اخلاقی حیثیت سے وہی عنصر زیادہ بہتر پایا جائے گا جو نماز روزے کا پابند ہے۔ مگر اصل معاملہ یہ ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہوں میں خدافراموش لوگوں کی بہ نسبت عبادت گزاروں کی برائیاں زیادہ کھٹکتی ہیں۔ ایک تارک صوم وصلوٰۃ کی بدسیرتی و بدمعاملگی اتنی زیادہ بری معلوم نہیں ہوتی، جتنی ایک پابند صوم وصلوٰۃ کی بدسیرتی و بدمعاملگی۔ بے نمازی سے برائی ہی متوقع ہوتی ہے۔ اس لیے جب وہ برائی کرتا ہے تو اس کی کچھ زیادہ شکایت نہیں ہوتی۔ مگر نمازی سے ہر شخص یہ امید رکھتا ہے کہ وہ خدا سے ڈرنے والا اور پرہیز گار ہوگا۔ اس لیے جب اس سے عام توقعات کے خلاف برے اوصاف کا ظہور ہوتا ہے تو یہ معاملہ ہر آنکھ میں کھٹک اور ہر زبان پر شکایت پیدا کر دیتا ہے۔ سفید دیوار پر سیاہی کی ایک چھینٹ بھی ہو تو ہر دیکھنے والا اس عیب پر انگلی اٹھائے گا۔ باورچی خانے کی سیاہ دیواروں پر جتنا چاہے کوئلہ مل دیکھیے کسی کو بھی اس کی پروا نہ ہوگی۔

بے جا مبالغہ اگر نہ کیا جائے تو حقیقت صرف اتنی ہی ہے کہ ہمارے درمیان ایک عظیم اکثریت ایسے نمازیوں اور عبادت گزاروں اور حاجیوں کی ہے، جو ان عبادات سے اصلاح نفس کے وہ پورے فوائد حاصل نہیں کر رہی ہے، جو دراصل ان سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور یہ بات کچھ بے سبب نہیں ہے۔ اس کا ایک اہم سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان، جو ان عبادات کی جان اور ان کی تاثیر کا اصل موجب تھا، دلوں میں ضعیف ہو گیا ہے۔

پھر ضعف ایمان کا بھی ایک سبب ہے اور وہ ہے قرآن کی تعلیم سے نابلد ہونا۔ خدا نے ایمان کی دعوت دینے کے لیے جس چیز کو ذریعہ بنایا تھا وہ تو یہی قرآن تھا۔ مگر عام مسلمان اسی کے فہم سے محروم اور اسی کی تعلیم سے ناواقف ہیں۔ اب آخر دلوں میں ایمان کی نشوونما ہو تو کس طرح؟

ایک اور چیز جس کا ہماری عبادتوں کو ضعیف الاثر بنانے میں بڑا حصہ ہے، دین اور دنیا کی علیحدگی کا غلط تخیل ہے۔ یہ دراصل جاہلیت کا اعتقاد تھا جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا تھا، مگر نہ معلوم اس نے کس طرح مسلمانوں میں راہ پالی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ دین انسانی زندگی کے شعبوں میں سے محض ایک شعبہ ہے، جس کا دوسرے شعبوں سے کوئی تعلق نہیں۔ مذہبی رسوم، عبادات اور قربانیاں محض اس لیے ضروری ہیں کہ خدا یا دیوتاؤں کو خوش کیا جائے۔ اور زندگی کے معاملات میں ان کی تائید حاصل کی جائے۔ ان فرائض کو انجام دے کر جب انسان عبادت گاہوں سے باہر نکلے تو مذہب کی طرف سے اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی اور وہ مختار ہوتا ہے کہ اپنی دنیا کے معاملات جس ڈھنگ پر چاہے، چلائے۔ اسلام نے اس غلط حد بندی کو مٹایا۔ دین کو زندگی کا ایک شعبہ نہیں، بلکہ پوری زندگی کا نظام العمل قرار دیا۔ عقائد اور اخلاق کے درمیان، ایمان اور سیرت کے درمیان، عبادات اور معاملات کے درمیان، مذہبی اعمال اور دنیوی اعمال کے درمیان ایک گہرا ربط قائم کیا۔ اور انسان کی دنیوی زندگی ہی کو بالکلیہ دینی زندگی بنا دیا۔ اس نے بتایا کہ دین اس دنیا کے معاملات سے الگ کوئی چیز نہیں ہے، بلکہ اسی دنیا

کے کاروبار میں اللہ تعالیٰ کے قانون کی پیروی اور اس کے مقرر کیے ہوئے حدود کی پابندی، اور اس کی رضا کے اتباع کا نام دین ہے۔ عبادات اور معاملات دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ معاملات ہی میں حدود اللہ کی پابندی اور خوشنودی الٰہی کی طلب، اور تقرب الی اللہ کی سعی کا نام عبادت ہے۔ نماز روزے اور حج و زکوۃ کو عبادت اور فرض قرار دینے کا یہ مقصد نہیں ہے کہ عبادت کو انہی اعمال میں منحصر کر دیا جائے، بلکہ دراصل یہ اعمال انسان کو اس بڑی عبادت کے لیے مستعد کرنے والے ہیں، جس کا دائرہ اس کی پوری زندگی پر وسیع ہے۔ مسلمان کی عبادت گاہ پوری کائنات ہے۔ اس کی ساری زندگی عبادت ہے۔ اس کو ہر آن خدا کا عبادت گزار بندہ ہونا چاہیے۔ اس کا معبد صرف اس کی مسجد تک محدود نہیں، بلکہ مسجد اس کی تربیت گاہ ہے، جہاں وہ عبادت کی قابلیت پیدا کرتا ہے۔ اگر اس کی نماز اور اس کے روزے اور اس کی دوسری عبادتوں کا ربط اس کے معاملات سے منقطع ہو جائے اور وہ اپنی زندگی کے اعمال میں قانون الٰہی کے اتباع سے آزاد ہو تو محض صوم و صلوٰۃ کی پابندی سے وہ دیندار اور عبادت گزار بندہ نہیں بن سکتا۔

افسوس ہے کہ دین کا یہ تصور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ذہن سے محو ہوتا جا رہا ہے اور دین و دنیا کی علیحدگی کا وہی جاہلی تصور اس کی جگہ لے رہا ہے جس کو اسلام نے مٹا دیا تھا اور یہ اسی غلط تصور کا نتیجہ ہے کہ عبادات اور معاملات کا باہمی تعلق منقطع ہو گیا۔ عملی زندگی سے نمازوں کا ربط ٹوٹ گیا۔ معاشیات پر زکوٰۃ کی فرماں روائی باقی نہ رہی۔ سال کے گیارہ مہینے رمضان کی حکومت سے آزاد ہو گئے، بلکہ رمضان المبارک غریب خود بھی اپنے حدود میں صرف حلق کا دربان بنا کر رکھ دیا گیا۔ حج کی حیثیت ہندوؤں کی جاترا اور عیسائیوں کے Pilgrimage سے زیادہ نہ رہی۔ اور یہ غلط فہمی عام طور پر لوگوں میں پھیل گئی کہ نماز اور فحشاء و منکر، روزے اور فسق و فجور، زکوٰۃ اور حرام خوری، حج اور ہتک حرمات ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔

(تفہیمات، ج۲: نماز کے...)

ماٰخذ

(۱) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ باب الاعتراض بین یدی المصلی۔☆بخاری، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ الی السریر۔ باب من لا یقطع الصلوٰۃ شیئ۔☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الدلیل علی ان مرور المراۃ بین یدیه لا یفسد الصلوٰۃ۔

(۲) مسلم، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی۔☆ بخاری، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التطوع خلف المرأۃ۔

(۳) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، ابواب الصفوف، باب مایستر المصلی۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب مایستر المصلی۔

(٤) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب الصفوف، باب الخط اذا لم یجد العصا۔☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب مایستر المصلی۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الخط اذا لم یجد عصا۔

(٥) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب سترة المصلی۔☆ بخاری، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب سترة الامام سترة من

خلفه۔☆ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب الصفوف، باب مایستر المصلی۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، ص۲٦۹، کتاب الصلوٰۃ، باب مایکون سترة المصلی۔ اس صفحه پر بیهقی نے موسیٰ بن طلحه عن ابیه سے مروی دونوں روایتیں نقل کی هیں اور ص ۲٦۸ پر حضرت عائشهؓ سے منقول روایت بیان کی هے۔ اور عبدالله بن عمر والی روایت بهی ص ۲٦۹ پر نقل کی هے۔

(٦) مسلم ج۱، کتاب الصلاة، باب سترة المصلی۔☆ ابو داؤد ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ الی الراحلة۔

(۷) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب سترة المصلی۔☆ ابو داؤد، ج۱، (مختصر) ☆السنن الکبریٰ ج ۲، ص ۲۷۰۔

(۸) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب سترة المصلی۔☆ بخاری: ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب سترة الامام من خلفه۔ ☆السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من صلی الیٰ غیر سترة۔

(۹) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ: باب صنع المار بنیں یدی المصلی۔☆بخاری، ج۱، کتاب الصلوٰۃ: باب لیرد المصلی من مربین یدیه الخ۔ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب المصلی یدفع المار بین یدیه۔

(۱۰) بخاری، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترة۔☆مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب سترة المصلی۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الدنو من السترة۔

(۱۱) ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب اذا صلی الیٰ سارية أو نحوها این یجعلها منه۔☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب السنة فی وقوف المصلی اذا صلی الی اسطوانة او سارية او نحوها۔

(۱۲) ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الدنو من السترة۔☆موارد الظمآن: کتاب الصلوٰۃ، باب السترة للمصلی۔ ☆ابو داؤد نے باب سترة الامام ، سترة من خلفه، باب من قال المراة لا تقطع الصلوٰۃ، باب من قال الحمار لا يقطع الصلوٰۃ، باب من قال الکلب لا یقطع الصلوٰۃ، باب من قال لا یقطع الصلوٰۃ شیئی کے تحت ایسی روایات جمع کی هیں جن سے معلوم هوتا هے که ان کے نزدیك نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز نهیں ٹوٹتی۔☆ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، ابواب متذکره بالا۔☆ابن ماجه: کتاب الصلوٰۃ والسنة فيها۔☆دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب صفة السهو فی الصلوٰۃ واحکامه واختلاف الروایات وانه لا یقطع الصلوٰۃ شیئی۔☆ موارد الظمآن: کتاب الصلوٰۃ۔

(۱۳) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی سترة المصلی۔

(۱٤) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب قدر مایستر المصلی۔☆ ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب مایقطع الصلوٰۃ ومالایقطعها، باب مایقطع الصلوٰۃ ۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یقطع الصلوٰۃ اذا لم یکن بین یدیه سترة المراة والحمار والکلب الاسود۔ ☆ ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء انه لایقطع الصلوٰۃ الاالکلب والحمار والمراة۔☆ ترمذی میں الکلب الاصفر کی جگه ومن الابیض هے۔

(۱٥) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی۔☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الدلیل علی ان مرور المراة بین یدیه لا یفسد الصلوٰۃ۔

(۱٦) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الاعتراض بین یدی المصلی۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الدلیل علی أن مرورالمرأة بین یدیه لایفسدالصلوٰۃ۔

(۱۷) بخاری، ج۱، کتاب الصلوۃ، باب استقبال الرجل الرجل الخ۔

(۱۸) بخاری، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ الی السریر۔☆ ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال المراة لاتقطع الصلوٰۃ۔ ☆ ابو داؤد نے بهی بئسما والی عبارت نقل کی هے۔

فصل:۱٦

اذان اور نماز کی دعاؤں کی تشریح

اذان میں محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دی جاتی ہے۔ یہ رسالت کی شہادت اس لیے دی جاتی ہے کہ ہم خدا کی عبادت اس عقیدے اور طریقے کے مطابق کر رہے ہیں جو رسول اللہؐ نے ہمیں سکھایا ہے۔ ہم نے خود اپنی فکر سے یہ طریقہ اور عقیدہ ایجاد نہیں کر لیا ہے۔

تشہد کی پوری عبارت پر آپ غور کریں۔ پہلے آپ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنا سلام پیش کرتے ہیں، پھر رسولؐ کے لیے رحمت و برکت کی دعا کرتے ہیں۔ پھر اپنے حق میں اور تمام نیک بندوں کے حق میں سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ پھر اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں جو دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے اس امر کی دعا ہے کہ وہ حضورؐ پر اپنی نوازشات کی بارش فرمائے۔ پھر اللہ سے اپنے حق میں اور اپنے والدین کے حق میں بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ یہ ساری دعائیں اللہ تعالیٰ ہی سے ہیں۔

دعا تو روح عبادت ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ ان مشرکین کو جو غیر اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں، غیر اللہ کی عبادت کرنے والا قرار دیا گیا ہے، حتیٰ کہ اکثر مقامات پر یَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کہنے کے بجائے یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور حکم دیا گیا ہے کہ اللہ ہی سے دعا مانگو۔

یہ تشہد جو ہم پڑھتے ہیں، یہ حضورؐ نے صحابہؓ کو سکھایا تھا اور انہیں ہدایت فرمائی تھی کہ تم یہ پڑھا کرو۔ اس لیے ہم کو نماز میں یہی پڑھنا چاہیے۔ رہا حضورؐ کا اپنا تشہد، تو اس کے متعلق احادیث میں کوئی صراحت نہیں ہے کہ حضورؐ خود کیا پڑھتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ آپؐ کے تشہد میں الفاظ کچھ مختلف ہوتے ہوں اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ حضورؐ خود بھی یہی تشہد پڑھتے ہوں۔ اگر ہم نماز میں اپنے لیے دعا کرتے ہیں تو آخر اس پر کیا اعتراض ہے کہ حضورؐ بھی نماز میں اپنے لیے دعا فرماتے ہوں؟ اسی طرح اگر ہم حضورؐ کے نبی ہونے کی شہادت نماز میں دیتے ہیں تو اس میں آخر کیا خرابی ہے کہ نبی ﷺ بھی اپنی نبوت کی شہادت دیتے ہوں؟

فرض، سنت اور نفل کا مفہوم

فرض نماز کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی وہ عبادت جو اس کے عائد کردہ فریضہ صلوٰۃ کو ادا کرنے کے لیے کم سے کم لازم ہے۔ جس کے بغیر حکم کی تعمیل سے ہم قاصر رہ جائیں گے۔ سنت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی وہ عبادت جو فرض کے علاوہ نبی ﷺ ہمیشہ

ادا کیا کرتے تھے۔ اور جس کی آپؐ نے ہمیں تاکید کی ہے۔ نفل سے مراد ہے خدا کی وہ عبادت جو ہم اپنی خوشی سے کرتے ہیں۔ جسے ہم پر نہ لازم کیا گیا ہے اور نہ جس کی تاکید کی گئی ہے۔ ''سنت رسول اللہ کی'' کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ رسول اللہؐ کی نماز پڑھی جارہی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نماز ہے جو رسول اللہ ﷺ فرض سے زائد پڑھا کرتے تھے اور آپؐ کے اتباع میں ہم بھی پڑھتے ہیں۔

سلام ــــــ نماز کے آخر میں

کسی عمل کو ختم کرنے کے لیے آخر اس کی کوئی صورت ہونی چاہیے۔ نماز ختم کرنے کی صورت یہ ہے کہ آپ جو قبلہ رو بیٹھ کر عبادت کر رہے تھے، اب دونوں طرف منہ پھیر کر اس عمل کو ختم کر دیں۔ اب منہ پھیرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ چپکے سے منہ پھیر دیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ خدا سے تمام خلق کے لیے سلامتی کی دعا کرتے ہوئے منہ پھیریں۔

(رسائل ومسائل سوم: اذان اور...)

عبادات میں تدریج

۱۰۱۔ امام احمد بن حنبلؒ حضرت معاذ بن جبلؓ سے ایک طویل تشریحی بیان نقل کرتے ہیں، جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نماز اور روزہ، دونوں کی موجودہ صورت بتدریج قائم کی گئی ہے۔ نماز میں پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کیا جاتا تھا۔ پھر مکے کی طرف رخ پھیرا گیا۔ پہلے لوگ ایک دوسرے کو نماز کے وقت اطلاع دیتے تھے، پھر اذان کا طریقہ مقرر کیا گیا۔ پہلے طریقہ یہ تھا کہ اگر ایک شخص بیچ کے کسی مرحلے پر آ کر جماعت میں شریک ہوتا تھا تو پہلے اپنی نماز کا چھوٹا ہوا حصہ ادا کرنے کے بعد امام کی پیروی شروع کرتا تھا۔ پھر یہ طریقہ مقرر کیا گیا کہ جماعت جس مرحلے پر بھی ہو، آ کر شریک ہو، امام کی پیروی میں نماز پڑھنی شروع کردو۔ پھر امام کے سلام پھیر دینے کے بعد اٹھ کر اپنی نماز پوری کرلو۔ اسی طرح روزے کے احکام بھی بتدریج آئے ہیں۔ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ ہر مہینے تین دن کے روزے رکھتے تھے، اور ایک روزہ محرم کی دسویں کو رکھا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے رمضان کے روزے فرض کیے۔ مگر یہ رعایت رکھی کہ جو روزہ نہ رکھے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ اس کے بعد یہ حکم آیا کہ رمضان کے روزے ضرور رکھے جائیں۔ اور تندرست مقیم آدمی کے لیے فدیے کی رعایت منسوخ کردی۔ پہلے لوگ افطار کے بعد اس وقت تک کھانا پینا، مباشرت کرنا جائز سمجھتے تھے جب تک سونہ جائیں۔ سونے کے بعد وہ سمجھتے تھے کہ دوسرے دن کا روزہ شروع ہو گیا۔ اگرچہ اس باب میں کوئی صریح حکم نہ تھا، مگر لوگ ایسا ہی سمجھے ہوئے تھے۔ بعد میں حکم آیا کہ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ ... اِلٰی قَوْلِہٖ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔ (البقرہ:۱۸۷)

(ابن کثیر، ج۱، ص۲۱۴)

تخریج: ⟨۱⟩ وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ. فَأَمَّا أَحْوَالُ الصَّلٰوةِ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَهُوَ يُصَلِّي سَبْعَةَ عَشَرَ

شَهْرًا اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ. ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْزَلَ عَلَيْهِ، قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا الآية (البقرة:۱۴۴) فَوَجَّهَهُ اللّٰهُ اِلٰى مَكَّةَ هٰذَا حَوْلٌ قَالَ: وَكَانُوْا يَجْتَمِعُوْنَ لِلصَّلَاةِ وَيُؤْذِنُ بِهَا بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتّٰى نَقَسُوْا اَوْكَادُوْا يَنْقِسُوْنَ. ثُمَّ اِنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدِبْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّىْ رَاَيْتُ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ وَلَوْقُلْتُ اِنِّىْ لَمْ اَكُنْ نَائِمًا لَصَدَقْتُ اِنِّىْ بَيْنَا اَنَا بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ اِذْ رَاَيْتُ شَخْصًا عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَخْضَرَانِ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَقَالَ: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَثْنٰى، حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الْاَذَانِ، ثُمَّ اَمْهَلَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ مِثْلَ الَّذِىْ قَالَ غَيْرَ اَنَّهٗ يَزِيْدُ فِىْ ذٰلِكَ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ مَرَّتَيْنِ. قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِّمْهَا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ بِهَا، فَكَانَ بِلَالٌ اَوَّلَ مَنْ اَذَّنَ بِهَا، قَالَ: وَجَآءَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ طَافَ بِىْ مِثْلُ الَّذِىْ طَافَ بِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ سَبَقَنِىْ۔

فَهٰذَانِ حَالَانِ، قَالَ: وَكَانُوْا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ وَقَدْ سَبَقَهُمُ النَّبِىُّ ﷺ بِبَعْضِهَا فَكَانَ الرَّجُلُ يُشِيْرُ اِلَى الرَّجُلِ اِذَنْ كَمْ صَلّٰى؟ فَيَقُوْلُ: وَاحِدَةً اَوِاثْنَتَيْنِ، فَيُصَلِّيْهِمَا ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِىْ صَلَاتِهِمْ ، قَالَ: فَجَآءَ مُعَاذٌ. فَقَالَ: لَااَجِدُهٗ عَلٰى حَالٍ اَبَدًا اِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَضَيْتُ مَا سَبَقَنِىْ.

قَالَ: فَجَآءَ وَقَدْ سَبَقَهُ النَّبِىُّ ﷺ بِبَعْضِهَا. قَالَ: فَثَبَتَ مَعَهٗ، فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَامَ فَقَضٰى. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّهٗ سَنَّ لَكُمْ مُعَاذٌ فَهٰكَذَا فَاصْنَعُوْا فَهٰذِهٖ ثَلَاثَةُ اَحْوَالٍ:

وَاَمَّا اَحْوَالُ الصِّيَامِ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَجَعَلَ يَصُوْمُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ. وَصَامَ عَاشُوْرَآءَ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَيْهِ الصِّيَامَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى (يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ) اِلٰى قَوْلِهٖ (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ (البقره:۱۸۳،۱۸۴) فَكَانَ مَنْ شَآءَ صَامَ وَمَنْ شَآءَ اَطْعَمَ مِسْكِيْنًا فَاَجْزَاَ ذٰلِكَ عَنْهُ. ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَنْزَلَ الْآيَةَ الْاُخْرٰى (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ) اِلٰى قَوْلِهٖ (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، (البقرة:۱۸۵) فَاَثْبَتَ اللّٰهُ صِيَامَهٗ عَلَى الْمُقِيْمِ الصَّحِيْحِ وَرَخَّصَ فِيْهِ لِلْمَرِيْضِ وَالْمُسَافِرِ وَثَبَتَ الْاِطْعَامَ لِلْكَبِرِ الَّذِىْ لَايَسْتَطِيْعُ الصِّيَامَ، فَهٰذَانِ حَالَانِ، قَالَ: وَكَانُوْا يَاكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَيَاْتُوْنَ النِّسَآءَ مَالَمْ يَنَامُوْا، فَاِذَا نَامُوْا، اِمْتَنَعُوْ اثُمَّ اِنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ صِرْمَةُ كَانَ يَعْمَلُ صَآئِمًا حَتّٰى اَمْسٰى فَجَآءَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَصَلَّى الْعِشَآءَ ثُمَّ نَامَ فَلَمْ يَاْكُلْ وَلَمْ يَشْرَبْ حَتّٰى اَصْبَحَ فَاَصْبَحَ صَائِمًا، فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ جَهَدَ جُهْدًا شَدِيْدًا، فَقَالَ: مَالِىْ اَرَاكَ قَدْ جَهَدْتَّ جُهْدًا شَدِيْدًا؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّىْ عَمِلْتُ اَمْسِ، فَجِئْتُ حِيْنَ جِئْتُ فَاَلْقَيْتُ نَفْسِىْ، فَنِمْتُ، فَاَصْبَحْتُ حِيْنَ اَصْبَحْتُ صَآئِمًا. قَالَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ اَصَابَ مِنَ النِّسَآءِ بَعْدَمَا نَامَ، فَاَتٰى

النَّبِیَّ ﷺ فَذَکَرَلَهُ ذٰلِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ (اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلیٰ نِسَآئِکُمْ) اِلیٰ قَوْلِهٖ(ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَّامَ اِلَی اللَّیْلِ، (البقرہ:۱۸۷) (۱)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ نماز اور روزے کی تین تین حالتیں بدلی گئیں۔ جہاں تک نماز کی تبدیلیوں کا تعلق ہے تو وہ اس طرح ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ میں تشریف فرما ہوئے تو وہ سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قَدْنَرٰی الخ (البقرہ:۱۴۴) والی آیت نازل فرمائی تو اللہ نے آپؐ کا رخ مکہ کی طرف پھیر دیا۔ ایک تبدیلی تو یہ ہوئی۔ اور دوسری تبدیلی یہ کہ لوگ جب نماز کے لیے اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے کو کیفیت نماز سے آگاہ کر دیتے، یہاں تک کہ انہوں نے اسے معیوب سمجھا، یا قریب تھا کہ اسے معیوب سمجھتے کہ ایک انصاری حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے رسول خدا! میں نے خواب میں دیکھا، وہ خواب گویا بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص ہے جس کے جسم پر دو سبز رنگ کے کپڑے ہیں (گویا سبز سوٹ میں ملبوس ہے) روبقبلہ ہو کر دو دو بار اَللّٰهُ اَکْبَرُ، اَللّٰهُ اَکْبَرُ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ رہا ہے۔ جب وہ اذان سے فارغ ہوا تو چند ساعت کے بعد اس نے تکبیر کہی، جس میں دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ کیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: بلال کو یہ کلمات سکھا دو کہ وہ اذان کہے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ پہلے شخص ہیں جن کو اذان کہنے کا شرف حاصل ہوا۔ راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آ گئے، انہوں نے کہا اے رسول خدا! خواب میں میرے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عبداللہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔

یہ تھیں دو تبدیلیاں۔ اور تیسری تبدیلی کی نوعیت یہ تھی کہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ نماز باجماعت میں ایسی حالت میں شریک ہوتے جب کہ آپؐ کچھ نماز پڑھ چکے ہوتے تو آنے والا نمازی سے دریافت کرتا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں۔ وہ نماز کی حالت ہی میں کہتا کہ ایک رکعت، یا کہتا دو رکعت (ہو چکی ہیں) تو وہ بعد میں شریک نماز ہونے والا پہلے دو رکعتیں الگ سے پڑھتا پھر جماعت کے ساتھ شریک ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت معاذؓ آئے اور کہنے لگے کہ میں تو حضورؐ کو جس حالت میں پاؤں گا اسی میں شامل ہو جاؤں گا اور جتنی نماز رہ جائے گی اسے حضورؐ کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کر لوں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ معاذؓ ایک مرتبہ اس وقت جماعت میں شامل ہوئے جب کہ نبی ﷺ کچھ نماز پڑھا چکے تھے۔ جب آپؐ نماز پوری کر کے سلام پھیر چکے تو معاذ اٹھے اور باقی نماز پوری کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاذ نے تمہارے لیے اچھا طریقہ نکالا ہے۔ لہٰذا تم بھی اب اسی طرح کیا کرو۔ یہ تو تھیں تین تبدیلیاں نماز کی۔

اب روزوں کی تین تبدیلیاں ملاحظہ ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ الایة (البقرہ:۱۸۳) نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کر دیے۔ اور جو لوگ روزے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ انہیں روزے کی جگہ مسکین کو فدیہ دینے کی گنجائش رکھ دی۔ پس جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے اور فدیہ دے دے تو یہ اس کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ الخ فَمَنْ شَهِدَ

مِنکُمُ الشَّھرَ فَلیَصُمہُ۔ اس طرح مقیم اور تندرست آدمی کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور مسافر اور بیمار آدمی کو رخصت دے دی اور جو بوڑھا روزہ نہ رکھ سکے اس کے لیے کھانا دینے کی گنجائش باقی رکھی۔ یہ تھیں روزہ کے متعلق دو تبدیلیاں۔ اور تیسری صورت یہ تھی کہ ابتدا میں سونے سے پہلے پہلے کھانا پینا اور ازدواجی تعلق قائم کرنا جائز تھا۔ سونے کے بعد یہ رعایت نہیں تھی۔ ہوا یہ کہ صرمہ نامی ایک انصاری دن بھر محنت مزدوری اور کام کاج کر کے تھکے ہوئے شام کو اپنے گھر آئے۔ نماز عشاء ادا کر کے لیٹ گئے کہ نیند نے ایسا غلبہ پایا کہ دوسرے روز بغیر کچھ کھائے پیے روزہ رکھا، جس کی وجہ سے دن کو ان کی حالت بہت خراب ہوگئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ انھوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ادھر یہ واقعہ رونما ہوا اور دوسری طرف حضرت عمرؓ سو جانے کے بعد اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھے اور صبح حضورؐ کی خدمت میں حسرت اور ندامت کی حالت میں پیش ہو کر اپنے قصور کا اعتراف و اقرار کیا۔ اس پر اُحِلَّ لَکُم لَیلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآءِ کُم ـــــ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی اللَّیلِ (البقرہ:۱۸۷) تک آیت نازل ہوئی (اور مغرب کے بعد سے صبح صادق تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور اپنی بیویوں کے پاس جانے کی رخصت مل گئی)۔

ـــــ وَاَخرَجَہُ اَبُو دَاوٗدَ فِی سُنَنِہٖ وَالحَاکِمُ فِی مُستَدرَکِہٖ مِن حَدِیثِ المَسعُودِیِّ بِہٖ وَقَد اَخرَجَہُ البُخَارِیُّ وَمُسلِمٌ مِن حَدِیثِ الزُّھرِیِّ عَن عُروَۃَ عَن عَائِشَۃَ اَنَّھَا قَالَت کَانَ عَاشُورَآءُ یُصَامُ فَلَمَّا نَزَلَ فَرضُ رَمَضَانَ کَانَ مَن شَآءَ صَامَ وَمَن شَاءَ اَفطَرَ۔ وَرَوَی البُخَارِیُّ عَنِ ابنِ عُمَرَ وَبنِ مَسعُودٍ مِثلَہٗ۔

〈۲〉 حَدَّثَنَا زُھَیرُ بنُ حَربٍ. حَدَّثَنَا جَرِیرٌ عَن ھِشَامِ بنِ عُروَۃَ، عَن اَبِیہِ، عَن عَائِشَۃَ، قَالَت: کَانَت قُرَیشٌ تَصُومُ عَاشُورَآءَ فِی الجَاھِلِیَّۃِ. وَکَانَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ. یَصُومُہُ فَلَمَّا ھَاجَرَ اِلَی المَدِینَۃِ، صَامَہُ وَاَمَرَہُ بِصِیَامِہٖ، فَلَمَّا فُرِضَ شَھرُ رَمَضَانَ، قَالَ: مَن شَآءَ صَامَہُ ، وَمَن شَآءَ تَرَکَہُ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ قریش جاہلیت کے دور میں عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی اس روزے کو رکھا کرتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ ہجرت کر کے تشریف لے آئے تو خود بھی یہ روزہ رکھا اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض قرار دیے گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو رکھنا چاہے، رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے نہ رکھے۔

〈۳〉 حَدَّثَنَا اَبُو بَکرِ بنُ اَبِی شَیبَۃَ، حَدَّثَنَا عَبدُ اللّٰہِ بنُ نُمَیرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابنُ نُمَیرٍ، وَاللَّفظُ لَہٗ، حَدَّثَنَا اَبِی، حَدَّثَنَا عُبَیدُ اللّٰہِ عَن نَافِعٍ، اَخبَرَنِی عَبدُ اللّٰہِ ابنُ عُمَرَ اَنَّ اَھلَ الجَاھِلِیَّۃِ کَانُوا یَصُومُونَ یَومَ عَاشُورَآءَ وَاَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ صَامَہُ وَالمُسلِمُونَ قَبلَ اَن یُفتَرَضَ رَمَضَانُ، فَلَمَّا افتُرِضَ رَمَضَانُ، قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ : اِنَّ عَاشُورَآءَ یَومٌ مِّن اَیَّامِ اللّٰہِ فَمَن شَآءَ صَامَہُ ، وَمَن شَآءَ تَرَکَہُ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ دور جاہلیت کے لوگ عاشورہ (دسویں محرم) کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ رمضان کی فرضیت سے پہلے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔ لیکن جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو آپؐ نے اجازت دے دی کہ جو چاہے رکھے اور جو نہ چاہے، نہ رکھے۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا اِسْرَائِیْلُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: دَخَلَ الْاَشْعَثُ بْنُ قَیْسٍ عَلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُوَ یَاْکُلُ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ، فَقَالَ: یَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ الْیَوْمَ، یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ، فَقَالَ: قَدْ کَانَ یُصَامُ قَبْلَ اَنْ یَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِکَ فَاِنْ کُنْتَ مُفْطِرًا فَاطْعَمْ۔(۲)

ترجمہ: حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس، ابن مسعود کے پاس گئے۔ عاشورہ کا دن تھا اور وہ کچھ نوش فرما رہے تھے۔ اشعث بن قیس نے ان سے پوچھا اے ابوعبدالرحمٰن! آج تو عاشورہ کا دن ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رمضان کی فرضیت کے نزول سے پہلے یہ روزہ رکھا جاتا تھا۔ جب رمضان کے روزے کا حکم نازل ہوا تو اسے ترک کردیا گیا۔ اگر آپ روزہ افطار کرنا چاہتے ہیں تو کھانا تناول فرمائیں۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنْ اَیُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: صَامَ النَّبِیُّ ﷺ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تُرِکَ. وَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَایَصُوْمُهُ اِلَّا اَنْ یُّوَافِقَ صَوْمَهُ۔(۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا ہے اور اس کے رکھنے کا آپؐ نے حکم بھی فرمایا ہے۔ لیکن جب رمضان فرض کردیا گیا تو اسے ترک کردیا گیا۔ عبداللہ بذات خود یہ روزہ نہیں رکھتے تھے الاّ یہ کہ معمول کے روزوں میں یہ دن آجائے۔

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، ثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَبْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ. اِنَّ عَرَاکَ ابْنَ مَالِکٍ حَدَّثَهُ اَنَّ عُرْوَةَ اَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ قُرَیْشًا کَانَتْ تَصُوْمُ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ. ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِصِیَامِهٖ حَتّٰی فُرِضَ رَمَضَانُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ شَآءَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ۔(٤)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ دور جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے رکھنے کا فرمان جاری کردیا۔ یہ فرمان رمضان کی فرضیت تک تو رہا، مگر جب فرضیت رمضان کا حکم نازل ہوا تو آپؐ نے رخصت دے دی کہ جو رکھنا چاہے رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ چھوڑ دے۔

ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے مروی روایت:

﴿۷﴾ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: کَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَیْشٌ فِی الْجَاهِلِیَّةِ. وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصُوْمُهُ فِی الْجَاهِلِیَّةِ. فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِیَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ، کَانَ هُوَ الْفَرِیْضَةُ. وَتُرِکَ عَاشُوْرَآءُ فَمَنْ شَآءَ صَامَهُ وَمَنْ شَآءَ تَرَکَهُ۔(٥)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ عاشورہ کا دن ایسا دن ہے جس میں قریش جاہلیت کے ایام میں روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی بعثت سے پہلے اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو خود بھی یہ روزہ رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم بھی فرمایا۔ لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو آپؐ نے عاشورہ کا روزہ ترک کردیا۔ جو چاہتا تھا، رکھ لیتا تھا اور جو چھوڑنا چاہتا، چھوڑ دیتا۔

〈۸〉 حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ اِسْرَائِيْلَ، عَنْ اَبِىْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ، قَالَ: كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَآئِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ. فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتّٰى يُمْسِىَ، وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِىَّ كَانَ صَآئِمًا . فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتَى امْرَاَتَهُ، فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ؟ قَالَتْ: لَا، وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ وَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمُهُ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَجَآءَتْهُ اِمْرَاَتُهُ فَلَمَّا رَاَتْهُ، قَالَتْ: خَيْبَةً لَّكَ. فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ، غُشِىَ عَلَيْهِ، فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِىِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ "اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ" فَفَرِحُوْا بِهَا فَرَحًا شَدِيْدًا. وَنَزَلَتْ "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" (البقرة:۱۸۷)- (٦)

ترجمہ: حضرت براء سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ اصحاب محمد ﷺ کا عام معمول تھا کہ جب کوئی روزے سے ہوتا اور افطاری کا وقت ہو جاتا، مگر وہ افطار کرنے سے پہلے سو جاتا تو پھر وہ شب و روز کچھ نہ کھا تا پیتا حتیٰ کہ شام ہو جاتی۔(اسی طرح کا ایک واقعہ) کہ قیس بن صرمہ انصاری روزے سے تھے۔افطاری کے وقت اپنی اہلیہ کے پاس آئے۔دریافت کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔وہ بولی فوری طور پر تو کچھ نہیں۔تاہم میں جاتی ہوں اور آپ کے لیے کچھ تلاش کرتی ہوں۔چونکہ وہ سارا دن محنت مزدوری کرتے رہے تھے۔لہٰذا نیند نے غلبہ کیا اور سو گئے۔ان کی اہلیہ آئیں تو خاوند کو سویا پا کر افسوس سے بولیں وائے رے تیری محرومی!(معمول کے مطابق وہ اپنے کام پر چلے گئے) جب آدھا دن گزرا تو کمزوری کی شدت سے غشی کے دورے پڑنے لگے۔اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا گیا۔اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ الاية۔

تشریح: اس مضمون کی تائید میں بخاری، مسلم، ابوداؤد اور دوسرے محدثین نے متعدد روایات نقل کی ہیں۔جو حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہیں۔مشہور مفسر ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) نے پوری سند کے ساتھ جن صحابہؓ اور تابعینؒ سے اس کی تائید میں روایات نقل کی ہیں، ان کے نام یہ ہیں: معاذ بن جبلؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، سلمہ بن اکوعؓ، علقمہ، عکرمہؒ، حسن بصریؒ، شعبیؒ، عطاءؒ، زہریؒ۔ان میں سے ایک روایت میں وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی یہ تصریح نقل کرتے ہیں کہ پہلے چونکہ اہل عرب روزوں کے عادی نہ تھے اور روزہ ان پر سخت گراں گزرتا تھا۔اس لیے ان کو یہ رعایت دی گئی تھی کہ رمضان میں جس دن روزہ نہ رکھیں اس دن کسی مسکین کو کھانا کھلا دیں۔بعد میں تاکیدی حکم آ گیا کہ پورے مہینے کے روزے رکھو، الا یہ کہ تم مریض ہو، یا سفر پر ہو۔ایک اور روایت میں وہ ابن عباسؓ کی یہ تصریح نقل کرتے ہیں کہ پہلے سال کے روزوں میں اللہ تعالیٰ نے فدیے کی رخصت رکھی تھی، مگر دوسرے سال جو حکم آیا اس میں مریض و مسافر کی رعایت تو بحال تھی، لیکن مقیم کے لیے فدیے کی رعایت کا ذکر نہ تھا، اس لیے یہ رعایت منسوخ ہو گئی۔

(رسائل ومسائل اوّل: کیا روزے...)

عبادات کس صورت میں برائی سے بچنے کا ذریعہ ہیں

نماز، روزہ وغیرہ اعمال صرف اسی صورت میں برائی سے بچنے کا بہترین ذریعہ اور معاشرے کو صحیح ڈگر پر چلانے کا آلہ ہو سکتے ہیں، جب کہ انہیں خلوص کے ساتھ کیا جائے اور خلوص کے ساتھ آدمی ان پر اسی صورت میں کاربند ہو سکتا ہے جب وہ

ایمانداری سے یہ سمجھتا ہو کہ خدا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور کوئی آخرت آنے والی ہے جس میں مجھے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان سب باتوں کو خلاف واقعہ سمجھتا ہو، اور یہ خیال کرتا ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے محض اصلاح کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہوا ہے، تو کیا اس صورت میں بھی یہ عبادات برائی سے بچنے کا ذریعہ اور معاشرے کو صحیح ڈگر پر چلانے کا آلہ بن سکیں گی۔ ایک طرف ان عبادات کے یہ فوائد بیان کرنا اور دوسری طرف ان فکری بنیادوں کو خود ڈھا دینا جن پر ان عبادات کے یہ فوائد منحصر ہیں۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ کسی کارتوس سے سارا گن پاؤڈر نکال دیں اور پھر کہیں کہ یہ کارتوس شیر کے شکار میں بہت کارگر ہے۔ (رسائل ومسائل چہارم، ص:۹۸)

ماٰخذ

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج ۱۔ ☆ مسند احمد، ج ۵، روایت معاذ بن جبلؓ۔

(۲) مسلم، ج۱، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء۔ ☆ ابوداؤد، ج۲، کتاب الصیام، باب فی صوم یوم عاشوراء۔ ☆السنن الکبریٰ، ج٤، کتاب الصیام، باب فی صوم یوم عاشوراء۔

(۳) بخاری، ج۱، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان الخ۔ ☆مسلم، ج۱، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء۔

(٤) بخاری، ج۱، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان وقول اللّٰہ تعالیٰ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج٤، کتاب الصیام، باب من زعم ان صوم عاشوراء کان واجبا ثم نسخ وجوبه۔

(٥) ابوداؤد، ج۲، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء۔

(٦) بخاری، ج۱، کتاب الصوم، باب قول اللّٰہ اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآءِکُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ الخ۔ ☆ابوداؤد، ج۱، کتاب الصیام، باب مبدء فرض الصیام۔ ☆السنن الکبریٰ للبیہقی، ج٤، کتاب الصیام، باب ما کان علیه حال الصیام۔

وہ مسائل جن میں رائے کا
اختلاف موجود ہے

فصل:۱

فاتحہ خلف الامام

۱ ۔ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں جو کچھ میں نے تحقیق کیا ہے، اس کی رو سے زیادہ صحیح مسلک یہ ہے کہ جب امام بآواز بلند پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہیں اور جب امام آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی فاتحہ پڑھیں۔ اس طرح کسی حکم قرآنی اور کسی حدیث کی خلاف ورزی کا اندیشہ نہیں رہتا اور تمام مختلف دلائل کو دیکھ کر یہ ایک متوسط طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔ امام مالک اور امام احمد نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن جو شخص امام کے پیچھے کسی صورت میں بھی فاتحہ نہیں پڑھتا، یا ہر حال میں پڑھتا ہے، ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ دونوں مسلکوں کی تائید میں دلائل موجود ہیں اور وہ شخص جان بوجھ کر حکم کی خلاف ورزی نہیں کر رہا ہے، بلکہ جو حکم اس کے نزدیک دلیل سے ثابت ہے اسی پر عمل کر رہا ہے۔ لہٰذا اس پر وہ الزام نہیں رکھا جا سکتا جو حکم شرعی کی بالقصد مخالفت کرنے والے پر رکھا جاتا ہے۔ (رسائل و مسائل دوم: مذہب حنفی...)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ۔(۱)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے فَاتِحَةُ الْكِتَابِ (سورہ فاتحہ) نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں ہوئی۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ، قَالَ: اَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ (بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى صَلوٰةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ، ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ، فَقِيْلَ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ، اِنَّا نَكُوْنُ وَرَآءَ الْاِمَامِ، فَقَالَ: اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلوٰةَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ نِصْفَيْنِ، وَلِعَبْدِيْ مَاسَاَلَ، فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: حَمِدَنِيْ عَبْدِيْ، وَاِذَا قَالَ: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، قَالَ اللّٰهُ: اَثْنٰى عَلَيَّ عَبْدِيْ، وَاِذَا قَالَ: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، قَالَ: مَجَّدَنِيْ عَبْدِيْ وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ اِلَيَّ عَبْدِيْ، فَاِذَا قَالَ: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَبْدِيْ، وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ، فَاِذَا قَالَ: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ، قَالَ: لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَاَلَ۔(۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی۔ اس میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ نماز خداج ہے یعنی ناتمام، ادھوری ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ ہم تو امام کے پیچھے ہوتے ہیں (اس میں کیسے پڑھیں) فرمایا، اپنے جی میں پڑھ لے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے۔ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے اپنے اور بندے کے درمیان نماز (سورہ فاتحہ) کو نصف نصف حصہ میں تقسیم کردیا ہے۔ میرا بندہ جو سوال کرے وہ پورا ہوگا۔ (تقسیم یوں ہے) جب میرا بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔ اور جب وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری مدح وثنا کی اور جب وہ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ میرے بندے نے اپنے آپ کو میرے سپرد کردیا۔ اور جب بندہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے مابین ہے۔ میرے بندے کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے مانگا۔ اور جب اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ پڑھتا ہے تو ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ میرے بندے کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے طلب کیا ہے۔

ابوداوٗد نے بَابٌ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَ ةَ فِیْ صَلوٰتِهٖ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ کے تحت کافی مواد یکجا بیان کیا ہے:

(۱) **عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، قَالَ: اُمِرْنَا اَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَمَا تَیَسَّرَ۔**

(۲) **اَبُوْھُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اُخْرُجْ فَنَادِ فِی الْمَدِیْنَةِ اَنَّهٗ لَاصَلَاةَ اِلَّابِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فَمَا زَادَ۔**

(۳) دوسری روایت:

اَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اُنَادِیَ اَنَّهٗ لَا صَلَاةَ اِلَّا بِقِرَاءَ ةِ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فَمَا زَادَ.

(۴) **عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فَصَاعِدًا، قَالَ سُفْیَانُ: لِمَنْ یُصَلِّیْ وَحْدَهٗ۔**

(۵) دوسری روایت:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ. فَقَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَثَقُلَتْ عَلَیْهِ الْقِرَاءَ ةُ فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُ وْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ. قُلْنَا نَعَمْ، هٰذًا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: لَاتَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْبِهَا۔

(۶) **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنْ صَلوٰةٍ جَهَرَفِیْهَا بِالْقِرَاءَ ةِ، فَقَالَ: هَلْ قَرَأَ مَعِیْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اِنِّیْ اَقُوْلُ مَالِیْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ؟ قَالَ: فَانْتَهَی النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْمَا جَهَرَفِیْهِ النَّبِیُّ ﷺ بِالْقِرَاءَ ةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِیْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ** ۔(۳)

——— قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: رَوَى حَدِيْثَ ابْنِ اُكَيْمَةَ هٰذَا مَعْمَرٌ، وَيُوْنُسُ، وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ عَلٰى مَعْنٰى مَالِكٍ۔[1]

ترجمہ:

(۱) حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے فَاتِحَةُ الْكِتَابِ (سورہ فاتحہ) کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور مزید برآں جتنا آسانی سے پڑھا جا سکے، یا جتنا کچھ اسے میسر ہو۔

(۲) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ! باہر نکل کر مدینہ میں منادی کر دو کہ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ (سورہ فاتحہ) کے بغیر کوئی نماز نہیں اور اس پر مزید اضافہ بھی کر لیا جائے۔

(۳) دوسری روایت ہے کہ مجھے آپؐ نے حکم دیا کہ میں اس بات کی منادی کر دوں کہ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ کے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور مزید کچھ اضافہ بھی۔

(۴) حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے جو وہ نبی ﷺ تک پہنچاتے ہیں، یعنی مرفوع روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے فَاتِحَةُ الْكِتَابِ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اور اس پر کچھ زیادہ بھی پڑھے۔ سفیان نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ یہ حکم مفرد نمازی کے لیے ہے۔

(۵) عبادہ بن صامت سے دوسری روایت میں ہے کہ ہم نبی ﷺ کی اقتدا میں صبح کی نماز میں تھے۔ آپؐ نے قراءت فرمائی تو آپ کو دقت پیش آئی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے فرمایا شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہو۔ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! ہم ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا، ایسا نہ کیا کرو، البتہ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ پڑھا کرو، کیونکہ جس نے اسے نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

(۶) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف پھرے۔ یہ نماز وہ تھی جس میں آپؐ نے جہری قراءت فرمائی تھی۔ آپؐ نے اپنے مقتدیوں سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا؟ ایک مقتدی بولا، یارسول اللہ! میں نے پڑھا تھا۔ فرمایا: میں کہہ رہا تھا کہ کیوں تلاوت قرآن میں میرے ساتھ کشاکشی ہو رہی ہے۔ راوی کا قول ہے کہ لوگوں نے نبی ﷺ کے ساتھ پڑھنا بند کر دیا۔ یہ بات ان نمازوں میں تھی جن میں آپ جہری قراءت فرماتے تھے اور مقتدی آپؐ کی قراءت سنتے ہوتے تھے۔

حضرت انسؓ سے ایک روایت اس مفہوم کی بھی مروی ہے کہ امام کے پیچھے اپنے جی میں فاتحہ پڑھی جائے:

﴿۳﴾عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ، فَقَالَ: اَتَقْرَءُ وْنَ فِيْ صَلَاتِكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ يَقْرَاُ؟ فَسَكَتُوْا. قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ قَائِلٌ اَوْ قَائِلُوْنَ: اِنَّا لَنَفْعَلُ، قَالَ: لَا تَفْعَلُوْا وَلْيَقْرَاْ اَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فِيْ نَفْسِهٖ۔(٤)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز پوری کر لی تو اپنا

---

[1] يَعْنِىْ عَلٰى مَعْنٰى حَدِيْثِ مَالِكٍ۔

رخ مبارک مقتدیوں کی جانب پھیر کر دریافت فرمایا۔ کیا تم امام کے پیچھے جب کہ امام قراءت جہری کر رہا ہو، کچھ پڑھا کرتے ہو؟ سب خاموش رہے۔ آپؐ نے یہ سوال تین مرتبہ دہرایا تو ایک یا زیادہ کہنے والوں نے عرض کیا ہاں ہم ضرور ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا، ایسا مت کرو۔ البتہ تم میں سے ہر ایک سورہ فاتحہ اپنے جی میں ضرور پڑھا لیا کرے۔

ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں:

﴿۴﴾قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی نماز پڑھی جس میں ام القرآن (فاتحہ) کی تلاوت نہ کی، تو وہ نماز خداج رہی، یعنی ناتمام و نامکمل۔

﴿۵﴾حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ يَعْقُوْبَ الْجَزَرِيُّ ، ثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ عَبَّادِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهَا بِاُمِّ الْكِتٰبِ فَهِيَ خِدَاجٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: "ہر وہ نماز جس میں ام الکتاب (سورۂ فاتحہ) نہ پڑھی جاتی ہو، وہ خداج ہے۔"

﴿۶﴾عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: كُلُّ صَلوٰةٍ لَا يُقْرَاُفِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ فَهِيَ خِدَاجٌ، فَهِيَ خِدَاجٌ۔(۶)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہر ایسی نماز جس میں فَاتِحَةُ الْكِتَاب نہ پڑھی جاتی ہو، وہ خداج ہے، وہ خداج ہے (ناقص ہے)۔

—— امام ترمذی نے "بَابُ مَاجَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ" اور "بَابُ مَاجَاءَ فِي تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ" میں اچھی اور مفید بحث کی ہے۔

﴿۷﴾عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الصُّبْحَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ. فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: اِنِّيْ اَرَاكُمْ تَقْرَءُوْنَ وَرَآءَ اِمَامِكُمْ، قَالَ: قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِيْ وَاللّٰهِ، قَالَ: لَاتَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ، فَاِنَّهٗ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْبِهَا۔(۷)

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر پڑھائی۔ آپ کو قراءت میں دقت محسوس ہوئی۔ جب نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف منہ پھیرا تو دریافت فرمایا" میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنے امام کے پیچھے پڑھتے رہتے ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ بخدا ہم ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا" ام القرآن (سورہ فاتحہ) کے ماسوا اور کچھ نہ پڑھا کرو۔ یہ اس لیے کہ جس نے اسے نماز میں نہ پڑھا اس کی نماز نہیں ہوئی۔

—— قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَعَائِشَةَ، وَاَنَسٍ، وَاَبِيْ قَتَادَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى: حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔ وَرَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ مَحْمُوْدِبْنِ الرَّبِيْعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ۔ وَهٰذَا اَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ فِي الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْإِمَامِ عِنْدَ اَكْثَرَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ۔ وَهُوَقَوْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ يَرَوْنَ الْقِرَاءَ ةَ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

قراءۃ خلف الامام کا دوسرا رخ

تخریج:(۱)عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةٍ جَهَرَفِيْهَا بِالْقِرَاءَ ةِ،فَقَالَ: هَلْ قَرَاَمَعِيَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اِنِّيْ اَقُوْلُ مَالِيْ اُنَازَعُ الْقُرْاٰنَ، قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا يَجْهَرُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الصَّلَوَاتِ بِالْقِرَاءَ ةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ.(۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ایک نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی جانب منہ پھیرا۔اس میں جہری قراءت فرمائی تھی۔کیا تم میں سے کسی نے اس نماز میں میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا؟ ایک مقتدی نے عرض کیا۔ہاں، اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فرمایا! میں بھی دل میں کہہ رہا تھا کہ مجھے کیا ہوا کہ قرآن کی تلاوت میں میرے ساتھ تکرار ہو رہی ہے۔راوی کا بیان ہے کہ جن نمازوں میں آپؐ جہری قراءت فرماتے تھے ان میں لوگوں نے آپؐ کے پیچھے پڑھنا چھوڑ دیا۔

—— قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى : هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔ وَابْنُ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ، اِسْمُهُ عُمَارَةُ، وَيُقَالُ عَمْرُوبْنُ اُكَيْمَةَ۔

—— وَرَوٰى بَعْضُ اَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَذَكَرُوْا هٰذَا الْحَرْفَ، قَالَ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَ ةِ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔

—— وَلَيْسَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ مَا يَدْخُلُ عَلٰى مَنْ رَاٰى الْقِرَاءَ ةَ خَلْفَ الْإِمَامِ۔ لِاَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ هُوَ الَّذِيْ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ هٰذَا الْحَدِيْثَ۔ وَرَوٰى اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهُ، قَالَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ۔ فَقَالَ لَهُ حَامِلُ الْحَدِيْثِ اِنِّيْ اَكُوْنُ اَحْيَانًا وَرَآءَ الْإِمَامِ، قَالَ: اِقْرَاْبِهَا فِيْ نَفْسِكَ۔

—— وَرَوٰى اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: اَمَرَنِي النَّبِيُّ ﷺ اَنْ اُنَادِيَ اَنْ لَّا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَاءَ ةِ۔ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ۔

—— وَاخْتَارَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ اَنْ لَّا يَقْرَأَ الرَّجُلُ اِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَ ةِ، وَقَالُوْا:يَتَّبِعُ سَكَتَاتِ الْإِمَامِ وَقَدِ اخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ،

—— فَرَاٰى اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمُ الْقِرَاءَ ةَ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَبِهٖ يَقُوْلُ مَالِكٌ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَالشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ۔ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اَنَّهُ قَالَ اَنَا اَقْرَأُ خَلْفَ

الْإِمَامِ وَالنَّاسُ يَقْرَءُ وْنَ اِلَّا قَوْمٌ مِنَ الْكُوْفِيِّيْنَ۔ وَاَرٰى اَنَّ مَنْ لَّمْ يَقْرَأْ صَلوٰتُهٗ جَائِزَةٌ۔ وَشَدَّ دَ قَوْمٌ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ تَرْكِ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَاِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ۔ فَقَالُوْا لَا تُجْزِئُ صَلوٰةٌ اِلَّا بِقِرَاءَ ةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَحْدَهٗ كَانَ اَوْ خَلْفَ الْإِمَامِ، وَذَهَبُوْا اِلىٰ مَارَوىٰ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَرَأَ عُبَادَةُ ابْنُ الصَّامِتِ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ خَلْفَ الْإِمَامِ وَتَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ لَاصَلوٰةَ اِلَّابِقِرَاءَ ةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَبِهٖ يَقُوْلُ الشَّافِعِيُّ وَاِسْحَاقُ وَغَيْرُهُمَا۔ وَاَمَّا اَحْمَدُبْنُ حَنْبَلٍ، فَقَالَ: مَعْنىٰ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَاصَلوٰةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ۔ وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَيْثُ قَالَ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَاُفِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ وَرَآءَ الْإِمَامِ۔ قَالَ اَحْمَدُ: فَهٰذَا رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ تَاَوَّلَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ لَا صَلوٰةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْبِفَاتِحَةِ الْكِتٰبِ۔ اِنَّ هٰذَا اِذَا كَانَ وَحْدَهٗ وَاخْتَارَ اَحْمَدُ مَعَ هٰذَا الْقِرَاءَ ةِ خَلْفَ الْإِمَامِ وَاَنْ لَّا يَتْرُكَ الرَّجُلُ فَاتِحَةَ الْكِتٰبِ وَاِنْ كَانَ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

—— اس باب میں ابن مسعود، عمران بن حصین، جابر بن عبداللہ وغیرہ سے روایات منقول ہیں۔ امام ترمذی کی رائے ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ابن اکیمہ اللیثی کا نام عمارۃ ہے اور کبھی عمرو بن اکیمہ بھی بولا جاتا تھا۔

اس حدیث کو امام زہری کے بعض شاگردوں نے بایں الفاظ بھی روایت کیا ہے کہ زہری نے کہا ہے کہ جس وقت لوگ نبی ﷺ کی قراءت سنتے تھے تو خود رک جاتے تھے۔

اس حدیث میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو قراءت خلف الامام کے لیے راستہ نہ نکالتی ہو۔ کیونکہ ابو ہریرہؓ اس کے راوی ہیں اور ان کی روایت میں صاف طور پر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے کوئی نماز پڑھی، جس میں اس نے اُم القرآن کو نہ پڑھا وہ نماز خداج، یعنی ناتمام ہے۔ ایک صاحب نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ اکثر اوقات میں امام کے پیچھے ہوتا ہوں۔ ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ اپنے دل میں پڑھ لیا کرو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ابو عثمان نہدی نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں یہ منادی کر دوں کہ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔

اصحاب الحدیث نے اس کو مختار مسلک قرار دیا ہے کہ جب امام جہراً پڑھ رہا ہو تو پھر مقتدی کو کچھ نہ پڑھنا چاہیے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ امام جہاں جہاں سکتہ، یعنی وقفہ کرے وہاں پڑھ لیا کرے۔ اہل علم کے مابین قراءۃ خلف الامام کے مسئلہ میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا۔

نبی ﷺ کے اکثر صاحب علم صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کی اکثریت اس طرف ہے کہ فاتحہ خلف الامام پڑھی جائے۔ امام مالکؒ، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد و اسحاق وغیرہ کی یہی رائے ہے۔ عبداللہ بن مبارک سے یہ منقول ہے کہ میں خود بھی امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتا ہوں اور دوسرے لوگ بھی، سوائے اہل کوفہ کے ایک گروہ کے۔ اور میرا خیال ہے کہ جس نے امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز جائز ہے۔ اہل علم میں سے بعض نے فاتحہ خلف الامام کے ترک کے سلسلے میں سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ انسان تنہا ہو یا جماعت کے ساتھ، دونوں صورتوں میں فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے دلیل کے لیے حضرت عبادہ بن صامت کی روایت کو بنیاد بنایا ہے۔ عبادہ بن صامت نے خود

نبی علیہ کے بعد امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی ہے اور نبی علیہ کے ارشاد گرامی لَاصَلٰوۃَ اِلَّابِقِرَاءَ ۃِ فَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ کو انہوں نے بنیاد بنایا ہے۔امام شافعی اورامام اسحاق وغیرہ کی یہی رائے ہے۔لیکن امام احمد بن حنبل نے نبی علیہ کے ارشاد سے معنی یہ لیا ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو،اس نے اگر فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔اور جابر بن عبداللہ کی روایت سے انہوں نے دلیل پکڑی ہے۔جس نے کوئی رکعت پڑھی اوراس میں ام القرآن اس نے نہ پڑھی تو اس نے نماز بھی نہیں پڑھی۔الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔امام احمد کا قول ہے۔یہ اصحاب نبی علیہ میں سے ہیں۔انہوں نے لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتٰبِ کی تاویل اس طرح کی ہے کہ اس سے مراد وہ صورت ہے جس میں انسان تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔امام احمد کا مختار مسلک یہ ہے کہ فاتحہ خلف الامام پڑھی جائے اور انسان خواہ امام کی اقتداء میں ہو،فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ نہ چھوڑے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی روایت:

〈۲〉 اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَبْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ۔(۹)

——(قَالَ اَبُوْعِيْسٰى) هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے خود نبی علیہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے ایک رکعت بھی پڑھی۔اس میں ام القرآن نہ پڑھی تو اس نے کوئی نماز نہ پڑھی،الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

〈۳〉عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَ ةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَ ةٌ، لَمْ يُسْنِدْ هُ عَنْ مُوْسٰى بْنِ اَبِىْ عَائِشَةَ غَيْرُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ وَهُمَا ضَعِيْفَانِ۔(۱۰)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ علیہ نے فرمایا جس کسی کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے۔

——اس کے علاوہ اور روایات بھی جمع کی ہیں مزید برآں ہر ایک روایت پر نقد و جرح بھی کی ہے،ص ۱۲۲، ج ۱، سے آگے۔(۱۱)

ماٰخذ

(۱) بخاری،ج ۱،کتاب الاذان، باب وجوب القراء ۃ للامام و الماموم فی الصلوات کلها فی الحضر والسفر وما یجهر فیها وما یخافت۔☆مسلم،ج ۱،کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراء ۃ الفاتحة فی کل رکعة الخ۔☆ ابوداؤد، ج ۱،کتاب الصلوٰۃ، باب ترك القراء ۃ فی صلوٰته بفاتحة الکتاب۔☆ترمذی،ج ۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء انه لاصلوٰۃ الابفاتحة الکتاب۔☆نسائی،ج ۲، کتاب الافتتاح، باب ایجاب قراء ۃ فاتحة الکتاب فی الصلوٰۃ۔ ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب القراء ۃ خلف الامام۔☆ دارقطنی،ج ۱،کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب القراء ۃ اُمّ الکتب فی الصلوٰۃ وخلف الامام۔☆ السنن الکبریٰ ج ۲، کتاب الصلوٰہ، باب من قال یقرأ خلف الامام فیما یجهر فیه ویسرفیه۔

(۲) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراء ۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ الخ۔ ☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من ترک القراء ۃ فی صلوٰتہ بفاتحۃ الکتٰب۔☆ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء انہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتٰب۔☆نسائی، ج۲، کتاب الافتتاح، باب قراء ۃ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فی فاتحۃ الکتٰب۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب الادب، باب۵۲ ثواب القرآن۔☆موطا امام مالک، ج۱، کتاب الصلوٰہ، ترک القراء ۃ خلف الامام فیما لا یجھر فیہ بالقراء ۃ۔ ☆ مسند احمد، ج۲، ص ۲۴۱، ۲۸۵، ۴۶۰۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یقرء خلف الامام فیھا یجھر فیہ بالقراء ۃ بفاتحۃ الکتٰب وفیما یسرفیہ بفاتحۃ الکتٰب فصاعدا☆دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب لَاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتٰب عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: من لم یقرأ بأم الکتٰب فلا صلوٰۃ لہ۔☆ موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان: کتاب الصلوٰۃ، باب القراء ۃ فی الصلوٰۃ۔

(۳) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من کرہ القراء ۃ بفاتحۃ الکتٰب اذا جھر الامام۔ ☆ نسائی، ج۲، کتاب الافتتاح، باب ترک القراء ۃ خلف الامام فیما جھربہ۔☆ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب القراء ۃ خلف الامام۔ ☆موطا امام مالک، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، ترک القراء ۃ خلف الامام فیما یجھر فیہ۔☆ دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراء ۃ أم الکتٰب فی الصلوٰۃ وخلف الامام ۔☆ موارد الظمآن: کتاب الصلوٰۃ، باب القراء ۃ فی الصلوٰۃ۔ ☆دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتٰب۔ دارمی نے ”ان رسول اللّٰہ ﷺ قال: من لم یقرأ بام الکتٰب فلاصلوٰۃ لہ“ بیان کیا ھے۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یترک الماموم القراء ۃ فیما جھرفیہ الامام بالقراء ۃ۔

(۴) موارد الظمآن: کتاب الصلوٰۃ، باب القراء ۃ فی الصلوٰۃ۔

(۵) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب القراء ۃ خلف الامام۔

(۶) ابن ماجہ : کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب القراء ۃ خلف الامام۔

(۷) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی القراء ۃ خلف الامام۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یقرأ خلف الامام فیما یجھر فیہ وفیما یسرفیہ۔

(۸) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی ترک القراء ۃ خلف الامام اذا جھر الامام بالقراء ۃ۔

(۹) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی ترک القراء ۃ خلف الامام اذا جھر الامام بالقراء ۃ۔

(۱۰) دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر قولہ ﷺ من کان لہ امام فقراء ۃ الا مام لہ قراء ۃ وَاختلاف الروایات فی ذٰلک۔

(۱۱) السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال لایقرا خلف الامام علی الاطلاق☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب۱۳ اذا قرأ الامام فانصتوا۔ قال فی الزوائد فی اسنادہ جابر الجعفی کذاب ، والحدیث مخالف لما رواہ الستّۃ۔

<u>فصل :۲</u>

رفع یدین اور آمین بالجہر

۲ ۔ ''رفع یدین'' اور ''آمین بالجہر'' کے فعل اور ترک (پر) دونوں کی تائید میں دلائل مجھ کو تقریباً مساوی الوزن نظر آتے ہیں۔ اس لیے جو ان افعال کو کرتا ہے وہ بھی حدیث کی خلاف ورزی نہیں کر رہا ہے اور جو نہیں ترک کرتا ہے اسے بھی مخالفت حدیث کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ صاحب شریعت علیہ السلام نے مختلف اوقات میں مختلف طریقوں سے عمل کیا ہے، اور اسی طرح صحابہ کرامؓ نے بھی۔ اب ایک شخص جس طریقے کی بھی پیروی کرتا ہے وہ صاحب شریعت ہی کا متبع ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اسے غیریت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے، یا اسے اپنے ہی پسندیدہ طریقہ کی طرف تشدد سے کھینچا جائے۔ ہاتھ اٹھانا یا نہ اٹھانا، اور آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا کوئی ایسی اہمیت نہیں رکھتا کہ ایک کا التزام اور دوسرے کے ترک کا اہتمام کیا جائے۔ (رسائل و مسائل اوّل: مذہب حنفی...)

رفع یدین کی فقہی حیثیت

رفع یدین کے متعلق نبی ﷺ سے پانچ مختلف طرز عمل منقول ہیں:

(۱) ابن عمرؓ کی روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ تین مواقع پر رفع یدین کرتے تھے۔ افتتاح صلوٰۃ کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھ کر۔

(۲) مالک بن حویرث کی روایت جس میں دو موقعوں پر رفع یدین کا ذکر ملتا ہے، افتتاح صلوٰۃ کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر۔[1]

(۳) وائل بن حجر کی روایت، جس میں چار مواقع پر اس کا ہونا مذکور ہے۔ افتتاح صلوٰۃ کے وقت، رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے ہوئے، سجدہ کے موقع پر۔

(۴) ابوحمید ساعدی کی روایت۔ اس میں بھی چار موقع پر رفع یدین کا ذکر ہے، مگر چوتھا موقع سجدہ کے بجائے تیسری رکعت میں قعدہ سے اٹھنے پر بیان کیا گیا ہے۔

(۵) عبداللہ بن مسعود اور براء بن عازب کی روایت جس میں صرف ایک مرتبہ رفع یدین کرنے کا ذکر ہے یعنی افتتاح صلوٰۃ کے موقع پر۔

---

[1] مالک بن حویرث سے بھی تین مواقع پر رفع یدین منقول ہے۔ یعنی افتتاح صلوۃ کے وقت، رکوع جاتے اور رکوع سے اٹھ کر۔ (مرتب)

ابن عمر سے مروی روایت:

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيْهِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ، وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ اَيْضًا، وَقَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ۔(۱)

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد (عبداللہ بن عمرؓ) کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ افتتاح صلوٰۃ کے موقع پر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھایا کرتے تھے اور جب رکوع کے لیے تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے دونوں موقعوں پر بھی رفع الیدین کرتے تھے اور یہ کلمات پڑھتے تھے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ جس نے اس کی حمد کی اس کی اس نے دعا سن لی۔ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اے پروردگار اور حمد تیرے ہی لیے سزاوار ہے۔ سجدہ کی حالت میں ایسا نہ کرتے تھے۔

﴿۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُوْنَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوْعِ، وَيَفْعَلُ ذٰلِكَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَ يَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ۔(۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کیا کہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے، جب آپؐ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کرتے کہ دونوں کندھوں تک ہوتے، اور یہ فعل آپؐ رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے وقت بھی کرتے تھے اور رکوع سے سر اوپر اٹھاتے وقت بھی اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ سجدے کی حالت میں ایسا نہ کرتے تھے۔

﴿۳﴾ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلٰوةِ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ فَعَلَ مِثْلَهُ، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَعَلَ مِثْلَهُ، وَقَالَ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ حِيْنَ يَسْجُدُ وَلَاحِيْنَ يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ۔(۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو خود دیکھا ہے کہ آپ نماز کے آغاز کے لیے جب تکبیر تحریمہ کہتے تو ساتھ ہی اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کرتے کہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، اور جب رکوع میں جانے کے لیے تکبیر کہتے تو بھی اسی طرح کرتے۔ اور جب رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو بھی اسی طرح کرتے اور ساتھ ہی رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ بھی کہتے۔ ایسا آپؐ سجدے میں اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت نہ کرتے تھے۔

﴿۴﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ (بْنُ مُحَمَّدٍ) بْنِ حَنْبَلٍ، ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَمَا يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ، وَاَكْثَرُ مَا كَانَ يَقُوْلُ: وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَلَايَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔(۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خود دیکھا ہے جب آپؐ نماز کا آغاز فرماتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتے، یہاں تک کہ اپنے کندھوں کے برابر تک لے جاتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو بھی اسی طرح کرتے۔

—— ابن عمر نے اپنی حدیث میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ سجدوں کے درمیان آپؐ اس طرح نہ کرتے تھے۔

امام ترمذی نے روایت نقل کرنے کے بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

—— قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی : حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَبِهٰذَا یَقُوْلُ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، مِنْهُمْ ابْنُ عُمَرَ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ هُرَیْرَةَ وَاَنَسٌ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَیْرِ وَغَیْرُهُمْ۔

—— وَمِنَ التَّابِعِیْنَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیُّ، وَعَطَاءٌ، وَطَاوُسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَنَافِعٌ، وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ، وَغَیْرُهُمْ، وَبِهٖ یَقُوْلُ مالك، ومعمر، والأوزاعی، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِیُّ، وَاَحْمَدُ، وَاِسْحَاقُ، وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكَ قَدْ ثَبَتَ حَدِیْثُ مَنْ یَّرْفَعُ یَدَیْهِ وَذَكَرَ حَدِیْثَ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ، وَلَمْ یَثْبُتْ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَرْفَعْ (یَدَیْهِ) اِلَّافِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ۔

—— امام ترمذی کہتے ہیں کہ ابن عمر کی روایت حسن صحیح ہے۔ اہل علم صحابہ کرامؓ میں سے ابن عمر، جابر ابن عبداللہ، ابوہریرہ، انس، ابن عباس اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ اسی کے قائل تھے۔

تابعین میں سے حسن بصری، عطاء، طاؤس، مجاہد، نافع، سالم بن عبداللہ اور سعید بن جبیر وغیرہ بھی اسی کے قائل تھے۔ ائمہ میں سے مالک، معمر، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق نے بھی اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ رفع الیدین کی حدیث ثابت ہو چکی ہے۔ اور زہری نے سالم عن ابیہ کے حوالہ سے بیان کی ہے۔ البتہ ابن مسعود کی یہ روایت کہ نبی ﷺ نے صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہی رفع الیدین کیا ہے، ثابت نہیں ہے۔

﴿۵﴾ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی الصَّنْعَانِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ عُبَیْدَ اللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْكَعَ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ، وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَیْنِ یَرْفَعُ یَدَیْهِ كَذٰلِكَ حَذْوَ الْمَنْكِبَیْنِ۔(۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو آپ رفع الیدین کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے تب بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی اور دو رکعت کے (تشہد کے) بعد اٹھتے وقت بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ اور دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

مالک بن الحویرث سے مروی روایت:

﴿۶﴾ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ الْوَاسِطِیُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ، اَنَّهٗ رَاٰی

مَالِکَ بْنَ الْحُوَیْرِثِ اِذَا صَلّٰی کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَرْکَعَ رَفَعَ یَدَیْهِ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَ یَدَیْهِ وَحَدَّثَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَنَعَ هٰکَذَا۔(٦)

ترجمہ: ابوقلابہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مالک بن حویرث کو دیکھا ہے کہ وہ جب نماز پڑھنے لگتے تو اللہ اکبر کہتے اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور جب رکوع کرنا چاہتے تو بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاتے (رفع الیدین کرتے) اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی رفع الیدین کرتے اور مالک بن حویرث نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

نسائی نے اس روایت کو درج ذیل عبارت میں روایت کیا ہے:

﴿۷﴾ عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ، وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ اِذَا صَلّٰی رَفَعَ یَدَیْهِ حِیْنَ یُکَبِّرُ حِیَالَ اُذُنَیْهِ، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ۔(۷)

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث سے مروی ہے (اور مالک بن حویرث صحابیؓ ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو تکبیر (اللہ اکبر کہنے کے ساتھ) اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کرنا چاہتے اس وقت بھی اور رکوع سے سر اٹھانے کے موقع پر بھی رفع الیدین کرتے تھے۔

ابوداؤد نے مالک بن الحویرث سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے:

﴿۸﴾ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِذَا کَبَّرَ، وَاِذَا رَکَعَ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ، مِنَ الرُّکُوْعِ، حَتّٰی یَبْلُغَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْهِ۔(۸)

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ نبی ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تب بھی اور جب رکوع کرتے تب بھی اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ آپؐ اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کی کنپٹیوں تک اٹھاتے تھے۔

وائل بن حجر سے مروی روایت:

﴿۹﴾ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَبْنِ مَیْسَرَةَ الْجُشَمِیُّ، ثَنَا عَبْدُالْوَارِثِ ابْنُ سَعِیْدٍ، قَالَ: ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ جُحَادَةَ، حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْجَبَّارِ ابْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: کُنْتُ غُلَامًا لَا اَعْقِلُ صَلَاةَ اَبِیْ، قَالَ: فَحَدَّثَنِیْ وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْهِ، قَالَ: ثُمَّ الْتَحَفَ ثُمَّ اَخَذَ شِمَالَهُ بِیَمِیْنِهٖ وَاَدْخَلَ یَدَیْهِ فِیْ ثَوْبِهٖ، قَالَ: فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَرْکَعَ اَخْرَجَ یَدَیْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا، وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَ یَدَیْهِ، ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَیْنَ کَفَّیْهِ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ اَیْضًا رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ۔(۹)

ترجمہ: وائل ابن حجر کے صاحب زادے عبدالجبار کا بیان ہے کہ میں بچہ تھا اور اپنے ابا جان کی نماز نہیں سمجھتا تھا۔ انہوں نے

بتایا کہ وائل بن علقمہ نے وائل بن حجر کے حوالے سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ آپ جب اللہ اکبر کہتے تھے تو رفع الیدین بھی کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر انہوں نے اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لیا اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیا اور اپنا ہاتھ کپڑے میں چھپا لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب رکوع میں جانے کا ارادہ ہوتا تو ہاتھ کپڑے سے باہر نکال کر رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ ہوتا تو بھی رفع الیدین کرتے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا، اپنا چہرہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں رکھا اور جب سجدے سے سر اٹھایا تو اسی طرح رفع الیدین کیا۔ تا آنکہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر حسن بن ابوالحسن سے کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ جس نے اس کے مطابق کیا اس نے سنت کے مطابق کیا اور جس نے اسے ترک کر دیا اس نے سنت ترک کی۔ ابوداؤد نے کہا کہ اس حدیث کو ابن جحادہ کے واسطہ سے ہمام نے بھی روایت کیا ہے، اس نے تو سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔

ـــــ قَالَ مُحَمَّدٌ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ اَبِی الْحَسَنِ، فَقَالَ: هِیَ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ، قَالَ اَبُوْدَاؤدَ: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ هَمَّامٌ، عَنِ ابْنِ جَحَادَةَ، لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُوْدِ۔

〈۱۰〉 عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ يُصَلِّیْ. فَقَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى حَاذَتَا اُذُنَيْهِ، فَلَمَّا رَكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذٰلِكَ. فَلَمَّا رَفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ، رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذٰلِكَ۔(۱۰)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے تہیّا کر لیا تھا کہ میں آپ کی نماز ضرور اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا کہ آپ کس طرح پڑھتے ہیں۔ آپ نماز کے لیے قبلہ رخ کھڑے ہوئے۔ اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ کانوں تک پہنچ گئے۔ جب آپ نے رکوع کیا تو اسی طرح رفع یدین کیا۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھایا تو پھر بھی پہلے کی طرح رفع الیدین کیا۔

ابن عمر کا ذاتی عمل:

〈۱۱〉عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِی الصَّلٰوةِ كَبَّرَ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَفَعَ يَدَيْهِ، وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ، رَفَعَ يَدَيْهِ، وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِیِّ ﷺ : رواه حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، وَرَوَاهُ ابْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَيُّوْبَ وَمُوْسٰى بْنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَرًا۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت نافع ابن عمر کا اپنا معمول بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کے ساتھ ہی رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی رفع الیدین کرتے اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تب بھی رفع الیدین کرتے اور جب تشہد سے اٹھتے تو بھی رفع الیدین کرتے۔ ابن عمر اس عمل کو مرفوع بیان کرتے تھے (یہ فعل نبی ﷺ کا ہے)۔

ابوداؤد نے اس طرح بھی بیان کیا ہے:

〈۱۲〉 عَنِ ابْنِ عَمَرَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَ رَفَعَ يَدَيْهِ۔(۱۲)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب کی روایت:

〈۱۳〉 عَنْ عَلِيّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ (رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ) عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ كَانَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذٰلِكَ اِذَا قَضٰى قِرَاءَ تَهٗ وَاَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ وَيَصْنَعُهُ اِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوْعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِىْ شَيْئٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ وَهُوَ قَاعِدٌ وَاِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذٰلِكَ وَ كَبَّرَ۔(۱۳)

ترجمہ: حضرت علیؓ بن ابو طالب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع الیدین کرتے اور دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے۔ جب آپؐ قراءت پوری فرما لیتے اور رکوع کو جانے لگتے تب بھی اسی طرح رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے اٹھتے تب بھی رفع الیدین کرتے۔ قعدے کی حالت میں نماز کے کسی حصے میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے اور جب دو سجدوں سے اٹھتے تو بھی رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے۔

ابوحمید الساعدی سے مروی روایت:

〈۱۴〉 حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، ثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ ح وَثَنَا مُسَدَّدٌ، ثنا يَحْىٰ وَهٰذا حَدِيْثُ اَحْمَدَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ يَعْنِىْ ابْنُ جَعْفَرٍ، اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُبْنُ عَمْرٍو بْنِ عَطَآءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَاحُمَيْدٍ السَّاعِدِىَّ فِىْ عَشْرَةٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْهُمْ اَبُوْ قَتَادَةَ، قَالَ اَبُوْ حُمَيْدٍ: اَنَا اَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالُوْا: فَلِمَ؟ فَوَ اللّٰهِ مَا كُنْتَ بِاَكْثَرِ نَا لَهٗ تَبْعَةً وَلَا اَقْدَمَنَا لَهٗ صُحْبَةً، قَالَ: بَلٰى، قَالُوْا: فَاعْرِضْ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ فِىْ مَوْضِعِهٖ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقْرَاُثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَاْسَهٗ وَلَا يُقْنِعُ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، ثُمَّ يَهْوِىْ اِلَى الْاَرْضِ فَيُجَافِىْ يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ وَيَثْنِىْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا وَيَفْتَحُ اَصَابِعَ رِجْلَيْهِ اِذَا سَجَدَ وَيَسْجُدُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَيَرْفَعُ (رَاْسَهٗ وَ يَثْنِىْ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ اِلٰى مَوْضِعِهٖ، ثُمَّ يَصْنَعُ فِى الْاُخْرٰى مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِىَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ

الصَّلٰوةِ، ثُمَّ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِيْ بَقِيَّةِ صَلَاتِهٖ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِيْ فِيْهَا التَّسْلِيْمُ اَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْسَرِ، قَالُوْا: صَدَقْتَ هٰكَذَا كَانَ يُصَلِّى ﷺ۔(١٤)

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا کہ میں نے ابوحمید ساعدی کو دس صحابہؓ کی موجودگی میں جن میں ابوقتادہ بھی تھے، یہ بیان کرتے سنا ہے کہ رسول اللہؐ کی نماز کا مجھے تم حضرات سے زیادہ علم ہے (کہ کس طرح پڑھتے تھے) دوسرے صحابہؓ نے پوچھا وہ کس طرح؟ جب کہ آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ کے ساتھ نہیں رہے اور ہم سے زیادہ قدیم آپ کی مصاحبت بھی نہیں ہے۔ ابوحمید نے کہا ہاں! (ایسا ہی ہے) انہوں نے کہا اچھا تو پھر پیش کرو۔ ابوحمید نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے کندھوں کے برابر رفع الیدین کرتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے۔ یہاں تک کہ جسم کا ہر عضو اپنی اپنی اصل جگہ پر اعتدال کے ساتھ سکون پذیر ہو جاتا۔ پھر آپؐ قراءت فرماتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے اور ساتھ ہی رفع الیدین کرتے کہ دونوں ہاتھ کندھوں تک لے جاتے۔ پھر رکوع میں جاتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ اس طرح کہ نہ تو سر پیٹھ سے اونچا اٹھا ہوا ہوتا اور نہ نیچے ہوتا۔ (اعتدال و توازن کے ساتھ پشت کی سطح برابر ہوتی)۔ پھر رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع الله لمن حمده کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھاتے کہ کندھوں کے برابر ہو جاتے اور حالت اعتدال میں کھڑے ہوتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے زمین کی طرف جھک جاتے، یعنی سجدہ میں چلے جاتے۔ دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے ذرا ہٹا کر رکھتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے اور بایاں پاؤں زمین پر بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے اور پاؤں کی انگلیوں کو سجدے میں جاتے وقت کھول دیتے اور حالتِ سجدہ میں کہتے۔ اللہ اکبر۔ پھر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے۔ اس اعتدال و سکون کے ساتھ کہ جسم کا ہر عضو اپنی جگہ پر سکون پذیر ہو جاتا۔ پھر اسی طرح دوسری رکعت کرتے جب دو رکعت کے بعد تشہد سے اٹھتے تو پھر رفع الیدین کرتے اور دونوں ہاتھوں کو اسی طرح اپنے کندھوں تک اوپر اٹھاتے جس طرح افتتاح صلوٰۃ کے وقت اٹھاتے تھے۔ پھر اپنی باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے تھے۔ البتہ جب نماز کا آخری سجدہ ہوتا تو پھر اس طرح بیٹھتے کہ بایاں پاؤں دائیں ران کے نیچے سے بڑھا کر اپنی سرین پر بیٹھ جاتے۔ سب بولے آپؐ نے بالکل سچ اور درست بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے رہے تھے۔

عبداللہؓ بن مسعود سے مروی روایت:

﴿۱۵﴾ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، ثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، يَعْنِيْ اِبْنَ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ: اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا مَرَّةً، قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا حَدِيْثٌ مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيْحٍ عَلٰى هٰذَا اللَّفْظِ۔(١٥)

ترجمہ: حضرت علقمہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں (یہ کہہ کر) انہوں نے نماز پڑھائی اور رفع الیدین ایک ہی موقعہ پر کیا۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ ان الفاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

نسائی میں ہے:

﴿۱۶﴾ اَلا اُخبِرُکُمْ بِصَلوٰۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ، قَالَ: فَقَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ لَمْ یُعِدْ۔(۱۶)

ترجمہ: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں، یہ کہہ کر کھڑے ہوئے پہلے موقع پر رفع الیدین کی پھر اس کا اعادہ نہیں کیا۔

﴿۱۷﴾ عَنْ عَلْقَمَۃَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُودٍ: اَلا اُصَلِّی بِکُمْ صَلاۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ؟ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ، قَالَ: وَفِی الْبَابِ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ: قَالَ اَبُوْ عِیسٰی : حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَبِہٖ یَقُوْلُ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَالتَّابِعِیْنَ وَھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ وَاَھْلِ الْکُوْفَۃِ۔(۱۷)

ترجمہ: علقمہ سے مروی ہے۔انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں، پھر نماز پڑھائی رفع الیدین صرف افتتاح الصلوٰۃ کے وقت کیا۔

—— امام ترمذی نے ابن مسعود کی روایت کو حسن کہا ہے۔ بہت سے اہل علم صحابہؓ اور تابعین مثلاً سفیان اور اہل کوفہ نے اسی کو اختیار کیا۔

—— وَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَکِ قَدْ ثَبَتَ حَدِیْثُ مَنْ یَرْفَعُ وَذَکَرَ حَدِیْثَ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ، وَلَمْ یَثْبُتْ حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَرْفَعْ (یدیہ) اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ۔(۱۸)

—— عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ رفع الیدین والی حدیث ثابت ہے۔یعنی ایک سے زیادہ مواقع والی۔ابن مسعود کی حدیث ثابت نہیں کہ نبی ﷺ نے صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہی رفع الیدین کیا ہے۔

براء بن عازب کی روایت:

﴿۱۸﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، ثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ یَزِیْدَ ابْنِ اَبِیْ زِیَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی، عَنِ الْبَرَآءِ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ، کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلوٰۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِنْ اُذُنَیْہِ، ثُمَّ لا یَعُوْدُ۔(۱۹)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا افتتاح فرماتے تو اپنے دونوں کانوں کے قریب تک رفع الیدین کرتے۔مگر پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے تھے۔

سفیان نے کہا، بعد میں کوفہ میں ہم سے ثُمَّ لَا یَعُوْدُ بیان کیا۔

—— قَالَ سُفْیَانُ: قَالَ لَنَابِالْکُوْفَۃِ بَعْدُ، ثُمَّ لا یَعُوْدُ، قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: وَرَوٰی ھٰذَا الْحَدِیْثَ ھُشَیْمٌ وَخَالِدٌ وَابْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ یَزِیْدَ وَلَمْ یَذْکُرُوْا ثُمَّ لا یَعُوْدُ۔

ابوداؤد کی رائے ہے کہ یزید سے بن ادریس خالد اور ہشیم نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے، مگر انہوں نے ثُمَّ لَایَعُوْدُ ذکر نہیں کیا۔

﴿۱۹﴾ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَفَعَ یَدَیْهِ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَمْ یَرْفَعْهُمَا حَتّٰی انْصَرَفَ۔ (۲۰)

ترجمہ: براء بن عازب سے روایت ہے انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو افتتاح صلوٰۃ کے موقع پر رفع الیدین کرتے دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ اختتام نماز تک آپؐ نے کسی موقع پر رفع الیدین نہیں کیا۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: هٰذا الْحَدِیْثُ لَیْسَ بِصَحِیْحٍ۔

—— ابوداؤد کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

—— مصنف ابن ابی شیبہ میں اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ ثُمَّ لَا یَرْفَعُهُمَا حَتّٰی یَفْرُغَ منقول ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ نبی ﷺ افتتاح صلوٰۃ کے وقت تو رفع الیدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

جابر بن عبداللہ سے مروی روایت:

﴿۲۰﴾ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ، اَنَّ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ. وَاِذَا رَکَعَ، وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ. وَیَقُوْلُ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ. وَرَفَعَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ یَدَیْهِ اِلٰی اُذُنَیْهِ۔ (۲۱)

ترجمہ: حضرت ابوالزبیر روایت کرتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ جب نماز شروع کرتے تو رفع الیدین کرتے۔ جب رکوع میں جاتے اس وقت بھی اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع الیدین کرتے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم بن طہمان نے بھی کانوں تک رفع الیدین کیا ہے۔

ابن عمر سے مروی روایت:

﴿۲۱﴾ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی تَکُوْنَا حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ ثُمَّ کَبَّرَ۔ (۲۲)

ترجمہ: ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اٹھاتے کہ کندھوں کے برابر ہو جاتے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت:

﴿۲۲﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی الصَّلٰوةِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ حِیْنَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَحِیْنَ یَرْکَعُ وَحِیْنَ یَسْجُدُ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو آغاز نماز، اور رکوع میں جاتے وقت اور سجدہ کرتے وقت اپنے کندھوں تک رفع الیدین کرتے خود دیکھا ہے۔

عمیر بن حبیبؓ کہتے ہیں:

﴿۲۳﴾ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ، فِي الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ۔ (۲۳)

ترجمہ: حضرت عمیر بن حبیب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

ابن عباسؓ کی بھی ایک روایت:

﴿۲۴﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ عِنْدَ كُلِّ تَكْبِيْرَةٍ۔ (۲۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

حضرت انسؓ سے مروی روایت:

﴿۲۵﴾ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ، وَاِذَا رَكَعَ۔ (۲۵)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے اور جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

تشریح: ان مختلف روایات میں سے (۱) کو (امام) شافعی، احمد اور ابو ثور نے، نیز اہل الحدیث اور اہل الظاہر کی اکثریت نے اختیار کیا اور ایک روایت امام مالک سے بھی یہی ہے کہ وہ اس کو ترجیح دیتے تھے۔ (۴) کو اہل حدیث کے ایک گروہ نے مرجح ٹھہرایا اور (۵) کو ابراہیم نخعی، شعبی، سفیان ثوری، ابو حنیفہ، اور تمام فقہائے کوفہ نے ترجیح دی۔ لیکن یہ واضح رہے کہ سوال صرف ترجیح کا ہے نہ کہ رد و قبول کا۔ ائمہ سلف میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جن مختلف طریقوں کا ذکر مذکورہ بالا احادیث میں آیا ہے ان میں سے کسی پر حضورؐ نے عمل نہیں کیا تھا، بلکہ کہتے صرف یہ ہیں کہ جس خاص طریقہ کو ہم نے مرجح ٹھہرایا ہے وہ حضورؐ کا عام معمول تھا اور دوسرے طریقوں پر آپؐ کبھی کبھی عمل کر لیتے تھے۔ پس جب معاملہ کی حقیقت یہ ہے تو ان طریقوں میں سے جس پر بھی کوئی عمل کر رہا ہے، حدیث ہی کی پیروی کر رہا ہے اور اس پر نکیر کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اتباع پیغمبر پر نکیر کی جاتی ہے جس کی جرات مقلدین کو بھی زیبا نہیں۔ کجا کہ اہل حدیث اس کا ارتکاب کریں۔ پھر اگر کوئی شخص ان طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ پر جامد ہونے کے بجائے وقتاً فوقتاً ان سب طریقوں پر عمل کرتا رہے جو حدیث میں مذکور ہیں تو یہ نبی ﷺ کی زیادہ صحیح و مکمل پیروی ہوگی، اور لفظ عمل بالحدیث کا اطلاق اس طرز عمل پر زیادہ صحیح معنی میں ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ابتداء میں ایک طریقہ کو ترجیح دینے اور باقی سب طریقوں کو ترک کر دینے کے بجائے ان سب طریقوں کو نماز میں اختیار کرنے کی گنجائش رکھی جاتی تو شاید بعد کے ادوار میں وہ جمود و تعصب پیدا ہی نہ ہوتا جس کی بدولت نوبت یہ آ گئی ہے کہ لوگ نماز کی جس صورت کے عادی ہیں اس سے ذرا سی بھی مختلف صورت بھی جہاں انہوں نے دیکھی اور بس وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اس شخص کا دین بدل گیا ہے اور ہماری امت سے نکل کر دوسری امت میں جا ملا ہے۔

یہ رائے صرف میری انفرادی رائے ہی نہیں ہے بلکہ پہلے بھی متعدد اہل تحقیق اسی خیال کا اظہار کر چکے ہیں۔ اس

وقت میرے پاس سفر[1] میں کتابیں موجود نہیں ہیں۔ اس لیے میں زیادہ وسیع پیمانہ پر شواہد پیش نہیں کر سکتا، لیکن حجۃ اللہ البالغہ خوش قسمتی سے مل گئی ہے۔ اس سے چند حوالے یہاں نقل کرتا ہوں۔ شاہ صاحب پہلے تو یہ اصولی بات ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اَلْاَصْلُ اَنْ يُّعْمَلَ بِكُلِّ حَدِيْثٍ اِلَّا اَنْ يَّمْتَنِعَ الْعَمَلَ بِالْجَمِيْعِ لِلتَّنَاقُضِ۔

(باب القضاء فی الاحادیث المختلفة)

''اصولی بات یہ ہے کہ آدمی ہر حدیث پر عمل کرے، الا یہ کہ کسی مسئلہ میں سب حدیثوں پر عمل کرنا تناقض کی وجہ سے غیر ممکن ہو۔''

پھر آگے چل کر فَصْلٌ فِیْ عِدَّةِ اُمُوْرٍ مُشْکِلَةٍ مِّنَ التَّقْلِيْدِ وَاخْتِلَافِ الْمَذَاهِبِ میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اَكْثَرَ صُوَرِ الْاِخْتِلَافِ بَيْنَ الْفُقَهَاءِ لَا سِيَّمَا فِى الْمَسَائِلِ الَّتِىْ ظَهَرَ فِيْهَا اَقْوَالُ الصَّحَابَةِ فِى الْجَانِبَيْنِ كَتَكْبِيْرَاتِ التَّشْرِيْقِ وَ تَكْبِيْرَاتِ الْعِيْدَيْنِ وَنِكَاحِ الْمُحْرِمِ وَتَشَهُّدِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَالْاِخْفَاءِ بِالْبَسْمِلَةِ وَبِآمِيْنِ وَالْاِشْفَاعِ وَالْاِيْتَارِ فِى الْاِقَامَةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ اِنَّمَا هُوَ فِىْ تَرْجِيْحِ اَحَدِ الْقَوْلَيْنِ وَكَانَ السَّلَفُ لَايَخْتَلِفُوْنَ فِىْ اَصْلِ الْمَشْرُوْعِيَّةِ وَاِنَّمَا كَانَ خِلَافُهُمْ فِىْ اُوْلَى الْاَمْرَيْنِ وَنَظِيْرُهٗ اِخْتِلَافُ الْقُرَّاءِ فِىْ وُجُوْهِ الْقِرَاءَةِ وَقَدْ عَلَّلُوْا كَثِيْراً مِنْ هٰذَا الْبَابِ بِاَنَّ الصَّحَابَةَ مُخْتَلِفُوْنَ وَاِنَّهُمْ جَمِيْعاً عَلَى الْهُدٰى۔

واقعہ یہ ہے کہ فقہاء کے درمیان اختلاف کی اکثر صورتیں، بالخصوص ان مسائل میں جن میں صحابہ کے اقوال دونوں طرف پائے جاتے ہیں، مثلاً تکبیرات تشریق، تکبیرات عیدین، نکاح محرم، تشہد ابن عباس و ابن مسعود، بسم اللہ اور آمین کا اخفاء، تکبیر اقامت میں کلمات کو ایک ایک مرتبہ یا دو دو مرتبہ پڑھنا وغیرہ۔ ان میں اختلاف دراصل اس امر میں ہے کہ دو اقوال میں سے کس کو کس پر ترجیح ہے۔ ورنہ ان مختلف طریقوں کے بجائے خود مشروع ہونے میں سلف کے درمیان کوئی اختلاف نہ تھا۔ ان کا اختلاف تو صرف اس اعتبار سے تھا کہ دو مختلف امور میں اولیٰ کون سا ہے؟ اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسے قراءت کی مختلف صورتوں میں قاریوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اس معاملے میں بیشتر امور کے اختلاف کی وجہ سلف نے یہ بتائی ہے کہ صحابہ کرام خود ان میں مختلف تھے اور ظاہر ہے کہ صحابہ سب کے سب ہدایت پر تھے۔ پھر بَابُ اِذْكَارِ الصَّلٰوةِ وَهَيْئَاتِهَا الْمَنْدُوْبِ اِلَيْهَا میں فرماتے ہیں:

وَهُوَ (اَىْ رَفْعُ الْيَدَيْنِ) مِنَ الْهَيْئَاتِ وَفَعَلَهُ النَّبِىُّ ﷺ مَرَّةً وَتَرَكَهٗ مَرَّةً وَالْكُلُّ سُنَّةٌ وَاَخَذَ بِكُلِّ وَاحِدٍ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَ هُمْ وَهٰذَا اَحَدُ الْمَوَاضِعِ الَّتِىْ اِخْتَلَفَ فِيْهَا الْفَرِيْقَانِ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ وَالْكُوْفَةِ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ اَصْلٌ اَصِيْلٌ وَالْحَقُّ عِنْدِىْ فِىْ مِثْلِ ذٰلِكَ اَنَّ الْكُلَّ سُنَّةٌ۔

---

[1] اس خط کا جواب [illegible] میں دیا گیا تھا۔

اور وہ (رفع الیدین) نماز کی ان ہیئتوں میں سے ہے، جن کو نبی ﷺ نے کبھی کیا ہے اور کبھی نہیں کیا اور یہ دونوں طریقے سنت ہیں، صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں میں سے ایک ایک جماعت نے ان میں سے ایک ایک طریقے کو اختیار کیا ہے اور یہ من جملہ ان معاملات کے ہیں جن میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ لیکن ہر ایک کے لیے ایک ثابت شدہ اصل شریعت میں موجود ہے اور ایسے مسائل میں میرے نزدیک حق یہ ہے کہ سب مختلف طریقے یکساں سنت ہیں۔

شاہ صاحب کی ان تصریحات کے بعد اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ میں آمین کے مسئلہ کے متعلق الگ بحث کروں۔ تاہم اس معاملہ میں صاحب الجوہرالنقی کا یہ قول نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ: وَالصَّوَابُ اَنَّ الْخَبَرَیْنِ بِالْجَهْرِ بِهَا وَالْمَخَافَةِ صَحِیْحَانِ وَعَمِلَ بِکُلٍّ مِّنْ فِعْلَیْهِ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ۔ اور صحیح یہ ہے کہ آمین زور سے کہنے اور آہستہ دونوں کی روایتیں صحیح ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر علماء کی ایک ایک جماعت نے عمل کیا ہے۔

(رسائل ومسائل اوّل: فقہی اختلافات...)

۳۔ آمین بالجہر

تخریج: ‹۱› **حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ، قَالَ: اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، اَنَّهُمَا اَخْبَرَاهُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا، فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلَائِکَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَکَانَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ۔** (۲۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین سے ہم آہنگ ہوگئی تو اس کے پہلے کے گناہ معاف کر دیے گئے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آمین کہا کرتے تھے۔

اسی باب کے تحت امام بخاری نے لکھا ہے:

‹۲› وَقَالَ عَطَاءٌ : اٰمِیْن دُعَاءٌ. اَمَّنَ ابْنُ الزُّبَیْرِ وَمَنْ وَرَآءَهٗ حَتّٰی اَنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةً. وَکَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَ یُنَادِی الْاِمَامَ لَا تُفْتِنِیْ بِاٰمِیْنَ، وَقَالَ نَافِعٌ: کَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَدَ عُهٗ وَیَحُضُّهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِیْ ذٰلِکَ۔ (۲۷)

ترجمہ: عطاء کہتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔ ابن زبیر نے آمین کہی۔ مقتدیوں نے بھی ان کے پیچھے آمین اس طرح کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ امام سے کہا کرتے تھے کہ آمین نہ چھوڑ دینا۔ نافع کہتے ہیں ابن عمر اسے نہیں چھوڑتے تھے، بلکہ وہ دوسرے لوگوں کو ابھارتے تھے، میں نے اس بارے میں ان سے سنا ہے۔

ابو ہریرہؓ سے فضل التامین کے باب میں ایک اور روایت:

﴿۳﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ اٰمِیْنَ وَقَالَتِ الْمَلٰئِکَةُ فِی السَّمَآءِ اٰمِیْنَ فَوَافَقَتْ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰی، غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(۲۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان میں آمین کہتے ہیں اور دونوں کی آمین ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

دارمی کے الفاظ:

﴿۴﴾ اِذَا قَالَ الْقَارِیُٔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، فَقَالَ مَنْ خَلْفَهٗ اٰمِین. فَوَافَقَ ذٰلِکَ اَهْلَ السَّمَآءِ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه۔

ترجمہ: جب قاری غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتا ہے اس کے مقتدی اس کے پیچھے آمین کہتے ہیں۔ تو یہ اہل آسمان کی آمین سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

جَهْرُ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّاْمِیْنِ کے باب میں ابو ہریرہؓ سے مروی ایک روایت:

﴿۵﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلَآئِکَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کر گئی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔

ابوداؤد نے کِتَابُ الصَّلٰوۃِ میں بَابُ التَّاْمِیْنِ وَرَاءَ الْاِمَامِ کے زیر عنوان وائل بن حجر، ابو ہریرۃ وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں:

—— تَابَعَهٗ محمد بن عمر و عن ابی سلمة عن ابی هریرة عن النبی ﷺ ونعیم المجمر عن ابی هریرة عن النبی ﷺ۔

﴿۶﴾ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اَنَّهٗ صَلّٰی خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَجَهَرَ بِآمِیْن وَسَلَّمَ عَنْ یَمِیْنِه وَعَنْ شِمَالِهٖ حَتّٰی رَاَیْتُ بَیَاضَ خَدِّهٖ۔

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپؐ نے آمین جہراً کہا۔ دائیں، بائیں سلام پھیرا تو مجھے آپؐ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آ گئی۔

ابو ہریرہؓ سے مروی روایت:

﴿۷﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا تَلَاغَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، قَالَ: آمِیْن حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَلِیْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیہِم وَلَا الضَّآلِّینَ پڑھا تو آمین اتنی بلند آواز سے کہی کہ ساتھ والی پہلی صف والوں نے آپؐ کی آواز سنی۔

دوسری روایت:

〈۸〉 عَنْ اَبِی هُرَیرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ، قَالَ: اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیهِمْ وَلَا الضَّآلِّینَ فَقُولُوا آمِینَ، فَاِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلٰئِکَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(۳۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''جب امام غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیہِم وَلَا الضَّآلِّینَ کہے تو تم سب آمین کہو۔ جس کی آمین ملائکہ کی آمین سے موافق ہوگئی اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے گئے۔

ابوزہیر نمیری سے مروی روایت۔ ابو مصبح مقرائی کہتے ہیں:

〈۹〉 کُنَّا نَجلِسُ اِلیٰ اَبِی زُهَیرٍ النُّمَیرِیِّ. وَکَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ فَیَتَحَدَّثُ اَحسَنَ الْحَدِیثِ فَاِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِنَّا بِدُعَآءٍ، قَالَ: اختِمْهُ بِاٰمِینَ. فَاِنَّ اٰمِینَ مِثْلُ الطَّابِعِ عَلَی الصَّحِیفَةِ. قَالَ اَبُو زُهَیرٍ: اُخبِرُکُم عَنْ ذٰلِکَ، خَرَجنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ لَیلَةٍ، فَاَتَینَا عَلیٰ رَجُلٍ قَدْ اَلَحَّ فِی الْمَسْاَلَةِ، فَوَقَفَ النَّبِیُّ ﷺ یَستَمِعُ مِنهُ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اَوجَبَ اِنْ خَتَمَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَومِ: بِاَیِّ شَیءٍ یَختِمُ؟ قَالَ: بِاٰمِین. فَاِنَّهُ اِنْ خَتَمَ بِاٰمِینِ فَقَدْ اَوجَبَ. فَانصَرَفَ الرَّجُلُ الَّذِی سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ فَاَتَی الرَّجُلَ، فَقَالَ: اختِمْ یَا فُلَانُ بِاٰمِین وَاَبشِرْ.

ترجمہ: ہم ابوزہیر نمیری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ صحابی تھے اور حدیث بہت عمدہ بیان کیا کرتے تھے۔ جب ہم میں سے کوئی دعا مانگتا تو اسے آمین کہہ کر ختم کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ آمین کی حیثیت صحیفہ پر مہر کی سی ہے۔ ابوزہیر بولے کہ میں تمہیں اس بارے میں کچھ سناتا ہوں۔ کسی رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے کہ ایک آدمی کے پاس پہنچے جو بڑے اصرار وانہماک سے دعا کررہا تھا۔ آپؐ اس کی دعا سننے کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اس کی دعا سن کر آپؐ نے فرمایا: واجب ہوگئی اگر اس نے مہر لگادی۔ ایک آدمی نے اس پر عرض کیا حضورؐ کس چیز سے مہر لگائے؟ پھر فرمایا آمین کہہ کر۔ اس لیے کہ اگر دعا آمین پر ختم کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ جس آدمی نے آپؐ سے سوال کیا وہ اٹھ کر دعا مانگنے والے کے پاس گیا اور اسے کہا اے فلاں! آمین کہہ کر دعا ختم کرو اور بشارت لے لو۔

—— وَهٰذَا لَفْظُ مَحمُودٍ۔ قَالَ اَبُودَاوٗدَ الْمَقرَاءُ قَبِیلَةٌ مِّنْ حِمیَرٍ۔

نسائی نے عبدالجبار بن وائل عن ابیہ سے ایک روایت نقل کی ہے:

〈۱۰〉 عَنْ عَبدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِیهِ، قَالَ: صَلَّیتُ خَلفَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیهِ اَسفَلَ مِنْ اُذُنَیهِ، فَلَمَّا قَرَاَ غَیرِ الْمَغضُوبِ عَلَیهِمْ وَلَا الضَّآلِّینَ، قَالَ اٰمِین، فَسَمِعتُهُ وَاَنَا خَلفَهُ الحدیث۔(۳۱)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر سے ان کے صاحبزادے عبدالجبار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ

کے پیچھے (اقتداء) میں نماز پڑھی۔ جب آپ نے اللہ اکبر کہا تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے نچلے حصہ تک اٹھایا اور جب آپؐ نے غَیرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ کہا تو آمین کہا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کیونکہ میں آپؐ کے بالکل پیچھے تھا۔

مَوَارِدُ الظَّمْآنِ: بَابُ الْقِرَاءَ ةِ فِی الصَّلٰاۃِ میں ابوہریرہ سے مروی روایت:

〈۱۱〉 عَنْ نُعَیمِ الْمُجْمِرِ، قَالَ: صَلَّیْتُ وَرَآءَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، فَقَالَ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، ثُمَّ قَرَأَ بِاُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ. قَالَ: اٰمِیْنَ وَقَالَ النَّاسُ: اٰمِیْنَ، الحدیث۔(۳۲)

ترجمہ: حضرت نعیم المجمر سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ میں نے ابوہریرہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ انہوں نے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (جہراً) پڑھی۔ پھر ام القرآن پڑھی۔ جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ پر پہنچے تو آمین کہی اور مقتدیوں نے بھی آمین کہی۔

—— السنن نے قَالَ آمِیْنُ کے بعد، " ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَا شْبَھُکُمْ صَلَاۃً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ" نقل کیا ہے۔

نسائی میں ابوہریرہؓ سے مروی ایک اور روایت:

〈۱۲〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ، فَقُوْلُوْا اٰمِیْن. فَاِنَّ الْمَلٰئِکَۃَ تَقُوْلُ اٰمِین. وَاِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُ اٰمِین. فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُہٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰئِکَۃِ، غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔(۳۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے۔ جس کی آمین کی آواز فرشتوں کی آمین کی آواز سے ہم آہنگ ہوگئی اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے گئے۔

ایک اور روایت جو انہی سے مروی ہے:

〈۱۳〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ: اِذَا قَالَ اَحَدُکُمْ اٰمِین وَقَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ فِی السَّمَآءِ اٰمِیْن. فَوَافَقَتْ اِحْدَاھُمَا الْاُخْرٰی، غُفِرَلَہٗ، مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔(۳۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں یہ دونوں ایک دوسری سے ہم آہنگ ہوجاتی ہیں تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

ابوہریرہؓ سے مروی ایک اور روایت:

〈۱۴〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: تَرَکَ النَّاسُ التَّاْمِیْنَ، وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا قَالَ" غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ " قَالَ: اٰمِیْن. حَتّٰی یَسْمَعَھَا اَھْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ. فَیَرْتَجُّ بِھَا الْمَسْجِدُ۔(۳۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے آمین کہنا ترک کردیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب غَیرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہتے تو آمین اتنی آواز سے کہتے کہ پہلی صف والے آپؐ کی آواز سن لیتے اوراس سے مسجد گونج اٹھتی۔

——— حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباس دونوں کی روایت کامفہوم الفاظ کی کمی وبیشی کے باوجود ایک ہی ہے۔

﴿۱۵﴾ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَاحَسَدَتْكُمُ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ مَاحَسَدَتْكُمْ عَلٰی اٰمِیْن، فَاَكْثِرُوْامِنْ قَوْلِ اٰمِیْن۔(۳٦)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ دونوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ یہود تمہارے آمین کہنے پر جتنا حسد کرتے ہیں اتنا اور کسی پرنہیں کرتے، لہٰذا تم بہ کثرت آمین کہا کرو۔

——— حضرت عائشہؓ سے مروی روایت میں عَلَی السَّلَامِ وَالتَّامِیْنِ ہے۔

امام ترمذی نے بَابُ مَاجَاءَ فِی التَّاْمِیْنِ کے تحت وائل بن حجر کی روایت مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

﴿۱٦﴾ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ وَقَالَ: اٰمِیْن، وَمَدَّبِهَا صَوْتَهٗ. وفی الباب عن علی، وابی هریرة۔(۳۷)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین کہتے خود سنا ہے اور آمین کہتے ہوئے آپؐ نے اپنی آواز کو لمبی کیا۔

علقمہ بن وائل اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

﴿۱۷﴾ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ اَبِیْهِ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ، فَقَالَ اٰمِیْن، وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ۔(۳۸)

ترجمہ: علقمہ اپنے والد وائل سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہہ کر آمین کہا اور اپنی آواز کو دھیما رکھا۔

——— قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: سَمِعْتُ مُحَمَّدًا یَقُوْلُ حَدِیْثُ سُفْیَانَ اَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ شُعْبَةَ فِیْ هٰذَا۔ وَاَخْطَأَ شُعْبَةُ فِیْ مَوَاضِعَ مِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔ فَقَالَ: عَنْ حُجْرٍ اَبِی الْعَنْبَسِ، وَاِنَّمَا هُوَ حُجْرُبْنُ الْعَنْبَسِ وَیُكْنٰی اَبَا السَّكَنِ، وَزَادَ فِیْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ۔ وَلَیْسَ فِیْهِ عَنْ عَلْقَمَةَ، وَاِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، وَقَالَ: وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ۔ وَاِنَّمَا هُوَ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ، قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَسَأَلْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ۔ فَقَالَ حَدِیْثُ سُفْیَانَ فِیْ هٰذَا اَصَحُّ۔ وَرَوَی الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحِ الْاَسَدِیُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نَحْوَ حَدِیْثِ سُفْیَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَیْلٍ۔

——— امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری کو یہ کہتے سنا ہے کہ سفیان کی حدیث شعبہ کے مقابلہ

میں اس باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبہ نے بہت سے مقامات پر خطا کی ہے۔ اس نے عن حجر ابی العنبس روایت کیا حالانکہ وہ حجر بن العنبس ہے۔ اور اس کی کنیت ابوالسکن ہے۔ اور سند میں مزید اضافہ یہ کیا ہے۔ عن علقمہ بن وائل، حالانکہ اس سند میں عن علقمہ نہیں ہے۔ وہ تو صرف حَجَرُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ ہے اور اس نے روایت متن میں خَفِضَ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کیا ہے۔ حالانکہ وہ مَدَّبِهَا صَوْتَهٗ ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق میں نے ابوزرعہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی رائے دی کہ سفیان کی حدیث اصح ہے۔ سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ کی سند سے مروی حدیث کی طرح کی حدیث علاء بن صالح اسدی نے سَلَمَةُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حَجْرٍ کے حوالہ سے آپؐ سے روایت کی ہے۔

—— دارقطنی نے كِتَابُ الصَّلٰوةِ، بَابُ التَّامِينِ فِي الصَّلٰوةِ بَعْدَ فَاتِحَةِ الْكِتٰبِ وَالْجَهْرِ بِهَا کے تحت وائل بن حجر اور ابو ہریرہؓ کی روایات جمع کر کے ان کی حیثیت متعین کی ہے۔

﴿۱۸﴾ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعْتُهٗ حِيْنَ قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، قَالَ اٰمِيْن وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ. كَذَا قَالَ شُعْبَةُ. وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ، وَيُقَالُ اِنَّهٗ وَهَمَ فِيْهِ لِاَنَّ السُّفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَمُحَمَّدَبْنَ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَغَيْرَهُمَا رَوَوْهُ عَنْ سَلَمَةَ، فَقَالُوْا: وَرَفَعَ صَوْتَهٗ بِاٰمِيْنَ وَهُوَ الصَّوَابُ۔ (۳۹)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ کو غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کہتے وقت میں نے آپؐ کو آمین کہتے خود سنا ہے۔ مگر آواز آپ نے مخفی رکھی اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور دائیں، بائیں، دونوں جانب سلام پھیرا۔ اسی طرح شعبہ نے کہا کہ آپؐ نے اپنی آواز آمین کہتے وقت مخفی رکھی۔ اور کہا جاتا ہے کہ شعبہ کو اس بارے میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ سفیان ثوری اور مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وغیرہ نے سلمہ سے روایت کیا ہے اس میں ہے کہ آپؐ نے آمین کہتے وقت آواز کو اونچا کیا اور یہی صحیح ہے۔

اختلافی مسائل پر امت سازی کا فتنہ

اصولی حیثیت سے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ شرعی مسائل میں کسی شخص یا گروہ کا کسی خاص طریق تحقیق واستنباط یا کسی مخصوص مذہبِ فقہی کی پیروی کرنا اور چیز ہے اور اس کا اپنے خاص طریقہ، یا مذہب کے لیے متعصب ہونا اور اس کی بنا پر جتھہ بندی کرنا اور اس سے مختلف مذہب رکھنے والوں سے مغایرت ومنافرت برتنا اور اس کی پابندی ترک کرنے والوں کو اس طرح ملامت کرنا کہ گویا ان کے دین میں کوئی نقص آ گیا ہے۔ بالکل ایک دوسری چیز ہے۔ پہلی چیز کے لیے تو شریعت میں پوری گنجائش ہے، بلکہ خود صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم کے طرز عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اور دین میں اس سے کوئی خرابی رونما نہیں ہوتی۔ لیکن دوسری چیز بعینہ وہ تَفَرَّقٌ فِي الدِّيْنِ ہے جس کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے، اور اس تفرق کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ لوگ فقہی مسائل ہی کو اصل دین سمجھ بیٹھتے ہیں، پھر ان مسائل میں ذرا ذرا سے اختلاف پر ان کے درمیان الگ الگ امتیں بنتی ہیں، پھر ان فروعی بحثوں میں وہ اس قدر الجھتے اور ایک دوسرے سے بیگانہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے لیے امت مسلمہ کی زندگی کے اصل مقصد (اعلائے کلمۃ اللہ) اور اقامت دین کی خاطر مل کر جدوجہد کرنا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔

مسلک فقہی کے اعتبار سے کسی کا طریق اہل حدیث یا طریق حنفی یا شافعی وغیرہ پر چلنا بجائے خود کسی قباحت کا موجب نہیں ہے۔لیکن اگر یہ چیز آگے بڑھ کر یہ صورت اختیار کرلے کہ مسلمان فی الحقیقت ایک امت نہ رہیں بلکہ اہل حدیث، احناف، شوافع وغیرہ ناموں کے ساتھ الگ الگ مستقل امتیں بن جائیں اور شرعی اعمال کی جو خاص صورتیں ان مختلف گروہوں نے اختیار کی ہیں، وہ ہر ایک گروہ کے مخصوص شعائر قرار پاجائیں جن کی بنا پر ان گروہوں میں مغائرت اور امتیاز واقع ہو، تو پھر یقیناً یہ دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے اور میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دین اسلام میں اس تقسیم اور تعصب کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ رفع یدین کرنا، یا نہ کرنا، آمین زور سے کہنا، یا آہستہ کہنا، اور ایسے ہی دوسرے امور صرف اسی وقت تک شرعی اعمال ہیں جب تک کوئی شخص ان کے ترک یا فعل کو اس بنا پر اختیار کرے کہ اس کی تحقیق میں صاحب شریعت سے ایسا ہی ثابت ہے، یا یہ کہ ایسا کرنا دلائل شرعیہ کی بنا پر راجح اور اولیٰ ہے۔ مگر جب یہی اعمال کسی مخصوص فرقے کے شعار بن جائیں اور ان کا ترک یا فعل وہ علامت قرار پائے جس کی بنا پر یہ فیصلہ کیا جانے لگے کہ آپ کس فرقہ میں داخل اور کس سے خارج ہیں اور پھر انہی علامتوں کے لحاظ سے یہ طے ہونے لگے کہ کون اپنا ہے اور کون غیر؟ تو اس صورت میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا یا آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا یا ایسے ہی دوسرے امور کا ترک اور فعل دونوں یکساں بدعت ہیں اور بدترین قسم کی بدعت ہیں۔ اس لیے کہ سنت رسول اللہ ﷺ میں بجائے خود تو ان اعمال کا ثبوت ملتا ہے، لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ان اعمال کو مسلمانوں کے اندر گروہ بندیوں اور فرقہ سازیوں کے لیے علامات اور شعائر بنایا جائے۔ ایسا کرنا دراصل حدیث کا نام لے کر صاحب حدیث علیہ السلام کے منشا کے بالکل برعکس کام کرنا ہے اور اس اصل کام کو غارت کرنا ہے جس کے لیے نبی ﷺ دنیا میں تشریف لائے تھے۔ (رسائل ومسائل دوم، خلافیات: اختلافی مسائل...)

٤ ۔ تشہد

عبداللہ بن مسعود سے مروی تشہد:

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰ عَنِ الْاَعْمَشِ ، قَالَ: حَدَّثَنِی شَقِيقٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: كُنَّا اِذَا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فِی الصَّلٰوةِ،قُلْنَا: اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ. فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : لَا تَقُولُوْا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلٰكِنْ قُوْلُوْا التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ، فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذٰلِکَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ فِی السَّمَآءِ اَوْبَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مِنَ الدُّعَآءِ اَعْجَبَهُ اِلَيْهِ فَيَدْعُوْ۔(۴۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز میں تھے تو ہم نے (تشہد میں) کہا: سلامتی ہو اللہ پر اس کے خاص بندوں کی طرف سے۔ اور سلامتی ہو فلاں فلاں پر۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا، یوں مت کہا کرو کہ سلامتی ہو اللہ پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تو خود سراپا سلامتی ہے۔ بلکہ اس طرح کہا کرو ہماری سلامیاں، ہماری نمازیں

اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک وصالح بندوں پر۔ پس جب تم نے یہ کہہ لیا تو آسمان اور زمین کے ہر بندے کو پہنچ گیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی پسندیدہ دعاء مانگے۔

ـــــ ابوداؤد میں كُنَّا اِذَاجَلَسْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي الصَّلٰوةِ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهٖ ''ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں بیٹھتے تو کہتے تھے: اللہ تعالیٰ پر سلام اس کے بندوں سے پہلے۔''

سے روایت کا آغاز ہوا ہے۔(۴۱)

﴿۲﴾عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: كُنَّا نَقُوْلُ اَلتَّحِيَّةُ فِي الصَّلٰوةِ وَنُسَمِّيْ وَيُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَسَمِعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: قُوْلُوْا. اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، فَاِنَّكُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔[۱](۴۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ان کا بیان ہے کہ ہم نماز میں نام بنام سلام بھیجتے تھے اور ایک دوسرے کو السلام علیکم بھی دوران نماز میں کہتے تھے۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے بھی سن لیا تو فرمایا (اس کے بجائے) اس طرح کہا کرو:

ہماری سب سلامیاں، ہماری سب نمازیں اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک وصالح بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پس جب تم نے اس طرح کر لیا تو تم نے زمین وآسمان کے ہر صالح بندے پر سلام بھیج دیا۔

﴿۳﴾حَدَّثَنَا اَبُوْنُعَيْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔(۴۳)

ترجمہ: شقیق بن سلمہ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ عبداللہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ جب ہم نبی ﷺ کے پیچھے نماز میں

---

[۱] نسائی ج۲، كِتَابُ الْاِفْتَاحِ بَابُ كَيْفَ التَّشَهُّدُ الْاَوَّلُ میں عبداللہ بن مسعود سے مروی تشہد کو متعدد سندوں سے نقل کیا گیا ہے۔(مرتب)

ہوتے تھے تو اس طرح کہتے: سلام ہو جبرئیل اور میکائیل پر، سلام ہو فلاں فلاں پر۔ رسول اللہ ﷺ نے رخ منور ہماری طرف پھیر کر فرمایا: اللہ، وہ تو خود سلام (سراپا سلامتی) ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو یوں کہا کرے: ہماری ساری سلامیاں، ہماری ساری نمازیں اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک و صالح بندوں پر۔ پس جب تم نے اسے کہہ لیا تو یہ زمین و آسمان میں اللہ کے ہر صالح بندے کو پہنچ گیا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

——نسائی کے بَابُ اِیْجَابِ التَّشَهُّدِ میں کُنَّا نَقُوْلُ فِی الصَّلٰوۃِ قَبْلَ اَنْ یُّفْرَضَ التَّشَهُّدُ سے روایت شروع ہوئی ہے:

〈۴〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى اِسْرَافِيْلَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، قَالَ: فَاَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَ السَّلَامُ، فَاِذَا جَلَسْتُمْ فِى الصَّلٰوةِ، فَقُوْلُوْا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ مَاشَآءَ۔(۴۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو یوں کہا کرتے کہ سلام ہو اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں سے پہلے۔ سلام ہو جبرائیل و میکائیل پر، سلام ہو اسرافیل پر، سلام ہو فلاں فلاں پر۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روئے مبارک ہماری طرف موڑ کر فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خود سراپا سلامتی ہے۔ اس لیے جب تم نماز کی حالت میں بیٹھے ہوتے ہو تو اس طرح کہا کرو: ہماری ساری سلامیاں، ہماری ساری نمازیں اور ہماری ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ پس جب تم نے اسے کہہ لیا تو زمین و آسمان کے ہر صالح بندے کو پہنچ گیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے جو چاہو، دعا مانگو۔

〈۵〉 عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كُنَّا نَقُوْلُ فِى الصَّلٰوةِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ، فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ، فَاِذَا قَعَدَ اَحَدُكُمْ فِى الصَّلٰوةِ، فَلْيَقُلْ: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اِذَا قَالَهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَاشَآءَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں ہوتے تو کہتے تھے: سلام ہو اللہ پر، سلام ہو فلاں فلاں پر۔ ایک روز یہ سن کر آپؐ نے ہمیں فرمایا: جب تم میں سے کوئی قعدہ کی حالت میں ہو تو اسے اس طرح کہنا چاہیے: ہماری ساری سلامیاں، ہماری ساری نمازیں، ہماری ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ پس جب اس نے ان کلمات کو کہہ لیا تو زمین و آسمان کے ہر صالح بندے کو سلام پہنچ گیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اس کے بعد جو مانگنا چاہے، مانگے۔

ایک دوسری روایت میں ہے:

﴿۶﴾ ثُمَّ لِیَتَخَیَّرْ بَعْدُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَاشَآءَ اَوْاَحَبَّ۔

ایک روایت میں ہے:

﴿۷﴾ ثُمَّ لِیَتَخَیَّرْ بَعْدُ مِنَ الدُّعَآءِ۔(۴۵)

﴿۸﴾ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَعَدْنَا فِی الرَّكْعَتَیْنِ اَنْ نَقُوْلَ: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا، وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔(۴۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ سکھایا کہ جب ہم قعدہ میں دو رکعت کے بعد بیٹھے ہوں تو یوں کہیں: ہماری ساری سلامیاں، ہماری ساری نمازیں اور ہماری ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک و صالح بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

—— قَالَ وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَاَبِیْ مُوْسٰی، وَعَائِشَةَ، قَالَ اَبُوْعِیْسٰی: حَدِیْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَدْ رُوِیَ عَنْهُ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ، وَهُوَ اَصَحُّ حَدِیْثٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِی التَّشَهُّدِ، وَالْعَمَلُ عَلَیْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ التَّابِعِیْنَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَابْنِ الْمُبَارَكِ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ۔

—— امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس باب میں حضرت ابن عمرؓ، جابرؓ، ابوموسیٰؓ اور عائشہؓ سے روایات منقول ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کئی طرح سے مروی ہے۔ تشہد کے بارے میں آپ سے جو روایات مروی ہیں ان میں سے یہ صحیح ترین روایت ہے۔ اہل علم صحابہ کرامؓ کی اکثریت کا اسی پر عمل تھا۔ بعد میں تابعین نے بھی اسے معمول بہ بنایا۔ سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، احمدؒ، اسحاقؒ کا یہی مسلک ہے۔

﴿۹﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَیْفُ بْنُ سُلَیْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، یَقُوْلُ: حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ

بْنُ سَخْبَرَةَ اَبُوْمَعْمَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، يَقُوْلُ: عَلَّمَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَكَفِّيْ بَيْنَ كَفَّيْهِ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْنَا، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰى يَعْنِي عَلَى النَّبِيِّ ﷺ۔(۴۷)

ترجمہ: ابومعمر کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعودکو یہ بیان کرتے سنا ہے کہ نبی ﷺ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا۔آپؐ نے مجھے تشہد کی تعلیم اس طرح دی جس طرح قرآن مجید کی سورہ کی تعلیم دیتے تھے کہ یوں کہوں: ساری سلامیاں، ساری نمازیں اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔آپؐ کی زندگی میں تو ہم اس طرح کہتے رہے۔مگر جب آپؐ کی روح قبض کرلی گئی تو پھر ہم اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ کہنے لگے۔

حضرت عائشہؓ سے مروی تشہد:

〈۱۰〉 مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، اَنَّهَا كَانَتْ تَقُوْلُ اِذَا تَشَهَّدَتْ، اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ حضرت عائشہؓ تشہد میں یوں کہا کرتی تھیں: ساری سلامیاں، ساری پاکیزہ باتیں، ساری نمازیں اور ساری عمدہ ارتقاء پذیر باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک وصالح بندوں پر۔السلام علیکم۔

انہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

〈۱۱〉اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ الخ.(۴۸)

ترجمہ: میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔(اس روایت میں عبدہ کے بجائے عبداللہ ہے)۔

مسند احمد: ج ۶ ص ۱۲۶ پر مندرجہ ذیل تشہد منقول ہے:

〈۱۲〉قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔

عمرؓ بن الخطاب سے مروی تشہد:

〈۱۳〉 مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ الْقَارِئِ، اَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يُعَلِّمُ النَّاسَ التَّشَهُّدَ، يَقُوْلُ، قُوْلُوْا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا، وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔(۴۹)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس حال میں سنا جب کہ وہ منبر پر جلوہ افروز تھے لوگوں کو تشہد سکھا رہے تھے، فرماتے تھے لوگو! اس طرح کہا کرو: ساری سلامیاں اللہ کے لیے ہیں، ساری عمدہ باتیں اللہ کے لیے ہیں۔ ساری پاکیزہ باتیں، ساری نمازیں اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک وصالح بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ سے مروی تشہد:

〈۱۴〉 عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ، اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُّ فِيْهَا وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ زِدْتُّ فِيْهَا وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔(۵۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، انہوں نے تشہد کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ ساری سلامیاں، ساری نمازیں اور ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن عمر نے بتایا کہ میں نے اس میں وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کا اضافہ خود کیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کا اضافہ بھی میں نے خود کیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

〈۱۵〉 مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، كَانَ يَتَشَهَّدُ، فَيَقُوْلُ: بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰاتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَاوَعَلٰى عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ شَهِدْتُّ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُ هٰذَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ وَيَدْعُوْا اِذَا قَضٰى تَشَهُّدَهٗ بِمَا بَدَالَهٗ الخ۔(۵۱)

ترجمہ: حضرت نافع کے حوالہ سے ابن عمر کا یہ فعل بھی منقول ہے کہ وہ تشہد اس طرح پڑھا کرتے تھے: آغاز اللہ کے بابرکت نام سے۔ ساری سلامیاں، ساری نمازیں اللہ کے لیے ہیں۔ ساری عمدہ باتیں اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو نبیؐ پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک وصالح بندوں پر۔ میں نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی

معبود نہیں اور میں نے گواہی دی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ پہلے تشہد میں کہتے تھے۔ دوسرے تشہد کو پورا کرنے کے بعد جو چاہتے، دعا کرتے تھے۔

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی تشہد:

﴿۱۶﴾ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، فَكَانَ يَقُوْلُ: اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ۔ (۵۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن پاک کی سورہ پڑھاتے تھے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے: ساری سلامیاں، بابرکت کلمات، ساری نمازیں، ساری پاکیزہ باتیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى : حَدِيْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ صَحِيْحٌ، وَقَدْ رَوٰى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ حُمَيْدٍ الرَّوَاسِيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ نَحْوَ حَدِيْثِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ، وَرَوٰى اَيْمَنُ بْنُ نَابِلٍ الْمَكِّيُّ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ۔ وَذَهَبَ الشَّافِعِيُّ اِلٰى حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي التَّشَهُّدِ۔ (۵۳)

جابرؓ بن عبداللہ سے مروی تشہد:

﴿۱۷﴾ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَسْاَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ (۵۴)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد کی تعلیم اسی طرح دیتے تھے جس طرح قرآنی سورہ کی تعلیم دیا کرتے تھے (تشہد یہ تھا)۔ آغاز اللہ کے بابرکت نام سے اسی کے ساتھ ہر قسم کی وابستگی ہے۔ ساری سلامیاں اللہ ہی کے لیے ہیں، ساری نمازیں اور ساری پاکیزہ باتیں بھی اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک وصالح بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور آگ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

—— نسائی نے اس حدیث کو ایک دوسرے باب نَوْعٌ آخَرُ مِنَ التَّشَهُّدِ میں بیان کرکے اس کی سند پر جرح کی ہے۔

—— قَالَ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ: لَا نَعْلَمُ اَحَدًا تَابَعَ اَيْمَنَ بْنَ نَابِلٍ عَلٰى هذه الرواية وَاَيْمَنُ عِنْدَنَا لَا بَاْسَ بِهٖ، وَالْحَدِيْثُ خَطَاٌ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

ابوموسیٰ اشعری سے مروی تشہد:

طویل حدیث ہے اس کے آخر میں نبی ﷺ فرماتے ہیں:

﴿۱۸﴾ وَاِذَا کَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ اَوَّلِ قَوْلِ اَحَدِكُمْ. اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ، اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ (۵۵)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے جب کوئی قعدہ میں بیٹھے تو اس کا پہلا قول یہ ہونا چاہیے: ساری سلامیاں (قولی عبادتیں)، ساری پاکیزہ باتیں اور ساری نمازیں (بدنی اور مالی عبادتیں) اللہ ہی کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپؐ پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک وصالح بندوں پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

مآخذ

(۱) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولیٰ مع الافتتاح سواء۔ ☆نسائی، ج۲، کتاب الافتتاح، باب مایقول الامام اذا رفع راسه من الرکوع۔ ☆ موطا امام مالک، ج۱، باب ماجاء فی افتتاح الصلوٰۃ۔ ☆ سنن دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ٤١ فی رفع الیدین فی الرکوع والسجود۔ ☆ السنن الکبری للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس منه، عن ابن عمر۔

(۲) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا کبر و اذا رکع واذا رفع۔ ☆ مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب رفع الیدین حذوالمنکبین۔ ☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔ ☆ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع۔ ☆نسائی، ج۲ کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین حیال الاذنین۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب رفع الیدین اذا رکع۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عندالرکوع وعند رفع الراس منه۔

(۳) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب الی این یرفع یدیه۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس منه۔

(٤) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔ ☆ ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع۔ ☆ نسائی، ج۲، کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین حذوالمنکبین عند الرفع من الرکوع۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس منه۔

(٥) نسائی، ج۳، کتاب السهو، باب رفع الیدین للقیام الی الرکعتین الآخرین حذو المنکبین۔

(٦) بخاری، ج۱، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع۔ ☆مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب رفع الیدین حذوالمنکبین الخ۔ ☆ السنن الکبری، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من قال یرفع یدیه حذومنکبیه۔ ☆ دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب فی رفع الیدین فی الرکوع والسجود۔ ☆مسند ابی عوانه، ج ۲، ص ٩٤۔

(۷) نسائی، ج۲، کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین حیال الاذنین ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب رفع

الیدین اذا ارکع واذا رفع راسه من الرکوع۔☆دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین۔

(۸) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلاۃ☆نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، باب رفع الیدین للرکوع حذاء فروع الاذنین اور نسائی نے باب رفع الیدین للسجود کے تحت بھی بیان کی ھے اور باب رفع الیدین حذو فروع الاذنین عند الرفع من الرکوع پر بھی منقول ھے۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس منه۔

(۹) ابوداود،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔ ☆دارمی،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب فی رفع الیدین فی الرکوع والسجود انه صلی مع رسول اللّٰہ ﷺ فکان یکبر اذا خفض واذا رفع الخ۔

(۱۰) ابن ماجه :کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها باب رفع الیدین إذا رکع، واذا رفع رأسه من الرکوع۔☆ ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔ ابوداؤد نے قدرے تفصیل سے ذکر کیا ھے۔☆دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین عند الافتتاح الخ (اختلاف الفاظ کے ساتھ) ☆موارد الظمآن: باب صفة الصلوٰۃ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب این یضع یدیه فی السجود۔

(۱۱) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین☆ ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ۔ ☆السنن الکبریٰ، ج۲،کتاب رفع الیدین عند القیام من الرکعتین۔

(۱۲) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من ذکر انه یرفع یدیه اذا قام من ثنتین۔☆مسند ابی عوانه،ج۲،ص۹۲، ذکر الاخبار المتضادۃ الخ۔

(۱۳) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، ابواب تفریع استفتاح الصلوۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند القیام من الرکعتین۔

(۱٤) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها۔ ☆موارد الظمآن: باب صفة الصلوٰۃ۔ ☆السنن الکبریٰ، ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس منه اور باب رفع الیدین عند القیام من الرکعتین۔

(۱۵) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع۔ ☆ السنن الکبریٰ:ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکرالرفع الاعند الافتتاح۔

(۱٦) نسائی،ج۳، کتاب الافتتاح، باب ترك ذلك۔☆ السنن الکبریٰ نے "الامرۃ واحدۃ" نقل کیا ھے۔☆مصنف ابن ابی شیبه،ج۱، کتاب الصلوات، باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

(۱۷) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ: باب ماجاء أن النبی ﷺ لم یرفع إلا فی أول مرۃ۔

(۱۸) ترمذی، ج۱، ابواب الصلوٰۃ: باب ماجاء أن النبیؐ لم یرفع إلا فی أول مرۃ۔

(۱۹) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع۔

(۲۰) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲ کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع الاعند الافتتاح۔ ☆مصنف ابن ابی شیبه،ج۱، کتاب الصلوات، باب من کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

(۲۱) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیها، باب رفع الیدین إذا رکع، وإذا رفع رأسه من الرکوع۔

(۲۲) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ: باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین۔ ☆ ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ: باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ عن وائل بن حجر۔

(۲۳) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها، باب رفع الیدین إذا رکع، وإذا رفع رأسه من الرکوع۔

(۲٤) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها، باب رفع الیدین إذا رکع، وإذا رفع رأسه من الرکوع۔

(۲۵) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوات والسنة فیها، باب رفع الیدین إذا رکع، وإذا رفع رأسه من الرکوع۔

(۲۶) بخاری،ج۱، کتاب الاذان، باب جهر الامام بالتامین☆مسلم،ج۱،کتاب الصلوٰة، باب التسمیع والتحمید والتامین۔ ☆ابوداؤد،ج۲، کتاب الافتتاح، باب جهر الامام بآمین۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی فضل التامین۔ ☆موطا امام مالك،ج۱، باب ماجاء فی التامین خلف الامام۔☆ نسائی، ج۲،کتاب الافتتاح، باب جهر الامام بآمین۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب الجهر بآمین۔

(۲۷) السنن الکبریٰ للبیهقی ج۲، کتاب الصلوٰة، باب التامین۔ السنن نے حتیٰ ان للمسجد للجةً نقل کئے هیں۔

(۲۸) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب فضل التامین۔☆مسلم،ج۱،کتاب الصلوٰة، باب التسمیع والتحمید والتامین۔ ☆موطا امام مالك،ج۱، باب ماجاء فی التامین خلف الامام۔☆ نسائی،ج۲، کتاب الافتتاح، باب فضل التامین۔ عن ابی هریرة۔ ☆دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب فی فضل التامین۔

(۲۹) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب جهر الماموم بالتامین☆مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب التسمیع والتحمید والتامین۔ ☆نسائی،ج۲، کتاب الافتتاح، باب الامر بالتامین الامام۔ ☆السنن الکبریٰ، ج ۲۔☆موطا امام مالك، ج۱، باب ماجاء فی التامین خلف الامام۔

(۳۰) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب التامین وراء الامام۔

(۳۱) نسائی، ج۲،کتاب الافتتاح، باب قول الماموم اذا عطس خلف الامام۔

(۳۲) موارد الظمآن کتاب الجماعة، باب القراءة فی الصلوٰة۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲،کتاب الصلوٰة، باب جهر الامام بالتامین۔

(۳۳) نسائی،ج۲، کتاب الافتتاح، باب جهر الامام بآمین۔☆ دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب فی فضل التامین۔

(۳۴) نسائی،ج۲، کتاب الافتتاح، باب فضل التامین۔

(۳۵) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب الجهر بامین۔

(۳۶) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب الجهر بامِین۔

(۳۷) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی التامین۔☆دارقطنی،ج۱،کتاب الصلوٰة، باب التامین فی الصلوٰة الخ۔ ☆دارمی، ج۱،کتاب الصلوٰة الجهر بالتامین۔ دارمی میں ”مدبها صوته“ کے بجائے ”یرفع بها صوته“ هے۔☆ السنن الکبریٰ ،ج۲،کتاب الصلوٰة، باب جهر الامام بالتامین۔

(۳۸) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی التامین۔☆ السنن الکبریٰ،ج۲، کتاب الصلوٰة، باب جهر الامام بالتامین۔

(۳۹) دارقطنی،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب التامین فی الصلوٰة۔☆ السنن الکبریٰ ، ج ۲، پر اس روایت پر بحث کی گئی هے۔

(۴۰) بخاری،ج۱، کتاب الاذان، باب مایتخیر من الدعآء بعد التشهد ولیس بواجب۔☆ابوداؤد، ج۱،کتاب الصلوٰة، باب التشهد۔

(۴۱) نسائی،ج۳، کتاب السهو، باب تخییر الدعآء بعد الصلوة علی النبی ﷺ اورج۲،کتاب الافتتاح، باب کیف التشهد الاول۔☆ المصنف لعبد الرزاق،ج۲، کتاب الصلوٰة، باب التشهد ابوداؤد اور نسائی دونوں نے ”یدعوبه“ نقل کیا هے۔☆ مسند ابی عوانه، ج ۲، ص ۲۳۰۔ ☆دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب فی التشهد۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰة، باب الدعآء فی الصلوٰة۔☆ مسند احمد، ج۱، ص ۴۳۱۔

(۴۲) بخاری،ج۱،کتاب العمل فی الصلاة، باب من سمی قوماً او سلم فی الصلوٰة الخ۔

(۴۳) بخاری،ج۱،کتاب الاذان، باب التشهد فی الآخرة☆ نسائی، ج۳، کتاب السهو، باب کیف التشهد الاول، باب ایجاب التشهد۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی التشهد۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة ، السنة فیها، باب ماجاء فی التشهد۔☆ دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب فی التشهد۔☆مسند احمد، ج۱،

ص ۴۱۳۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب مبتدء فرض التشھد۔☆مسند ابی عوانہ،ج۲، باب ایجاب اختیار الدعاء۔☆ المصنف لعبد الرزاق،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔

(۴۴) دارمی، ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب فی التشھد۔☆ مسند احمد، ج ۱، ص ۳۸۲، ۴۱۳، ۴۲۳، ۴۲۸، ۴۳۱۔

(۴۵) مسلم،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔☆نسائی، ج۳، کتاب السھو، باب کیف التشھد۔☆دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفة التشھد ووجوبه الخ۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب مبتدء فرض التشھد۔

(۴۶) ترمذی: ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التشھد۔ ☆ نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، باب کیف التشھد الاول۔ ☆مسند احمد، ج ۱، ص ۳۷۶، ۴۰۸ عبدالله بن مسعود۔

(۴۷) بخاری،ج۲،کتاب الاستیذان، باب الاخذ بالیدین وصافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه۔☆السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب مبتدء فرض التشھد۔ ☆ مسند ابی عوانہ ، ج۲، ص ۲۲۹۔

(۴۸) موطا امام مالك: کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔

(۴۹) موطا امام مالك: کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲،کتاب الصلوٰۃ، باب من استحب او اباح التسمیة قبل التحیة۔ ☆ المستدرك للحاکم،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔ ☆المصنف لعبد الرزاق ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔

(۵۰) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔☆دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفة التشھد ووجوبه۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب مبتد ء فرض التشھد۔

(۵۱) موطا امام مالك: کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، ص ۱۴۲۔ ☆المستدرك للحاکم،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔ ☆ المصنف لعبد الرزاق،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔

(۵۲) مسلم،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔ ☆ ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔ترمذی:ج۲، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التشھد۔

(۵۳) نسائی،ج۲،کتاب السھو، باب نوع آخر من التشھد۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیھا۔ ابن ماجہ نے "واشھد ان محمداً عبده ورسوله" نقل کیا ھے۔☆دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفة التشھد ووجوبه الخ۔ ☆مسند ابی عوانہ ، ج ۲، ص ۲۲۸۔ ☆ المصنف لعبد الرزاق ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔☆مسند احمد، ج۱، ص ۲۹۲، عن ابن عباس۔

(۵۴) نسائی،ج۲،کتاب الافتتاح، باب نوع آخر من التشھد۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیھا۔ ☆المستدرك للحاکم،ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔☆ السنن الکبریٰ للبیقھی،ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب من استحب او اباح التسمیة قبل التحیة۔

(۵۵) مسلم ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ ۔☆ ابوداؤد ج۱،کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔☆ نسائی ج۲، کتاب الافتتاح، باب کیف التشھد الاول۔☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰۃ والسنة فیھا۔☆ دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفة التشھد ووجوبه۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الدلیل علی انه لایبدأ بشئ قبل کلمة التحیة۔ ☆بیھقی نے "التحیات الطیبات الزاکیات للّٰہ" سے آغاز کیا ھے۔☆مسند ابی عوانہ ج ۲، ص ۲۲۷، فضیلة التشھد۔ ☆ مسند احمد، ج ۴، ص ۴۰۹، عن ابی موسیٰ اشعری۔

فصل: ۳۰

درود

کعبؓ بن عجرہ سے مروی درود

۵۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔[1]

تخریج : حَدَّثَنَا قَیْسُ بْنُ حَفْصٍ وَمُوْسٰی بْنُ اِسْمَاعِیْلَ، قَالَا: ثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِبْنُ زِیَادٍ ثَنَا اَبُوْفَرْوَۃَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمِ الْھَمْدَانِیُّ، قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عِیْسٰی، اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ لَیْلٰی ، قَالَ: لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَۃَ، فَقَالَ: اَلَآ اُھْدِیْ لَکَ ھَدِیَّۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ ﷺ؟ فَقُلْتُ: بَلٰی، فَاھْدِھَالِیْ، فَقَالَ: سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ، فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! کَیْفَ الصَّلَاۃُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ؟ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ، قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔(۱)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی کہتے ہیں کہ کعب بن عجرہ سے میری ایک ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ میں تمہیں ایک ہدیہ پیش نہ کروں جو میں نے نبی ﷺ سے خودسن کرحاصل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں ضرور عنایت فرمائیں۔انہوں نے بتایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ اہل بیت پر صلوٰۃ (درود) کس طرح بھیجا جائے؟ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں سکھا دیا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: یوں کہا کرو: خدایا رحمت فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔اور خدایا! برکت نازل فرما محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔

—— مسلم نے اپنی روایت میں قَدْ عَلَّمَنَا کی جگہ قَدْ عَرَّفْنَا نقل کیا ہے۔

حبر الأمة عبداللہ بن عباسؓ سے مروی درود

۶ ۔ ابن عباس سے بھی بہت خفیف فرق سے وہی درود مروی ہے جو اوپر نقل ہوا ہے۔(ابن جریر)

---

[1] (یہ درود تھوڑے تھوڑے لفظی اختلافات کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہؓ سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، امام احمد، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے)۔

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوکُرَیبٍ، قَالَ : ثَنَا مَالِکُ بْنُ اِسْمَاعِیلَ، قَالَ: ثَنَا اَبُوْ اِسْرَآئِیلَ عَنْ یُوْنُسَ ابْنِ خَبَّابٍ، قَالَ: خَطَبَنَا بِفَارِسَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلآئِکَتَهُ الآیَة، فَقَالَ: أَنْبَانِی مَنْ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ، یَقُوْلُ: هٰکَذَا اُنْزِلَ، فَقُلْنَا اَوْقَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَدْ عَلِمْنَا السَّلَامُ عَلَیْکَ، فَکَیْفَ الصَّلَاةُ عَلَیْکَ؟ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰیٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰیٓ اِبْرَاهِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰیٓ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۲)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے جس کسی نے سنا اس نے بیان کیا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم، یا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمیں آپؐ پرسلام کا طریقہ تو معلوم ہو چکا ہے۔صلوٰۃ کس طرح پڑھا جائے؟ فرمایا: کہو: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔ خدایا! برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم پر یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

ابوحمید ساعدیؓ سے مروی درود

۷۔اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (مؤطا امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

تخریج:(۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ: اَنَا مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَکْرِبْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَیْمٍ الزُّرَقِیِّ قَالَ: اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیُّ، اَنَّهُمْ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : قُوْلُوْا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰیٓ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۳)

ترجمہ: حضرت ابوحمید ساعدی نے خبردی کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپؐ پرصلوٰۃ کس طرح پڑھیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا: یوں کہا کرو: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ، ازواج محمدؐ اور ذریت محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمدؐ، ازواج محمد اور ذریت محمد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

(۲) قَالَ : قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ قَالَ: قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰیٓ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰیٓ اِبْرَاهِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ۔ (٤)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ پر یہ سلام تو ہمیں معلوم ہوگیا ہے۔ آپؐ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ فرمایا: اس طرح کہا کرو: خدایا! رحمت نازل فرما اپنے بندے اور رسول محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت

نازل فرمائی ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔

ابومسعود انصاری بدریؓ سے مروی درود

۸۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(مؤطا امام مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد، ابن جریر، ابن حبان، حاکم)

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا یَحیَ بْنُ یَحیٰ التَّمِیْمِیُّ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ نَعِیْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُجْمِرِ، اَنَّ مُحَمَّدَبْنَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ الْاَنْصَارِیَّ ـــ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ زَیْدٍ ھُوَالَّذِیْ کَانَ اُرِی النِّدَآءَ بِالصَّلٰوۃِ ـــ اَخْبَرَہُ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِالْاَنْصَارِیِّ، قَالَ: اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ، فَقَالَ لَہٗ بَشِیْرُبْنُ سَعْدٍ: اَمَرَنَا اللّٰہُ اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَکَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْکَ؟ قَالَ: فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم. حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّہٗ لَمْ یَسْئَلْہُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم : قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ. وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ. کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَالسَّلَامُ کَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ۔(۵)

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاری سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس جلوہ افروز ہوئے۔ بشیر بن سعد نے عرض کیا: اے رسول خدا! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ کا حکم دیا ہے تو اس کی صورت کیا ہے۔ ہم کس طرح آپ پر صلوٰۃ پڑھیں؟ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا سی دیر خاموش رہے۔ تو ہم میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ آپ سے نہ ہی پوچھتے (تو اچھا ہوتا) تھوڑے سے توقف کے بعد آپ نے فرمایا: اس طرح کہا کرو: خدایا! رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح تو نے عالمین میں برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔

‹۲› عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِالْاَنْصَارِیِّ عُقْبَۃَ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰی جَلَسَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَنَحْنُ عِنْدَہٗ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَرَفْنَاہُ، فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا؟ قَالَ: فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ یَسْاَلْہُ، ثُمَّ قَالَ: اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ، فَقُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ، وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۶)

ترجمہ: حضرت ابومسعود انصاریؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ ہم بھی آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ پر سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ

کس طرح بھیجا جائے مگر صلوٰۃ، جب کہ ہم نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں اس کے دوران میں کس طرح پڑھا جائے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپؐ نے قدرے توقف فرمایا، تو ہمیں یہ اچھا معلوم ہوا کہ وہ آدمی آپؐ سے سوال ہی نہ کرتا قدرے سکوت کے بعد فرمایا: جب تم مجھ پر صلوٰۃ بھیجو تو یوں کہا کرو: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ نبی امی اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر اور خدایا! برکت نازل فرما محمدؐ نبی امی اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔

عبدالرحمٰن بن بشرؓ سے مروی درود:

﴿۳﴾ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرِبْنِ مَسْعُوْدِنِ الْاَنْصَارِیِّ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (الاحزاب:۵۶) قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰذَا السَّلَامُ قَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ الصَّلَاۃُ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ۔ (۷)

ترجمہ: عبدالرحمٰنؓ بن بشر بن مسعود انصاری سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ جب آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیۃ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے مگر صلوٰۃ کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: یوں کہا کرو خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔ خدایا! برکت نازل فرما محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔

ابوسعید خدریؓ سے مروی درود

۹۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ (احمد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

تخریج: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰذَا التَّسْلِیْمُ فَکَیْفَ نُصَلِّی عَلَیْکَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَابَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ (۸)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ پر یہ سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے مگر صلوٰۃ آپؐ پر کس طرح ہے؟ فرمایا: یوں کہا کرو: خدایا! رحمت نازل فرما اپنے بندے اور اپنے رسول محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور (خدایا!) برکت نازل فرما محمد اور آل محمدؐ پر جس طرح برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر۔

بریدہؓ خزاعی سے مروی درود

۱۰۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَھَا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. (احمد، عبد بن حمید، ابن مردویہ)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا یَزِیْدُبْنُ ھَارُوْنَ، اَنَا اِسْمَاعِیْلُ، عَنْ اَبِیْ دَاؤدَ الرَّاعِیِّ عَنْ بُرَیْدَۃَ الْخُزَاعِیِّ، قَالَ: قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ، فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَھَا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۹)

ترجمہ: حضرت بریدہؓ خزاعی سے مروی ہے۔انہوں نے بتایا کہ ہم نے عرض کیا اے رسول خدا آپؐ پر سلام کا علم تو ہمیں ہوگیا ہے۔صلوٰۃ کا کیا طریقہ ہے۔فرمایا: یوں کہا کرو: خدایا! اپنی عنایات، اپنی رحمتیں، اور اپنی برکات محمدؐ اور آل محمدؐ پر نازل فرما جس طرح تو نے یہ سب ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

ابوہریرہؓ سے مروی درود

۱۱۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ (نسائی)

تخریج: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ سَرَّہُ اَنْ یَکْتَالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَیْنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ وَاَزْوَاجِہِ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہِ وَاَھْلِ بَیْتِہِ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۰)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے بیان کیا ہے: جس کو یہ بات پسند ہو کہ اسے پورا پورا وزن ملے جب کہ وہ ہم پر اور اہل بیت پر صلوٰۃ پڑھے، تو اسے اس طرح کہنا چاہیے: خدایا! رحمت نازل فرما، محمدؐ نبی اور آپؐ کی ازواج مطہرات امہات المومنین پر اور آپؐ کی ذریت پر اور آپؐ کے اہل بیت پر، جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر۔یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

طلحہؓ سے مروی درود

۱۲۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(تفہیم القرآن، ج۴، الاحزاب، حاشیہ:۱۰۷)

تخریج:(۱) عَنْ مُوْسَی بْنِ طَلْحَۃَ عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ! کَیْفَ الصَّلَاۃُ عَلَیْکَ؟ قَالَ: قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَآلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ۔(۱۱)

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان کیا کہ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپؐ پر صلوٰۃ کی کیفیت

کیا ہے؟ فرمایا، یوں کہا کرو: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔ خدایا! برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور آل ابراہیمؑ پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

ابن طلحہؓ سے مروی ایک اور درود:

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ: ثَنَا هَارُوْنُ عَنْ عَنبَسَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهِبٍ، عَنْ مُوْسٰى ابْنِ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: اَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ، فَقَالَ: سَمِعْتُ، اللّٰهُ يَقُوْلُ "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الاية" فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ فَقَالَ: قُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَاصَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔(۱۲)

ترجمہ: حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ اور اس کے ملائکہ نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں... الخ۔ آپؐ پر درود کس طرح بھیجا جائے؟ فرمایا، یوں کہو: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر۔ یقیناً تو بہترین صفات کا مالک ہے اور بزرگ ہے۔ خدایا! برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر۔ بے شک تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی درود:

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بَيَانٍ. ثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، ثَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِي فَاخِتَةَ، عَنِ الْاَسْوَدِبْنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاَحْسِنُوْا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ، فَاِنَّكُمْ لا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ. قَالَ: فَقَالُوْا لَهُ فَعَلِّمْنَا، قَال: قُوْلُوا. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ. اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَّغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔(۱۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد ہے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و درود پڑھو۔ تو نہایت احسن طریقہ سے پڑھو۔ کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ ممکن ہے یہ آپؐ کے سامنے پیش کیا جاتا ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ سامعین نے عرض کیا پھر آپ ہی وہ سکھائیں۔ ابن مسعود نے کہا، اچھا اس طرح کہا کرو: خدایا! اپنی صلوٰۃ، اپنی رحمت اور اپنی برکات سید المرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین، امام الخیر، قائد الخیر اور رسول رحمتؐ، اپنے بندے اور رسول محمدؐ پر نازل فرما۔ خدایا! انہیں مقام محمود پر کھڑا فرما، جس پر اگلے پچھلے سبھی رشک کرتے ہیں۔ خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل

ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔ خدایا! برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا اور بزرگ ہے۔

—— فی الزوائد: رِجَالُهُ ثِقَاتٌ۔ اِلَّا اَنَّ الْمَسْعُوْدِیَّ اخْتَلَطَ بِآخِرِ عُمْرِهٖ، وَلَمْ یتمیز حدیثه الاول من الآخر، فاستحق الترک، کما قال ابن حبان۔

ابن مسعودؓ سے مروی ایک اور درود:

〈۴〉عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اِنَّهٗ قَالَ: اِذَا تَشَهَّدَ اَحَدُکُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَآلَ مُحَمَّدٍ، کَمَا صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ، وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ، وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی تشہد کی حالت میں ہو تو اسے اس طرح کہنا چاہیے: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت اور برکت اور اپنی خاص رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

ایک اور درود:

〈۵〉 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلَیْنَا مَعَهُمْ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَصَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔(۱۵)

ترجمہ: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور محمدؐ کے اہل بیت پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔ خدایا! ان کے ساتھ ہم پر بھی اپنی برکت کا نزول فرما۔ اللہ کی رحمتیں اور مومنین کی دعائیں محمدؐ نبی امی پر۔

—— اس روایت کی سند میں ایک راوی ابن مجاہد (عبدالوہاب) ہے جسے دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ایک نامعلوم صحابیؓ سے مروی درود:

〈۶〉 عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُوسٍ، عَنْ اَبِیْ بَکْرِبْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرِوبْنِ حَزْمٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ وَعَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّیَّتِهٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔(۱۶)

ترجمہ: ایک گمنام صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ خود مندرجہ ذیل صلوٰۃ پڑھا کرتے تھے: خدایا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور محمدؐ کے اہل بیت پر اور ازواج محمدؐ اور ذریت محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔ اور برکت نازل فرما محمدؐ اور محمدؐ کے اہل بیت پر، ازواج محمدؐ اور ذریت محمدؐ پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ یقیناً تو بہترین صفات والا ہے اور بزرگ ہے۔

تشریح: صلوٰۃ کا لفظ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے، تو اس کے تین معنی ہوتے ہیں۔ ایک کسی پر مائل ہونا، اس کی طرف محبت کے ساتھ متوجہ ہونا اور اس پر جھکنا۔ دوسرے کسی کی تعریف کرنا۔ تیسرے کسی کے حق میں دعا کرنا۔ یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لیے بولا جائے گا تو ظاہر ہے کہ تیسرے معنی میں نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ کا کسی اور سے دعا کرنا قطعاً ناقابل تصور ہے۔ اس لیے لامحالہ صرف پہلے دو معنوں میں ہوگا۔ لیکن جب یہ لفظ بندوں کے لیے بولا جائے گا، خواہ وہ فرشتے ہوں، یا انسان، تو وہ تینوں معنوں میں ہوگا۔ اس میں محبت کا مفہوم بھی ہوگا، مدح وثنا کا مفہوم بھی اور دعائے رحمت کا مفہوم بھی۔ لہٰذا اہل ایمان کو نبی ﷺ کے حق میں صَلُّوْا عَلَیْہِ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے گرویدہ ہو جاؤ، ان کی مدح وثنا کرو اور ان کے لیے دعا کرو۔

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اے لوگو، جن کو محمدؐ رسول اللہ کی بدولت راہ راست نصیب ہوئی ہے، تم ان کی قدر پہچانو اور ان کے احسان عظیم کا حق ادا کرو۔ تم جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، اس شخص نے تمہیں علم کی روشنی دی۔ تم اخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے تھے۔ اس شخص نے تمہیں اٹھایا اور اس قابل بنایا کہ آج محسود خلائق بنے ہوئے ہو۔ تم وحشت اور حیوانیت میں مبتلا تھے۔ اس شخص نے تم کو بہترین انسانی تہذیب سے آراستہ کیا۔ کفر کی دنیا اسی لیے اس شخص پر خار کھا رہی ہے کہ اس نے یہ احسانات تم پر کیے، ورنہ اس نے کسی کے ساتھ ذاتی طور پر کوئی برائی نہ کی تھی۔ اس لیے اب تمہاری احسان شناسی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جتنا بغض وہ اس خیر مجسم کے خلاف رکھتے ہیں اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ محبت تم اس سے رکھو، جتنی وہ اس سے نفرت کرتے ہیں، اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے گرویدہ ہو جاؤ، جتنی وہ اس کی مذمت کرتے ہیں، اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کی تعریف کرو۔ جتنے وہ اس کے بدخواہ ہیں، اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ تم اس کے خیر خواہ بنو اور اس کے حق میں وہی دعا کرو، جو اللہ کے فرشتے شب وروز اس کے لیے کر رہے ہیں کہ اے رب دو جہاں! جس طرح تیرے نبیؐ نے ہم پر بے پایاں احسانات فرمائے ہیں، تو بھی ان پر بے حد وبے حساب رحمت فرما، ان کا مرتبہ دنیا میں سب سے زیادہ بلند کر اور آخرت میں بھی انہیں تمام مقربین سے بڑھ کر تقرب عطا فرما۔ (تفہیم القرآن: ج ۴، الاحزاب، حاشیہ: ۱۰۷)

چند اہم نکات

یہ تمام درود (جو حدیث میں وارد ہوئے ہیں) الفاظ کے اختلاف کے باوجود معنی میں متفق ہیں۔ ان کے اندر چند اہم نکات ہیں، جنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

اولاً: ان سب میں حضورؐ نے مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ مجھ پر درود بھیجنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے خدا، تو محمدؐ پر درود بھیج۔ نادان لوگ جنہیں معنی کا شعور نہیں ہے۔ اس پر فوراً اعتراض جڑ دیتے ہیں کہ یہ تو عجیب بات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تو ہم سے فرما رہا ہے کہ تم میرے نبی پر درود بھیجو، مگر ہم الٹا اللہ سے کہتے ہیں کہ تو درود بھیج۔ حالانکہ دراصل اس طرح نبی ﷺ نے لوگوں کو یہ بتایا ہے کہ تم مجھ پر ”صلوٰۃ“ کا حق ادا کرنا چاہو بھی تو نہیں کر سکتے۔ اس لیے اللہ ہی سے دعا کرو کہ وہ مجھ پر ”صلوٰۃ“ فرمائے۔ ظاہر بات ہے کہ ہم حضورؐ کے مراتب بلند نہیں کر سکتے، اللہ ہی بلند کر سکتا ہے۔ ہم حضورؐ کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتے، اللہ ہی ان کا اجر دے سکتا ہے۔ ہم حضورؐ کے رفع ذکر کے لیے اور آپؐ کے دین کو فروغ دینے کے لیے خواہ کتنی ہی کوشش کریں، اللہ کے فضل اور اس کی توفیق وتائید کے بغیر اس میں کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی، حتیٰ کہ حضورؐ کی محبت وعقیدت

بھی ہمارے دل میں اللہ ہی کی مدد سے جاگزیں ہو سکتی ہے۔ ورنہ شیطان نہ معلوم کتنے وساوس دل میں ڈال کر ہمیں آپؐ سے منحرف کرسکتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ۔ لٰہذا حضورؐ پر صلوٰۃ کا حق ادا کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ سے آپؐ پر صلوٰۃ کی دعا کی جائے۔ جو شخص اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہتا ہے وہ گویا اللہ کے حضورؐ اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ خدایا، تیرے نبیؐ پر صلوٰۃ کا جو حق ہے، اسے ادا کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ تو ہی میرے طرف سے اس کو ادا کرے اور مجھ سے اس کے ادا کرنے میں جو خدمت چاہے، لے لے۔

ثانیاً: حضورؐ کی شان کرم نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ تنہا اپنی ذات کو اس دعا کے لیے مخصوص فرمالیں، بلکہ اپنے ساتھ اپنی آل اور ازواج اور ذریت کو بھی آپؐ نے شامل کرلیا۔ ازواج اور ذریت کے معنی تو ظاہر ہیں۔ رہا آل کا لفظ، تو وہ محض حضورؐ کے خاندان والوں کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس میں وہ سب لوگ آجاتے ہیں جو آپؐ کے پیرو ہوں اور آپؐ کے طریقے پر چلیں۔ عربی لغت کی رو سے آل اور اہل میں فرق یہ ہے کہ کسی شخص کی آل وہ سب لوگ سمجھے جاتے ہیں جو اس کے ساتھی، مددگار اور متبع ہوں، خواہ وہ اس کے رشتہ دار ہوں، یا نہ ہوں۔ اور کسی شخص کے اہل وہ سب لوگ کہے جاتے ہیں جو اس کے رشتہ دار ہوں، خواہ وہ اس کے ساتھی اور متبع ہوں یا نہ ہوں۔ قرآن مجید میں ۱۴ مقامات پر آل فرعون کا لفظ استعمال ہوا ہے اور ان میں سے کسی جگہ بھی آل فرعون سے مراد محض فرعون کے خاندان والے نہیں ہیں، بلکہ وہ سب لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اس کے ساتھی تھے۔ (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سورہ بقرۃ: ۴۹-۵۰، آل عمران: ۱۱، الاعراف: ۱۳۰، المومن: ۴۶) پس آل محمدؐ سے ہر وہ شخص خارج ہے جو محمد ﷺ کے طریقے پر نہ ہو، خواہ وہ خاندان رسالت ہی کا فرد ہو اور اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو حضورؐ کے نقش قدم پر چلتا ہو، خواہ وہ حضورؐ سے کوئی دور کا بھی نسبی تعلق نہ رکھتا ہو۔ البتہ خاندان رسالت کے وہ افراد بدرجہ اولیٰ آل محمدؐ ہیں جو آپؐ سے نسبی تعلق بھی رکھتے ہیں اور آپؐ کے پیرو بھی ہیں۔

ثالثاً: ہر درود جو حضورؐ نے سکھائی ہے، اس میں یہ بات ضرور شامل ہے کہ آپؐ پر ویسی ہی مہربانی فرمائی جائے جیسی ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر فرمائی گئی ہے۔ اس مضمون کو سمجھنے میں لوگوں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ اس کی مختلف تاویلیں علماء نے کی ہیں۔ مگر کوئی تاویل دل کو نہیں لگتی۔ میرے نزدیک صحیح تاویل یہ ہے، (وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ) کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک خاص کرم فرمایا ہے جو آج تک کسی پر نہیں فرمایا، اور وہ یہ ہے کہ تمام وہ انسان جو نبوت اور وحی اور کتاب کو ماخذ ہدایت مانتے ہیں، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیشوائی پر متفق ہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی یا یہودی۔ لٰہذا نبی ﷺ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے پیرووں کا مرجع بنایا ہے، اسی طرح مجھے بھی بنادے۔ اور کوئی ایسا شخص جو نبوت کا ماننے والا ہو، میری نبوت پر ایمان لانے سے محروم نہ رہ جائے۔

درود کے مسنون و مستحب ہونے میں علماء امت کا اختلاف

یہ امر کہ حضورؐ پر درود بھیجنا سنت اسلام ہے، جب آپؐ کا نام آئے، اس کا پڑھنا مستحب ہے، اور خصوصاً نماز میں اس کا پڑھنا مسنون ہے۔ اور اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ اس امر پر بھی اجماع ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ، حضورؐ پر درود بھیجنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں اس کا حکم دیا ہے، لیکن اس کے بعد درود کے مسئلے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ نماز میں آخری مرتبہ جب آدمی تشہد پڑھتا ہے تو اس میں صَلوٰۃٌ عَلَی النَّبِیِّ پڑھنا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص نہ پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی۔ صحابہؓ میں سے ابن مسعودؓ، ابومسعود انصاریؓ، ابن عمرؓ اور جابرؓ بن عبداللہ، تابعین میں سے شعبی، امام محمد باقر، محمد بن کعب قرظی اور مقاتل بن حیان اور فقہاء میں سے اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک تھا اور آخر میں امام احمد بن حنبل نے بھی اسی کو اختیار کرلیا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ درود عمر میں صرف ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے۔ یہ کلمہ شہادت کی طرح ہے کہ جس نے ایک مرتبہ اللہ کی الٰہیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلیا، اس نے فرض ادا کردیا۔ اسی طرح جس نے ایک مرتبہ درود پڑھ لیا وہ فریضہ صَلوٰۃٌ عَلَی النَّبِیِّ سے سبکدوش ہوگیا۔ اس کے بعد نہ کلمہ پڑھنا فرض ہے، نہ درود۔

ایک اور گروہ نماز میں اس کا پڑھنا مطلقاً واجب قرار دیتا ہے، مگر تشہد کے ساتھ اس کو مقید نہیں کرتا۔

ایک دوسرے گروہ کے نزدیک ہر دعا میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔ کچھ اور لوگ اس کے قائل ہیں کہ جب بھی حضورؐ کا نام آئے، درود پڑھنا واجب ہے۔ اور ایک گروہ کے نزدیک ایک مجلس میں حضورؐ کا ذکر خواہ کتنی ہی مرتبہ آئے، درود پڑھنا بس ایک دفعہ واجب ہے۔

درود کی فضیلت

۱۳۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلوٰۃً لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِکَۃُ تُصَلِّی عَلَیْہِ مَاصَلّٰی عَلَیَّ۔ (احمد وابن ماجہ)

''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے ملائکہ اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں، جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔''

تخریج: **(۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: اَنَا شُعْبَۃُ وَحَجَّاجٌ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ شُعْبَۃُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَامِرِبْنِ رَبِیْعَۃَ، یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْہِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَخْطُبُ، یَقُوْلُ: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَاۃً لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلَیْہِ مَا صَلّٰی عَلَیَّ، فَلْیُقِلَّ عَبْدٌ مِنْ ذٰلِکَ اَوْ لِیُکْثِرْ۔** (۱۷)

ترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کو خطبہ میں یہ ارشاد فرماتے سنا ہے: جس نے مجھ پر درود بھیجا، فرشتے اس پر اس وقت تک درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ اب بندے پر منحصر ہے کہ زیادہ درود پڑھے یا کم۔

ابن ماجہ نے اس روایت کے الفاظ اس طرح نقل کیے ہیں:

(۲) عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: مَامِنْ مُسْلِمٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا صَلَّتْ عَلَیْہِ الْمَلٰئِکَۃُ مَا صَلّٰی عَلَیَّ. فَلْیُقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذٰلِکَ اَوْ لِیُکْثِرْ۔ (۱۸)

ترجمہ: نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: نہیں ہے کوئی مسلمان جو مجھ پر درود بھیجتا ہے، مگر فرشتے اس پر اس وقت تک درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اب بندے پر منحصر ہے کہ وہ کم درود پڑھے یا زیادہ۔

——— فِی الزَّوَائِدِ: اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ، لِاَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ فِیْہِ الْبُخَارِیُّ وغیرہ مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ۔

۱۴ ـ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ـ (مسلم)

''جومجھ پرایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔''

تخریج: ‹۱› حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ، وَقُتَيْبَةُ، وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوْا: نَا اِسْمَاعِيْلُ، ـــ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ ـــ عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ـ (۱۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں دس مرتبہ اس پر درود بھیجتا ہے (اپنی رحمت اس پر نازل فرماتا ہے)۔

مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی روایت:

‹۲› فَاِنَّهُ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا. الخ

ـــ ترمذی نے واحدۃ کی جگہ صَلٰوۃً بیان کیا ہے اور ایک روایت میں اَوْ كُتِبَ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ بھی نقل کیا ہے۔ ترمذی میں دس مرتبہ بھیجنے کے بجائے دس نیکیاں اس کے کھاتے میں درج کردی جاتی ہیں، منقول ہے۔

‹۳› اَخْبَرَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْكَوْسَجُ، قَالَ: اَنْبَانَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ زَمَنَ الْحَجَّاجِ، فَحَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَالْبُشْرٰى فِيْ وَجْهِهٖ، فَقُلْنَا: اِنَّا لَنَرَى الْبُشْرٰى فِيْ وَجْهِكَ، فَقَالَ: اِنَّهُ اَتَانِي الْمَلَكُ، فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ، اِنَّ رَبَّكَ، يَقُوْلُ: اَمَا يُرْضِيْكَ اَنَّهُ لَا يُصَلِّيْ عَلَيْكَ اَحَدٌ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ اَحَدٌ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا ـ (۲۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپؐ کا چہرہ مبارک ہشاش بشاش تھا (یہ دیکھ کر) ہم نے عرض کیا: آج تو ہم آپ کے رخ انور پر بشارت ملاحظہ کررہے ہیں (یہ سن کر) آپؐ نے فرمایا: ''ابھی فرشتہ آیا تھا۔'' اس نے کہا: ''اے محمدؐ! آپ کا پروردگار فرماتا ہے'' کیا تجھے یہ پسند ہے کہ جوکوئی تجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ درود بھیجوں گا اور جوکوئی تجھ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔''

۱۵ ـ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً ـ (ترمذی)

''قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَامُحَمَّدُبْنُ خَالِدِبْنِ عَثْمَةَ، قَالَ: ثَنَا مُوْسَى بْنُ يَعْقُوْبَ الزَّمْعِيُّ، حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ كَيْسَانَ، اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ شَدَّادٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ. اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً ـ (۲۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا۔

ـــــ قالَ أبو عيسٰى: هذا حديث حسن غريب۔

١٦ ـ اَلْبَخِيْلُ الَّذِیْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ (ترمذی) ۔

”بخیل ہے وہ شخص، جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“ (تفہیم القرآن، ج ۴، الاحزاب، حاشیہ: ۱۰۷)

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ مُوْسٰى وَزِيَادُ بْنُ اَيُّوبَ قَالَا: نَا اَبُوْعَامِرٍ الْعَقَدِیُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْبَخِيْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ۔(۲۲)

ترجمہ: حضرت علیؓ بن ابو طالب سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی روایت:

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَیَّ۔(۲۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدنصیب ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

تشریح: یہ اختلافات صرف وجوب کے معاملہ میں ہیں، باقی رہی درود کی فضیلت اور اس کا موجب اجر و ثواب ہونا اور اس کا ایک بہت بڑی نیکی ہونا تو اس پر ساری امت متفق ہے۔ اس میں کسی ایسے شخص کو کلام نہیں ہوسکتا جو ایمان سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو۔ درود تو فطری طور پر ہر اس مسلمان کے دل سے نکلے گا، جسے یہ احساس ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بعد ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں۔ اسلام اور ایمان کی جتنی قدر انسان کے دل میں ہوگی، اتنی ہی زیادہ قدر اس کے دل میں نبی ﷺ کے احسانات کی بھی ہوگی اور جتنا زیادہ آدمی ان احسانات کا قدر شناس ہوگا، اتنا ہی زیادہ وہ حضورؐ پر درود بھیجے گا۔ پس در حقیقت کثرت درود ایک پیمانہ ہے، جو ناپ کر بتا دیتا ہے کہ دین محمدؐ سے ایک آدمی کتنا گہرا تعلق رکھتا ہے اور نعمت ایمان کی کتنی قدر اس کے دل میں ہے۔

غیر انبیاء پر درود

١٧ ـ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی.

ایک صحابیؓ کے لیے حضورؐ نے دعا فرمائی: ”اے اللہ، آل ابی اوفیٰ پر درود بھیج۔“

تخریج: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی، قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ. فَاَتَاهُ اَبِیْ بِصَدَقَتِهٖ

فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ اٰلِ اَبِیْ اَوْفیٰ۔(۲٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابواوفیؓ سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب لوگ آپ کی خدمت میں اپنے صدقات لے کر آتے تو آپؐ ان کے لیے یوں دعا فرماتے: خدایا! آل فلاں پر اپنی رحمت نازل فرما۔ چنانچہ میرے والد صاحب بھی اپنا صدقہ لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی: خدایا! آل ابواوفیؓ پر اپنی خاص رحمت نازل فرما۔

۱۸۔اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ.

''جولوگ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوتے ان کے حق میں آپؐ فرماتے: ''اے اللہ ان پر درود بھیج۔''

۱۹۔صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلیٰ زَوْجِکِ.

''حضرت جابر بن عبداللہ کی بیوی کی درخواست پر فرمایا: اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود بھیجے۔''

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا وَکِیْعٌ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنِ الْاَسْوَدِبْنِ قَیْسٍ، عَنْ نُبَیْحٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ اَسْتَعِیْنُہُ فِیْ دَیْنٍ کَانَ عَلیٰ اَبِیْ، قَالَ : فَقَالَ اٰتِیْکُمْ، قَالَ: فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ لِلْمَرْاَۃِ: لَاتُکَلِّمِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَلَا تَسْاَلِیْہِ، قَالَ: فَاَتَانَا فَذَبَحْنَا لَہٗ دَاجِنًا کَانَ لَنَا، فَقَالَ : یَا جَابِرُ کَاَنَّکُمْ عَرَفْتُمْ حُبَّنَا اللَّحْمَ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ، قَالَتْ لَہُ الْمَرْاَۃُ: صَلِّ عَلَیَّ وَعَلیٰ زَوْجِیْ اَوْصَلِّ عَلَیْنَا، قَالَ: فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ، قَالَ: فَقُلْتُ لَھَا: اَلَیْسَ قَدْ نَھَیْتُکِ؟ قَالَتْ: تَریٰ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَدْ خُلُ عَلَیْنَا وَلَا یَدْعُوْلَنَا۔(۲۵)

ترجمہ: ''حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ ان سے اپنے والد کے قرض کی ادائی میں مدد وتعاون کی درخواست کروں۔راوی کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں تمہارے ہاں آؤں گا۔حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں واپس گھر پہنچا اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے کوئی مطالبہ نہ کرنا اور نہ کچھ دریافت کرنا۔راوی کہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے اپنی پالتو بکری آپ کی ضیافت کے لیے ذبح کرلی۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہوگیا کہ گوشت ہمیں محبوب و پسند ہے۔حضرت جابرؓ کا بیان ہے جب آپؐ فارغ ہوکر نکلے تو جابرؓ کی اہلیہ نے عرض کیا کہ حضورؐ میرے اور میرے شوہر کے لیے دعائے رحمت فرمائیں۔جابرؓ کا بیان ہے آپؐ نے دعا فرمائی: خدایا! ان پر رحمت کا فیضان فرما۔جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے تمہیں منع نہیں کردیا تھا؟ وہ بولی تو کیا آپؐ ہمارے یہاں تشریف لائیں اور دعا نہ کریں؟

مسند کے ص ۳۹۸ پر جابر سے مروی روایت کے الفاظ:

⟨۲⟩قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلِّ عَلَیَّ وَعَلیٰ زَوْجِیْ صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْکَ. فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکِ وَعَلیٰ زَوْجِکِ... الخ۔ (۲٦)

۲۰۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی اٰلِ سَعْدِبْنِ عُبَادَۃَ۔

''حضرت سعد بن عبادہؓ کے حق میں آپؐ نے فرمایا: اے اللہ تو سعد بن عبادہ کی آل پر درود بھیج اور رحمت کر۔''

تخریج: وَقَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلاۃُ وَالسَّلامُ وَقَدْ رَفَعَ یَدَیْہِ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتَکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی آلِ سَعْدِبْنِ عُبَادَۃَ۔(۲۷)

ترجمہ: نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، خدیا! اپنی عنایات اور اپنی رحمت کا آل سعد ابن عبادہ پر نزول فرما۔

۲۱۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَعَلٰی جَسَدِکَ۔

''مومن کی روح کے متعلق حضورؐ نے خبر دی کہ ملائکہ اس کے حق میں دیکھ کر لوتے ہیں کہ جسم پر اللہ کا درود ہو۔''

(تفہیم القرآن، ج ۴، الاحزاب: حاشیہ: ۱۰۷)

تخریج: اَنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَقُوْلُ لِرُوْحِ الْمُؤْمِنِ: صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَعَلٰی جَسَدِکَ۔(۲۸)

ترجمہ: ملائکہ مومن کے حق میں دعا کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے جسم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

سوال: آں حضور ﷺ کے نام کے ساتھ ازراہ اختصار بعض لوگ ''صلعم'' لکھ دیتے ہیں اور بعض جگہ صرف ''ؐ'' لکھا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: ''صلعم'' لکھنا تو صحیح نہیں اور آں حضورؐ کے نام کے ساتھ لکھنا نامناسب ہے۔ البتہ ''ؐ'' لکھا جاسکتا ہے لیکن زیادہ مناسب یہی ہے کہ ﷺ مکمل لکھا جائے۔'' (۵۔اے ذیلدار پارک دوم، ص: ۱۹۲)

سوال: نبی ﷺ کے سوا دوسروں کے لیے ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ'' یا ''صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' ۔۔۔ یا اسی طرح کے دوسرے الفاظ کے ساتھ صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک گروہ جس میں قاضی عیاض سب سے زیادہ نمایاں ہیں، اسے مطلقاً جائز رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خود غیر انبیاء پر صلوٰۃ کی متعدد مقامات پر تصریح کی ہے۔ مثلاً اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ۔(البقرۃ: ۱۵۷) خُذُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ (التوبہ: ۱۰۳) ھُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ (الاحزاب: ۴۳) اسی طرح نبی ﷺ نے متعدد مواقع پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ غیر انبیاء کو دعا دی ہے۔

لیکن جمہور امت کے نزدیک ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کے لیے تو درست تھا، مگر ہمارے لیے درست نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب یہ اہلِ اسلام کا شعار بن چکا ہے کہ وہ صلوٰۃ وسلام کو انبیاء علیہم السلام کے لیے خاص کرتے ہیں۔ اس لیے غیر انبیاء کے لیے اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک مرتبہ اپنے ایک عامل کو لکھا تھا کہ ''میں نے سنا ہے کہ واعظین نے یہ نیا طریقہ شروع کیا ہے کہ وہ صَلوٰۃٌ عَلَی النَّبِیِّ ؐ کی طرح اپنے سرپرستوں اور حامیوں کے لیے بھی صلوٰۃ کا لفظ استعمال کرنے لگے ہیں۔ میرا یہ خط پہنچنے کے بعد ان لوگوں کو اس فعل سے روک دو اور انہیں

حکم دو کہ وہ صلوٰۃ کو انبیاء کے لیے مخصوص رکھیں اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں دعا پر اکتفا کریں۔‘‘(روح المعانی)
اکثریت کا یہ مسلک بھی ہے کہ حضورؐ کے سوا کسی نبی کے لیے بھی ﷺ کے الفاظ کا استعمال درست نہیں ہے۔
(تفہیم القرآن، ج۴، الاحزاب، حاشیہ:۱۰۷)

ماٰخذ

(۱) بخاری، ج۱، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی۔ ج۲، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب۔ کتاب الدعوات، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ ترمذی، ج۱، ابواب الوتر، باب ماجاء فی صفۃ الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ نسائی، ج۳، کتاب السھو، باب کیف الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا۔ ☆ ابن جریر، ج ۱۰، سورۃ الاحزاب، ص ۳۱۔ ☆مسند احمد، ج٤، ص ٢٤١، کعب بن عجرۃ۔ ☆مسند ابی عوانہ، ج۲، ☆ سنن دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ المصنف لعبدالرزاق، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲، کتاب الصلوات، باب الصلوٰۃ علی النبی کیف ھی۔

(۲) تفسیر ابن جریر طبری، ج۱۰، سورہ احزاب، زیر آیت ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ۔

(۳) بخاری، ج۱، کتاب الانبیاء، باب یزفون النسلان فی المشی۔ ج۲، کتاب الدعوات، باب ھل یصلی علی غیر النبی ﷺ۔ ☆ مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ نسائی، ج۳، کتاب السھو، باب نوع آخر۔ ☆ ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا۔ ابن ماجہ نے کما صلیت علیٰ آل ابراھیم کے بجائے کما صلیت علیٰ ابراھیم اور آخر میں فی العالمین انک حمید مجید نقل کیاھے۔ ☆موطا امام مالک ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ مسند احمد بن حنبل، ج٥، ص٤٢٤۔ روایت ابوحمید الساعدی، ص ٢٧٤، ٣٧٤، ٤٢٤۔ ☆مسند ابی عوانہ، ج ۲، ص ٢٣٤۔

(٤) بخاری، ج۲، کتاب الدعوات، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔

(٥) مسلم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی۔ ☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد۔ ☆ ترمذی: ابواب التفسیر، سورۂ احزاب۔ ☆نسائی، ج۳، کتاب السھو، باب الامر بالصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ موطا امام مالک، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆دارمی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ابن جریر، ج۱۰، سورہ احزاب، زیر آیت ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیھقی، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ فی التشھد۔ ☆ المصنف لعبد الرزاق، ج۲، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص ١١٨۔ ☆ ابن خزیمہ، ابن حبان، بحوالہ دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر و جوب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ فی التشھد بالفاظ مختلفۃ۔ ☆ موارد الظمآن: کتاب الصلوٰۃ (الجماعۃ)۔ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔

(٦) دارقطنی، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر وجوب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ فی التشھد۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص١١٩، ابو مسعود انصاری۔ ☆ مسند ابی عوانہ، ج۲، ص ٢١١، باب ایجاب الصلوٰۃ۔ ☆ المستدرک للحاکم، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد فی الصلوٰۃ۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲، کتاب الصلوات، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کیف ھی؟

(٧) ابن جریر، ج۱۰، سورۃ الاحزاب، زیر آیت ان اللّٰہ وملائکتہ ...الخ۔

(٨) بخاری، ج۲، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب۔ کتاب الدعوات، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ ☆ نسائی، ج۳، کتاب

السهو، باب نوع آخر۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب الصلوٰة علی النبی ﷺ۔ ☆السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة علی النبی ﷺ فی التشهد۔☆ مسند احمد، ج ۳، ابوسعید خدری۔☆ مصنف ابن ابی شیبه، ج۲ ،کتاب الصلوات، باب الصلوٰة علی النبی ﷺ کیف هی؟

(۹) مسند احمد، ج ۵، ص ۳۵۳، مرویات بریده الاسلمی (الخزاعی)۔ ☆ابن جریر، ج۱۰، سورة الاحزاب زیر آیت ان اللّٰه وملائکته... الخ۔ یه تمام درود تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۰۷ تا ۵۰۹ پر بھی منقول هیں۔

(۱۰) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة علی النبی ﷺ بعد التشهد۔

(۱۱) نسائی، ج۳، کتاب السهو، باب نوع آخر۔☆ ابن جریر، ج ۱۰، سوره احزاب، زیر آیت ان اللّٰه وملائکته یصلون علی النبی۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبه، ج۲،کتاب الصلوات، باب الصلوٰة علی النبی ﷺ کیف هی؟ نسائی کی ایک دوسری روایت میں هے: ان رجلااتی نبی اللّٰه ﷺ فقال کیف نصلی علیك یانبی اللّٰه ...الخ۔ ☆ مسند احمد، ج۱، ص ۱۶۲، طلحه بن عبید اللّٰه۔

(۱۲) ابن جریر، ج ۱۰، سورهٔ احزاب۔

(۱۳) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب الصلوٰة علی النبیﷺ۔☆ المصنف لعبد الرزاق، ج۲، کتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة علی النبی۔

(۱۴) المستدرك للحاکم، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب التامین۔

(۱۵) دارقطنی: کتاب الصلوٰة، باب ذکر وجوب الصلوٰة علی النبی ﷺ فی التشهد... الخ۔

(۱۶) المصنف لعبد الرزاق، ج۲، کتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة علی النبی ﷺ۔

(۱۷) مسند احمد، ج ۳، ص ۴۴۵۔

(۱۸) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب الصلوة علی النبی ﷺ۔

(۱۹) مسلم، ج۱،کتاب الصلوة، باب الصلوة علی النبی ﷺ بعد التشهد۔ باب استحباب القول مثل قول الموذن لمن سمعه الخ۔ ☆ ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰة، باب مایقول اذا سمع الموذن۔☆ترمذی، ج۱، ابواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلوة علی النبی ﷺ۔ ☆ مسند ابی عوانه، ج ۲، ص۲۳۴۔

(۲۰) نسائی، ج۳، کتاب السهو، باب فضل التسلیم علی النبی ﷺ۔

(۲۱) ترمذی، ج۱، ابواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلوٰة علی النبی ﷺ۔

(۲۲) ترمذی، ج۲، ابواب الدعوات، باب قول رسول اللّٰه ﷺ "رغم أنف رجل"

(۲۳) ترمذی، ج۲، ابواب الدعوات، باب قول رسول اللّٰه ﷺ "رغم أنف رجل"

(۲۴) بخاری، ج۱، کتاب الزکوٰة، باب صلوٰة الامام ودعائه لصاحب الصدقة وقوله تعالیٰ خذمن اموالهم صدقة تطهر هم وتزکیهم بها وصل علیهم الایة۔ بخاری نے کتاب الدعوات میں"اذا اتی رجل بصدقة قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی آلِ فُلَانٍ فاتاه ابی فقال اللهم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ ... باب قول اللّٰه تعٰالیٰ وصل علیهم☆مسلم، ج۱، کتاب الزکوٰة، باب الدعاء لمن اتی بصدقة۔☆ ابوداؤد، ج۲، کتاب الزکوٰة، باب دعاء المصدق لا هل الصدقة۔☆ نسائی، ج۵، کتاب الزکوٰة، باب صلوٰة الامام علی صاحب الصدقة۔☆ابن ماجه: کتاب الزکوٰة، باب مایقال عند اخراج الزکوٰة۔☆مسند احمد، ج۴، ص۳۵۳۔۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۸۱۔ ۳۸۳۔ عبداللّٰه بن ابی اوفیٰ☆ المصنف لعبد الرزاق، ج ۴،کتاب الزکوٰة، باب وصل علیهم☆ ابن کثیر، ج ۳، ص ۵۰۷، سوره احزاب۔☆ ابن ماجه میں"کان رسول اللّٰه ﷺ اذا اتاه الرجل بصدقة ماله صلی علیه... الخ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۲، کتاب الصلوٰة، باب من زعم ان آل النبی ﷺ هم اهل دینه عامة۔

(۲۵) مسند احمد، ج ۳، ص ۳۰۳، جابربن عبداللّٰه۔

(۲۶) مسند احمد ج۳/۳۹۸ عن جابر۔

(۲۷) روح المعانی ج۲۲، سورة الاحزاب۔ زیر آیت "ان الله وملائکته یصلون علی النبی الخ۔

(۲۸) روح المعانی ، ج ۲۲، ۲۴، ص ۷۹، سورة الاحزاب۔زیر آیت "ان الله وملائکته یصلون علی النبی الخ۔

فصل:۴

نماز کے درود میں سیدنا و مولانا کے اضافے پر اہم اصولی مباحث

سوال: آپ نے ''خطبات'' میں نماز کی تشریح کرتے ہوئے جو درود، درج کیا ہے، اس میں سیدنا و مولانا کے الفاظ مسنون و ماثور درود سے زائد ہیں۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے جو درود منقول ہوا ہے، اس میں یہ الفاظ نہیں پائے جاتے۔ ایک عالم دین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مسنون درود سے زائد ان الفاظ کو نماز میں پڑھنا مکروہ ہے۔ آپ کے پاس اس کے لیے کیا سند جواز ہے؟

جواب: اس اضافے کو جو بزرگ مکروہ قرار دیتے ہیں، وہ غالباً مسئلے کی نوعیت سے اچھی طرح واقف نہیں ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ تشہد کے پورے مسئلے کی تحقیق کی جائے۔

۲۲۔ تشہد کے متعلق صحیح ترین روایت وہ ہے، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہوئی ہے۔ اس کو بیس سے زیادہ سندوں کے ساتھ محدثین نے نقل کیا ہے اور تمام راویوں نے اَلتَّحِیَّاتُ سے لے کر عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک پوری عبارت یکساں نقل کی ہے۔ کسی روایت کے الفاظ دوسری روایت کے الفاظ سے مختلف نہیں ہیں۔ اس کے باوجود یہ فیصلہ نہیں کر دیا گیا کہ نماز میں صرف یہی تشہد پڑھا جائے۔ امام شافعیؒ ابن عباسؓ کے تشہد کو، اور امام مالکؒ حضرت عمرؓ کے تشہد کو افضل قرار دیتے ہیں، حالانکہ ان کے الفاظ باہم بھی مختلف ہیں اور ابن مسعودؓ کی روایت سے بھی۔ ان کے علاوہ تشہد کی بہت سی مختلف عبارتیں حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوحمیدؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعیدؓ خدری اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے احادیث میں روایت ہوئی ہیں۔ ان میں سے جس تشہد کو بھی آدمی پڑھے، اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ ابن عبدالبر اور ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ یہ مباح میں اختلاف ہے۔ یعنی ان مختلف تشہدات میں سے کوئی بھی غیر مباح نہیں ہے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ علماء کی ایک بڑی جماعت ہر اس تشہد کے پڑھنے کو جائز قرار دیتی ہے، جو احادیث سے ثابت ہو۔

لیکن بات صرف یہیں تک نہیں رہتی کہ جو تشہدات حدیث سے ثابت ہیں، ان میں سے کسی ایک کو پڑھ لینا جائز

ہے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ایک جلیل القدر صحابی حضورؐ سے تشہد کی ایک عبارت خود نقل کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں دو جگہ اضافہ کیا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر ہیں۔ ابوداؤد اور دارقطنی میں ان کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کے بعد میں نے وَبَرَکَاتُہٗ کا، اور اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ کا اضافہ کر دیا۔ مگر یہ بات میرے علم میں نہیں ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اس فعل کو قابل اعتراض ٹھہرایا ہو۔

تحریج: ‹۱› حَدَّثَنَا نَصْرُبْنُ عَلِیٍّ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ ، ثَنَا شُعْبَۃُ، عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ ، سَمِعْتُ مُجَاھِدًا یُحَدِّثُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِی التَّشَھُّدِ: اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، الصَّلَوَاتُ الطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُّ فِیْھَا وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُّ فِیْھَا وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔(۱)

اب رہا تشہد کے بعد کا مضمون، تو اس کے متعلق سب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ اس کا پڑھنا سرے سے لازم ہی نہیں ہے۔ ابوداؤد، مسند احمد، ترمذی[۱] اور دارقطنی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تک تشہد کی تعلیم دینے کے بعد فرمایا: اِذَا قُلْتَ ھٰذَا (اَوْقَضَیْتَ ھٰذَا) فَقَدْ قَضَیْتَ صَلٰوتَکَ، اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ۔ ''جب تم نے یہ پڑھ لیا (یا اس کو پورا کر لیا) تو تم اپنی نماز سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد اٹھ جانا ہو تو اٹھ جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔'' یہ ارشاد اس باب میں بالکل صریح ہے کہ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پر نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آدمی کچھ نہ پڑھے تب بھی اس کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا، اور درود و دعا تشہد میں داخل نہیں ہے بلکہ اس سے زائد ایک چیز ہے۔

‹۲› حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَیْلِیُّ، ثَنَا زُھَیْرٌ، ثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَیْمِرَۃَ. قَالَ: اَخَذَ عَلْقَمَۃُ بِیَدِیْ فَحَدَّثَنِیْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَخَذَ بِیَدِہٖ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَخَذَ بِیَدِ عَبْدِ اللّٰہِ فَعَلَّمَہُ التَّشَھُّدَ فِی الصَّلٰوۃِ، فَذَکَرَ مِثْلَ دُعَآءِ حَدِیْثِ الْاَعْمَشِ: اِذَا قُلْتَ ھٰذَا اَوْقَضَیْتَ ھٰذَا فَقَدْ قَضَیْتَ صَلَاتَکَ، اِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ۔(۲)

دارقطنی نے یہ بھی نقل کیا ہے:

‹۳› قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ : فَاِذَا قُلْتَ ذٰلِکَ فَقَدْ قَضَیْتَ مَا عَلَیْکَ مِنَ الصَّلٰوۃِ، فَاِذَا شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ، وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ. وَقَدْ فَصَلَ آخِرُ الْحَدِیْثِ جَعَلَہٗ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَھُوَاَصَحُّ مِنْ رِوَایَۃِ مَنْ أَدْرَجَ آخِرَہٗ فِیْ کَلَامِ النَّبِیِّ ﷺ۔(۳)

‹۴› عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَیْمِرَۃَ، قَالَ: اَخَذَ عَلْقَمَۃُ بِیَدِیْ، وَزَعَمَ اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ اَخَذَ یَدَہٗ وَزَعَمَ: اَنَّ

---

[۱] ترمذی میں یہ عبارت نہیں ہے۔ (مرتب)

رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَخذَ بِیَدِہٖ، فَعَلَّمَہُ التَّشَہُّدَ: التَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا، وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، ثُمَّ قَالَ: اِذَا قَضَیْتَ ھٰذَا، اَوْفَعَلْتَ ھٰذَا، فَقَدْ قَضَیْتَ صَلَاتَکَ، فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَقُوْمَ فَقُمْ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَجْلِسَ فَاجْلِسْ۔(۴)

ایک دوسری روایت میں ہے:

〈۵〉 ثُمَّ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ: اِذَا فَرَغْتَ مِنْ ھٰذَا فَقَدْ فَرَغْتَ مِنْ صَلَاتِکَ، فَاِنْ شِئْتَ فَاثْبُتْ وَاِنْ شِئْتَ فَانْصَرِفْ۔(۵)

اس زائد چیز کا پڑھنا یقیناً مستحب ہے، لیکن اس کے لیے شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے کوئی عبارت مخصوص نہیں کی ہے جس کے الفاظ مقرر رہوں اور ان میں کمی بیشی جائز نہ ہو۔ بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جو روایت منقول ہوئی ہے اس میں تشہد کی عبارت بیان کرنے کے بعد وہ حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ثُمَّ لِیَتَخَیَّرَ مِنَ الْمَسْأَلَۃِ مَاشَاءَ۔ ''پھر آدمی جو دعا چاہے، مانگے''۔ مسند احمد اور نسائی کی ایک روایت میں حضورؐ کے الفاظ یہ ہیں ثُمَّ لِیَتَخَیَّرَ اَحَدُکُمْ مِنَ الدُّعَاءِ اَعْجَبَہٗ اِلَیْہِ فَلْیَدْعُ بِہٖ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ۔ ''پھر تم میں سے ایک شخص کوئی دعا انتخاب کرلے جو اسے سب سے زیادہ پسند ہو، اور وہی اپنے رب عزیز وجلیل سے مانگ لے۔'' اسی سے ملتے جلتے الفاظ بخاری اور ابوداوٗد کی روایات میں آئے ہیں۔ ان ارشادات سے یہ بات صاف ظاہر ہورہی ہے کہ حضورؐ یہ تو پسند فرماتے ہیں کہ تشہد کے بعد آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے (جس میں درود شامل ہے کیونکہ وہ بھی ایک دعا ہی ہے) لیکن اس کے الفاظ کا انتخاب خود دعا مانگنے والے پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اب درود شریف کے مسئلے کو لیجیے۔ معترض کا کہنا ہے کہ حضورؐ سے اس کے جو الفاظ ماثور ہیں ان میں کوئی کمی بیشی کرنا مکروہ ہے۔ لیکن کیا واقعی فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ متفق علیہ ہے؟

امام ابوبکر بن مسعود کاشانی، جن کی کتاب بدائع الصنائع، فقہ حنفی کی معتبر ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے، اس مسئلے پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَلَایُکْرَہُ اَنْ یَقُوْلَ فِیْھَا وَارْحَمْ مُحَمَّداً عِنْدَ عَامَّۃِ الْمَشَائِخِ وَبَعْضُھُمْ کَرِھُوْا ذٰلِکَ... وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ لَایُکْرَہُ ''اور درود میں وَارْحَمْ مُحَمَّداً کہنا اکثر اکابر علماء کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور بعض اسے مکروہ کہتے ہیں... مگر صحیح یہ ہے کہ وہ مکروہ نہیں۔''

درود میں سیدنا کا لفظ بڑھانے کے متعلق مشہور شافعی فقیہ شمس الدین الرملی، جو چھوٹے شافعی کہلاتے تھے، اپنی کتاب نِہَایَۃُ الْمُحْتَاجِ اِلٰی شَرْحِ الْمِنْھَاجِ میں لکھتے ہیں وَالْاَفْضَلُ الْاِتْیَانُ بِلَفْظِ السِّیَادَۃِ... لِاَنَّ فِیْہِ الْاِتْیَانُ بِمَا اُمِرْنَا بِہٖ وَزِیَادَۃُ الْاِخْبَارِ بِالْوَاقِعِ الَّذِیْ ھُوَاَدَبٌ، فَھُوَ اَفْضَلُ مِنْ تَرْکِہٖ ''اور افضل یہ ہے کہ (درود میں) لفظ سیادت لایا جائے... کیونکہ یہ ایسی چیز کا لانا ہے جس کے لیے ہم مامور ہیں اور اس میں اس امر واقعی کا مزید بیان ہے، جو ادب ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑنے سے اس کا ادا کرنا افضل ہے۔'' صرف درود ہی نہیں، تشہد تک میں شوافع نے لفظ سیدنا کے اضافے کو نہ صرف جائز رکھا ہے بلکہ اسی پر ان کا عمل بھی ہے۔ چنانچہ اَلْفِقْہُ عَلَی الْمَذَاھِبِ الْاَرْبَعَۃِ میں شافعی مذہب کا جو تشہد درج

کیا گیا ہے، وہ ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ حالانکہ ابن عباس کے جس تشہد کو امام شافعی نے اختیار کیا ہے، اس میں لفظ سیدنا نہیں پایا جاتا۔

علامہ ابن عابدین شامی کی کِتَابُ رَدِّ الْمُحْتَار فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں سے ہے۔ اس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے رحمت کی دعا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا کہنے کو ناجائز کہا ہے اور بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے، اور اسی دوسرے قول کو امام سرخسی نے ترجیح دی ہے۔ پھر درود میں لفظ سیدنا کے استعمال پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) مسلک کے خلاف ہے اور اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے تشہد میں کمی بیشی کو مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن یہ اعتراض کمزور ہے، کیونکہ درود تشہد پر زائد ایک چیز ہے، اس میں شامل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص تشہد میں اَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہے تو یہ ضرور مکروہ ہے، لیکن تشہد کے بعد جو درود پڑھا جاتا ہے اس میں یہ لفظ بڑھایا جاسکتا ہے۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں جو درود پڑھا جاتا ہے اس کا درود کے ماثور الفاظ ہی میں پڑھا جانا لازم نہیں ہے، اور ان ماثور الفاظ میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر درود میں اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ مُحَمَّدًا اور اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ کہنا مکروہ نہیں ہے تو سیدنا کے ساتھ مولانا کہہ دینے میں کراہت کی کیا معقول وجہ ہوسکتی ہے؟

سوال: ''آپ نے ماہ مارچ (۱۹۷۵ء) کے ''ترجمان القرآن'' میں کسی سائل کو جواب دیتے ہوئے نماز میں درود کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، اس پر حسب ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

(۱) آپ نے ابوداؤد اور دارقطنی کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے تشہد میں ''رَحْمَةُ اللّٰهِ'' کے بعد ''وَبَرَكَاتُهٗ'' کا، اور اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے بعد وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کا اضافہ کر دیا۔ اس سے آپ ماثور الفاظ پر اضافے کا جواز ثابت کرتے ہیں، لیکن یہ آپ کے لیے مفید مطلب نہیں ہے، کیونکہ یہ الفاظ مرفوع حدیث میں بھی وارد ہوئے ہیں۔

(۲) تشہد کے متعلق آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے ان کو عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک تعلیم دینے کے بعد فرمایا کہ ''جب تم نے یہ پڑھ لیا (یا اس کو پورا کر لیا) تو تم اپنی نماز سے فارغ ہو گئے، اس کے بعد اٹھ جانا چاہو تو اٹھ جاؤ اور بیٹھنا چاہو تو بیٹھے رہو۔'' اس سے آپ نے یہ استدلال کیا ہے کہ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پر نماز مکمل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد آدمی کچھ نہ پڑھے تب بھی اس کی نماز میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا، اور درود و دعا تشہد میں داخل نہیں ہے بلکہ اس سے زائد ایک چیز ہے۔ مگر آپ کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ حفاظ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ عبدہ ورسولہ کے بعد کا مضمون دراصل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے، جسے ایک راوی نے بے احتیاطی سے اس طرح حدیث میں درج کر دیا ہے کہ وہ حضورؐ کا ارشاد معلوم ہوتا ہے۔

(۳) بالفرض اگر وہی روایت صحیح تسلیم کر لی جائے جس سے آپ استدلال کرتے ہیں، تو یہ امر واقعہ ہے کہ تشہد کی تعلیم حضورؐ نے ابتدائی دور ہی میں دے دی تھی، جب نماز فرض ہوئی تھی۔ لیکن قرآن مجید میں حضورؐ پر درود وسلام بھیجنے کا

حکم غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے زمانے یعنی ۵ ہجری میں نازل ہوا تھا، کیونکہ وہ سورۂ احزاب میں درج ہے، اور وہ انہی غزوات کے زمانے میں نازل ہوئی تھی۔ اس لیے لامحالہ بعد کی چیز نے پہلے کی چیز کو منسوخ کر دیا۔

(۴) نماز تعبدی اعمال میں سے ہے، اور ان اعمال کے بارے میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ شارع نے ان کی تعلیم جس طرح دے دی ہے اسی طرح ان کی تعمیل کی جانی چاہیے، ان کے اندر اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کیا جاسکتا۔ علماء اصول اس بات پر متفق ہیں کہ عبادات میں اصل، حکم کی پیروی اور شارع کے بتائے ہوئے طریقے کا اتباع ہے، اور اس سے تجاوز بدعت ہے۔ لیکن آپ درود کے ماثور الفاظ پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ان میں اضافے ہی نہیں ردوبدل[۱] اور کمی بیشی تک کے قائل ہیں۔ حالانکہ نماز کے تمام اوراد توقیفی ہیں، ان میں نہ کچھ گھٹانا جائز ہے نہ بڑھانا۔

(۵) درود کے الفاظ میں سیدنا و مولانا کا اضافہ متعدد وجوہ سے ناجائز ہے:

ا۔ احادیث سے جتنے درود ثابت ہیں ان میں کہیں یہ الفاظ مستعمل نہیں ہوئے ہیں، بلکہ بقول حافظ ابن حجرؒ کسی صحابی و تابعی نے بھی یہ الفاظ درود میں استعمال نہیں کیے ہیں۔

ب۔ احادیث سے ثابت ہے کہ لفظ سید کا استعمال رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے لیے اس دنیا میں بالکل غیر مشروع ہے اور حضورؐ نے اپنے لیے اس کے استعمال کو منع فرمایا ہے۔ رہا آپ کا ارشاد کہ "اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ" تو یہ قیامت کی حکایت ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو یہ اعزاز دنیا میں عبدیت کا شیوہ اختیار کرنے کے صلے میں عطا کیا جائے گا۔ چنانچہ قاضی عیاض نے 'شفا' میں روایت نقل کی ہے کہ اسرافیل نے حضورؐ سے کہا "اللہ تعالیٰ نے اس تواضع (انکسار) کے صلے میں جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اختیار کی ہے آپ کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ آپؐ قیامت کے روز اولاد آدم کے (سید) سردار ہوں گے۔" نیز حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام کی موجودگی میں ایک فرشتے نے حضورؐ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھا "آپ کو بادشاہ رسول بناؤں یا عبد رسول؟" جبریل علیہ السلام نے حضورؐ کو اشارہ کیا کہ "آپ اپنے رب سے تواضع سے پیش آیئے۔" تب آپؐ نے اس فرشتے کو جواب دیا "بلکہ عبد رسول۔" اسی لیے حضورؐ نے اپنے لیے لفظ سید کا استعمال پسند نہیں فرمایا اور اپنی دعاؤں میں انتہائی عاجزی اختیار کی۔

ج۔ حضورؐ نے غزوۂ بنی قریظہ کے موقعے پر جب حضرت سعدؓ بن معاذ کے لیے لوگوں سے کہا قُوْمُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ (اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ) تو حضرت عمرؓ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ اَلسَّیِّدُ ھُوَاللّٰہُ (سید تو اللہ ہی ہے)۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ والا واقعہ ۵ ہجری کا ہے، اور حضورؐ نے اپنے لیے لفظ سید کے استعمال پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ ۹ ہجری میں فرمایا تھا، جب بنی عامر کا وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

---

[۱] میں نے ردّوبدل کے الفاظ کہیں استعمال نہیں کیے ہیں۔ صرف کمی بیشی کا ذکر کیا ہے۔ تاہم اگر معترضین کو اصرار ہو کہ ردوبدل کا بھی قائل ہوں تو میں اپنے جواب میں اس کی نظیر بھی پیش کر دوں گا۔
(مودودیؒ)

د۔ درود اصل میں ایک دعا ہے اور دعا میں مَدْعُولَہٗ کے لیے سید کا لفظ استعمال کرنا روح دعا کے خلاف ہے۔ درخواست اور دعا میں تو عاجزی وانکسار اور عبدیت کا اظہار ہونا چاہیے جس کے حق میں دعا کی جاتی ہے اس کے لیے تو یوں کہا جاتا ہے کہ ایک عبد مسکین حاضر خدمت ہے، نہ یہ کہ ہمارا آقا اور سردار حاضر ہو رہا ہے۔''

جواب: آپ نے جو اعتراضات پیش فرمائے ہیں، وہ بلاشبہ قابل توجہ ہیں اور میں ایسے اعتراضات پر بحث کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں۔ ذیل میں ان کا سلسلہ وار جواب حاضر ہے:

(۱) تشہد میں ابن عمرؓ کا تصرف

میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے جس بات پر استدلال کیا ہے اس پر اعتراض کرنے سے پہلے اگر آپ نے دو منٹ بھی غور کر لیا ہوتا تو یہ نہ فرماتے کہ ''یہ حدیث آپ کے لیے مفید مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ یہ الفاظ مرفوع حدیث میں بھی وارد ہوئے ہیں۔'' براہ کرم ایک مرتبہ پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے الفاظ کو پڑھیے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ کے بعد وَبَرَکَاتُہٗ اور اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ کا اضافہ میں نے خود کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جس وقت انہوں نے یہ اضافہ کیا تھا اس وقت ان کے علم میں وہ حدیث مرفوع نہیں تھی جس کے متعلق آپ کہہ رہے ہیں کہ اس میں بھی یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے علم میں کبھی نہ آئی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے علم میں اس وقت آئی ہو جب کہ وہ پہلے ہی بطور خود ان الفاظ کا اضافہ کر چکے ہوں۔ یہ بھی تحقیق فرما لیجیے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ دارقطنی نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ (یہ سند صحیح ہے) اور حافظ ابن حجرؒ نے ابوداؤد کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ یہ صریح طور پر آپ کے مدعا کے خلاف پڑتی ہے، کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک جلیل القدر صحابی نے نماز کے ماثور الفاظ پر اپنی طرف سے کچھ الفاظ کا اضافہ کیا اور اس کا لوگوں کے سامنے اظہار بھی کر دیا، مگر (کم از کم میرے علم کی حد تک) نہ دور صحابہ وتابعین میں اس پر کوئی گرفت کی گئی اور نہ بعد کے کسی دور میں کسی فقیہ یا محدث نے اسے صحابی رسولؐ کی بدعت ضلالت قرار دیا۔

(۲) تشہد کے متعلق ابن مسعودؓ کی روایات

میں نے تشہد کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جو روایت نقل کی ہے، اس کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے بعد والے الفاظ کو حفاظ حدیث نے بالاتفاق الحاقی قرار دیا ہے اور یہ رائے ظاہر کی ہے کہ دراصل یہ حضرت ابن مسعودؓ کا اپنا قول ہے جو راوی کی غلطی سے حضورؐ کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ رائے کن حفاظ حدیث نے ظاہر کی ہے۔ مگر ان کے فضل وکمال کا انتہائی معترف ومعتقد ہونے کے باوجود میں ان کا اندھا مقلد نہیں ہوں کہ بس یہ سن کر کہ وہ ان الفاظ کے الحاقی ہونے پر متفق ہیں، خود بھی انہیں الحاقی مان لوں اور یہ نہ دیکھوں کہ جس بنیاد پر انہوں نے یہ فیصلہ کر ڈالا ہے وہ بجائے خود معقول بھی ہے، یا نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ حدیث چار مختلف صورتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہوئی ہے:

ایک صورت میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے بعد اِذَا قُلْتَ ھٰذَا کے الفاظ بالکل متصل ہیں اور کوئی علامت ایسی نہیں پائی

جاتی جس سے یہ شبہ کیا جا سکے کہ یہ بعد کے الفاظ حضورؐ کے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہیں۔ اس کے متعلق یہ دعویٰ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ حضورؐ کا کلام فلاں جگہ ختم ہوا اور فلاں جگہ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کلام شروع ہو گیا۔

دوسری صورت اس حدیث کی یہ ہے کہ وہ عَبْدُہ وَرَسُوْلُہٗ پر ختم ہو گئی ہے۔ اور بعد کی عبارت اس میں سرے سے مذکور ہی نہیں ہوئی ہے۔ یہ ترک ذکر قطعاً اس بات کی دلیل نہیں قرار پا سکتا کہ اوپر والی روایات میں جو زائد عبارت مذکور ہوئی ہے، وہ الحاقی ہے۔

تیسری صورت اس حدیث کی یہ ہے کہ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کے بعد قَالَ یا ثُمَّ قَالَ فَاِذَا فَعَلْتَ ھٰذَا... کے الفاظ ہیں۔ اس لفظ قال یا ثم قال سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ قائل کون ہے۔ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا، اور یہ بھی کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح دینے کے لیے خود اس روایت میں کوئی گنجائش نہیں۔

چوتھی قسم کی روایات وہ ہیں جن میں عبدہ ورسولہ کے بعد قال عبداللہ یا قال ابن مسعود کے الفاظ ہیں اور پھر فاذا فعلت ھذا سے آخر تک کی عبارت نقل کی گئی ہے۔ جن حفاظ حدیث نے صرف ان آخری قسم کی روایات کو اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ پہلی قسم کی روایات میں جو عبارت حضورؐ کے ارشاد سے متصل پائی جاتی ہے وہ دراصل الحاقی ہے، ان کی جلالت شان کا پورا اعتراف کرتے ہوئے میں عرض کرتا ہوں کہ حدیث کی روایات میں اس طرح کے فیصلے صادر کر دینا فن حدیث کی قدر و منزلت کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ آخر یہ رائے قائم کرنے میں کیا مشکل حائل تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود بھی اسی بات کا فتویٰ دیتے تھے جو انہوں نے حضور ﷺ سے سنی تھی؟ پہلی قسم کی احادیث میں انہوں نے قول رسولؐ نقل کیا ہے، اور آخری قسم کی احادیث میں خود اپنا فتویٰ بیان کیا ہے، جو عین قول رسولؐ کے مطابق ہے۔ اگر ان کا فتویٰ ان کی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہوتا تو ضرور حدیث مشکوک ہو جاتی۔ لیکن وہ تو حدیث کے ٹھیک مطابق، فتویٰ دے رہے ہیں۔

(۳) کیا ابن مسعودؓ سورۂ احزاب سے ناواقف تھے؟

تیسرے اعتراض میں آپ نے جو کچھ فرمایا ہے، اس میں ذرا اس بات کی وضاحت اور فرما دیجیے کہ جس وقت کوفے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت علقمہ اور اپنے دوسرے شاگردوں سے تشہد کے متعلق یہ حدیث بیان کر رہے تھے، اس وقت سورۂ احزاب نازل ہو چکی تھی یا نہیں؟ اور اگر نازل ہو چکی تھی (جس کا شاید آپ انکار نہیں کر سکتے تھے) تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے واقف تھے، یا ناواقف؟ اس کی آپ وضاحت کر دیں گے تو اعتراض کا جواب آپ کو خود ہی مل جائے گا۔

(۴) درود و دعا کے ماثور الفاظ کی پابندی کیوں لازم نہیں ہے؟

تعبدی اعمال (عبادت کی نوعیت رکھنے والے اعمال) کے بارے میں جس متفق علیہ شرعی قاعدے کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کا میں بھی شدت سے قائل ہوں اور بیس سال پہلے خود اس کو بیان کر چکا ہوں۔[1] لیکن آپ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ تشہد کے بعد

---

[1] ملاحظہ فرمائیں تفہیمات، مضمون ''قانون سازی، شوریٰ اور اجماع۔'' اسی مضمون کے آخر میں اس کی تاریخ اشاعت مئی ۱۹۵۵ء درج ہے۔

پڑھنے کے لیے درود و دعا کے جو الفاظ ماثور ہیں، ان کی نوعیت بھی ایسی ہے کہ ان کو جوں کا توں پڑھنا ہی ضروری ہو، کیونکہ بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات یہ بتاتی ہیں کہ عَبۡدُهٗ وَرَسُوۡلُهٗ تک تشہد پڑھنے کے بعد آدمی کو اختیار ہے کہ اللہ سے مانگنے کے لیے جو دعا چاہے، منتخب کرلے۔

(۵) ا۔ حضورؐ کی موجودگی میں ماثور الفاظ پر اضافہ

بخاری، مسلم، ابوداؤد، مسند احمد، نسائی اور طبرانی میں حضرت رفاعہؓ بن رافع کی روایت ہے کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ رکوع سے سر اٹھا کر جب حضورؐ نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ فرمایا تو پیچھے سے ایک شخص نے کہا رَبَّنَا وَلَكَ الۡحَمۡدُ حَمۡدًا كَثِيۡرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيۡهِ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضورؐ نے پوچھا ابھی یہ بات کس نے کہی تھی؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہؐ میں نے۔ حضورؐ نے فرمایا: ''میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس کو لکھ لینے کے لیے ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کررہے ہیں۔ یہاں بھی آپ دیکھ لیں کہ اس شخص نے حضورؐ کے سکھائے ہوئے الفاظ پر مزید چند الفاظ کا اضافہ خود کیا تھا۔ یہ زائد الفاظ حضورؐ کے بتائے ہوئے نہ تھے۔ اور اس نے ماثور الفاظ پر یہ اضافہ حضورؐ کی موجودگی میں حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے کیا تھا۔ آپ کے نقطہ نظر سے تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ حضورؐ اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرماتے اور اسے ڈانٹتے کہ ماثور الفاظ پر اپنی طرف سے چند الفاظ بڑھا کر تو نے خلاف شرع حرکت کی ہے، تو میرے سامنے دین کے اندر ایک نیا طریقہ اختراع کرنے کی جسارت کر بیٹھا ہے، تیرے بڑھائے ہوئے الفاظ اگر شریعت میں مطلوب ہوتے تو میں ان کی تعلیم دیتا، تو ان کو اوراد نماز میں داخل کرنے والا کون ہوتا تھا۔ لیکن حضورؐ نے اس کو پوری جماعت کے سامنے یہ بشارت دی کہ تیرے کلمات اتنے قابل قدر تھے کہ فرشتے ان کو لکھنے کے لیے دوڑ پڑے۔ اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ان الفاظ کو ثبت کرنے کی سعادت اسے نصیب ہوجائے۔

تشہد کے ماثور الفاظ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے داخل کردہ الفاظ کا ذکر میں پہلے کرچکا ہوں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ اس سے جان چھڑانے کے لیے جو تاویل آپ نے کی ہے وہ بالکل بے معنی ہے۔

ایک نئی اذان کا اضافہ

۲۳۔ مسند احمد اور نسائی کی روایت ہے کہ جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف فرما ہوجاتے تھے تب بلال اذان دیتے تھے، اور جب آپ منبر سے اترتے تھے تو وہ تکبیر اقامت کہتے تھے۔ یہ گویا دو اذانیں تھیں جو حضورؐ کے زمانے میں مقرر ہوئیں۔ بخاری، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت سائب بن یزید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا اور آبادی بڑھ گئی تو انہوں نے تیسری اذان (وہ اذان جو امام کے منبر پر آنے سے پہلے دی جاتی ہے) کا حکم دیا جو زوراء[1] کے مقام پر دی جاتی تھی۔ بخاری کی ایک اور روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ جمعہ کے روز تیسری اذان کا اضافہ کرنے والے

---

[1] یہ مدینے کے بازاروں میں ایک اونچا گھر تھا جس کی چھت پر موذن اذان دیتا تھا کہ دور دور تک آواز پہنچ جائے۔

حضرت عثمانؓ تھے، جب کہ اہل مدینہ کی تعداد بڑھ گئی تھی۔طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حکم دیا کہ پہلی اذان اس مکان پر دی جائے جس کا نام زوراء ہے۔ پھر جب وہ منبر پر بیٹھ جاتے تھے تو ان کا موذن اذان دیتا تھا اور جب وہ منبر سے اترتے تھے تو موذن تکبیر اقامت کہتا تھا۔ یہ تعبدی امور کے دائرے میں ماثور و مسنون عمل پر ایک صریح اضافہ تھا جو خلیفہ برحق نے ایسے زمانے میں کیا تھا جب صحابہ و تابعین سے دنیائے اسلام بھری پڑی تھی۔ مگر اس کی مخالفت تو کیا ہوتی، اسلامی دنیا کے بلاد و امصار میں وہ مقبول ہوگئی۔ صرف ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے متعلق ابن ابی شیبہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے اسے بدعت کہا تھا۔

تخریج: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ، قَالَ: سَأَلْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ الْأَذَانَ الْأَوَّلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِدْعَةً؟ فَقَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: بِدْعَةٌ۔(٦)

مگر حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ''ان کے اس قول میں یہ احتمال بھی ہے کہ انہوں نے اسے منکر سمجھتے ہوئے بدعت کہا ہو، اور یہ احتمال بھی کہ انھوں نے اسے صرف اس بنا پر بدعت قرار دیا ہو کہ یہ طریقہ نبی ﷺ کے زمانے میں رائج نہ تھا، اور ہر وہ کام جو آپ کے زمانے میں نہ ہوا ہو، بدعت کہلاتا ہے۔ لیکن ایسے کاموں میں بعض اچھے ہوتے ہیں اور بعض اس کے خلاف۔'' حافظ کے اس خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس سے پہلے ایک ''اچھی بدعت'' کا ارتکاب کر چکے تھے۔ مزید برآں ایک اور فعل کو بھی انہوں نے بدعت قرار دینے کے بعد اس کی تحسین فرمائی تھی (جس کا ذکر آگے آرہا ہے)۔

ابن عمرؓ کا چاشت کی نماز کو ''اچھی بدعت'' کہنا

٨٤۔ صلوٰۃ ضحیٰ (چاشت کی نماز) کا پڑھنا بجائے خود تو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، اس لیے اس کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اس کا التزام، یا مسجدوں میں اس کا پڑھا جانا حضورؐ کے عہد مبارک میں رائج نہ تھا۔ بعد کے لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے اس کے بارے میں دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا ''بدعت ہے اور اچھی بدعت''۔ (ابن ابی شیبہ)۔ ایک اور روایت میں ان کے الفاظ یہ ہیں: ''یہ نیا نکالا ہوا طریقہ ہے اور ان اچھے طریقوں میں سے ہے جو لوگوں نے نکال لیے ہیں۔'' (سعید بن منصور) اور ایک تیسری روایت میں ان کا ارشاد ہے ''لوگوں نے کوئی نئی چیز ایسی نہیں نکالی ہے جو مجھ کو اس سے زیادہ محبوب ہو'' (عبدالرزاق) یہ تینوں روایتیں بالکل صحیح سندوں سے منقول ہوئی ہیں۔ ملاحظہ ہو فتح الباری، باب صلوٰۃ الضحیٰ۔

تخریج: ﴿١﴾ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: ثَنَا حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ صَلَاةِ الضُّحىٰ فَقَالَ: بِدْعَةٌ۔(٧)

﴿٢﴾ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْ صَلَاةِ الضُّحىٰ وَهُوَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلىٰ حُجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بِدْعَةٌ وَنِعْمَتِ الْبِدْعَةُ۔(٨)

﴿٣﴾ عَبْدُ الرَّزَّاقِ (عَنْ مَعْمَرٍ) عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَقَدْ قُتِلَ عُثْمَانُ وَمَا

اَحَدٌ یُسَبِّحُهَا، وَمَا اَحْدَثَ النَّاسُ شَيْئاً اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْهَا۔

ایک دوسری روایت:

﴿۴﴾عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَوْ مَعْمَرٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّه قَالَ: قَدْ اُصِيْبَ عُثْمَانُ وَمَا اَحَدٌ يُسَبِّحُهَا وَاِنَّهَا لَمِنْ اَحَبِّ مَا اَحْدَثَ النَّاسُ اِلَیَّ۔(۹)

﴿۵﴾اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُبْنُ الْحَسَنِ بْنِ فُوْرَكٍ، اَنْبَاَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ جَعْفَرٍ ، ثَنَا يُوْنُسُ بْنُ حَبِيْبٍ، ثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ، اَنْبَاَ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ (ح و اَخْبَرَنَا) اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْیٰ ابْنِ عَبْدِ الْجَبَّارِ بِبَغْدَادِ، اَنْبَاَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الرَّمَادِیُّ، ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، انبامَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰی وَاِنِّیْ لَاُسَبِّحُهَا زَاد مَعْمَرٌ فِیْ رِوَايَتِهٖ : وَمَا اَحْدَثَ النَّاسُ شَيْئًا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْهَا۔(۱۰)

حضرت عمرؓ کا تراویح کو ’’اچھی بدعت‘‘ کہنا

نماز تراویح بھی حضورؐ کے عمل سے ثابت ہے۔اس لیے اس کے سنت ہونے میں اختلاف نہیں ہے۔مگر مسجد میں اس کا ایک ہی امام کے پیچھے پڑھا جانا،اور اسے باجماعت ادا کرنے کا عام رواج ایک نیا طریقہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں جاری کیا۔اور اس کے بارے میں فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ (یہ ایک اچھی بدعت ہے)۔یہ بھی تعبدی امور کے بارے میں شارع کے طریقے پر ایک اضافہ ہی تھا،لیکن حضرت عمرؓ جیسے سخت متبع سنت صحابی وخلیفہ نے اسے نیا طریقہ جانتے ہوئے اچھا طریقہ سمجھ کر جاری کیا اور صحابہ وتابعین،ائمہ مجتہدین اور فقہاء ومحدثین،سب نے بلا تامل اس کی پیروی کی۔

درود میں سیدنا ومولانا کے الفاظ کا استعمال

اس بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تعبدی اعمال میں ردوبدل اور کمی وبیشی کا قطعاً ممنوع ہونا اور اس قاعدہ کلیہ میں کسی استثناء کی سرے سے کوئی گنجائش ہی نہ ہونا ایک ایسا تشدد ہے جس کی تائید احادیث صحیحہ سے نہیں ہوتی۔اس کے بعد ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ درود میں ماثور الفاظ پر ’’سیدنا ومولانا‘‘ کا اضافہ کیا واقعی ناجائز اور ممنوع ہے؟ لیکن میں اس بحث کے آغاز ہی میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ میں درود میں صرف وہ الفاظ پڑھنا جائز سمجھتا ہوں جو بجائے خود حضورؐ کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے مشروع ہوں،خواہ درود کے ماثور الفاظ میں وہ شامل نہ ہوں۔[1]

درود کے ماثور الفاظ پر ابن مسعودؓ کا اضافہ

آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ احادیث سے جتنے درود (نبی ﷺ کے درود) ثابت ہیں،ان میں سیدنا کا لفظ شامل نہیں ہے،اگرچہ

---

[1] لیکن یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔(غلام علی)

وہ حافظ ابن حجرؒ ہی نے کیا ہو، کہ کسی صحابی سے ایسا کوئی درود ثابت نہیں ہے۔ ابن ماجہ، بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیْہِ فَاِنَّکُمْ لَاتَدْرُوْنَ لَعَلَّ اللّٰہُ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْہِ۔ ''تم لوگ جب رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجو تو حسن وخوبی کے ساتھ بھیجو، تمہیں کیا خبر، ہوسکتا ہے کہ تمہارا درود حضورؐ کے سامنے پیش ہو۔'' لوگوں نے عرض کیا ''تو پھر وہ آپ ہمیں سکھادیں۔'' اس پر انہوں نے فرمایا: یوں کہا کرو:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ، وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ، اِمَامِ الْخَیْرِ، وَقَائِدِ الْخَیْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ، اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُہٗ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔

''خدایا! اپنی عنایت ورحمت اور اپنی برکتیں نازل فرمارسولوں کے سردار، متقیوں کے پیشوا اور نبیوں کے خاتم محمد ﷺ پر، جو تیرے بندے اور رسول ہیں، جو نیکی اور بھلائی کے امام وقائد اور رسول رحمت ہیں۔ خدایا! ان کو اس مقام محمود پر پہنچا جس پر اولین وآخرین رشک کریں۔'' اس کے بعد حضرت ابن مسعودؓ نے درود کے وہ ماثور الفاظ پڑھے جو رسول اللہ ﷺ کے تعلیم کردہ ہیں۔''

حضرت عبداللہ کے اس ارشاد کا صحیح مطلب اس مثال سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگر کوئی شریف آدمی کسی کے ہاں جاتا ہے اور اس کے ملازم سے اپنی آمد کی اطلاع دینے کے لیے کہتا ہے تو اپنی زبان سے وہ خود یہ نہیں کہتا کہ صاحب خانہ سے کہو ''مولانا عبدالرحمٰن صاحب تشریف لائے ہیں۔'' بلکہ وہ کہتا ہے ''عبدالرحمٰن حاضر ہوا ہے۔'' اب یہ ملازم کی تمیز پر موقوف ہے کہ وہ صاحب خانہ کو اطلاع دینے کے لیے آنے والے کے مرتبے کے مطابق الفاظ استعمال کرتا ہے، یا ٹھیک وہی الفاظ دہرادیتا ہے جو آنے والے نے اپنے لیے استعمال کیے تھے۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کو حضرت اسود بن یزید نے روایت کیا ہے، جو جلیل القدر تابعین میں سے تھے۔ ان کا مرتبہ اس سے بلند تر ہے کہ ان کی ثقاہت کے لیے کسی کی سند لائی جائے۔ ان سے اس کو روایت کرنے والے ابوفاختہ سعید بن علاقہ ہیں، جنہیں حافظ ابن حجر نے تقریب میں ثقہ قرار دیا ہے۔ ان سے عون بن عبداللہ اس کے راوی ہیں، جن کی ثقاہت پر امام احمد، یحیٰی بن معین، عجلی اور نسائی نے شہادت دی ہے۔ ان سے روایت کرنے والے المسعودی عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہیں، اور یہی وہ راوی ہیں جن کو مخبوط الحواس قرار دے کر یہ روایت ردی کی ٹوکری میں پھینک دینے کے قابل ٹھیرائی جاتی ہے۔ حالانکہ علمائے رجال نے تصریح کی ہے کہ وہ ثقہ تھے اور صرف آخر عمر میں ان کا ذہن الجھ گیا تھا۔ امام احمد اور ابن عمار کہتے ہیں کہ کوفے اور بصرے میں جو روایات لوگوں نے ان سے سنی ہیں وہ سب صحیح ہیں، البتہ بغداد جاکر ان کا ذہن پراگندہ ہوگیا تھا۔ ابن ابی حاتم اپنے والد ابوحاتم کا قول نقل کرتے تھے کہ اپنی موت سے سال، یا دو سال پہلے ان کے ذہن کی یہ حالت ہوئی تھی۔ ابن معین کہتے ہیں کہ قاسم اور عون بن عبداللہ سے جو احادیث انہوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میرے علم میں کوئی شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم کو مسعودی سے زیادہ جاننے والا نہ

تھا۔ علمائے رجال کی اس شہادت کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح بے دردی کے ساتھ ان احادیث کو اٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے جو مفید مطلب نہیں ہوتیں۔

(۵) ب۔ کیا واقعی حضورؐ نے اپنے لیے لفظ ''سید'' کے استعمال کو ممنوع قرار دیا تھا؟

۲۵۔ آپ کا یہ قول قطعاً صحیح نہیں ہے کہ اپنے لیے سید کا لفظ استعمال کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا تھا۔ یہ احادیث کو نہ سمجھنے اور ان کے موقع و محل کو جانے بغیر ان سے غلط نتائج نکالنے کی ایک واضح مثال ہے۔ اس معاملہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ خوشامد، اور کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ بخاری اور ابوداؤد میں حضرت ابوبکرہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ کے سامنے ایک اور شخص کی تعریف کی۔ آپ نے تین مرتبہ (اور دوسری روایت میں ہے بار بار) فرمایا ''تو نے تو اپنے دوست کا گلا کاٹ دیا۔'' پھر سمجھایا کہ اگر تم میں سے کسی کو اپنے کسی بھائی کی مدح ضرور ہی کرنی ہو اور وہ واقعی اس کے متعلق وہی کچھ جانتا ہو، جو وہ کہنا چاہتا ہے۔ تو یوں کہے کہ ''میں اسے ایسا سمجھتا ہوں'' اور ساتھ ہی یہ بھی کہے کہ اس کو جاننے والا تو اصل میں اللہ ہے اور میں اللہ پر اس کا تزکیہ لازم کرنے والا نہیں ہوں۔''

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا آدَمُ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِیْهِ ، اَنَّ رَجُلًا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَاَثْنٰی عَلَیْهِ رَجُلٌ خَیْرًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: وَیْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ یَقُوْلُهُ مِرَارًا اِنْ كَانَ اَحَدُ كُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا اِنْ كَانَ یُرٰی اَنَّهُ كَذٰلِكَ وَحَسِیْبُهُ اللّٰهُ وَلَایُزَكِّیْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا وَقَالَ وُهَیْبٌ عَنْ خَالِدٍ: وَیْلَكَ۔(۱۱)

﴿۲﴾ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی، قَالَ: سَمِعَ النَّبِیُّ ﷺ رَجُلًا یُثْنِیْ عَلٰی رَجُلٍ وَیُطْرِیْهِ فِی الْمِدْ حَةِ فَقَالَ: اَهْلَكْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔(۱۲)

—— ابوداؤد نے مرارًا کی جگہ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اور آگے اِذَامَدَحَ اَحَدُكُمْ صَاحِبَهٗ لَا مَحَالَةَ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ اَحْسِبُهٗ كَمَا یُرِیْدُ اَنْ یَّقُوْلَ وَلَا اُزَكِّیْهِ عَلَى اللّٰهِ۔

یہ بات نگاہ میں رکھیے اور پھر اس روایت کو دیکھیے جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضورؐ نے اپنے لیے لفظ ''سید'' کے استعمال سے منع فرمادیا تھا۔ مسند احمد میں حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا یَامُحَمَّدُ ﷺ یَا سَیِّدَنَا وَ ابْنَ سَیِّدِنَا، وَخَیْرَنَا وَابْنَ خَیْرِنَا۔ ''اے محمد ﷺ، اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے، ہمارے بہترین شخص اور ہمارے بہترین شخص کے بیٹے۔'' اس پر حضورؐ نے فرمایا ''لوگو! اپنے تقویٰ پر قائم رہو، شیطان تمہیں غلط راستے پر نہ ڈالنے پائے، میں محمد بن عبداللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس منزلت سے اوپر اٹھانے کی کوشش کرو جو اللہ عزوجل نے مجھے عطا کی ہے۔'' اس کے ساتھ ہی وہ روایت بھی ملاحظہ فرما لیجیے جس کی بنا پر آپ لفظ سید کے استعمال سے منع کر دینے کی تاریخ ۹ ہجری متعین فرما رہے ہیں:

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا مُؤَمَّلٌ، ثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ اَنَسٍ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ:

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَيِّدَنَا وابْنَ سَيِّدِنَا وَيَا خَيْرَ نَا وَابْنَ خَيْرِ نَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : يٰاَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِ يَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، اَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْ نِیْ فَوْقَ مَا رَفَعَنِی اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔(۱۳)

—— مسند احمد کی ایک روایت میں اَنْتَ سَيِّدُقُرَيْشٍ اور ایک دوسری میں اَنْتَ وَلِيُّنَا وَاَنْتَ سَيِّدُنَا وَاَنْتَ اَطْوَلُ عَلَيْنَا وغیرہ کے الفاظ بھی مروی ہیں۔(١٤)

مسند احمد میں تین جگہ اور ابوداؤد کتاب الادب میں ایک جگہ یہ ذکر ہے کہ بنی عامر کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس وفد میں مطرف بن عبداللہ بن الشخیر کے والد بھی شریک تھے۔مطرف اپنے والد ہی کے حوالہ سے ان کا یہ بیان روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حاضر ہو کر آپؐ کو سلام کیا اور پھر کہا کہ آپ ہمارے ولی ہیں، آپ ہمارے سید (سردار) ہیں، آپ ہم پر سب سے زیادہ عطاء و بخشش کرنے والے اور فضل فرمانے والے اور بڑے عمدہ کھانے کھلانے والے ہیں۔ان کے اس خوشامدانہ انداز کو دیکھ کر حضورؐ نے ان کے الفاظ اَنْتَ سَيِّدُنَا کے جواب میں فرمایا اَلسَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اور جب وہ خوشامد کیے ہی چلے گئے تو فرمایا ''اپنی بات کہو اور شیطان تمہیں اپنے مطلب کے لیے استعمال نہ کرے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا بِشْرٌ يَعْنِى ابْنُ الْمُفَضَّلِ. ثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ اَبِىْ نَضْرَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: قَالَ اَبِىْ: اِنْطَلَقْتُ فِىْ وَفْدِ بَنِىْ عَامِرٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقُلْنَا: اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قُلْنَا: وَاَفْضَلُنَا فَضْلاً وَاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ: قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ اَوْبَعْضَ قَوْلِكُمْ. وَلَا يَسْتَجْرِ يَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ۔(۱۵)

اس کلام کو دلیل قرار دے کر یہ کہنا کہ حضورؐ نے اپنے لیے لفظ ''سید'' کے استعمال کو منع فرما دیا تھا، حدیث دانی اور حدیث فہمی کی کوئی اچھی مثال نہیں ہے۔حضورؐ کے الفاظ اَلسَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى کا مطلب اگر یہ لیا جائے کہ اللہ کے سوا کسی کے لیے لفظ سید استعمال نہیں کیا جا سکتا، تو پھر ان تمام احادیث کو غلط ٹھیرانا پڑے گا جن میں غیر اللہ کے لیے لفظ سید استعمال کیا گیا ہے، اور اس کے ساتھ اللہ جل شانہ کے اسمائے خاص میں لفظ 'السید' کا اضافہ کرنا پڑے گا، حالانکہ اسمائے الٰہی میں کسی نے بھی اس کو شمار نہیں کیا ہے۔لیکن اگر اس کا مطلب صرف یہ لیا جائے کہ اور سب کے لیے تو یہ لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے، البتہ حضورؐ کے لیے اس کا استعمال ممنوع ہے تو یہ سراسر بے بنیاد معنی آفرینی ہوگی، کیونکہ جس فقرے کو آپ دلیل بنا رہے ہیں اس سے یہ مفہوم کسی طرح بھی نہیں نکلتا۔علاوہ بریں یہ بات اس لیے بھی غلط ہے کہ جب خوشامد کے سوا کسی اور انداز میں حضورؐ کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا تو آپ نے اس سے منع نہ فرمایا۔چنانچہ مسند احمد میں نضلہ بن طریف کی روایت ہے کہ ان کے قبیلے کے ایک شخص عبداللہ کی بیوی ناشزہ ہو کر بھاگ گئی اور اسی قبیلے کے ایک دوسرے شخص مُطَرِفُ بْنُ بَهْصَلٍ کے ہاں جا بیٹھی۔عبداللہ نے جا کر اس شخص سے اپنی بیوی کا مطالبہ کیا تو اس نے انکار کر دیا۔آخر کار وہ فریادی بن کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند اشعار کی صورت میں اپنی شکایت پیش کی۔ان میں سے پہلا شعر یہ تھا:

یَا سَیِّدَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ
اِلَیْكَ اَشْكُو ذَرْبَةً مِّنَ الذَّرَبِ

''اے لوگوں کے سرداراور عرب کے فرمانروا، آپ کے پاس میں بڑی زبان دراز عورتوں میں سے ایک کی شکایت پیش کرتا ہوں۔''

یہ چونکہ فریادی کی فریاد تھی، نہ کہ کسی خوشامدی کی خوشامد، اس لیے ان الفاظ پر حضورؐ نے کوئی اعتراض نہ فرمایا، بلکہ فوراً مطرف کے نام فرمان لکھا کہ اس شخص کی بیوی اس کے حوالے کر دو۔[1]

بے سند اور غیر متعلق روایات سے استدلال

قاضی عیاض کی 'شفا' سے آپ نے جو روایت نقل کی ہے، اس کا کوئی حوالہ انہوں نے نہیں دیا ہے اور نہ اس روایت کی سند بیان کی ہے۔ عجیب بات ہے کہ مفید مطلب روایت تو بلا سند و حوالہ قبول، اور خلاف مطلب روایت اگر صحاح ستہ میں سے ایک کے اندر پوری متصل سند کے ساتھ درج ہو تو اس کے ایک راوی پر بلا تحقیق تہمتیں جوڑ کر پوری حدیث رد۔ رہی آپ کی نقل کردہ وہ روایت جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتے کا سوال، اور حضرت جبریل کے مشورے پر حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا ہے تو وہ اس بحث میں سرے سے غیر متعلق ہے۔

(۵) ج۔ حضورؐ کے ارشاد پر حضرت عمرؓ کا اعتراض

۲۶۔ آپ نے اس مشہور واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ جب بنی قریظہ کے معاملہ میں حکم کی حیثیت سے فیصلہ دینے کے لیے حضرت سعدؓ بن معاذ بلائے گئے تھے تو حضورؐ نے حاضرین کو، یا انصار کو حکم دیا تھا کہ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔ لیکن بخاری، مسلم، ابوداؤد، مسند احمد اور مغازی و سیرت کی کتابوں میں اس واقعے کی تمام دوسری روایات چھوڑ کر آپ کی نگاہ صرف مسند احمد کی اس ایک روایت پر جا کر ٹھیری جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضورؐ یہ ارشاد فرماتے ہی کہ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ''اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' حضرت عمرؓ بھری مجلس میں بول اٹھے کہ سَیِّدُنَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ ''ہمارا سردار تو اللہ عزوجل ہے'' تھوڑی دیر کے لیے اس بات سے قطع نظر کر لیجیے کہ دوسری روایتیں اس ذکر سے خالی ہیں، آپ کی سمجھ میں یہ بات آخر کیسے گئی کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں یہ گستاخی کر سکتے تھے؟ اور وہ حضرت عمرؓ یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے جن کا اپنا قول ترمذی میں حضرت عائشہؓ سے ان الفاظ میں نقل ہوا ہے اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ ''ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں، ہمارے بہترین آدمی ہیں، ہم سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں''۔ اور جن کا ایک دوسرا قول بخاری میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے یوں منقول ہوا ہے: اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا، یَعْنِیْ بِلَالاً ''ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار، یعنی بلالؓ کو آزاد کیا ہے۔''

---

[1] یہ صاحب بنی حرماز میں سے تھے جو بنی مازن کے گھرانوں میں سے ایک گھرانا تھا۔ ان کا حضورؐ کو 'دیان العرب'' کہہ کر خطاب کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس قبیلے کا قبول اسلام بھی فتح مکہ اور جنگ حنین کے بعد ہی کا واقعہ ہو سکتا تھا جب کہ آپؐ واقعی عرب کے فرماں روا ہو گئے تھے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ الْوَلِیْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِبْنِ ابْرَاهِیْمَ ، عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ اَهْلَ قُرَیْظَةَ نَزَلُوْاعَلٰی حُکْمِ سَعْدٍ فَارْسَلَ النَّبِیُّ ﷺ اِلَیْهِ فَجَآءَ فَقَالَ: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِ کُمْ اَوْقَالَ خَیْرِ کُمْ فَقَعَدَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: هٰؤُلَآءِ نَزَلُوْا عَلٰی حُکْمِکَ قَالَ: فَاِنِّیْ اَحْکُمُ اَنْ تُقْتَلَ مُقَاتِلَتُهُمْ وَتُسْبٰی ذَرَارِیُّهُمْ فَقَالَ: لَقَدْ حَکَمْتَ بِمَا حَکَمَ بِهِ الْمَلِکُ... الخ-(۱۶)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَیْمٍ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ، اَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: کَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ: اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یعنی بِلَالاً-(۱۷)

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعِیْدِ نِالْجَوْهَرِیُّ ، نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اَوَیْسٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، قَالَ : اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ-(۱۸) (هذا حدیث صحیح غریب)

(۵) د۔ کیا حضورؐ کے لیے دعا میں سیدنا کہنا روح دعا کے خلاف ہے؟

۲۷۔ آپ فرماتے ہیں کہ درود میں حضورؐ کے لیے سید کا لفظ استعمال کرنا روح دعا کے خلاف ہے، درخواست اور دعا میں تو عبدیت اور عاجزی وانکساری کا اظہار ہونا چاہیے اور جس کے حق میں دعا کرنی ہو، اس کے لیے تو یوں کہنا چاہیے کہ ایک بندۂ مسکین آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے، نہ یہ کہ ہمارا آقا اور سردار حاضر ہو رہا ہے۔ آپ کی یہ بات اس صورت میں تو بلاشبہ درست ہے جب کہ آدمی خود اپنے لیے دعا مانگ رہا ہو۔ مگر کیا یہ اس صورت میں بھی صحیح ہے جب کہ آدمی کی دعا رسول اکرم ﷺ کے حق میں ہو؟ کیا آپ حضورؐ کے حق میں دعا مانگتے ہوئے (معاذ اللہ) یوں کہیں گے کہ ''یا اللہ بے چارے مسکین محمد رسول اللہؐ پر اپنی رحمتیں نازل فرما؟'' پھر آپ کی یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے جب کہ مسند احمد، مسند ابوعوانہ، صحیح ابن حبان اور حافظ مروزی کی مسند ابوبکر صدیقؓ میں صحیح سند کے ساتھ روز قیامت کی شفاعت کے متعلق یہ روایت آئی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اور ان سے خود رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ اس روز اللہ تعالیٰ آں حضورؐ پر دعا کا ایک ایسا طریقہ کھولے گا جو اس سے پہلے کسی بشر پر کبھی نہیں کھولا گیا، اور حضورؐ عرض کریں گے اَیْ رَبِّ جَعَلْتَنِیْ سَیِّدَ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَافَخْرَ وَاَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَافَخْرَ ''اے میرے رب، تو نے مجھے سید اولاد آدم بنایا اور اس پر کوئی فخر نہیں، اور قیامت کے روز پہلا وہ شخص بنایا جس کے نکلنے کے لیے زمین شق ہوئی اور اس پر کوئی فخر نہیں۔'' دیکھیے یہاں خود اللہ تعالیٰ حضور کو دعا کا طریقہ سکھا رہا ہے، اور اس میں سید ولد آدم کے الفاظ استعمال ہو رہے ہیں۔ کیا یہ روح دعا کے خلاف ہے؟

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، قَالَ: ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اِسْحَاقَ الطَّالَقَانِیُّ ، قَالَ: حَدَّثَنِی النَّضْرُبْنُ شُمَیْلِ نِ الْمَازِنِیُّ قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ نُعَامَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُنَیْدَةَ الْبَرَآءُ بْنُ نَوْفَلٍ عَنْ وَّالَانَ الْعَدَوِیِّ ، عَنْ حُذَیْفَةَ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ... فَیَفْتَحُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَیْهِ مِنَ

الدُّعَآءِ شَیْئًا لَمْ یَفْتَحْہُ عَلیٰ بَشَرٍ قَطُّ فَیَقُوْلُ: اَیْ رَبِّ خَلَقْتَنِیْ سَیِّدَ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ وَاَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَافَخْرَ ... الخ۔(۱۹)

لفظ سید کی مشروعیت

۲۸۔آپ کے تمام اعتراضات کا جواب دینے کے بعد اب میں عرض کرتا ہوں کہ سید کا لفظ ایک مشروع لفظ ہے جو بہ کثرت احادیث میں حضورؐ کے لیے بھی اور دوسرے انسانوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ بخاری، مسلم، مسند احمد، مسند ابوداوٗد طیالسی، ترمذی، ابوداوٗد، دارمی اور دوسری کتب حدیث میں بہ کثرت سندوں کے ساتھ حضرات ابن عباس، ابو ہریرہ، ابوسعید خدری اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی روایات آئی ہیں جن میں وہ حضورؐ کے یہ ارشادات نقل کرتے ہیں کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَافَخْرَ، یا اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَافَخْرَ۔ ان میں سے بعض روایات میں یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ صرف سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ کے الفاظ ہیں۔

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ، عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ، عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ، وَ بِیَدِیْ لِوَآءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ، وَمَا مِنْ نَبِیٍّ یَوْمَئِذٍ آدَمَ فَمَنْ سِوَاہُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ، وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ. (ھذا حدیث حسن صحیح)۔(۲۰)

〈۲〉حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَا حَجَّاجٌ، ثَنَا شَرِیْکٌ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ غَالِبٍ، عَنْ حُذَیْفَۃَ، قَالَ: سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُحَمَّدٌ ﷺ۔(۲۱)

اَلْمُسْتَدْرَکُ لِلْحَاکِمِ میں ہے:

〈۳〉عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ، قَالَ: اَنَا سَیِّدُوُلْدِ آدَمَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ۔

ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَ لَمْ یُخْرِجَاہُ۔

مسند ابوعوانہ میں شفاعت کی طویل حدیث میں مندرجہ ذیل الفاظ منقول ہیں:

〈۴〉فَیَقُوْلُ عِیْسٰی: لَیْسَ ذَا کُمْ عِنْدِی وَلٰکِنِ انْطَلِقُوْا اِلیٰ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ، فَاِنَّہٗ اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْہُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الخ۔ (۲۲)

اَلْمُسْتَدْرَکُ لِلْحَاکِمِ میں ہے:

〈۵〉عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَیِّدُ الْاَنْبِیَاءِ خَمْسَۃٌ وَمُحَمَّدٌ ﷺ سَیِّدُ الْخَمْسَۃِ نُوْحٍ وَاِبْرَاھِیْمَ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی وَمُحَمَّدٍ صَلوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِمْ۔(۲۳)

—— ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ وَ اِنْ کَانَ مَوْقُوْفاً عَلٰی اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔

۲۹۔ مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں یہ روایات آئی ہیں کہ لعان کے بارے میں جب حکم الٰہی کے نزول سے پہلے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ شوہر اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ ملوث دیکھ لے تو کیا کرے، اور اس موقع پر حضرت سعد بن عبادہ نے غیر معمولی غیرت کا اظہار کیا، تو حضورؐ نے انصار کو خطاب کر کے فرمایا اِسۡمَعُوۡا اِلٰی مَایَقُوۡلُ سَیِّدُکُمۡ ؟[1] ''سنو تمہارے یہ سردار کیا کہہ رہے ہیں؟'' اسی طرح بخاری، مسلم، نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ سے افک کا جو قصہ منقول ہوا ہے اس میں وہ حضرت سعد بن عبادہ کے لیے سید الخزرج کے الفاظ استعمال فرماتی ہیں اور حضرت سعدؓ بن معاذ کے لیے لفظ سید کے استعمال کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَبُوۡبَکۡرِبۡنُ اَبِیۡ شَیۡبَۃَ ، قَالَ: نَا خَالِدُبۡنُ مَخۡلَدٍ عَنۡ سُلَیۡمَانَ بۡنِ بِلَالٍ، حَدَّثَنِیۡ سُھَیۡلٌ عَنۡ اَبِیۡهِ، عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ، قَالَ: قَالَ سَعۡدُ بۡنُ عُبَادَۃَ: یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! لَوۡ وَجَدۡتُّ مَعَ اَھۡلِیۡ رَجُلًا، لَمۡ اَمَسَّهُ حَتّٰی اٰتِیَ بِاَرۡبَعَةِ شُھَدَآءَ؟ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ : نَعَمۡ ، قَالَ: کَلَّا وَالَّذِیۡ بَعَثَکَ بِالۡحَقِّ اِنۡ کُنۡتُ لَاُعَاجِلُهُ بِالسَّیۡفِ قَبۡلَ ذٰلِکَ، قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: اِسۡمَعُوۡا اِلٰی مَا یَقُوۡلُ سَیِّدُکُمۡ اِنَّهُ لَغَیُوۡرٌ، وَاَنَا اَغۡیَرُ مِنۡهُ، وَاللّٰهُ اَغۡیَرُ مِنِّیۡ۔(۲۴)

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبۡنُ عَرۡعَرَۃَ، حَدَّثَنَا شُعۡبَةُ عَنۡ سَعۡدِ بۡنِ اِبۡرَاھِیۡمَ، عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَةَ بۡنِ سَھۡلِ بۡنِ حُنَیۡفٍ، عَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ الۡخُدۡرِیِّ، اَنَّ اُنَاسًا نَزَلُوۡا عَلٰی حُکۡمِ سَعۡدِبۡنِ مُعَاذٍ فَاَرۡسَلَ اِلَیۡهِ فَجَآءَ عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا بَلَغَ قَرِیۡبًا مِنَ الۡمَسۡجِدِ، قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : قُوۡمُوۡا اِلٰی خَیۡرِکُمۡ، اَوۡسَیِّدِ کُمۡ، فَقَالَ: یَا سَعۡدُ! اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ نَزَلُوۡا عَلٰی حُکۡمِکَ، قَالَ: فَاِنِّیۡ اَحۡکُمُ فِیۡھِمۡ اَنۡ تُقۡتَلَ مُقَاتِلَتُھُمۡ وَتُسۡبٰی ذَرَارِیُّھُمۡ، قَالَ: حَکَمۡتَ بِحُکۡمِ اللّٰهِ اَوۡبِحُکۡمِ الۡمَلِکِ۔(۲۵)

۳۰۔ مسند احمد اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعب کے لیے سید القراء کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیۡ اَبِیۡ، ثَنَا ھُشَیۡمٌ، اَنۡبَاَنَا الۡعَوَّامُ، عَنۡ مُحَمَّدِ ابۡنِ اَبِیۡ مُحَمَّدٍ مَوۡلٰی لِعُمَرَبۡنِ الۡخَطَّابِ، عَنۡ اَبِیۡ عُبَیۡدَۃَ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰهِ، عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مَسۡعُوۡدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ: مَامِنۡ مُسۡلِمِیۡنَ یَمُوۡتُ لَھُمَا ثَلَاثَةٌ مِّنَ الۡوَلَدِ لَمۡ یَبۡلُغُوۡا الۡحِنۡثَ اِلَّا کَانُوۡا لَهُ حِصۡنًا حَصِیۡنًا مِّنَ النَّارِ فَقِیۡلَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ! فَاِنۡ کَانَا اثۡنَیۡنِ، قَالَ: وَاِنۡ کَانَ اثۡنَیۡنِ، فَقَالَ اَبُوۡذَرٍّ: یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ! لَمۡ اُقَدِّمۡ اِلَّا اثۡنَیۡنِ، قَالَ: وَاِنۡ کَانَا اثۡنَیۡنِ، قَالَ: فَقَالَ اُبَیُّ بۡنُ کَعۡبٍ اَبُوۡ الۡمُنۡذِرِ سَیِّدُ الۡقُرَّآءِ : لَمۡ اُقَدِّمۡ اِلَّا وَاحِدًا، قَالَ: فَقِیۡلَ لَهُ وَاِنۡ کَانَ وَاحِدًا، فَقَالَ: اِنَّمَا ذَاکَ عِنۡدَ الصَّدۡمَةِ الۡاُوۡلٰی۔ (۲۶)

المستدرک نے ایک روایت انھیں کے بارے میں یوں بھی نقل کی ہے:

﴿۲﴾ یَقُوۡلُ اُبَیُّ بۡنُ کَعۡبٍ سَمَّاہُ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ سَیِّدَ الۡاَنۡصَارِ فَلَمۡ یَمُتۡ حَتّٰی قَالُوۡا سَیِّدُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ۔(۲۷)

---

[1] بخاری ج ۲،ص ۵۹۵، مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔ مسلم ج ۲، ص ۳۶۶، کتاب التوبہ، حدیث توبہ کعب بن مالک۔

۳۱ـ مسلم، ابوداؤد، اور مسند احمد وغیرہ میں حضورؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ غلام اور لونڈیاں اپنے مالک اور مالکہ کو ربی اور ربتی نہ کہیں بلکہ سیدی اور سیدتی کہا کریں۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ، قَالُوا: نَا اِسْمَاعِيلُ ـــ وَهُوَابْنُ جَعْفَرٍ ـــ عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ ﷺ، قَالَ: لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِي وَاَمَتِي. كُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ. وَكُلُّ نِسَآءِ كُمْ اِمَآءُ اللّٰهِ. وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِي وَجَارِيَتِي وَفَتَايَ وَفَتَاتِي۔

دوسری روایت میں ہے:

﴿۲﴾ لَا يَقُولَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِي. فَكُلُّكُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ فَتَايَ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّي وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِي۔

تیسری روایت میں ہے:

﴿۳﴾ لَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ: اسْقِ رَبَّكَ، اَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، وَلَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ رَبِّي. وَلْيَقُلْ سَيِّدِي، وَمَوْلَايَ. وَلَا يَقُلْ اَحَدُكُمْ عَبْدِي، اَمَتِي، وَلْيَقُلْ فَتَايَ فَتَاتِي غُلَامِي۔(۲۸)

۳۲ـ بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے سَيِّدَةُ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْمُؤمِنِينَ یا نِسَاءَ الْمُؤمِنَاتِ اور سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

تخریج: ﴿۱﴾ وَقَالَ النَّبِيُّ: فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ النِّسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔(۲۹)

﴿۲﴾ فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ اَمَاتَرْضَى اَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ، اَوْ سَيِّدَةَ نِسَآءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔(۳۰)

۳۳ـ بخاری، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق حضورؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ اِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ "میرا یہ بیٹا سید ہے، اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرادے گا۔" یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ دوسری روایتوں میں الفاظ کچھ مختلف ہیں، مگر حضرت حسنؓ کے لیے سید کا لفظ سب میں موجود ہے۔

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، ثَنَا اَبُومُوسٰى عَنِ الْحَسَنِ، اَنَّهُ سَمِعَ اَبَابَكْرَةَ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِوَالْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً، وَاِلَيْهِ مَرَّةً، وَيَقُولُ: ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ (۳۱)

مستدرک میں حضرت ابوہریرہ سے یہ بھی منقول ہے:

﴿۲﴾ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُولُ اِنَّهُ سَيِّدٌ۔(۳۲)

ـــ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ۔

۳۴ـ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے لیے سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ کے الفاظ ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور مسند احمد بن حنبل میں وارد ہوئے ہیں۔

تخریج: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ غَیْلَانَ، نَا اَبُوْدَاوُدَ الْحَفْرِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ یَزِیْدَبْنِ اَبِیْ زِیَادٍ، عَنِ ابْنِ اَبِیْ نُعْمٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَاشَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔(۳۲)

۳۵۔ حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لیے سَیِّدَا کُھُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ کے الفاظ مختلف سندوں سے مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں منقول ہیں۔

تخریج: حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ، نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، قَالَ: ذَکَرَهُ دَاوٗدَعَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ الْحَارِثِ ،عَنْ عَلِیٍّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، قَالَ: اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ سَیِّدَا کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مَا خَلَا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ، لا تُخْبِرْ هُمَا یَا عَلِیُّ۔ (۳۴)

تشریح: یہ تمام احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ سید کا لفظ نہ رسول اللہ ﷺ کے لیے غیر مشروع ہے اور نہ دوسرے انسانوں کے لیے، اور وہ نہ اس دنیا میں غیر مشروع ہے نہ آخرت میں۔ پھر نماز کے اندر یا خارج از نماز حضورؐ پر درود بھیجتے ہوئے اس کے استعمال کو کیسے ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

لفظ مولیٰ کی مشروعیت

۳۶۔ ایسا ہی معاملہ لفظ مولیٰ کا ہے۔ ابن ماجہ میں یہ روایت آئی ہے کہ کسی حج کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت معاویہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت علیؓ کا ذکر برائی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ اس پر حضرت سعدؓ غضبناک ہوگئے اور انہوں نے فرمایا تقُولُ هٰذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔ ''آپ یہ باتیں اس شخص کے بارے میں کہہ رہے ہیں جس کے متعلق میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ''میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کا مولیٰ ہے۔''

تخریج: حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ، ثَنَا مُوْسٰی بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ، وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعْدِبْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِیَةُ فِیْ بَعْضِ حَجَّاتِهٖ، فَدَخَلَ عَلَیْهِ سَعْدٌ فَذَکَرُوْا عَلِیًّا. فَنَالَ مِنْهُ. فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُوْلُ هٰذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، یَقُوْلُ: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ، وَسَمِعْتُهُ، یَقُوْلُ: اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لا نَبِیَّ بَعْدِیْ. وَسَمِعْتُهُ، یَقُوْلُ: لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ الْیَوْمَ رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔(۳۵)

۳۷۔ مسند احمد نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس حضرت بریدہؓ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ یمن کی مہم پر گیا اور وہاں مجھے ان سے سخت برتاؤ کا تجربہ ہوا۔ میں نے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے ان کی شکایت کی۔ حضورؐ کا چہرہ مبارک میری بات سن کر متغیر ہوگیا اور آپ نے فرمایا ''اے بریدہ، کیا میں مومنوں کے لیے ان کی جان سے بڑھ کر عزیز نہیں ہوں؟'' میں نے عرض کیا ''کیوں نہیں، یارسول اللہ''۔ حضورؐ نے اس پر فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔ حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند عمدہ اور قوی ہے اور اس کے راوی سب کے سب ثقہ ہیں۔

۳۸۔ نسائی میں حضرت زید بن ارقم کی روایت نقل کی گئی ہے جس میں وہ حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَھٰذَا وَلِیُّہٗ'' جس کا میں مولیٰ ہوں یہ بھی اس کا ولی ہے۔'' حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ امام ذہبیؒ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام احمدؒ نے مسند میں حضرت زیدؓ بن ارقم کی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ حضورؐ نے وادی خم میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا ''کیا تم نہیں جانتے، یا فرمایا کہ کیا تم اس کی شہادت نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کے لیے اس کی جان سے بڑھ کر عزیز ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا ضرور۔ آپ نے فرمایا: فَمَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَاِنَّ عَلِیًّا مَوۡلَاہُ۔ اور دوسری روایت میں ہے فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہُ۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ اسناد عمدہ ہے اور اس کے راوی سنن کی شرط کے مطابق ثقہ ہیں۔

تخریج: حَدَّثَنَا عَبۡدُ اللّٰہِ، حَدَّثَنِیۡ اَبِیۡ ، ثَنَا سُفۡیَانُ ، ثَنَا اَبُوۡ عُوَانَۃَ عَنِ الۡمُغِیۡرَۃِ، عَنۡ اَبِیۡ عُبَیۡدٍ، عَنۡ مَیۡمُوۡنِ اَبِیۡ عَبۡدِ اللّٰہِ ، قَالَ : قَالَ زَیۡدُبۡنُ اَرۡقَمَ: وَاَنَا اَسۡمَعُ نَزَلۡنَا مَعَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ بِوَادٍ یُقَالُ لَہٗ وَادِیُّ خُمٍّ، فَاَمَرَ بِالصَّلٰوۃِ فَصَلَّاھَا بِھَجِیۡرٍ، قَالَ: فَخَطَبَنَا وَظُلِّلَ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ بِثَوۡبٍ عَلٰی شَجَرَۃٍ سَمِرَۃٍ مِنَ الشَّمۡسِ، فَقَالَ: أَ لَسۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اَوۡلَسۡتُمۡ تَشۡھَدُوۡنَ اَنِّیۡ اَوۡلٰی بِکُلِّ مُوۡمِنٍ مِنۡ نَفۡسِہٖ؟ قَالُوۡا: بَلٰی ، قَالَ: فَمَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَاِنَّ عَلِیًّا مَوۡلَاہُ. اَللّٰھُمَّ عَادِمَنۡ عَادَہٗ وَوَالِ مَنۡ وَالَاہُ۔(۳۵)

تشریح: اس سے ثابت ہوا کہ مولا کا لفظ بھی نبی اور غیر نبی، دونوں کے لیے غیر مشروع نہیں ہے۔ پھر اگر نماز کے اندر اور خارج از نماز، حضورؐ پر درود بھیجتے ہوئے سیدنا و مولانا کے الفاظ استعمال کیے جائیں تو اس میں آخر گناہ کیا ہے؟ اور کس دلیل سے اس کو ممنوع یا ناجائز یا مکروہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ (رسائل ومسائل پنجم: درود میں ...: لفظ مولیٰ ...)

ماٰخذ

(۱) ابو داؤد، ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔☆دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ التشھد ووجوبہ واختلاف الروایات فیہ۔ ھذا اسناد صحیح۔

(۲) ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب التشھد۔

(۳) دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ التشھد ووجوبہ واختلاف الروایات فیہ۔

(٤) دارقطنی: کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ التشھد ووجوبہ واختلاف الروایات فیہ۔ ☆ مسند احمد، ج۱، ابن مسعود۔

(۵) دارقطنی حوالہ مذکورہ بالا ۔

(٦) مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲، کتاب الصلوات، باب الاذان یوم الجمعۃ۔

(۷) مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲، کتاب الصلوات، باب من کان لایصلی الضحیٰ۔

(۸) مصنف ابن ابی شیبہ، ج۲، کتاب الصلوٰات، باب من کان لا یصلی الضحیٰ۔

(۹) المصنف لعبدالرزاق، ج۳، کتاب الصلوات، باب صلوٰۃ الضحیٰ۔

(۱۰) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر الحدیث الذی روی فی ترک الرسول ﷺ صلوٰۃ الضحیٰ، وان المراد به انه کان لاید اوم علیها۔

(۱۱) بخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من التمادح ۔ ☆ ابو داؤد: کتاب الادب، باب فی کراھیة التمادح۔

(۱۲) حوالہ مذکورہ بالا۔

(۱۳) مسند احمد، ج۳، انس بن مالک۔

(۱۴) مسند احمد، ج ٤، مطرف بن عبداللّٰه۔

(۱۵) ابوداؤد ، کتاب الادب، باب فی کراھیة التمادح۔ ☆ مسند احمد ، ج ٤ ، مطرف بن عبداللّٰه۔

(۱٦) بخاری: کتاب الاستیذان، باب قول النبیﷺ قوموا الی سید کم۔☆ ابو داؤد: کتاب الادب، باب ماجاء فی القیام۔ ☆ مسند احمد، ج ۳، ص ۷۱، ابوسعید خدری۔

(۱۷) بخاری: کتاب المناقب، فضائل الأصحاب مناقب بلال بن رباح مولی ابی بکر وقال النبی ﷺ سمعت دف نعلیک بین یدی فی الجنة۔

(۱۸) ترمذی: ابواب المناقب، مناقب ابی بکر الصدیق۔ ☆ المستدرک للحاکم، ج۳،کتاب معرفة الصحابة۔

(۱۹) مسند احمد،۱، ص ٥۔ ابوبکر صدیق۔

(۲۰) ترمذی، ج۲، ابواب المناقب، باب فی فضل النبی ﷺ...۔ ☆ ابوداؤد: کتاب السنه، باب فی التخییر بین الانبیاء علیهم الصلوٰۃ والسلام۔ عن ابی هریره۔

(۲۱) مسند احمد، ج ٥، حذیفه بن الیمان۔

(۲۲) مسند ابی عوانه ، ج ۱،ص۱۷٦۔

(۲۳) مستدرک حاکم ،ج۲،کتاب التاریخ سید الانبیاء خمسة ومحمد سید الخسمة۔

(۲٤) مسلم، ج۱،کتاب اللعان۔☆ مسند احمد، ج ۱، ص ۲۳۸، ابن عباس۔

(۲٥) بخاری، ج۱،کتاب المناقب، مناقب سعد بن معاذ۔☆مسلم،ج۲، کتاب الجهاد والسیر، باب اجلاء الیهود من الحجاز۔ مطبوعه اصح المطابع کراچی۔

(۲٦) مسند احمد، ج ۱، ص ۳۷٥، ٤۲۹، عبداللّٰه بن مسعود۔

(۲۷) مستدرک للحاکم، ج۳، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب ابی بن کعب رضی اللّٰه عنه۔

(۲۸) مسلم: کتاب الالفاظ من الأدب وغیرها، باب حکم اطلاق لفظة العبد والأمة والمولیٰ والسّیّد۔☆ ابو داؤد: کتاب الأدب، باب لایقول المملوک رَبّی ورَبّتی، لا یقولنّ أحد کم عبدی وأمتی، لا یقولنّ المملوک رَبیّ وربّتی و لیقل المالک فتای وفتاتی و لیقل المملوک سیّدی و سیّدتی فإنکم المملوکون والربّ اللّٰه عزّ وجلّ☆مسند احمد، ج۲، ابوهریرة۔

(۲۹) بخاری، ج ۱، کتاب المناقب: مناقب فاطمه۔

(۳۰) مسلم، ج۲،کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل فاطمة رضی اللّٰه عنها۔☆ ترمذی:ج ۲، ابواب المناقب، ۔

(۳۱) بخاری، ج۱،کتاب المناقب، مناقب الحسن والحسین۔☆ المستدرک ، ج۳، ص ۱۷٥۔

(۳۲) مستدرک للحاکم، ج ۳، ص۱٦۹ ۔ومن فضائل الحسن بن علی بن أبی طالبؓ۔

(۳۳) ترمذی: ابواب المناقب، مناقب ابی محمد الحسن بن علی بن ابی طالب والحسین بن علی بن ابی طالب۔ ☆ابن ماجه: المقدمه فضل علی بن ابی طالب۔ ☆ المستدرك للحاكم، ج ۳، ص ۱٦٧۔ ابن ماجه اور مستدرك دونوں میں "وابوهما خیر منهما" كا اضافه بهی منقول هے۔ مستدرك نے "هذا حدیث صحیح بهذه الزیادة ولم یخرجاه" كها هے۔ ☆ مسند احمد، ج ۳، ص ٦۲، ابو سعید خدری۔

(۳٤) ترمذی، ج۲، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بكر الصدیق، باب ——— ☆ ابن ماجه: المقدمة فضل ابی بكر الصدیق۔

(۳٥) ابن ماجه: المقدمه فضل علی بن ابی طالب۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص ۳٦٨، زید بن ارقم۔

(۳٦) مسند احمد، ج ٤، ص ۳٧۲، زید بن ارقم۔

فصل: ۵

جمعہ اور اس کے احکام

فرضیت جمعہ

۳۹۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ''آج سے لے کر قیامت تک جمعہ تم لوگوں پر فرض ہے۔ جو شخص اسے ایک معمولی چیز سمجھ کر، یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑے، خدا اس کا حال درست نہ کرے، نہ اسے برکت دے، خوب سن رکھو! اس کی نماز نماز نہیں ہے، اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں، اس کا حج حج نہیں، اس کا روزہ روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی نیکی نہیں، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، پھر جو توبہ کر لے اللہ اسے معاف فرمانے والا ہے۔ (ابن ماجہ، بزار)

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبدِ اللّٰهِ بنِ نُمَیرٍ، ثَنَا الْوَلِیْدُبْنُ بُکَیرٍ اَبُوْ جَنَّابٍ (خَبَّابٍ)، حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَدَوِیُّ، عَنْ عَلِيّ بْنِ زَیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِبْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: یٰاَیُّهَا النَّاسُ! تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا، وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا. وَصِلُوا الَّذِیْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ رَبِّکُمْ بِکَثْرَةِ ذِکْرِکُمْ لَهُ وَکَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ. تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا. وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ قَدِافْتَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَةَ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا، فِیْ یَوْمِیْ هٰذَا فِیْ شَهْرِیْ هٰذَا مِنْ عَامِیْ هٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ. فَمَنْ تَرَکَهَا فِیْ حَیَاتِیْ اَوْ بَعْدِیْ وَلَهُ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِهَا، اَوْ جُحُوْدًا لَهَا، فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ شَمْلَهُ، وَلَا بَارَکَ لَهُ فِیْ اَمْرِهٖ. اَلَا، وَلَا صَلَاةَ لَهُ، وَلَا زَکَاةَ لَهُ، وَلَا حَجَّ لَهُ، وَلَا صَوْمَ لَهُ، وَلَا بِرَّلَهُ حَتّٰی یَتُوْبَ فَمَنْ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِ. اَلَا لَا تَؤُمَّنَّ اِمْرَاَةٌ رَجُلًا وَلَا یَؤُمَّ اَعْرَابِیٌّ مُهَاجِرًا. وَلَا یَؤُمُّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا اِلَّا اَنْ یَقْهَرَهُ بِسُلْطَانٍ یَخَافُ سَیْفَهُ وَسَوْطَهُ۔(۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! موت سے پہلے اللہ کی جانب رجوع کرلو (توبہ کرلو) اس سے قبل کہ تم مشغول ہو۔ اعمال صالحہ میں جلدی کرو۔ اللہ اور تمہارے درمیان جو تعلق و عمل ہے اسے بکثرت ذکر الٰہی اور خفیہ اور علانیہ کثرت سے صدقہ کے ذریعہ سے جوڑو۔ تمہیں رزق دیا جائے گا۔ تمہاری مدد و نصرت کی جائے گی۔ تمہارے نقصان کی تلافی کی جائے گی۔ خوب جان لو! اللہ تعالیٰ نے آج سے لے کر قیامت تک میرے اس

مقام میں، اس دن میں، اس مہینے میں اور اس سال میں، تم لوگوں پر جمعہ فرض کر دیا ہے۔ جس شخص نے میری زندگی میں یا میرے بعد جب کہ اس کا امام عادل یا ظالم موجود ہو، اس نے اسے ایک معمولی چیز سمجھ کر، یا اس کا حق ہلکا سمجھ کر اسے چھوڑا تو خدا اس کی پراگندگی کو دور نہ کرے، نہ اسے کسی کام میں برکت دے۔ خوب سن لو! اس کی نماز، نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ، زکوٰۃ نہیں۔ اس کا حج، حج نہیں، اس کا روزہ، روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی، نیکی نہیں۔ جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ پھر جو توبہ کرلے اللہ اسے معاف فرمانے والا ہے۔ یہ بھی خوب سن لو کہ عورت کسی مرد کی امام نہ بنے اور نہ کوئی اعرابی مہاجر کی اور نہ کوئی فاجر کسی مومن کی امامت کرائے الا یہ کہ وہ فاجر، مومن پر بزور غالب آجائے اور اس مومن کو اس کی تلوار اور کوڑے کا اندیشہ ہو۔

جمعہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

۴۰۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی اذان سنے۔''
(ابوداؤد، دارقطنی)

۴۱۔ جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا ''جان لو کہ اللہ نے تم پر نماز جمعہ فرض کی ہے۔''
(بیہقی)

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ فَارِسٍ، ثَنَا قَبِيْصَةُ، ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سَعِيْدٍ، ــــ يَعْنِى الطَّائِفِى. ــــ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ نُبَيْهٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هَارُوْنَ[۱] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰى كُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ۔(۲)

ــــ قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ جَمَاعَةٌ مِنْ سُفْيَانَ مَقْصُوْرًا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ وَاِنَّمَا اَسْنَدَ قَبِيْصَةُ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو نے نبی ﷺ کا ارشاد بیان کیا کہ آپؐ نے فرمایا: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی اذان سنے۔

دارقطنی میں انہی سے ایک اور روایت منقول ہے:

⟨۲⟩ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ بِمَدَى الصَّوْتِ. قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: يَعْنِىْ حَيْثُ يَسْمَعُ الصَّوْتَ۔

ترجمہ: جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اتنے فاصلہ پر ہو، جہاں اذان کی آواز سنائی دے۔

السنن الکبریٰ میں یہ روایت بیان کرنے کے بعد ابوداؤد کی رائے نقل کی ہے۔ پھر لکھا ہے:

قَالَ الشَّيْخُ: وَقَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ مِنَ الثِّقَاتِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ هٰذَا هُوَ الطَّائِفِىُّ ثِقَةٌ، وَلَهٗ شَاهِدٌ مِّنْ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ۔

---

[۱] عبداللہ بن ہارون کے متعلق علامہ ذہبی کہتے ہیں: تَفَرَّدَ عَنْهُ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ نُبَيْهٍ فَهُوَ عَلٰى قَاعِدَتِهٖ مَجْهُوْلٌ۔

اوردارقطنی والی سند سے مروی روایت نقل کر کے امام بیہقی نے لکھا ہے:

ـــــ هٰكَذَا ذَكَرَهُ الدَّارُ قُطْنِىُ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِىْ كِتَابِهٖ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَرْفُوْعًا۔ وَرُوِىَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةٍ عَنْ عَمْرٍو كَذَالِكَ مَرْفُوْعًا۔(۳)

۴۲۔ حضرت حفصہ کی روایت ہے کہ ”حضورؐ نے فرمایا جمعہ کے لیے نکلنا ہر بالغ پر واجب ہے۔“ (نسائی)

(تفہیم القرآن، ج۵، الجمعہ، حاشیہ:۱۵)

تخریج:〈۱〉 اَخْبَرَنِىْ مَحْمُوْدُبْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُبْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِى الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ بُكَيْرِبْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ ﷺ، اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ، قَالَ: رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔(۴)

ترجمہ: حضرت حفصہؓ، نبی ﷺ کی زوجہ کا بیان ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جمعہ کے لیے نکلنا ہر بالغ پر واجب ہے۔

〈۲〉 عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ رَوَاحُ الْجُمُعَةِ وَعَلٰى مَنْ رَاحَ اِلَى الْجُمُعَةِ، الْغُسْلُ۔(۵)

ترجمہ: ہر بالغ کے لیے جمعہ کے لیے نکلنا لازم ہے اور جو جمعہ کے لیے نکلے اس پر غسل بھی لازم ہے۔

۴۳۔فَمَنْ تَرَكَهَا تَهَاوُنًا وَاِسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا وَلَهُ اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْعَادِلٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُ. اَلَا فَلَا صَلَاةَ لَهُ. اَلَا فَلَا صَوْمَ لَهُ اِلَّا اَنْ يَتُوْبَ فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (ان الفاظ میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔مرتب)

”پس جس نے جمعہ کو ایک معمولی چیز سمجھ کر اور اس کے حق کو ہلکا جان کر چھوڑ دیا در آں حالیکہ اس کا کوئی ظالم یا عادل امام موجود ہو تو خدا اس کی پراگندگی کو دور نہ کرے۔ جان رکھو کہ نہ اس کی نماز درست، نہ اس کا روزہ درست، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کرے گا تو اس کی توبہ اللہ قبول کرے گا۔“

تشریح: حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو وہاں جمعہ کو ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس نے مسجد میں چوری کی اس پر خدا کی لعنت۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس شخص کے نزدیک چوری کا حرام ہونا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا ارتکاب مسجد میں ہو، بلکہ دراصل وہ ارتکاب فی المسجد کو ایک مزید وجہ شناعت کی حیثیت سے بیان کر رہا ہے۔ بالکل اسی طرح حضورؐ نے بھی امام المسلمین کی موجودگی، یا بالفاظ دیگر اسلامی نظام حیات کی موجودگی کو ترک جمعہ کے لیے ایک اور سبب مردودیت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری احادیث جن میں فرضیت جمعہ کی تاکید آئی ہے، امام کے ذکر سے خالی ہیں، اور دوسری احادیث میں تارک جمعہ کو جتنی توبیخ کی گئی ہے، اس حدیث میں اس سے زیادہ توبیخ پائی جاتی ہے۔ (تفہیمات دوم، دیہات میں....شرائط جمعہ)

ماٰخذ

(۱) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب فی فرض الجمعة۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۳، کتاب الجمعه۔ ☆ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۲٦۷۔ فی الزوائد۔ اسناده ضعیف۔ لضعف علی بن زید بن جد عان و عبد اللّٰہ بن محمد العدوی۔

(۲) ابوداؤد، ج۱، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب من تجب علیه الجمعة۔☆ السنن الکبریٰ، ج۳، کتاب الجمعة، باب وجوب الجمعة علی من کان خارج المصر فی موضع یبلغه النداء۔ ☆ دارقطنی، ج۲، باب الجمعة علی من سمع النداء۔

(۳) السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۳، کتاب الجمعة، باب وجوب الجمعة علی من کان خارج المصر فی موضع یبلغه النداء۔

(٤) نسائی، ج۳، کتاب الجمعه، باب التشدید فی التخلف عن الجمعة۔

(٥) السنن الکبریٰ للبیهقی، ج۳، کتاب الجمعه، باب من تجب علیه الجمعة عن حفصة۔

فصل :٦

آداب جمعہ اور ضروری ہدایات

غسل کرنے کا حکم

٤٤۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ''ہر مسلمان کو جمعہ کے روز غسل کرنا چاہیے، دانت صاف کرنے چاہئیں، جو اچھے کپڑے اس کو میسر ہوں، پہننے چاہئیں، اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگانی چاہیے۔ (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

تخریج: ﴿١﴾ **حَدَّثَنَا عَلِیٌّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَرَمِیُّ بْنُ عُمَارَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ بَکْرِبْنِ الْمُنْکَدِرِ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ، عَمْرُوْبْنُ سُلَیْمٍ الْاَنْصَارِیُّ، قَالَ: اَشْهَدُ عَلیٰ اَبِیْ سَعِیْدٍ، قَالَ: اَشْهَدُ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلیٰ کُلِّ مُحْتَلِمٍ وَاَنْ یَّسْتَنَّ وَاَنْ یَّمَسَّ طِیْبًا اِنْ وَجَدَ، قَالَ عَمْرٌو: اَمَّاالْغُسْلُ فَاَشْهَدُ اَنَّهٗ وَاجِبٌ، وَاَمَّا الْاِسْتِنَانُ وَالطِّیْبُ فَاللّٰهُ ـــ تَعَالیٰ ـــ اَعْلَمُ وَاجِبٌ هُوَ اَمْ لَا. وَلٰکِنْ هٰکَذَا فِی الْحَدِیْثِ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ: هُوَ اَخُوْمُحَمَّدِبْنِ الْمُنْکَدِرِ وَلَمْ یُسَمَّ اَبُوْبَکْرٍ هٰکَذَا رَوٰی عَنْهُ بُکَیْرُبْنُ الْاَشَجِّ وَسَعِیْدُبْنُ اَبِیْ هِلَالٍ وَعِدَّةٌ. وَکَانَ مُحَمَّدُبْنُ الْمُنْکَدِرِ یُکْنٰی بِاَبِیْ بَکْرٍ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ۔**(١)

ترجمہ: عمرو بن سلیم انصاری کہتے ہیں میں ابوسعید خدری پر گواہی دیتا ہوں۔ ابوسعید نے کہا میں رسول اللہ ﷺ پر گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا: جمعہ کے روز غسل ہر بالغ مسلمان پر واجب (لازم) ہے۔ مسواک سے دانت صاف کرنے چاہئیں۔ اگر خوشبو میسر ہو تو لگانی چاہیے۔ عمرو بن سلیم کہتے ہیں کہ میں اس پر تو گواہی دیتا ہوں کہ غسل (واجب) ہے۔ البتہ مسواک اور خوشبو لگانا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ واجب ہیں، یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔

﴿٢﴾ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: عَلیٰ کُلِّ مُحْتَلِمٍ الْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیَلْبَسُ مِنْ صَالِحِ ثِیَابِهٖ وَاِنْ کَانَ لَهٗ طِیْبٌ مَسَّ مِنْهُ۔(٢)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے آپؐ نے فرمایا جمعہ کا غسل ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے اور عمدہ کپڑا پہننا اور حتی المقدور خوشبو لگانا۔

نسائی میں ہے:

〈۳〉 عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: اِنَّ الْغُسْلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَالسِّوَاكَ وَاَنْ یَمَسَّ مِنَ الطِّیْبِ مَا یَقْدِرُ عَلَیْهِ۔(۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے روز غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ اور مسواک کرنا اور حتی المقدور خوشبو لگانا۔

موطا امام مالک میں ابوسعید خدری سے مروی روایت:

〈۴〉 عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُحْتَلِمٍ۔(٤)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ جمعہ کے روز غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

〈۵〉 عَنْ عُبَیْدِ بْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلًا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ جُمُعَةٍ مِنَ الْجُمَعِ: یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ! اِنَّ هٰذَا یَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِیْدًا، فَاغْتَسِلُوْا، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِیْبٌ فَلَا یَضُرُّهُ اَنْ یَّمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَیْكُمْ بِالسِّوَاكِ۔(٥)

ترجمہ: عبیداللہ بن سباق سے مرسلاً روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جمعہ کے خطبہ میں فرمایا، اے جماعت مسلمین! یقیناً یہ دن وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عید بنایا ہے۔ لہٰذا اس روز غسل کیا کرو اور جس کے پاس کوئی خوشبو ہو تو اس کے لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور مسواک کو تو لازماً استعمال کرو۔

〈٦〉 حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ خَالِدٍ الْوَاسِطِیُّ، ثَنَا عَلِیُّ بْنُ غُرَابٍ، عَنْ صَالِحِ ابْنِ اَبِی الْاَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُبَیْدِ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ هٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِیْنَ، فَمَنْ جَآءَ اِلَی الْجُمُعَةِ فَلْیَغْتَسِلْ، وَاِنْ كَانَ طِیْبٌ فَلْیَمَسَّ مِنْهُ، وَعَلَیْكُمْ بِالسِّوَاكِ۔(٦)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ یہ عید کا دن ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ پس جو کوئی جمعہ کی نماز کے لیے آئے تو چاہیے کہ وہ غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو اسے لگائے اور مسواک تو لازماً کرے۔

〈۷〉 عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: حَقًّا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یَغْتَسِلُوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلْیَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِنْ طِیْبِ اَهْلِهٖ، فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ، فَالْمَآءُ لَهٗ طِیْبٌ ـــ وَفِی الْبَابِ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَشَیْخٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ، نَا هُشَیْمٌ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ زِیَادٍ نَحْوَهٗ بِمَعْنَاهُ۔(۷)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب سے مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ جمعہ کے روز غسل ضرور کریں۔ اور اپنے اہل خانہ کی خوشبو بھی ان میں سے ہر ایک کو لگانی چاہیے۔ اگر خوشبو میسر نہ ہو تو پھر اس کے لیے پانی ہی خوشبو ہے۔

ـــــ قَالَ اَبُوْعِیْسٰی: حَدِیْثُ الْبَرَآءِ حَدِیْثٌ حَسَنٌ وَرِوَایَةُ هُشَیْمٍ اَحْسَنُ مِنْ رِوَایَةِ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ۔ وَاسْمَاعِیْلُ بْنُ ابْرَاهِیْمَ التَّیْمِیُّ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ۔

〈۸〉 مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاسْتَاکَ وَمَسَّ مِنْ طِیْبٍ اِنْ کَانَ عِنْدَهُ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِیَابِهٖ، ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰی اَتَی الْمَسْجِدَ، وَلَمْ یَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ ، ثُمَّ رَکَعَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ یَرْکَعَ، ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ فَلَمْ یَتَکَلَّمْ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ کَانَتْ کَفَّارَةً لِّمَا بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی۔(۸)

ترجمه: جس آدمی نے جمعہ کے روز غسل کیا۔ مسواک سے دانت صاف کیے۔ اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو وہ لگائی اور اپنے اچھے اور عمدہ کپڑے پہنے۔ پھر گھر سے نکل کر مسجد میں آئے اور لوگوں کی گردنوں پر پھاند کر آگے نہ گھسے۔ پھر نماز پڑھے جتنی اللہ کو منظور ہو۔ پھر خاموش ہو رہے۔ جب امام خطبہ کے لیے نکلے اس وقت سے نماز سے فراغت تک کسی قسم کی کوئی بات نہ کرے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ سے لے کر آئندہ جمعہ تک کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

〈۹〉حَدَّثَنَا عَمْرُ وُبْنُ سَوَادٍ الْعَامِرِیُّ، قَالَ: نَاعَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: نَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ سَعِیْدَبْنَ اَبِیْ هِلَالٍ، وَبُکَیْرَبْنَ الْاَشَجِّ، حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِیْ بَکْرِبْنِ الْمُنْکَدِرِ، عَنْ عَمْرِوْ بْنِ سُلَیْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ. وَسِوَاکٌ. وَیَمَسُّ مِنَ الطِّیْبِ مَاقَدَرَ عَلَیْهِ، اِلَّا اَنَّ بُکَیْرًا لَمْ یَذْکُرْ عَبْدَالرَّحْمٰنِ وَقَالَ فِی الطِّیْبِ وَلَوْ مِنْ طِیْبِ الْمَرْاَةِ۔(۹)

ترجمه: حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بالغ کے لیے جمعہ کا غسل، مسواک اور مقدور بھر خوشبو لگانا ضروری ہے۔

〈۱۰〉حَدَّثَنَا اَبُوْمَعْمَرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعَیْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَنَسٌ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَکْثَرْتُ عَلَیْکُمْ فِی السِّوَاکِ۔

ترجمه: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بکثرت مسواک کرنے کی تلقین کرتا رہا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری روایت ہے:

〈۱۱〉عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ اَوْ عَلَی النَّاسِ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ صَلٰوةٍ۔(۱۰)

ترجمه: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مجھے اگر یہ اندیشہ لاحق نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو، یا فرمایا لوگوں کو مشقت میں ڈال دوں گا، تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم ضرور دیتا۔

۴۵۔ حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے روز غسل کرے اور حتی الامکان زیادہ سے زیادہ

اپنے آپ کو پاک صاف کرلے، سر میں تیل لگائے یا جو خوشبو گھر میں موجود ہو، وہ لگائے، پھر مسجد جائے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر ان کے بیچ میں نہ گھسے۔ پھر جتنی کچھ اللہ توفیق دے، اتنی نماز (نفل) پڑھے۔ پھر جب امام بولے تو خاموش رہے، اس کے قصور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری، مسند احمد)

بخاری میں سلمان فارسی کی روایت ہے:

تخریج:﴿۱﴾ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ، ثُمَّ ادَّهَنَ اَوْ مَسَّ مِنْ طِيْبٍ، ثُمَّ رَاحَ ، فَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ ، فَصَلَّى مَا كُتِبَ لَهُ، ثُمَّ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ اَنْصَتَ، غُفِرَلَهُ مَا بَيْنَهُ، وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى۔ (۱۱)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس کسی نے جمعہ کے روز غسل کیا اور اپنی حد استطاعت تک اچھی طرح جسم صاف کیا۔ پھر تیل لگایا، یا کوئی خوشبو لگائی۔ پھر مسجد کی طرف چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسا۔ جتنی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو اتنی نماز پڑھے، پھر جب امام خطبہ کے لیے نکلے تو خاموشی اختیار کرلے، تو اس جمعہ سے لے کر آئندہ کے جمعہ کے مابین اس کے سارے گناہ معاف کر دیے گئے۔

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا آدَمُ،قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ ﷺالْمَقْبُرِيِّ، قَالَ: اَخْبَرَنِىْ اَبِىْ، عَنِ بْنِ وَدِيْعَةَ، عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهِ، اَوْيَمَسُّ مِنْ طِيْبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنِ اِثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّىْ مَاكُتِبَ لَهُ، ثُمَّ يُنْصِتُ اِذَا تَكَلَّمَ الْاِمَامُ اِلَّا غُفِرَ لَهُ مَابَيْنَهُ، وَ بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى۔ (۱۲)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان جمعہ کے روز غسل کرے اور حتیٰ الامکان زیادہ سے زیادہ اپنے آپ کو پاک صاف کرے، سر میں تیل لگائے، یا جو خوشبو گھر میں موجود ہو وہ لگائے، پھر مسجد جائے اور دو آدمیوں کو ہٹا کر ان کے بیچ میں نہ گھسے، پھر جتنی کچھ اللہ توفیق دے اتنی نماز (نفل) پڑھے۔ پھر جب امام بولے تو خاموش رہے، تو اس کے قصور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک معاف ہو جاتے ہیں۔

نسائی نے سلمان فارسی سے اس روایت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿۳﴾ عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ : قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَامِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةَ كَمَا اُمِرَ، ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتّٰى يَاْتِىَ الْجُمُعَةَ وَيُنْصِتُ حَتّٰى يَقْضِىَ صَلَاتَهُ اِلَّا كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا قَبْلَهُ مِنَ الْجُمُعَةِ۔ (۱۳)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کوئی آدمی جمعہ کے روز جس طرح اسے حکم دیا گیا ہے اسی طرح حتیٰ الامکان پاک صاف ہوتا ہے، پھر اپنے گھر سے نکل کر جمعہ کو آتا ہے اور نماز پوری کرنے تک خاموش رہتا ہے تو اس کا یہ عمل گزشتہ (جمعہ تک کے) گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

دورانِ خطبہ جمعہ خاموش رہنا

٤٦ ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا جب امام خطبہ دے رہا ہو، اس وقت جو شخص بات کرے وہ اس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں اور جو شخص اس سے کہے کہ چپ رہ، اس کا بھی کوئی جمعہ نہیں ہوا۔ (مسند احمد)

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِیْ اَبِیْ، ثَنَاابْنُ نُمَیْرٍ، عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ تَکَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَهُوَ کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ أَسْفَارًا، وَالَّذِیْ یَقُوْلُ لَهٗ اَنْصِتْ لَیْسَ لَهٗ جُمُعَةٌ۔(١٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا، جب امام خطبہ دے رہا ہو، اس وقت جو شخص بات کرے وہ اس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں اور جو شخص اس سے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی کوئی جمعہ نہیں ہوا۔

٤٧ ۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے روز خطبہ کے دوران میں بات کرنے والے شخص سے کہا ''چپ رہ''، تو تم نے بھی لغو حرکت کی۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، ابوداؤد)

—— اسی سے ملتی جلتی روایات امام احمد، ابوداؤد اور طبرانی نے حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کی ہیں۔

تخریج:〈ا〉 حَدَّثَنَا یَحْیٰ بْنُ بُکَیْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُبْنُ الْمُسَیِّبِ. اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ، اَخْبَرَهٗ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَنْصِتْ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ۔(١٥)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر تم نے جمعہ کے روز خطبہ کے دوران میں بات کرنے والے شخص سے کہا کہ ''چپ رہ''، تو تم نے بھی لغو حرکت کی۔

ترمذی نے ابوہریرہؓ کی روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے:

—— وَالْعَمَلُ عَلَیْهِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ کَرِهُوْا لِلرَّجُلِ اَنْ یَّتَکَلَّمَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ، فَقَالُوْا اِنْ تَکَلَّمَ غَیْرُهٗ فَلَا یُنْکِرُ عَلَیْهِ اِلَّا بِالْاِشَارَةِ۔ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ، فَرَخَّصَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ وَهُوَ قَوْلُ اَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ۔ وَکَرِهَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ التَّابِعِیْنَ وَغَیْرِهِمْ ذٰلِكَ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِیِّ ۔

—— اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ امام کے خطبہ کے دوران اگر دوسرا کوئی بات کرے، تو اسے محض اشارے سے ٹوکنا چاہیے۔ کسی آدمی کے بات کرنے کو انہوں نے ناپسندیدہ کہا ہے۔ سلام کے جواب اور چھینک کا جواب دینے کے بارے میں ان کے درمیان رائے کا اختلاف ہے۔ امام احمد و اسحاق وغیرہ نے کہا ہے کہ سلام کا جواب اور چھینک مارنے والے کو جواب دینے کی رخصت ہے۔ بعض تابعین و دیگر علماء اسے مکروہ سمجھتے ہیں، امام شافعی کا یہی قول ہے۔

〈۲〉عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، اَنَّهُ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبِ امْرَاَتِهِ اِنْ كَانَ لَهَا، وَلَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ، كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهُمَا، وَمَنْ لَغَاوَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا۔(۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے۔انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے روز غسل کیا اور اپنی اہلیہ کی اگر اس کے پاس موجود تھی، خوشبو لگائی اور اچھے کپڑے پہنے، پھر لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ گھسا، اور وعظ ونصیحت کے وقت لغوبات نہ کی تو یہ عمل دونوں جمعوں کے درمیان کے لیے کفارہ بن جائے گا۔اور جس نے لغوحرکت کی اور وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے گھسا تو یہ جمعہ اس کے لیے ظہر ہوگی (جمعہ نہیں ہوگا)۔

〈۳〉اَوْسُ بْنُ اَوْسٍ الثَّقَفِيُّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: مَنْ غَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَّرَ وَابْتَكَرَ، وَمَشٰى وَلَمْ يَرْكَبْ، وَدَنَا مِنَ الْاِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ، كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلُ سَنَةٍ اَجْرِ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا.

ترجمہ: اوس بن اوس ثقفی نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے خود سنا ہے ''جس نے اپنا لباس صاف کیا اور وضو اور غسل کر کے جسم پاک صاف کیا۔پھر صبح سویرے مسجد کی طرف پیدل چل کر گیا، سوار نہیں ہوا اور امام کے قریب بیٹھ کر غور سے خطبہ سنا اور بے جا حرکت نہ کی تو اس کا ہر قدم سال بھر کے روزوں اور قیام کے برابر متصور ہوگا۔

〈۴〉عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ اِنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ، ثُمَّ صَلّٰى مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ، ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِيْ قَبْلَهَا. قَالَ: وَيَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ ''وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ'' وَيَقُوْلُ. اِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا۔(۱۷)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور عمدہ اور بہترین لباس زیب تن کیا اگر اس کے پاس خوشبو موجود تھی تو وہ لگائی، پھر جمعہ کے لیے آیا۔پھر اس نے لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں۔پھر جتنا مقدر تھا، اتنی نماز پڑھی۔پھر خاموش بیٹھا رہا۔یہاں تک امام باہر نکل آیا۔نماز پوری کرنے تک اسی طرح رہا تو یہ عمل اس کے اس جمعہ سے لے کر گزشتہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ بن گیا۔ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ تین دن مزید۔اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ایک نیکی دس کے برابر شمار ہوتی ہے۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: وَحَدِيْثُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْلَمَةَ اَتَمُّ، وَلَمْ يَذْكُرْ حَمَّادٌ كَلَامَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ۔

〈۵〉حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ اَبِيْ سَهْلٍ، وَحَوْثَرَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَا: ثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدِ نِ الْقَطَّانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَدِيْعَةَ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ:

مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاَحْسَنَ غُسْلَهُ، وَتَطَهَّرَ فَاَحْسَنَ طُهُوْرَهُ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ طِيْبِ اَهْلِهِ، ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ وَلَمْ يَلْغُ، وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى۔ (۱۸)

ترجمہ: حضرت ابوذرغفاری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے روز اچھی طرح غسل کیا اور اچھی طرح پاک وصاف ہوا اور اپنا عمدہ لباس پہنا اور جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کی وہ اپنے گھر سے خوشبو لگائی۔ پھر جمعہ کو آیا، نہ اس نے لغو حرکت کی اور نہ دو آدمیوں کو جدا کر کے بیچ میں گھسا تو اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے مابین جتنے گناہ تھے، سب معاف کر دیے گئے۔''

——— فِی الزَّوَائِدِ: اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔

ابوداؤد میں عبداللہ بن عمرو کی روایت:

﴿۲﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ. رَجُلٌ حَضَرَهَا يَلْغُوْ وَهُوَ حَظُّهُ مِنْهَا، وَرَجُلٌ حَضَرَهَا يَدْعُوْفَهُوَ رَجُلٌ دَعَااللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، اِنْ شَآءَ اَعْطَاهُ وَاِنْ شَآءَ مَنَعَهُ وَرَجُلٌ حَضَرَهَا بِاِنْصَاتٍ وَسُكُوْتٍ وَلَمْ يَتَخَطَّ رَقَبَةَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُؤْذِ اَحَدًا فَهِيَ كَفَّارَةٌ اِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا، وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ، وَذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ، مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (الانعام: ۱۶۰)۔ (۱۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو نے نبی ﷺ سے یہ روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا: جمعہ کو تین طرح کے آدمی حاضر ہوتے ہیں۔ ایک آدمی تو وہ ہے جو نماز جمعہ کو آتا ہے اور لغو حرکت کرتا ہے۔ اس کا حصہ یہی کچھ ہے اور ایک آدمی وہ ہے جو جمعہ کو حاضر ہوتا ہے، دعا کرتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ اللہ چاہے تو اس کی مطلوب شے عطا فرمادے، نہ چاہے تو نہ دے اور ایک وہ شخص ہے جو خاموشی اور سکوت کے ساتھ جمعہ کو حاضر ہوتا ہے۔ کسی مسلمان کی گردن نہیں پھلانگتا اور نہ کسی کو اذیت پہنچاتا ہے۔ اس کا یہ عمل آئندہ جمعہ تک اور مزید تین روز، یعنی دس دن تک کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اور اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ''جو ایک نیکی لے کر آئے اسے اس جیسی دس کا اجر دیا جائے گا۔''

خطبہ جمعہ مختصر اور نماز لمبی پڑھنے کا حکم

۴۸۔ آپؐ نے خطیبوں کو ہدایت فرمائی کہ لمبے لمبے خطبے دے کر لوگوں کو تنگ نہ کریں۔ آپؐ خود جمعہ کے روز مختصر خطبہ ارشاد فرماتے اور نماز بھی زیادہ لمبی نہ پڑھتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ حضورؐ طویل خطبہ نہیں دیتے تھے۔ وہ بس چند مختصر کلمات ہوتے تھے۔ (ابوداؤد)

تخریج: **حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ بَكْرِبْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَا: نَا اَبُوالْاَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ**

جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنْتُ اُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا۔(۲۰)

ترجمہ: جابر بن سمرہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ کی نماز اور خطبے میں اعتدال تھا۔

۴۹۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کا خطبہ نماز کی بہ نسبت کم ہوتا تھا اور نماز اس سے زیادہ طویل ہوتی تھی۔ (نسائی)

تخریج:〈۱〉 اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِبْنِ غَزْوَانَ ، قَالَ: انبانا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِىْ يَحْىٰ بْنُ عُقَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِىْ اَوْفٰى، يَقُوْلُ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكْثِرُ الذِّكْرَ وَيُقِلُّ اللَّغْوَ وَيُطِيْلُ الصَّلٰوةَ وَيُقْصِرُ الْخُطْبَةَ، وَلَا يَاْنَفُ اَنْ يَمْشِىَ مَعَ الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ فَيَقْضِىَ لَهُ الْحَاجَةَ۔(۲۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذکر بہت زیادہ کرتے اور بے جا بات بہت ہی کم۔ نماز لمبی ہوتی اور خطبہ مختصر فرماتے۔ آپؐ محتاجوں اور مسکینوں کے ساتھ چل کر ان کی ضرورت و حاجت پوری فرمانے میں ناگواری نہیں محسوس فرماتے تھے۔

〈۲〉حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ، قَالَ: نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبْحَرَ عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ، قَالَ: قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ: خَطَبَنَا عَمَّارٌ، فَاَوْجَزَ وَاَبْلَغَ ، فَلَمَّا نَزَلَ، قُلْنَا : يَااَبَاالْيَقْظَانِ! لَقَدْ اَبْلَغْتَ وَاَوْجَزْتَ فَلَوْكُنْتَ تَنَفَّسْتَ، فَقَالَ: اِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: اِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَقَصْرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهِ. فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوْا الْخُطْبَةَ.وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا۔(۲۲)

ترجمہ: ابووائل کا بیان ہے کہ عمار بن یاسر نے ہمیں خطبہ دیا۔ بڑا ابلغ یعنی جامع اور مختصر تھا۔ جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا اے ابوالیقظان! آپ نے خطبہ بڑا ابلغ اور مختصر و جامع دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ذرا درازنفسی سے کام لے کر خطاب فرماتے۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور خطبے کا مختصر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ دین کی سمجھ رکھتا ہے۔ پس نماز کو طویل اور خطبے کو مختصر کرو۔ بعض خطبات جادو کا اثر رکھتے ہیں۔

حضرت عمارؓ بن یاسر کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا آدمی کی نماز کا طویل ہونا اور خطبے کا مختصر ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ دین کی سمجھ رکھتا ہے۔ (مسند احمد، مسلم)

〈۳〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، ثَنَا اَبِىْ، ثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنْ عَدِىِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ اَبِىْ رَاشِدٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاِقْصَارِ الْخُطَبِ.

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خطبات جمعہ مختصر دینے کا حکم فرمایا۔

〈۴〉 حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُبْنُ خَالِدٍ، ثَنَا الْوَلِيْدُ، اَخْبَرَنِىْ شَيْبَانُ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ السُّوَائِىِّ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُطِيْلُ الْمَوْعِظَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِنَّمَاهُنَّ كَلِمَاتٌ يَسِيْرَاتٌ۔(۲۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن وعظ ونصیحت طویل نہیں کرتے تھے۔ بلکہ وہ بس چند مختصر کلمات ہوتے تھے۔

تشریح: تقریباً یہی مضمون بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ ان (احادیث) سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کس طرح لوگوں کو جمعہ کے آداب سکھائے، یہاں تک کہ اس نماز کی وہ شان قائم ہوئی جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم کی اجتماعی عبادت میں نہیں پائی جاتی۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، الجمعہ، حاشیہ:۱۹)

ہجرت کے بعد آپؐ کا پہلا جمعہ

۵۰۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد جو اولین کام کئے ان میں سے ایک جمعہ کی اقامت بھی تھی۔ مکہ معظّمہ سے ہجرت کرکے آپؐ پیر کے روز قبا پہنچے، چار دن وہاں قیام فرمایا، پانچویں روز جمعہ کے دن وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آ گیا۔ اسی جگہ آپؐ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا۔ (ابن ہشام)

تخریج:〈۱〉 قَالَ ابْنُ اِسْحَاق: فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِقُبَاءَ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَیَوْمَ الْاَرْبَعَاءِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ وَاَسَّسَ مَسْجِدَہٗ۔ ثُمَّ اَخْرَجَہُ اللّٰہُ مِنْ بَیْنِ اَظْھُرِ ھِمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ. وَبَنُوْعَمْرِو بْنِ عَوْفٍ یَزْعُمُوْنَ اَنَّہٗ مَکَثَ فِیْھِمْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَاللّٰہُ اَعْلَمُ اَیَّ ذٰلِکَ کَانَ، فَاَدْرَکَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ الْجُمُعَۃُ فِیْ بَنِیْ سَالِمِ بْنِ عَوْفٍ، فَصَلَّا ھَا فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ فِیْ بَطْنِ الْوَادِیْ وَادِیْ رَانُوْنَاءَ فَکَانَتْ اَوَّلَ جُمُعَۃٍ صَلَّاھَا بِالْمَدِیْنَۃِ۔(۲۴)

ترجمہ: ابن اسحاق کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے قبا میں عمرو بن عوف کے ہاں سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات چار روز قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ پھر بروز جمعہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان سے رسول اللہ ﷺ کو نکالا۔ بنوعمرو ابن عوف کا بیان ہے کہ آپ نے ان کے ہاں اس سے زیادہ قیام فرمایا ہے۔ صحیح مدت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بنی سالم بن عوف کے ہاں جمعہ کا دن آ گیا۔ نبی ﷺ نے وادی رانوناء کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھی۔ مدینہ میں آپ کا یہ پہلا جمعہ تھا جو آپؐ نے پڑھایا۔

〈۲〉 اَخْرَجَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ حُمَیْدٍ، وَابْنُ الْمُنْذِرِ، عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ، قَالَ: جَمَعَ اَھْلُ الْمَدِیْنَۃِ قَبْلَ اَنْ یَقْدَمَ النَّبِیُّ ﷺ وَقَبْلَ اَنْ تَنْزِلَ الْجُمُعَۃُ، قَالَتِ الْاَنْصَارُ: لِلْیَھُوْدِ یَوْمٌ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْہِ بِکُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ، وَلِلنَّصَارٰی مِثْلُ ذٰلِکَ، فَھَلُمَّ فَلْنَجْعَلْ لَّنَا یَوْمًا نَجْتَمِعُ فِیْہِ، فَنَذْ کُرُ اللّٰہَ تَعَالٰی وَنَشْکُرُہٗ۔ فَقَالُوْا: یَوْمُ السَّبْتِ لِلْیَھُوْدِ، وَیَوْمُ الْاَحَدِ لِلنَّصَارٰی، فَاجْعَلُوْہُ یَوْمَ الْعَرُوْبَۃِ، وَکَانُوْا یُسَمُّوْنَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِذٰلِکَ. فَاجْتَمَعُوْا اِلٰی اَسْعَدِبْنِ زُرَارَۃَ فَصَلّٰی بِھِمْ یَوْمَئِذٍ رَکْعَتَیْنِ وَذَکَّرَھُمْ فَسَمَّوْہُ الْجُمُعَۃَ حِیْنَ اجْتَمَعُوْا اِلَیْہِ فَذَبَحَ لَھُمْ شَاۃً فَتَغَدَّوْا وَتَعَشَّوْا مِنْھَا، وَذٰلِکَ لِعَامَتِھِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ ذٰلِکَ بَعْدُ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الْآیۃ (الجمعۃ:۹)۔(۲۵)

ترجمہ: ابن منذر نے ابن سیرین کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ کے مدینہ تشریف لانے اور فرضیت نماز جمعہ سے پہلے مدینہ کے مسلمان لوگ جمع ہوئے۔ انصار بولے کہ سات دنوں میں ایک دن یہودیوں نے مقرر کرلیا ہے۔ جس میں وہ اجتماعی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح نصاریٰ نے بھی یوم عبادت مقرر کیا۔ ہمیں بھی ایک دن مقرر کرلینا چاہیے جس میں ہم اللہ کا ذکر کریں اور اس کا شکر بجالائیں۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ ہفتہ کا دن تو یہود کا ہے اور اتوار نصاریٰ کا ہے۔ لہٰذا تم یوم العروبہ کو وہ دن بنالو، یہ نام وہ جمعہ کے دن کو دیتے تھے۔ مسلمان اسی بنا پر اسعد بن زرارہ کے پاس اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے اس روز ان کو دو رکعتیں پڑھائیں اور وعظ ونصیحت کی۔ جس روز یہ جمع ہوئے، انہوں نے اس کا نام جمعہ رکھ لیا۔ اس روز بکری ذبح کی، صبح کا ناشتہ اور دوپہر کا کھانا اسی سے کھایا۔ بعد میں اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمادی۔ يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ۔ الآية

۵۱۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ہر مسلمان پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ سات دنوں میں ایک روز ضرور غسل کرے۔

تخریج: ﴿۱﴾ **حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوٗسٍ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (بَيْدَ اَنَّهُمْ) اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِىْ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَهَدَانَا اللّٰهُ، فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارٰى، فَسَكَتَ، ثُمَّ قَالَ: حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِىْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهُ وَجَسَدَهُ. رواه اَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِىُّ ﷺ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ اَنْ يَغْتَسِلَ فِىْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا۔**(۲۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ انہوں نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم دنیا میں تو آخر میں ہیں، قیامت کے روز سب سے پہلے ہوں گے۔ اگرچہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ہمیں ان کے بعد دی گئی ہے۔ پس یہ وہ دن ہے جس میں انہوں نے اختلاف پیدا کرلیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی راہ نمائی فرمائی۔ چنانچہ ہفتہ یہود کا ہے اور اتوار نصاریٰ کا۔ پھر تھوڑی دیر سکوت اختیار فرما کر فرمایا: سات روز میں ایک دن غسل کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے (یعنی غسل کرنا حق ہے اس کا) اس طرح کہ وہ اس روز اپنا سر دھوئے اور اپنا سارا بدن دھوئے۔

﴿۲﴾ **حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَخْرَمِىُّ لَفْظُهٗ، قَالَا: ثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ اَبِىْ جَمْرَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِى الْاِسْلَامِ بَعْدَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ فِىْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ لَجُمُعَةٌ جُمِّعَتْ بِجُوَاثَاءَ. قَرْيَةٍ مِنْ قُرَى الْبَحْرَيْنِ. قَالَ عُثْمَانُ: قَرْيَةٌ مِنْ قُرٰى عَبْدِ الْقَيْسِ۔**(۲۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں پڑھے جانے والے جمعہ کے بعد، اسلام میں پہلا جمعہ جو پڑھا گیا، وہ وہ جمعہ ہے جو بحرین کی جواثاء نامی بستی یا گاؤں میں پڑھا گیا۔ عثمان کے قول کے مطابق جواثاء عبدالقیس کی بستیوں میں سے کوئی بستی ہے۔

بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے:

〈۳〉 اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجُوَاثَاءَ مِنَ الْبَحْرَیْنِ۔(۲۸)

ترجمہ: بخاری میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) میں پڑھے گئے جمعہ کے بعد پہلا جمعہ جو پڑھا گیا وہ بحرین میں عبدالقیس کی مسجد میں پڑھا گیا اس گاؤں کا نام جواثاء تھا۔

〈۴〉 قَالَ العَلَّامَةُ ابْنُ حَجَرٍ فِیْ تُحْفَةِ الْمُحْتَاجِ: فُرِضَتْ ـــــ یَعْنِیْ صَلَاةُ الْجُمُعَةِ ـــــ بِمَكَّةَ وَلَمْ تَقُمْ بِهَا لِفَقْدِ الْعَدَدِ اَوْ لِاَنَّ شِعَارَهَا الْاِظْهَارُ وَكَانَ ﷺ بِهَا مُسْتَخْفِیًا وَاَوَّلُ مَنْ اَقَامَهَا بِالْمَدِیْنَةِ قَبْلَ الْهِجْرَةِ اَسْعَدُبْنُ زُرَارَةَ بِقَرْیَةٍ، عَلٰی مِیْلٍ مِنَ الْمَدِیْنَةِ۔(۲۹)

ترجمہ: علامہ ابن حجر نے تُحْفَةُ الْمُحْتَاجِ میں بیان کیا ہے۔ جمعہ کی فرضیت مکہ ہی میں نازل ہو چکی تھی۔ تعداد کے فقدان کی وجہ سے آپ جمعہ قائم نہ کر سکے یا یہ کہ جمعہ کا مقصد وشعار چونکہ اظہار ہے، وہ پورا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ آپؐ خود چھپ کر عبادت بجالا رہے تھے۔ ہجرت سے پہلے پہلا شخص جس نے جمعہ قائم کیا، وہ اسعد بن زرارہ ہیں۔ مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر ایک بستی یا گاؤں میں انہوں نے جمعہ قائم کیا۔

〈۵〉 اَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ، قَالَ: اَوَّلُ مَنْ قَدِمَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ الْمَدِیْنَةَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَیْرٍ، وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِهَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ جَمَّعَ بِهِمْ قَبْلَ اَنْ یَقْدَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا۔(۳۰)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری سے طبرانی نے یہ نقل کیا ہے کہ مہاجرین میں سے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے آنے والا شخص مصعب بن عمیر ہے۔ انہوں نے ہی جمعہ کے روز پہلا جمعہ پڑھایا۔ یہ جمعہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے پڑھایا تھا۔ نمازیوں کی تعداد ۱۲ تھی۔

〈۶〉 حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، ثَنَاابْنُ اِدْرِیْسَ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ اِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ اَبِیْهِ۔ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ـــــ وَكَانَ قَائِدَ اَبِیْهِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ بَصَرُهُ ـــــ عَنْ اَبِیْهِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ كَانَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَحَّمَ لِاَسْعَدِبْنِ زُرَارَةَ، فَقُلْتُ لَهُ: اِذَا سَمِعْتَ النِّدَآءَ تَرَحَّمْتَ لِاَسْعَدِبْنِ زُرَارَةَ، قَالَ: لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ بِنَافِیْ هَزْمِ النَّبِیْتِ مِنْ حَرَّةِ بَنِیْ بَیَاضَةَ فِیْ نَقِیْعٍ یُّقَالُ لَهُ نَقِیْعُ الْخَضَمَاتِ، قُلْتُ: كَمْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: اَرْبَعُوْنَ۔(۳۱)

ترجمہ: عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کعب بن مالک جب جمعہ کے دن اذان کی آواز سنتے تو اسعد بن زرارہ کے حق میں رحمت کی دعا کرتے۔ ایک روز میں نے ان سے پوچھ لیا کہ جب آپ جمعہ کی اذان سنتے ہیں تو اسعد بن زرارہ کے لیے رحمت خداوندی کی دعا کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بنی بیاض کے نشیبی علاقہ میں

نقیع الخضمات کے مقام پر جمعہ پڑھایا تھا۔ میں نے پوچھا: اچھا، اس روز آپ کتنے حضرات تھے۔ انہوں نے بتایا کہ چالیس تھے۔

〈۷〉حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ۔(۳۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلتے ہی نماز جمعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

—— ابوداؤد میں مَالَتِ الشَّمْسُ ہے۔(۳۳)

—— مسلم نے كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ نقل کیا ہے۔(۳٤)

—— حَدِيْثُ أَنَسٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَهُوَ الَّذِىْ أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِنَّ وَقْتَ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ كَوَقْتِ الظُّهْرِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَرَاٰى بَعْضُهُمْ أَنَّ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ إِذَا صَلَّيْتَ قَبْلَ الزَّوَالِ إِنَّهَا تَجُوْزُ أَيْضًا وَقَالَ أَحْمَدُ وَمَنْ صَلَّاهَا قَبْلَ الزَّوَالِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرَعَلَيْهِ إِعَادَةً۔

—— امام ترمذی نے حدیث انس کو حسن صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جمعہ کا وقت نماز ظہر کی طرح سورج ڈھلتے ہی ہے۔

امام شافعی، امام احمد و اسحاق کی یہی رائے ہے۔ البتہ بعض کا یہ قول بھی ہے کہ قبل از زوال اگر جمعہ پڑھ لیا تو جائز ہے۔ امام احمد قبل از زوال جمعہ پڑھنے والے کے لیے اعادہ (یعنی دوبارہ پڑھنا) ضروری نہیں سمجھتے۔

〈۸〉 أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ، أَنْبَاأَبُوْ بَكْرِبْنُ إِسْحَاقَ الْفَقِيْهِ، أَنْبَانَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، ثَنَامُحَمَّدُبْنُ رَافِعٍ، ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بِشْرٍ، ثَنَا يَزِيْدُبْنُ زِيَادِبْنِ أَبِى الْجَعْدِ، عَنْ زُبَيْدِ ،الْاَيَامِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ لَيْلٰى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: صَلَاةُ الْاَضْحٰى رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْفِطْرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْمُسَافِرِ رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ۔(۳۵)

ترجمہ: کعب بن عجرہؓ سے مروی ہے، انہوں نے بتایا کہ حضرت عمرؓ کا قول ہے: عید قرباں اور عید فطر کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔ نماز جمعہ کی دو رکعتیں ہیں۔ مسافر کی نماز دو رکعتیں ہیں۔ یہ پوری مکمل نماز ہے، قصر نہیں ہے۔

—— نسائی نے غیر قصر کے بعد عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ بھی روایت کیا ہے۔

—— قال ابوعبدالرحمٰن: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ لم یسمع من عمر۔(۳٦)

ابن عباس کا قول ہے:

〈۹〉 وَالْجُمُعَةُ رَكْعَتَانِ نَقَلَتْهَا الْاُمَّةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَوْلًا وَ عَمَلاً۔

ترجمہ: جمعہ کی دو ہی رکعات ہیں۔ نبی ﷺ سے یہ بات امت قولاً اور عملاً نقل کرتی چلی آ رہی ہے۔

〈۱۰〉 وَقَالَ عُمَرُ: صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْفَجْرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، تَمَامٌ

غَیْرُ قَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکُمْ ﷺ وَاِنَّمَا قُصِرَتِ الْجُمُعَۃُ لِاَجْلِ الْخُطْبَۃِ۔(۳۷)

ترجمہ: حضرت عمرؓ کا قول ہے تمہارے نبیؐ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے حکم کی رو سے نماز سفر دو رکعت، صلوٰۃ فجر دو رکعت، نماز جمعہ دو رکعت، یہ پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے۔ جمعہ کو خطبہ کی خاطر ہی مختصر کیا گیا ہے۔

﴿۱۱﴾ حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ، عَنِ السَّائِبِ ابْنِ یَزِیْدَ، قَالَ: کَانَ النِّدَآءُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَوَّلُہٗ اِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ عَلَی الْمِنْبَرِ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ، فَلَمَّا کَانَ عُثْمَانُ وَکَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَآءَ الثَّالِثَ عَلَی الزَّوْرَآءِ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ : اَلزَّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْقِ بِالْمَدِیْنَۃِ۔

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ یہی عمل حضرت ابوبکر و عمرؓ کے عہد خلافت میں رہا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے زوراء کے مقام پر تیسری اذان دلوانی شروع کردی۔

سائب بن یزید سے مروی ہے:

﴿۱۲﴾ اَنَّ الَّذِیْ زَادَ التَّاذِیْنَ الثَّالِثَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ (حِیْنَ یَجْلِسُ الْاِمَامُ یَعْنِیْ عَلَی الْمِنْبَرِ) عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔(۳۸)

ابن شہاب سائب بن یزید سے نقل کرتے ہیں:

﴿۱۳﴾ اَنَّ التَّاذِیْنَ الثَّانِیَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اَمَرَ بِہٖ عُثْمَانُ حِیْنَ کَثُرَ اَھْلُ الْمَسْجِدِ وَکَانَ التَّاْذِیْنُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ حِیْنَ یَجْلِسُ الْاِمَامُ۔(۳۹)

ترجمہ: سائب بن یزید کہتے ہیں، جہاں تک دوسری اذان کا تعلق ہے جب نمازیوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے اس کا حکم دیا۔ جمعہ کے روز اذان اس وقت دی جاتی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔

امام زہری کا بیان ہے:

﴿۱۴﴾ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ یَزِیْدَ، یَقُوْلُ: اِنَّ الْاَذَانَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ کَانَ اَوَّلُہٗ حِیْنَ یَجْلِسُ الْاِمَامُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ عَلَی الْمِنْبَرِ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ، فَلَمَّا کَانَ فِیْ خِلَافَۃِ عُثْمَانَ وَکَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِہٖ عَلَی الزَّوْرَآءِ. فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِکَ۔(۴۰)

ترجمہ: سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد میں نماز جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے دور خلافت میں بھی ایسا تھا۔ خلافت عثمان کے دور میں جب لوگوں کی کثرت ہوگئی تو حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان کہنے کا حکم دیا۔ وہ اذان مقام زوراء پر دی جاتی تھی۔ اب تک یہ امر اسی طرح ہے۔

نَسَائِیٌّ: کِتَابُ الْجُمُعَۃِ، بَابُ الْاَذَانِ لِلْجُمُعَۃِ۔

〈۱۵〉 عَنِ السَّآئِبِ بْنِ یَزِیْدَ، قَالَ: کَانَ یُوَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ۔(۴۱)

ترجمہ: سائب بن یزید سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں جمعہ کے روز موذن مسجد کے دروازے پر نبی ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دیتا تھا جب آپؐ منبر پر بیٹھ جاتے تھے۔ عہد صدیقی و فاروقی میں اسی پر عمل تھا۔

—— ابو داؤد اور نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالت مآب ﷺ کے زمانے میں حضرت بلال ہی موذن تھے۔

〈۱۶〉 عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ، قَالَ: کَانَ بَلَالٌ یُوَذِّنُ اِذَا جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَی الْمِنبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِذَا نَزَلَ اَقَامَ ثُمَّ کَانَ کَذٰلِکَ فِیْ زَمَنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔(۴۲)

ترجمہ: سائب بن یزید سے مروی ہے انہوں نے بتایا کہ جمعہ کے روز جب رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو جاتے تو پھر بلال اذان دیتے تھے اور جب منبر سے نیچے اتر آتے تو پھر اقامت کہتے۔ اسی طرح عمل رہا خلافت صدیقی اور عہد فاروقی میں۔

نماز جمعہ کا وقت

۵۲۔ فَاِذَا مَالَ النَّهَارُ عَنْ شَطْرِهٖ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنْ یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَتَقَرَّبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی بِرَکْعَتَیْنِ۔(دارقطنی)

''اس نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زوال کے بعد کا وقت مقرر فرمایا تھا، یعنی وہی وقت جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر کو جو تحریری حکم آپؐ نے بھیجا تھا اس میں آپؐ کا ارشاد یہ تھا کہ ''جب جمعہ کے روز دن نصف النہار سے ڈھل جائے تو دو رکعت نماز کے ذریعے سے اللہ کے حضور تقرب حاصل کرو۔''

تشریح: جمعہ دراصل ایک اسلامی اصطلاح ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اسے یوم عروبہ کہا کرتے تھے۔ اسلام میں جب اس کو مسلمانوں کے اجتماع کا دن قرار دیا گیا تو اس کا نام جمعہ رکھا گیا۔ اگرچہ مورخین کہتے ہیں کہ کعب بن لوی یا قصی بن کلاب نے بھی اس دن کے لیے یہ نام استعمال کیا تھا، کیونکہ اس روز وہ قریش کے لوگوں کا اجتماع کیا کرتا تھا (فتح الباری)۔ لیکن اس کے اس فعل سے قدیم نام تبدیل نہیں ہوا، بلکہ عام اہل عرب اسے عروبہ ہی کہتے تھے، نام کی حقیقی تبدیلی اس وقت ہوئی جب اسلام میں اس دن کا یہ نیا نام رکھا گیا۔

اسلام سے پہلے ہفتے کا ایک دن عبادت کے لیے مخصوص کرنے اور اس کو شعار ملت قرار دینے کا طریقہ اہل کتاب میں موجود تھا۔ یہودیوں کے ہاں اس غرض کے لیے سبت (ہفتہ) کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی۔ عیسائیوں نے اپنے آپ کو یہودیوں سے ممیّز کرنے کے لیے اپنا شعار ملت اتوار کا دن قرار دیا۔ اگرچہ اس کا کوئی حکم نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا تھا، نہ انجیل میں کہیں اس کا ذکر آیا ہے، لیکن عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صلیب پر جان دینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی روز قبر سے نکل کر آسمان کی طرف گئے تھے۔ اسی بنا پر بعد کے عیسائیوں نے اسے اپنی عبادت کا دن قرار دے لیا اور پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے ایک حکم کے ذریعہ سے

اس کو عام تعطیل کا دن مقرر کر دیا۔ اسلام نے ان دونوں ملتوں سے اپنی ملت کو ممیّز کرنے کے لیے یہ دونوں دن چھوڑ کر جمعہ کو اجتماعی عبادت کے لیے اختیار کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت کا حکم نبی ﷺ پر ہجرت سے کچھ مدت پہلے مکہ معظّمہ ہی میں نازل ہو چکا تھا۔ لیکن اس وقت آپؐ اس پر عمل نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ مکہ میں کوئی اجتماعی عبادت ادا کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے آپؐ نے ان لوگوں کو جو آپؐ سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے، یہ حکم لکھ بھیجا کہ وہاں جمعہ قائم کریں۔ چنانچہ ابتدائی مہاجرین کے سردار حضرت مصعب بن عمیر نے ۱۲ آدمیوں کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا (طبرانی، دارقطنی)۔ حضرت کعب بن مالک اور ابن سیرین کی روایت یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی مدینہ کے انصار نے بطور خود قبل اس کے کہ حضورؐ کا حکم ان کو پہنچا ہوتا آپس میں یہ طے کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن مل کر اجتماعی عبادت کریں گے۔

اس غرض کے لیے انہوں نے یہودیوں کے سبت اور عیسائیوں کے اتوار کو چھوڑ کر جمعہ کا دن انتخاب کیا اور پہلا جمعہ حضرت اسعد بن زرارہ نے بنی بیاضہ کے علاقے میں پڑھا جس میں چالیس آدمی شریک ہوئے۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان، عبد بن حمید، عبدالرزاق، بیہقی)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ذوق خود اس وقت یہ مطالبہ کر رہا تھا کہ ایسا ایک دن ہونا چاہیے جس میں زیادہ سے زیادہ مسلمان جمع ہو کر اجتماعی عبادت کریں اور یہ بھی اسلامی ذوق ہی کا تقاضا تھا کہ وہ دن ہفتے اور اتوار سے الگ ہو، تاکہ مسلمانوں کا شعار ملت یہود و نصاریٰ کے شعار ملت سے الگ رہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کی اسلامی ذہنیت کا ایک عجیب کرشمہ ہے کہ بسا اوقات ایک حکم آنے سے پہلے ہی ان کا ذوق کہہ دیتا تھا کہ اسلام کی روح فلاں چیز کا تقاضا کر رہی ہے۔

اس نماز کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زوال کے بعد کا وقت مقرر فرمایا تھا۔ یعنی وہی وقت جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ یہی حکم آپؐ نے ہجرت کے بعد قولاً بھی دیا اور عملاً بھی اسی وقت پر آپ جمعہ کی نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت انسؓ، حضرت سلمہؓ بن اکوع، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت سہلؓ بن سعد، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت بلالؓ سے اس مضمون کی روایات کتب حدیث میں منقول ہوئی ہیں کہ حضور جمعہ کی نماز زوال کے بعد ادا فرمایا کرتے تھے۔ (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

یہ امر بھی آپ کے عمل سے ثابت ہے کہ اس روز آپؐ ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے، اس نماز کی صرف دو رکعتیں ہوتی تھیں اور اس سے پہلے آپؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ یہی فرق جمعہ کی نماز اور عام دنوں کی نماز ظہر میں تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

صَلٰوةُ الْمُسَافِرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلٰوةَ الْفَجْرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلٰوةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، تَمَامُ غَيْرُقَصْرٍ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ وَاِنَّمَا قُصِرَتِ الْجُمُعَةُ لِاَجْلِ الْخُطْبَةِ۔

(احكام القرآن للجصاص ج ٥، ص ٢٣٨، ومن سورة الجمعة)

''تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے حکم کی رو سے مسافر کی نماز دو رکعت ہے، فجر کی نماز دو رکعت ہے، اور جمعہ کی نماز دو رکعت ہے، یہ پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے اور جمعہ کو خطبہ کی خاطر ہی مختصر کیا گیا ہے۔''

حدیث میں حضرت سائبؓ بن یزید کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی، اور وہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی یہی عمل ہوتا رہا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے دور میں جب آبادی بڑھ گئی تو انہوں نے پہلے ایک اور اذان دلوانی شروع کر دی، جو مدینے کے بازار میں ان کے مکان زوراء پر دی جاتی تھی۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائی، طبرانی) (تفہیم القرآن، ج ۵، الجمعۃ، حاشیہ: ۱۴)

مذاہب اربعہ میں مرتب احکام جمعہ

مذاہب اربعہ میں قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور اسلام کے اصول عامہ سے جو احکام جمع و مرتب کیے گئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے۔ نہ اس سے پہلے جمعہ ہو سکتا ہے، نہ اس کے بعد۔ بیع کی حرمت پہلی اذان ہی سے شروع ہو جاتی ہے، نہ کہ اس دوسری اذان سے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے، کیونکہ قرآن میں اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (الجمعۃ:۹) کے الفاظ مطلقاً ارشاد ہوئے ہیں۔ اس لیے زوال کے بعد جب جمعہ کا وقت شروع ہو جائے اس وقت جو اذان بھی نماز جمعہ کے لیے دی جائے، لوگوں کو اسے سن کر خرید و فروحت چھوڑ دینی چاہیے۔ لیکن اگر کسی شخص نے اس وقت خرید و فروخت کر لی تو وہ بیع فاسد یا فسخ نہ ہو جائے گی، بلکہ یہ صرف ایک گناہ ہوگا۔ جمعہ ہر بستی میں نہیں، بلکہ صرف مصر جامع میں ہو سکتا ہے اور مصر جامع کی معتبر تعریف یہ ہے کہ وہ شہر جس میں بازار ہوں، قیام امن کا انتظام موجود ہو، اور آبادی اتنی ہو کہ اگر اس کی بڑی سے بڑی مسجد میں بھی نماز جمعہ کے مکلّف سب لوگ جمع ہو جائیں تو اس میں سما نہ سکیں۔ جو لوگ شہر سے باہر رہتے ہوں ان پر جمعہ اس صورت میں شہر آ کر پڑھنا فرض ہے جب کہ ان تک اذان کی آواز پہنچتی ہو، یا وہ زیادہ سے زیادہ شہر سے ۶ میل کے فاصلے پر ہوں۔ نماز کے لیے ضروری نہیں کہ وہ مسجد ہی میں ہو۔ وہ کھلے میدان میں بھی ہو سکتی ہے اور ایسے میدان میں بھی ہو سکتی ہے جو شہر کے باہر ہو، مگر اس کا ایک حصہ شمار ہوتا ہو۔ نماز جمعہ صرف اس جگہ پر ہو سکتی ہے جہاں ہر شخص کے لیے شریک ہونے کا اذن عام ہو۔ کسی بند جگہ، جہاں ہر ایک کو آنے کی اجازت نہ ہو، خواہ کتنے ہی آدمی جمع ہو جائیں جمعہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ صحت جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ جماعت میں کم از کم (بقول ابوحنیفہؒ) امام کے سوا تین آدمی، یا (بقول ابو یوسفؒ و محمدؒ) امام سمیت دو آدمی ایسے موجود ہوں جن پر جمعہ فرض ہے۔ جن عذرات کی بنا پر ایک شخص سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں: آدمی حالت سفر میں ہو، یا ایسا بیمار ہو کہ چل کر نہ آ سکتا ہو، یا دونوں ٹانگوں سے معذور ہو، یا اندھا ہو (مگر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اندھے پر سے صرف اس وقت جمعہ کی فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کہ وہ کوئی ایسا آدمی نہ پاتا ہو جو اسے چلا کر لے جائے، یا کسی ظالم سے اس کو جان اور آبرو کا، یا نا قابل برداشت مالی نقصان کا خطرہ ہو، یا سخت بارش اور کیچڑ پانی ہو، یا آدمی قید کی حالت میں ہو۔ قیدیوں اور معذوروں کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ جن لوگوں کا جمعہ چھوٹ گیا ہو ان کے لیے بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ خطبہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے کبھی جمعہ کی نماز خطبہ کے بغیر نہیں پڑھی ہے اور وہ

لازماً نماز سے پہلے ہونا چاہیے اور دو خطبے ہونے چاہئیں۔ خطبہ کے لیے جب امام منبر کی طرف جائے اس وقت سے اختتام خطبہ تک، ہر قسم کی بات چیت ممنوع ہے اور نماز بھی اس وقت نہیں پڑھنی چاہیے، خواہ امام کی آواز اس مقام تک پہنچتی ہو، یا نہ پہنچتی ہو، جہاں کوئی شخص بیٹھا ہو۔ (هداية ، فتح القدير، احكام القرآن للجصاص، الفقه على المذاهب الاربعة، عمدة القارى)

شافعیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے۔ بیع کی حرمت اور سعی کا وجوب اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب دوسری اذان ہو (یعنی وہ اذان جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد دی جاتی ہے)۔ تاہم اگر کوئی شخص اس وقت بیع کر لے تو وہ فسخ نہیں ہوتی۔ جمعہ ہر اس بستی میں ہوسکتا ہے جس کے مستقل باشندوں میں ۴۰ ایسے آدمی موجود ہوں جن پر نماز جمعہ فرض ہے۔ بستی سے باہر کے ان لوگوں پر جمعہ کے لیے حاضر ہونا لازم ہے جن تک اذان کی آواز پہنچ سکتی ہو۔ جمعہ لازماً بستی کے حدود میں ہونا چاہیے، مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ مسجد ہی میں پڑھا جائے۔ جو لوگ صحرا میں خیموں کے اندر رہتے ہوں، ان پر جمعہ واجب نہیں۔ صحت جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ جماعت میں امام سمیت کم از کم ۴۰ ایسے آدمی شریک ہوں، جن پر جمعہ فرض ہے۔ جن عذرات کی بنا پر کسی شخص سے جمعہ کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں: سفر کی حالت میں ہو، یا کسی مقام پر چار دن یا اس سے کم قیام کا ارادہ رکھتا ہو، بشرطیکہ سفر جائز نوعیت کا ہو۔ ایسا بوڑھا یا مریض ہو کہ سواری پر بھی جمعہ کے لیے نہ جا سکتا ہو۔ اندھا ہو اور کوئی ایسا آدمی نہ پاتا ہو، جو اسے نماز کے لیے لے جائے۔ جان یا مال یا آبرو کا خوف لاحق ہو۔ قید کی حالت میں ہو، بشرطیکہ اس کی قید اس کے اپنے کسی قصور کی وجہ سے نہ ہو۔ نماز سے پہلے دو خطبے ہونے چاہئیں۔ خطبے کے دوران میں خاموش رہنا مسنون ہے، مگر بات کرنا حرام نہیں ہے۔ جو شخص امام سے اتنا قریب بیٹھا ہو کہ خطبہ سن سکتا ہو، اس کے لیے بولنا مکروہ ہے، لیکن وہ سلام کا جواب دے سکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر سن کر بآواز درود پڑھ سکتا ہے۔

(مغنى المحتاج، الفقه على المذاهب الاربعة)

مالکیہ کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال سے شروع ہو کر مغرب سے اتنے پہلے تک ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے خطبہ اور نماز ختم ہو جائے۔ بیع کی حرمت اور سعی کا وجوب دوسری اذان سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد اگر بیع واقع ہو تو وہ فاسد ہے اور فسخ ہو گی۔ جمعہ صرف ان بستیوں میں ہوسکتا ہے جن کے باشندے وہاں مستقل طور پر گھر بنا کر رہتے ہوں، اور جاڑے گرمی میں منتقل نہ ہوتے ہوں، اور ان کی ضروریات اسی بستی میں فراہم ہوتی ہوں اور اپنی تعداد کی بنا پر وہ اپنی حفاظت کر سکتے ہوں۔ عارضی قیام گاہوں میں خواہ کتنے ہی لوگ ہوں اور خواہ وہ کتنی ہی مدت ٹھہریں، جمعہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ جس بستی میں جمعہ قائم کیا جاتا ہو، اس سے تین میل کے فاصلے تک رہنے والے لوگوں پر جمعہ میں حاضر ہونا فرض ہے۔ نماز جمعہ صرف ایسی مسجد میں ہو سکتی ہے جو بستی کے اندر، یا اس سے متصل ہو اور جس کی عمارت بستی کے عام باشندوں کے گھروں سے کم تر درجے کی نہ ہو۔ بعض مالکیوں نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ مسجد مسقّف ہونی چاہیے اور اس میں پنج وقتہ نماز کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ لیکن مالکیہ کا راجح مسلک یہ ہے کہ کسی مسجد میں صحت جمعہ کے لیے اس کا مسقّف ہونا شرط نہیں ہے، اور ایسی مسجد میں بھی جمعہ ہوسکتا ہے جو صرف نماز جمعہ کے لیے بنائی گئی ہو، اور پنج وقتہ نماز کا اس میں اہتمام نہ ہو۔ جمعہ کی نماز صحیح ہونے کے لیے جماعت میں امام کے سوا کم از کم ۱۲ ایسے آدمیوں کا موجود ہونا ضروری ہے جس پر جمعہ فرض ہو۔ جن عذرات کی بنا پر کسی شخص پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں: سفر کی حالت میں ہو یا بحالت سفر کسی جگہ چار دن سے کم قیام کا ارادہ رکھتا ہو۔

ایسا مریض ہو کہ مسجد آنا اس کے لیے دشوار ہو۔ اس کی ماں یا باپ یا بیوی یا بچہ بیمار ہو، یا وہ کسی ایسے اجنبی مریض کی تیمارداری کر رہا ہو، جس کا اور کوئی تیماردار نہ ہو، یا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار سخت بیماری میں مبتلا ہو یا مرنے کے قریب ہو۔ اس کے ایسے مال کو جس کا نقصان قابل برداشت نہ ہو، خطرہ لاحق ہو، یا اسے اپنی جان یا آبرو کا خطرہ ہو، یا وہ مار یا قید کے خوف سے چھپا ہوا ہو، بشرطیکہ وہ اس معاملہ میں مظلوم ہو۔ سخت بارش اور کیچڑ پانی یا سخت گرمی یا سردی مسجد تک پہنچنے میں مانع ہو۔ دو خطبے نماز سے پہلے لازم ہیں، حتیٰ کہ اگر نماز کے بعد خطبہ ہو تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور یہ خطبے لازماً مسجد کے اندر ہونے چاہئیں۔ خطبے کے لیے جب امام منبر کی طرف بڑھے اس وقت سے نفل پڑھنا حرام ہے اور جب خطبہ شروع ہو تو بات کرنا بھی حرام ہے، خواہ آدمی خطبہ کی آواز نہ سن رہا ہو۔ لیکن اگر خطیب اپنے خطبے میں ایسی لغو باتیں کرے جو نظام خطبہ سے خارج ہوں، یا کسی ایسے شخص کو گالیاں دے جو گالی کا مستحق نہ ہو، یا کسی ایسے شخص کی تعریفیں شروع کر دے جس کی تعریف جائز نہ ہو، یا خطبہ سے غیر متعلق کوئی چیز پڑھنے لگے تو لوگوں کو اس پر احتجاج کرنے کا حق ہے۔ نیز خطبہ میں بادشاہ وقت کے لیے دعا مکروہ ہے، الا یہ کہ خطیب کو اپنی جان کا خطرہ ہو۔ خطیب لازماً وہی شخص ہونا چاہیے جو نماز پڑھائے۔ اگر خطیب کے سوا کسی اور نے نماز پڑھائی ہو تو وہ باطل ہوگی۔

(حاشية الدسوقی علی الشرح الكبير، احكام القرآن ابن عربی، الفقه علی المذاهب الاربعة)

حنابلہ کے نزدیک جمعہ کی نماز کا وقت صبح کو سورج کے بقدر یک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے عصر کا وقت شروع ہونے تک ہے۔ لیکن زوال سے پہلے جمعہ صرف جائز ہے، اور زوال کے بعد واجب اور افضل۔ بیع کی حرمت اور سعی کے وجوب کا وقت دوسری اذان سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو بیع ہو، وہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتی۔ جمعہ صرف اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں ۴۰ ایسے آدمی جن پر جمعہ فرض ہو، مستقل طور پر گھروں میں (نہ کہ خیموں میں) آباد ہوں، یعنی جاڑے اور گرمی میں منتقل نہ ہوتے ہوں۔ اس غرض کے لیے بستی کے گھروں اور محلوں کے باہم متصل یا متفرق ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ان سب کے مجموعہ کا نام ایک ہو تو وہ ایک ہی بستی ہے، خواہ اس کے ٹکڑے ایک دوسرے سے میلوں کے فاصلے پر واقع ہوں۔ ایسی بستی سے جو لوگ تین میل کے اندر رہتے ہوں، ان پر جمعہ کے لیے حاضر ہونا فرض ہے۔ جماعت میں امام سمیت ۴۰ آدمیوں کی شرکت ضروری ہے۔ نماز کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ مسجد ہی میں ہو۔ کھلے میدان میں بھی ہو سکتی ہے۔ جن عذرات کی بنا پر کسی شخص سے جمعہ کا فرض ساقط ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں: مسافر ہو اور جمعہ کی بستی میں چار دن یا اس سے کم قیام کا ارادہ رکھتا ہو۔ ایسا مریض ہو کہ سواری پر آنا بھی اس کے لیے مشکل ہو۔ اندھا ہو، الا یہ کہ خود راستہ ٹٹول کر آ سکتا ہو۔ کسی دوسرے شخص کے سہارے آنا اندھے کے لیے واجب نہیں ہے۔ سخت سردی یا سخت گرمی یا سخت بارش اور کیچڑ نماز کی جگہ پہنچنے میں مانع ہو۔ کسی ظالم کے ظلم سے بچنے کے لیے چھپا ہوا ہو۔ جان یا آبرو کا خطرہ، یا ایسے مالی نقصان کا خوف ہو جو قابل برداشت نہ ہو۔ نماز سے پہلے دو خطبے ہونے چاہئیں۔ خطبے کے دوران میں اس شخص کے لیے بولنا حرام ہے، جو خطیب سے اتنا قریب ہو کہ اس کی آواز سن سکتا ہو۔ البتہ دور کا آدمی جس تک خطیب کی آواز نہ پہنچتی ہو، بات کر سکتا ہے۔ خطیب خواہ عادل ہو یا غیر عادل، لوگوں کو خطبہ کے دوران میں چپ رہنا چاہیے۔ اگر جمعہ کے روز عید ہو جائے تو جو لوگ عید پڑھ چکے ہوں ان پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہے۔ اس مسئلے میں حنابلہ کا مسلک ائمہ ثلاثہ کے مسلک سے مختلف ہے۔

(غاية المنتهى، الفقه علی المذاهب الاربعة)

اس امر میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس شخص پر جمعہ فرض نہیں ہے وہ اگر نماز جمعہ میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور اس کے لیے پھر ظہر پڑھنا فرض نہیں رہتا۔

''الذکر'' سے کیا مراد ہے؟

۵۳۔ اِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلٰئِکَۃُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ۔

''حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے روز ملائکہ ہر آنے والے کا نام اس کی آمد کی ترتیب کے ساتھ لکھتے جاتے ہیں۔ پھر جب امام خطبہ دینے کے لیے نکلتا ہے تو وہ نام لکھنا بند کر دیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے میں لگ جاتے ہیں۔''[1] (مسند احمد، بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی)

تخریج: **〈۱〉 حَدَّثَنَا آدَمُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ، عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَغَرِّ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ وَقَفَتِ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ، وَمَثَلُ الْمُھَجِّرِ کَمَثَلِ الَّذِیْ یُھْدِیْ بَدَنَۃً، ثُمَّ کَالَّذِیْ یُھْدِیْ بَقَرَۃً، ثُمَّ کَبْشًا، ثُمَّ دَجَاجَۃً، ثُمَّ بَیْضَۃً، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَوْا صُحُفَھُمْ وَیَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ۔(۴۳)**

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے روز مسجد کے دروازے پر فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور لکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ پہلے کون آیا، پھر کون آیا؟ سبقت کر کے سویرے مسجد کی طرف آنے والا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو اونٹ کی قربانی کرتا ہے۔ پھر جو آتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو گائے قربان کرتا ہے۔ پھر مینڈھے کی قربانی کرنے والے کی طرح، پھر مرغی، پھر انڈے کی مانند۔ جب امام خطبہ کے لیے نکلتا ہے تو وہ رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں اور الذکر (خطبہ) غور سے سننے لگتے ہیں۔

〈۲〉 عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ غُسْلَ الْجَنَابَۃِ، ثُمَّ رَاحَ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَۃً، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الثَّانِیَۃِ، فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَۃً، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الثَّالِثَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ کَبْشًا اَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الرَّابِعَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَۃً، وَمَنْ رَاحَ فِی السَّاعَۃِ الْخَامِسَۃِ فَکَاَنَّمَا قَرَّبَ بَیْضَۃً، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِکَۃُ یَسْتَمِعُوْنَ الذِّکْرَ۔(۴۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے جمعہ کے روز غسل جنابت کی طرح اچھی طرح غسل کیا، پھر مسجد کی جانب چل پڑا تو گویا اس نے اونٹ قربان کیا اور جو شخص دوسری ساعت میں مسجد کی طرف چلا تو اس نے گویا گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں چلا تو وہ ایسا ہے جیسا کہ سینگوں والا مینڈھا ذبح کیا اور جو چوتھی

---

[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد خطبہ ہے۔ خود قرآن کا بیان بھی اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ پہلے فرمایا فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ''خدا کے ذکر کی طرف دوڑو''، پھر آگے چل کر فرمایا: فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ ''جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ''۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے روز عمل کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے ذکر اللہ اور پھر نماز۔ مفسرین کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ ذکر سے مراد یا تو خطبہ ہے یا پھر خطبہ اور نماز دونوں۔

ساعت میں مسجد کی طرف چلا تو اس نے گویا مرغ ذبح کرکے تقرب الٰہی حاصل کیا اور جو پانچویں ساعت میں چلا تو گویا اس نے انڈا راہ خدا میں خیرات کیا، جب امام حجرہ سے نکل کھڑا ہوا، تو فرشتے خطبے سننے کے لیے جا حاضر ہوتے ہیں۔

نسائی نے کِتَابُ الْجُمُعَةِ ، بَابُ التَّبْكِيْرِ اِلَى الْجُمُعَةِ میں چند احادیث جمع کی ہیں، جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

﴿۳﴾عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَتِ الْمَلَائِکَةُ عَلٰی اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ فَکَتَبُوْا مَنْ جَآءَ اِلَى الْجُمُعَةِ، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طَوَتِ الْمَلَائِکَةُ الصُّحُفَ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْمُهَجِّرُ اِلَى الْجُمُعَةِ کَالْمُهْدِیْ بَدَنَةً، ثُمَّ کَالْمُهْدِیْ بَقَرَةً، ثُمَّ کَالْمُهْدِیْ شَاةً، ثُمَّ کَالْمُهْدِیْ بَطَّةً، ثُمَّ کَالْمُهْدِیْ دَجَاجَةً، ثُمَّ کَالْمُهْدِیْ بَیْضَةً۔(۴۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن فرشتے مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں جو شخص جمعہ کی طرف آتا ہے اس کا نام لکھ لیتے ہیں۔ مگر جب امام نکل کر خطبہ کے لیے جاتا ہے تو ملائکہ اپنے رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سبقت کرکے علی الصبح مسجد میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اونٹ قربان کرنے والا ہے۔ پھر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے کی قربانی کرتا ہے، پھر بکری، پھر بطخ، پھر مرغی اور پھر انڈے کی خیرات کرنے والی کی طرح ہیں۔

﴿۴﴾عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ کَانَ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِکَةٌ یَکْتُبُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَنَازِلِهِمْ اَلْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ، فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ طُوِیَتِ الصُّحُفُ وَاسْتَمَعُوا الْخُطْبَةَ فَالْمُهَجِّرُ اِلَى الصَّلٰوةِ کَالْمُهْدِیْ بَدَنَةً. ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ کَالْمُهْدِیْ بَقَرَةً، ثُمَّ الَّذِیْ یَلِیْهِ کَالْمُهْدِیْ کَبْشًا، حَتّٰی ذَکَرَ الدَّجَاجَةَ وَالْبَیْضَةَ۔(۴۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ اس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، جب جمعہ کا روز ہوتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے آموجود ہوتے ہیں۔ آنے والے لوگوں کو حسب منازل و مراتب لکھتے جاتے ہیں۔ جب امام خطبہ کے لیے نکل کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں اور بغور خطبہ سننے لگتے ہیں۔ چنانچہ نماز جمعہ کی طرف سبقت کرکے صبح سویرے آنے والا شخص ایسا ہے جیسا کہ اونٹ قربان کرنے والا، پھر جو آتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے کی قربانی کرتا ہے۔ پھر جو اس کے معاً بعد آتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مینڈھا قربان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے درجہ بدرجہ آنے والوں کو مرغی اور انڈے کی مثال سے بیان فرمایا۔

﴿۵﴾ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ، قَالَ: تَقْعُدُ الْمَلَائِکَةُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰی اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ یَکْتُبُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَنَازِلِهِمْ فَالنَّاسُ فِیْهِ کَرَجُلٍ قَدَّمَ بَدَنَةً وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ بَقَرَةً وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ شَاةً وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ دَجَاجَةً وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ عُصْفُوْرًا وَکَرَجُلٍ قَدَّمَ بَیْضَةً۔(۴۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے روز ملائکہ مسجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے

ہیں۔ آنے والوں کو حسب منازل لکھتے جاتے ہیں۔ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو جلدی آتے ہیں اور وہ اس شخص کی طرح ہوتے ہیں جو اونٹ قربانی کے لیے پیش کرتا ہے اور بعض اس شخص کی طرح جس نے گائے پیش کی اور بعض اس کی مانند جس نے بکری قربانی کے لیے پیش کی۔ پھر مرغی پیش کرنے والے کی طرح، پھر چڑیا پیش کرنے والے کی طرح اور پھر انڈا، راہ خدا میں دینے والے کی طرح۔

تشریح: (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر سے مراد خطبہ ہے قرآن کریم میں بھی خطبے کو ذکر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہ اذان کے بعد پہلا عمل جو نبی ﷺ کرتے تھے وہ نماز نہیں، بلکہ خطبہ تھا، اور نماز آپؐ ہمیشہ خطبہ کے بعد ادا فرماتے تھے)۔

خطبہ کے لیے ''ذکر اللہ'' کا لفظ استعمال کرنا خود یہ معنی رکھتا ہے کہ اس میں وہ مضامین ہونے چاہئیں جو اللہ کی یاد سے مناسبت رکھتے ہوں۔ مثلاً اللہ کی حمد وثنا، اس کے رسولؐ پر درود وصلوٰۃ، اس کے احکام اور اس کی شریعت کے مطابق عمل کی تعلیم و تلقین۔ اس سے ڈرنے والے نیک بندوں کی تعریف وغیرہ۔ اسی بنا پر زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ خطبہ میں ظالم حکمرانوں کی مدح وثنا، یا ان کا نام لینا اور ان کے لیے دعا کرنا، ذکر اللہ سے کوئی دور کی مناسبت بھی نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ تو ذکر الشیطان ہے۔

''اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو'' کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھاگتے ہوئے آؤ، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جلد سے جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرو، اردو زبان میں بھی ہم دوڑ دھوپ کرنا، بھاگ دوڑ کرنا، سرگرم کوشش کے معنی میں بولتے ہیں۔ نہ کہ بھاگنے کے معنی میں، اسی طرح عربی میں بھی سعی کے معنی بھاگنے ہی کے نہیں ہیں۔ قرآن میں اکثر مقامات پر سعی کا لفظ کوشش اور جدوجہد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى (النجم:۳۹) وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا۔ (الاسراء:۱۹) فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ (الصافات:۱۰۲) وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا (البقرہ:۲۰۵)۔

مفسرین نے بھی بالاتفاق اس کو اہتمام کے معنی میں لیا ہے۔ ان کے نزدیک سعی یہ ہے کہ آدمی اذان کی آواز سن کر فوراً مسجد پہنچنے کی فکر میں لگ جائے اور معاملہ صرف اتنا ہی نہیں ہے حدیث میں بھاگ کر نماز کے لیے آنے کی صاف ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب نماز کھڑی ہو تو اس کی طرف سکون ووقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ بھاگتے ہوئے نہ آؤ، پھر جتنی نماز بھی مل جائے اس میں شامل ہو جاؤ، اور جتنی چھوٹ جائے اسے بعد میں پورا کرلو۔'' (صحاح ستہ)۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ ہم حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ یکا یک لوگوں کے بھاگ بھاگ کر چلنے کی آواز آئی۔ نماز ختم کرنے کے بعد حضورؐ نے ان لوگوں سے پوچھا، یہ کیسی آواز تھی؟ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہم نماز میں شامل ہونے کے لیے بھاگ کر آرہے تھے۔ فرمایا ''ایسا نہ کیا کرو، نماز کے لیے جب بھی آؤ پورے سکون کے ساتھ آؤ۔ جتنی مل جائے اس کو امام کے ساتھ پڑھ لو، جتنی چھوٹ جائے وہ بعد میں پوری کرلو۔'' (بخاری، مسلم)

''خرید وفروخت چھوڑ دو'' کا مطلب صرف خرید وفروخت ہی چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ نماز کے لیے جانے کی فکر اور اہتمام کے سوا ہر دوسری مصروفیت چھوڑ دینا ہے۔ بیع کا ذکر خاص طور پر صرف اس لیے کیا گیا ہے کہ جمعہ کے روز تجارت خوب چمکتی تھی۔ آس پاس کی بستیوں کے لوگ سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے۔ تاجر بھی اپنا مال لے لے کر وہاں پہنچ جاتے تھے۔ لوگ بھی اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے میں لگ جاتے تھے، لیکن ممانعت کا حکم صرف بیع تک محدود نہیں ہے، بلکہ دوسرے

تمام مشاغل بھی اس کے تحت آ جاتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ان سے منع فرما دیا ہے، اس لیے فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد بیع اور ہر قسم کا کاروبار حرام ہے۔

یہ حکم قطعی طور پر نماز جمعہ کے فرض ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اوّل تو اذان سنتے ہی اس کے لیے دوڑنے کی تاکید بجائے خود اس کی دلیل ہے۔ پھر بیع جیسی حلال چیز کا اس کی خاطر حرام ہو جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ فرض ہے۔ مزید برآں ظہر کی فرض نماز کا جمعہ کے ساتھ ساقط ہو جانا اور نماز جمعہ کا اس کی جگہ لے لینا بھی اس کی فرضیت کا صریح ثبوت ہے۔ کیونکہ ایک فرض اسی وقت ساقط ہوتا ہے جب کہ اس کی جگہ لینے والا فرض اس سے زیادہ اہم ہو۔ اسی کی تائید بکثرت احادیث کرتی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی سخت تاکید کی ہے اور اسے صاف الفاظ میں فرض قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''میرا جی چاہتا ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دوں اور جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے۔'' (مسند احمد، بخاری)۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے جمعہ کے خطبہ میں حضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دے گا اور وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے۔'' (مسند احمد، مسلم، نسائی)۔ حضرت ابوالجعد ضمری، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی روایات میں حضورؐ کے جو ارشادات منقول ہوئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جو شخص کسی حقیقی ضرورت اور جائز عذر کے بغیر محض بے پروائی کی بنا پر مسلسل تین جمعے چھوڑ دے، اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔'' بلکہ ایک روایت میں تو الفاظ یہ ہیں کہ ''اللہ اس کے دل کو منافق کا دل بنا دیتا ہے۔'' (مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، حاکم، ابن حبان، بزار، طبرانی فی الکبیر)۔ حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ''آج سے لے کر قیامت تک جمعہ تم لوگوں پر فرض ہے جو شخص اسے ایک معمولی چیز سمجھ کر یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑ دے، خدا اس کا حال درست نہ کرے، نہ اسے برکت دے۔ خوب سن رکھو! اس کی نماز نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں، اس کا حج حج نہیں، اس کا روزہ روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی نیکی نہیں، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ پھر جو توبہ کر لے اللہ اسے معاف فرمانے والا ہے۔'' (ابن ماجہ، بزار) اسی سے قریب المعنی ایک روایت طبرانی نے اوسط میں ابن عمرؓ سے نقل کی ہے۔ علاوہ بریں بکثرت روایات ہیں جن میں حضورؐ نے جمعہ کو بالفاظ صریح فرض اور حق واجب قرار دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی اذان سنے۔'' (ابوداؤد، دارقطنی) جابرؓ بن عبداللہ اور ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا ''جان لو کہ اللہ نے تم پر نماز جمعہ فرض کی ہے۔'' (بیہقی) البتہ آپ نے عورت، بچے، غلام، مریض اور مسافر کو اس فرضیت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ حضرت حفصہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ''جمعہ کے لیے نکلنا ہر بالغ پر واجب ہے۔'' (نسائی)۔ حضرت طارق بن شہاب کی روایت میں آپؐ کا ارشاد یہ ہے کہ ''جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ سوائے غلام، عورت، بچے اور مریض کے۔'' (ابوداؤد، حاکم) حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں: ''جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جمعہ فرض ہے۔ الا یہ کہ عورت ہو، یا مسافر ہو، یا غلام ہو، یا مریض ہو۔'' (دارقطنی، بیہقی) قرآن و حدیث کی انہی تصریحات کی وجہ سے جمعہ کی فرضیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

جمعہ کی نماز کے بعد زمین میں پھیل جانا اور تلاش رزق کی دوڑ دھوپ میں لگ جانا ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ ارشاد اجازت کے معنی میں ہے۔ چونکہ جمعہ کی اذان سن کر سب کاروبار چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا، اس لیے فرمایا گیا کہ نماز ختم ہو جانے کے بعد تمہیں اجازت ہے کہ منتشر ہو جاؤ، اور اپنے جو کاروبار بھی کرنا چاہو کرو، یہ ایسا ہی ہے جیسے حالت احرام میں شکار کی ممانعت کرنے کے بعد فرمایا فَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا (المائدہ:۲) ''جب احرام کھول چکو تو شکار کرو۔'' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ احرام کھولنے کے بعد ضرور شکار کرو۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد شکار پر کوئی پابندی باقی نہیں رہتی۔ چاہو تو شکار کر سکتے ہو۔ یا مثلاً سورۂ نساء میں ایک سے زائد نکاح کی اجازت فَانْکِحُوْا مَاطَابَ لَکُمْ (النساء:۳) کے الفاظ میں دی گئی ہے۔ یہاں اگرچہ فَانْکِحُوْا بصیغہ امر ہے، مگر کسی نے بھی اس کو حکم کے معنی میں نہیں لیا ہے۔ اس سے یہ اصولی مسئلہ نکلتا ہے کہ صیغہ امر ہمیشہ وجوب ہی کے معنی میں نہیں ہوتا، بلکہ کبھی یہ اجازت اور کبھی استحباب کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ یہ بات قرائن سے معلوم ہوتی ہے کہ کہاں یہ حکم کے معنی میں ہے اور کہاں اجازت کے معنی میں۔ اور کہاں اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ کو ایسا کرنا پسند ہے۔ لیکن یہ مراد نہیں ہوتی کہ یہ فعل فرض و واجب ہے۔ خود اسی فقرے کے بعد متصلاً دوسرے ہی فقرے میں ارشاد ہوا ہے وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا ''اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔'' یہاں بھی صیغہ امر موجود ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ استحباب کے معنی میں ہے نہ کہ وجوب کے معنی میں۔

اس مقام پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگرچہ قرآن میں یہودیوں کے سبت اور عیسائیوں کے اتوار کی طرح جمعہ کو عام تعطیل کا دن قرار نہیں دیا گیا ہے، لیکن اس امر سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جمعہ ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کا شعار ملت ہے جس طرح ہفتہ اور اتوار یہودیوں اور عیسائیوں کے شعار ملت ہیں۔ اور اگر ہفتہ میں کوئی ایک دن عام تعطیل کے لیے مقرر کرنا ایک تمدنی ضرورت ہو تو جس طرح یہودی اس کے لیے فطری طور پر ہفتے کو اور عیسائی اتوار کو منتخب کرتے ہیں اسی طرح مسلمان (اگر اس کی فطرت میں کچھ اسلامی حس موجود ہو) لازماً اس غرض کے لیے جمعہ ہی کو منتخب کرے گا۔ بلکہ عیسائیوں نے تو دوسرے ایسے ملکوں پر بھی اپنے اتوار کو مسلط کرنے میں تامل نہ کیا، جہاں عیسائی آبادی آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ تھی۔ یہودیوں نے جب فلسطین میں اپنی اسرائیلی ریاست قائم کی تو اولین کام جو انہوں نے کیا، وہ یہ تھا کہ اتوار کے بجائے ہفتہ کو چھٹی کا دن مقرر کیا۔ قبل تقسیم کے ہندوستان میں برطانوی ہند اور مسلمان ریاستوں کے درمیان نمایاں فرق یہ نظر آتا تھا کہ ملک کے ایک حصے میں اتوار کی چھٹی ہوتی تھی اور دوسرے حصے میں جمعہ کی۔ البتہ جہاں مسلمانوں کے اندر اسلامی حس موجود نہیں ہوتی، وہاں وہ اپنے ہاتھ میں اقتدار آنے کے بعد بھی اتوار ہی کو سینے سے لگائے رہتے ہیں۔ جیسا کہ ہم پاکستان میں دیکھ رہے ہیں، بلکہ اس سے زیادہ جب بے حسی طاری ہوتی ہے تو جمعہ کی چھٹی منسوخ کر کے اتوار کی چھٹی راسخ کی جاتی ہے، جیسا کہ مصطفیٰ کمال نے ٹرکی میں کیا۔ (تفہیم القرآن، ج۵، الجمعہ، حاشیہ: ۱۵، ۱۶)

۵۴۔ عَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسِ الْجُهَنِیِّ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهُ اَیُّ الْمُجَاهِدِیْنَ اَعْظَمُ اَجْرًا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَكْثَرُ هُمْ لِلّٰهِ تَعَالٰی ذِكْرًا. قَالَ: اَیُّ الصَّآئِمِیْنَ اَكْثَرُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَكْثَرُ هُمْ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ذِكْرًا. ثُمَّ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ وَالزَّكَاةَ وَالْحَجَّ، وَالصَّدَقَةَ كُلُّ ذٰلِكَ یَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَكْثَرُ هُمْ لِلّٰهِ ذِكْرًا۔

(مسند احمد)

"معاذ بن انس جہنی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ! جہاد کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا: جوان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ اجر کون پائے گا؟ فرمایا: جوان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنے والا ہو۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ادا کرنے والوں کے متعلق پوچھا اور حضورؐ نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ "جو اللہ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہو۔"

تخریج: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، حَدَّثَنِی اَبِی ، ثَنَا حَسَنٌ، ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، ثَنَا زَبَانٌ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، اِنَّ رَجُلًا سَالَهُ، فَقَالَ: اَىُّ الْجِهَادِ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَكْثَرُ هُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ذِكْرًا، قَالَ: فَاَىُّ الصَّآئِمِينَ اَعْظَمُ اَجْرًا؟ قَالَ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ذِكْراً، ثُمَّ ذَكَرَ لَنَا الصَّلٰوةَ وَالزَّكَاةَ وَالْحَجَّ وَالصَّدَ قَةَ كُلُّ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ: اَكْثَرُهُمْ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ذِكْرًا، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: يَا اَبَا حَفْصٍ، ذَهَبَ الذَّاكِرُوْنَ بِكُلِّ خَيْرٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَجَلْ۔[1] (۴۸)

تشریح: اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اس کے دل میں خدا کا خیال بس کر نہ رہ گیا ہو۔ انسان کے شعور سے گزر کر اس کے تحت الشعور اور لاشعور تک میں جب یہ خیال گہرا اتر جاتا ہے تب ہی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کرے گا اس میں خدا کا نام ضرور آئے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کہہ کر کھائے گا۔ فارغ ہوگا تو الحمد للہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے بات چیت میں بار بار اس کی زبان سے بسم اللہ، الحمد للہ، ان شاء اللہ، ماشاء اللہ اور اسی طرح کے دوسرے کلمات نکلتے رہیں گے۔ اپنے ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر اس کا شکر ادا کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلبگار ہوگا۔ ہر مشکل میں اس سے رجوع کرے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر اس سے ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد ہو جانے پر اس سے معافی چاہے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر اس سے دعا مانگے گا۔ غرض اٹھتے بیٹھتے اور دنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہوگا۔ یہ چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔ دوسری جتنی بھی عبادات ہیں ان کے لیے بہرحال کوئی وقت ہوتا ہے جب وہ ادا کی جاتی ہیں اور انہیں ادا کر چکنے کے بعد آدمی فارغ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ وہ عبادت ہے جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے۔ خود عبادات اور تمام دینی کاموں میں بھی جان اسی چیز سے پڑتی ہے کہ آدمی کا دل محض ان خاص اعمال کے وقت ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت خدا کی طرف راغب اور اس کی زبان دائماً اس کے ذکر سے تر رہے۔ یہ حالت انسان کی ہو تو اس کی زندگی میں عبادت اور دینی کام ٹھیک اسی طرح پروان چڑھتے اور نشوونما پاتے ہیں، جس طرح ایک پودا ٹھیک اپنے مزاج کے مطابق آب و ہوا میں لگا ہوا ہو۔ اس کے برعکس جو زندگی اس دائمی ذکر خدا سے خالی ہو، اس میں محض مخصوص اوقات

---

[1] اس روایت میں ای الجہاد نقل کیا گیا ہے جب کہ متن میں ای المجاہدین ہے۔ (مرتب)

میں یامخصوص مواقع پرادا کی جانے والی عبادات اوردینی خدمات کی مثال اس پودے کی سی ہے جواپنے مزاج سے مختلف آب وہوا میں لگایا گیاہواورمحض باغبان کی خاص خبرگیری کی وجہ سے پل رہاہو۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، الاحزاب حاشیہ:۶۳)

نماز جمعہ میں شرط مصر

نماز جمعہ میں شرط مصر کے متعلق مجھے علمائے حنفیہ سے اختلاف ہے کہ میری تحقیق یہ ہے کہ بعد کے لوگوں نے خودامام ابوحنیفہ ہی کے استدلال واستنباط کواس معاملہ میں نہیں سمجھا۔ امام صاحب کا مدعا صرف یہ تھا کہ اقامت جمعہ ایسی آبادیوں میں ہو، جواپنے علاقہ کے اندر مرکزی حیثیت رکھتی ہوں اور یہ حدیث کے عین مطابق ہے۔ لیکن بعد کے لوگوں نے مصر کا مدلول متعین کرنے میں کھینچ تان کی اور متعدد ایسی شرطیں بڑھادیں جن کے لیے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (رسائل ومسائل دوم: مذہب حنفی...)

تخریج:〈۱〉 قَالَ اَبُوْبَكْرٍ: رُوِىَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، اَنَّهُ قَالَ: لَا جُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ وَرُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ مِثْلُهُ۔(۴۹)

〈۲〉 عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔(۵۰)

ـــــ بیہقی نے عَنْ اَبِى عَبْدِالرَّحْمٰنِ، قَالَ: قَالَ عَلِىٌّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ نقل کیا ہے اور کنز العمال نے اَبُوْ عُبَيْدٍ فِى الْغَرِيْبِ وَالْمَرْوَزِىُّ فِىْ كِتَابِ الْجُمُعَةِ کے حوالہ سے حضرت علیؓ سے مروی الفاظ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ نقل کیا ہے۔(۵۱)

جن افراد پر جمعہ فرض نہیں

۵۵۔ حضرت طارق بن شہاب کی روایت میں آپؐ کا ارشاد یہ ہے کہ ''جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، سوائے غلام، عورت، بچے اور مریض کے۔'' (ابوداؤد، حاکم)

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ، حَدَّثَنِىْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، ثَنَا هُرَيْمٌ، عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدِبْنِ الْمُنْتَشِرِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِىْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ، اَوِامْرَاَةٌ، اَوْصَبِىٌّ، اَوْمَرِيْضٌ۔(۵۲)

ترجمہ: طارق بن شہاب نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ پڑھنا واجب ہے سوائے چار کے (غلام، عورت، بچہ اور مریض اس حکم سے مستثنیٰ ہیں)۔

ـــــ قَالَ اَبُوْدَاوُدَ: طَارِقُ بْنُ شِهَابٍ قَدْ رَاَى النَّبِىَّ ﷺ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا۔

ـــــ بیہقی نے ایک روایت عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ بَنِىْ وَائِلٍ نقل کی ہے۔

〈۲〉 قَالَ النَّبِىُّ ﷺ: تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اِلَّا امْرَاَةٌ اَوْصَبِىٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ۔(۵۳)

ترجمہ: نبی ﷺ کا فرمان ہے: عورت، بچہ اور غلام کو چھوڑ کر ہر مسلمان پر جمعہ واجب ہے۔

۵٦۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت میں آپؐ کے الفاظ یہ ہیں: ''جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جمعہ فرض ہے۔ الّا یہ کہ عورت ہو یا مسافر ہو، یا غلام ہو، یا مریض ہو۔'' (دار قطنی، بیہقی)

تخریج: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ الْمُهْتَدِیْ بِاللّٰهِ ، ثَنَا يَحْیٰ بْنُ نَافِعِ بْنِ خَالِدٍ بِمِصْرَ، ثَنَا سَعِيْدُبْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ، ثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، حَدَّثَنِیْ مُعَاذُبْنُ مُحَمَّدِنِ الْاَنْصَارِیُّ، عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِيْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوِ امْرَاَةٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَمْلُوْكٌ، فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِيْدٌ۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، جمعہ کے روز اس پر نماز جمعہ فرض ہے۔ مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ جس کسی نے کھیل کود اور کاروبار و تجارت کی وجہ سے بے اعتنائی اور بے پروائی برتی تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے، وہ تو غنی اور حمید ہے۔

تشریح: قرآن و حدیث کی (ان) تصریحات کی وجہ سے جمعہ کی فرضیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔
(تفہیم القرآن، ج ۵، الجمعہ، حاشیہ: ۱۵)

خطبہ جمعہ کے دوران کا ایک تاریخی واقعہ

۵۷۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ تَتَابَعْتُمْ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْكُمْ اَحَدٌ لَسَالَ بِكُمُ الْوَادِیْ نَارًا۔

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم سب چلے جاتے اور ایک بھی باقی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بہہ نکلتی۔''

تخریج: ⟨۱⟩ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْیٰ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ وَاَبِیْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِیُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَدِمَتْ عِيْرٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَابْتَدَرَهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَوْ تَتَابَعْتُمْ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْكُمْ اَحَدٌ لَسَالَ بِكُمُ الْوَادِیْ نَارًا، وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآ يَةُ وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْ لَهْوَانِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا (الجمعۃ: ۱۱) وَقَالَ: كَانَ فِی الْاِثْنٰى عَشَرَ الَّذِيْنَ ثَبَتُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔ (۵۴)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران میں مدینہ کی جانب ایک تجارتی قافلہ آ نکلا۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ جلدی سے اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ صرف ۱۲ آدمیوں کے سوا کوئی بھی نہ رہا تو اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخدا! اگر تم سب چلے جاتے اور ایک بھی باقی نہ رہتا تو یہ

وادی آگ سے بہہ نکلتی۔ اس موقع پر وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْلَهْوًا الایة نازل ہوئی۔ راوی کا بیان ہے ان ثابت قدم رہنے والے بارہ آدمیوں میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی تھے۔

﴿۲﴾ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَوْخَرَجُوْا كُلُّهُمْ لَا ضْطَرَمَ الْمَسْجِدُ عَلَيْهِمْ نَارًا۔(۵۵)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر وہ سب نکل جاتے تو یہ مسجد آگ بن کران پر بھڑک اٹھتی۔''

﴿۳﴾ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَالِمِ ابْنِ اَبِى الْجَعْدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّىْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِذْاَقْبَلَتْ عِيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا حَتّٰى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَة ''وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْلَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔''(۵٦)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران میں خوردونوش کا سامان تجارت لے کرایک قافلہ آ گیا۔ سب صحابہ اس کی طرف متوجہ ہوگئے، صرف ۱۲ آدمی آپؐ کے ساتھ باقی رہ گئے۔ اس موقع پر آیت وَاِذَا رَاَوْتِجَارَةً الآیة نازل ہوئی۔

کتاب التفسیر میں امام بخاری نے جابرؓ بن عبداللہ کی جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

﴿۴﴾ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَقْبَلَتْ عِيْرٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَثَارَالنَّاسُ اِلَّا اثْنَاعَشَرَ رَجُلًا. فَاَنْزَلَ اللّٰهُ'' وَاِذَا رَاَوْ تِجَارَةً اَوْلَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا''(الجمعة:۱۱)۔(۵۷)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے، جمعہ کے روز ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک تجارتی قافلہ آ گیا۔ صحابہ کود کر اس قافلہ کی طرف لپکے۔ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے۔ اسی موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے وَاِذَا رَاَوْتِجَارَةً اَوْلَهْوَنِانْفَضُّوْا اِلَيْهَا الآية نازل فرمائی۔

﴿۵﴾ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيْرٍ، قَالَ عُثْمَانُ: نَاجَرِيْرٌ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَجَائَتْ عِيْرٌ مِنَ الشَّامِ، فَانْفَتَلَ النَّاسُ اِلَيْهَا حَتّٰى لَمْ يَبْقَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا. فَاُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ الَّتِىْ فِى الْجُمُعَةِ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔(الجمعة:۱۱) (۵۸)

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک شام کی طرف سے ایک تجارتی قافلہ آ گیا، لوگ اس کی طرف نکل گئے۔ صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے۔ اس موقعہ پر آیت وَاِذَا رَاَوْتِجَارَةً اَوْلَهْوَنِاانْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا نازل ہوئی۔

مسند احمد نے اسی صفحہ پر مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ روایت نقل کی ہے:

〈۶〉عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَدِمَتْ عِيرٌ مَرَّةً الْمَدِيْنَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ فَخَرَجَ النَّاسُ وَبَقِيَ اثْنَاعَشَرَ، فَنَزَلَتْ: وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے مدینہ میں ایک مرتبہ ایک تجارتی قافلہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اسی دوران میں لوگ باہر نکل گئے اور صرف ۱۲ آدمی وہاں باقی رہ گئے۔ اس موقع پر وَاِذَا رَاَوْتِجَارَةً الآیۃ نازل ہوئی۔

ترمذی نے جابر بن عبداللہ سے مروی روایت کا متن اس طرح نقل کیا ہے:

〈۷〉عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَآئِمًا اِذْ قَدِمَتْ عِيرُ الْمَدِيْنَةَ، فَابْتَدَرَهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اِلَّا اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ، فِيْهِمْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَنَزَلَتْ الآيَة وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْلَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا۔ (۵۹)

—— هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ کھڑے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اسی اثناء میں مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آ گیا۔ اصحاب رسول اللہ ﷺ جلدی سے اس کی طرف دوڑ گئے۔ یہاں تک ان میں سے صرف ۱۲ آدمی باقی رہ گئے۔ ان باقی رہنے والوں میں حضرت ابوبکر وعمر بھی تھے۔ اس موقع پر آیت وَاِذَا رَأَوْ تِجَارَةً ... الآیۃ کا نزول ہوا۔

〈۸〉 اَخْرَجَ عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْآيَة، قَالَ: جَآءَ تْ عِيرُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ تَحْمِلُ الطَّعَامَ فَخَرَجُوْا مِنَ الْجُمُعَةِ. بَعْضُهُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَشْرِيَ وَبَعْضُهُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى دِحْيَةِ وَتَرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَآئِمًا عَلَى الْمِنْبَرِ. وَبَقِيَ فِي الْمَسْجِدِ اثْنَا عَشَر رَجُلًا وَسَبْعَ نِسْوَةٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَوْخَرَجُوْا كُلُّهُمْ لَا ضْطَرَمَ الْمَسْجِدُ عَلَيْهِمْ نَارًا۔ (۶۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے مال تجارت کا قافلہ آیا۔ جس میں خوردونوش کا سامان تھا۔ صحابہ میں سے بعض لوگ تو اس ارادہ سے اس کی طرف نکل کھڑے ہوئے کہ کچھ سامان خریدیں گے اور بعض اس ارادہ سے نکلے کہ سردار قافلہ کو دیکھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو منبر پر کھڑے کا کھڑا چھوڑ گئے۔ مسجد میں صرف ۱۲ مرد اور ۷ عورتیں رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ سب نکل جاتے تو مسجد آگ بن کر ان پر بھڑک اٹھتی۔

〈۹〉 حَدَّثَنَا اَحْمَدُبْنُ مُحَمَّدِبْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْآدَمِيُّ، ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْحَسَّانِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ ،عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُنَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذَاَقْبَلَتْ عِيرٌ تَحْمِلُ الطَّعَامَ حَتّٰى نَزَلُوْابِالْبَقِيْعِ فَالْتَفَتُوْا اِلَيْهَا وَانْفَضُّوْا اِلَيْها وَتَرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَيْسَ مَعَهُ اِلَّا اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا اَنَا مِنْهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ

"وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْلَهْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا" لَمْ يَقُلْ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ اِلَّا اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا غَيْرَعَلِيِّ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ حُصَيْنٍ، وَخَالَفَهُ اَصْحَابُ حُصَيْنٍ، فَقَالُوْا : لَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، اِلَّا اثْنٰى عَشَرَ رَجُلًا۔(٦١)

ترجمہ: حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے جمعہ کا خطبہ ہمیں ارشادفرمارہے تھے کہ اچانک خورونوش سے لدا ہوا ایک قافلہ جنت البقیع کے پاس آ ٹھہرا۔ سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوگئے اور آپؐ کو ایسی حالت میں چھوڑ گئے کہ صرف چالیس آدمی جن میں ایک خود میں تھا، باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر وَاِذَا رَاَوْاتِجَارَةً اَوْ لَهْوَانِ انْفَضُّوا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا(الجمعة:١١) نازل فرمائی۔

—— یہ چالیس کی تعداد علی بن عاصم کے سوا حصین سے اور کسی نے روایت نہیں کی۔ اصحاب حصین نے اس کی مخالفت کی ہے اوران کی رائے یہی ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ صرف ۱۲ آدمی باقی رہ گئے تھے۔

〈١٠〉 حَدَّثَنَا بِشْرٌ، قَالَ : ثَنَا يَزِيْدُ، قَالَ: ثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ، بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَعَلُوْا يَتَسَلَّلُوْنَ وَيَقُوْمُوْنَ حَتّٰى بَقِيَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ، فَقَالَ: كَمْ اَنْتُمْ؟ فَعَدُّوْا اَنْفُسَهُمْ، فَاِذَا اثْنَاعَشَرَ رَجُلًا وَامْرَاَةٌ ، ثُمَّ قَامَ فِي الْجُمُعَةِ الثَّانِيَةِ فَجَعَلَ يَخْطُبُهُمْ، قَالَ سُفْيَانُ: وَلَا اَعْلَمُ اِلَّا اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِ وَيَعِظُهُمْ وَيُذَكِّرُهُمْ فَجَعَلُوْا يَتَسَلَّلُوْنَ وَيَقُوْمُوْنَ حَتّٰى بَقِيَتْ عِصَابَةٌ، فَقَالَ: كَمْ اَنْتُمْ؟ فَعَدُّوْا اَنْفُسَهُمْ ، فَاِذَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَامْرَاَةٌ ثُمَّ قَامَ فِي الْجُمُعَةِ الثَّالِثَةِ فَجَعَلُوْا يَتَسَلَّلُوْنَ وَيَقُوْمُوْنَ حَتّٰى بَقِيَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ،فَقَالَ: كَمْ اَنْتُمْ؟ فَعَدُّوْا اَنْفُسَهُمْ، فَاِذَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا وَامْرَاَةٌ، فَقَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوِاتَّبَعَ آخِرُكُمْ اَوَّلَكُمْ لَالْتَهَبَ عَلَيْكُمُ الْوَادِيْ نَارًا وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْلَهْوَانِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔(٦٢)

ترجمہ: قتادہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز خطبہ ارشادفرمارہے تھے کہ لوگوں نے چپکے چپکے کھسکنا شروع کردیا اوراٹھ کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے صرف ایک جماعت باقی رہ گئی۔ راوی نے پوچھا کتنی تعدادتھی تمہاری جورہ گئی؟ انہوں نے شمار کیا تو وہ ۱۲ مرد اور ایک عورت تھے۔ پھر دوسرے جمعہ کھڑے ہوئے کہ خطبہ جمعہ ارشادفرمائیں۔ آپؐ نے ان کو وعظ ونصیحت کی۔ انہوں نے پھر کھسکنا شروع کردیا کہ سب اٹھ کر چل دیے۔ صرف ۱۲ مرد اور ایک عورت پر مشتمل ایک چھوٹی جماعت باقی رہ گئی۔ پھر تیسرے جمعہ کھڑے ہوئے کہ خطبہ ارشادفرمائیں تو لوگوں نے کھسکنا شروع کیا کہ سب اٹھ کر چلے گئے۔ صرف ایک جماعت باقی رہ گئی۔ راوی نے پوچھا کتنی تعداد؟ انہوں نے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ صرف ۱۲ مرد اور ایک عورت۔ نبی ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر آخری آدمی بھی تمہارا پہلے کی پیروی کرتا اور چلا جاتا تو یہ وادی آگ بن کر تم پر بھڑک اٹھتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وَاِذَارَاَوْا... نازل فرمائی۔

تشریح: حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت ابوہریرہؓ، حضرات ابومالکؓ اور حضرت حسن بصریؒ، ابن زیدؒ، قتادہؒ اور مقاتل بن حیان سے منقول ہوا ہے کہ مدینہ طیبہ میں شام سے ایک تجارتی قافلہ عین نماز جمعہ کے وقت آیا اور اس

نے ڈھول تاشے بجانے شروع کئے، تاکہ بستی کے لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ڈھول تاشوں کی آوازیں سن کر لوگ بے چین ہو گئے اور ۱۲ آدمیوں کے سوا باقی سب بقیع کی طرف دوڑ گئے جہاں قافلہ اترا ہوا تھا۔

اس قصے کی روایات میں سب سے زیادہ معتبر روایت حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی ہے جسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوعوانہ، عبد بن حمید، ابویعلیٰ وغیرہم نے متعدد سندوں سے نقل کیا ہے۔ اس میں اضطراب صرف یہ ہے کہ کسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ نماز کی حالت میں پیش آیا تھا، اور کسی میں یہ ہے کہ یہ اس وقت پیش آیا جب حضورؐ خطبہ دے رہے تھے۔ لیکن حضرت جابرؓ اور دوسرے صحابہؓ وتابعینؒ کی تمام روایات کو جمع کرنے سے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ دوران خطبہ کا واقعہ ہے اور حضرت جابرؓ نے جہاں یہ کہا ہے کہ یہ نماز جمعہ کے دوران میں پیش آیا، وہاں دراصل انہوں نے خطبے اور نماز کے مجموعہ پر نماز جمعہ کا اطلاق کیا ہے۔ (حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس وقت ۱۲ مردوں کے ساتھ سات عورتیں باقی رہ گئی تھیں۔ ابن مردویہ)۔ قتادہ کا بیان ہے کہ ۱۲ مردوں کے ساتھ ایک عورت تھی (ابن جریر، ابن ابی حاتم) دارقطنی کی ایک روایت میں ۴۰ افراد اور عبد بن حمید کی روایت میں ۷ نفر بیان کئے گئے ہیں اور فراء نے ۸ نفر لکھے ہیں۔ لیکن یہ سب ضعیف روایات ہیں اور قتادہ کی یہ روایت بھی ضعیف ہے کہ اس طرح کا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا تھا (ابن جریر)۔ معتبر روایت حضرت جابر بن عبداللہ کی ہے، جس میں باقی رہ جانے والوں کی تعداد ۱۲ بتائی گئی ہے۔ اور قتادہ کی ایک روایت کے سوا باقی تمام صحابہؓ وتابعینؒ کی روایات اس پر متفق ہیں کہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ پیش آیا۔ باقی رہ جانے والوں کے متعلق مختلف روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت سالمؓ مولیٰ حذیفہ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ شامل تھے۔ حافظ ابویعلیٰ نے حضرت جابر بن عبداللہ کی جو روایت نقل کی ہے، اس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب لوگ اس طرح نکل کر چلے گئے اور صرف ۱۲ اصحاب باقی رہ گئے تو ان کو خطاب کر کے حضورؐ نے فرمایا "اگر تم سب چلے جاتے اور ایک بھی باقی نہ رہتا تو یہ وادی آگ سے بہہ نکلتی۔" اسی سے ملتا جلتا مضمون ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور ابن جریر نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی ایک غلطی کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خطبہ جمعہ کو چھوڑ کر تجارت وغیرہ کی طرف چلے گئے۔

شیعہ حضرات نے اس واقعہ کو بھی صحابہؓ پر طعن کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی اتنی بڑی تعداد کا خطبے اور نماز کو چھوڑ کر تجارت اور کھیل تماشے کی طرف دوڑ جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے تھے لیکن یہ ایک سخت بے جا اعتراض ہے جو صرف حقائق سے آنکھیں بند کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔ دراصل یہ واقعہ ہجرت کے بعد قریبی زمانے ہی میں پیش آیا تھا۔ اس وقت ایک طرف تو صحابہ کی اجتماعی تربیت ابتدائی مراحل میں تھی اور دوسری طرف کفار مکہ نے اپنے اثر سے مدینہ طیبہ کے باشندوں کی سخت معاشی ناکہ بندی کر رکھی تھی، جس کی وجہ سے مدینے میں اشیائے ضرورت کمیاب ہو گئی تھیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت مدینے میں لوگ بھوکوں مر رہے تھے اور قیمتیں بہت چڑھی ہوئی تھیں (ابن جریر)۔ اس حالت میں جب ایک تجارتی قافلہ آیا تو لوگ اس اندیشے سے کہ کہیں ہمارے نماز سے فارغ

ہوتے ہوتے سامان فروخت نہ ہو جائے، گھبرا کر اس کی طرف دوڑ گئے۔ یہ ایک ایسی کمزوری اور غلطی تھی جو اس وقت اچانک تربیت کی کمی اور حالت کی سختی کے باعث رونما ہو گئی تھی۔ لیکن جو شخص بھی ان صحابہ کی وہ قربانیاں دیکھے گا جو اس کے بعد انہوں نے اسلام کے لیے کیں، اور یہ دیکھے گا کہ عبادات اور معاملات میں ان کی زندگیاں کیسے زبردست تقویٰ کی شہادت دیتی ہیں، وہ ہرگز یہ الزام رکھنے کی جرأت نہ کر سکے گا کہ ان کے اندر دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا کوئی مرض پایا جاتا تھا، الا یہ کہ اس کے اپنے دل میں صحابہ سے بغض کا مرض پایا جاتا ہو۔

تاہم یہ واقعہ صحابہؓ کے معترضین کی تائید نہیں کرتا۔ اسی طرح ان لوگوں کے خیالات کی تائید بھی نہیں کرتا جو صحابہ کی عقیدت میں غلو کر کے اس طرح کے دعوے کرتے ہیں کہ ان سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی یا ہوئی بھی تو اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ان کی غلطی کا ذکر کرنا اور اسے غلطی کہنا ان کی توہین ہے۔ اور اس سے ان کی عزت و وقعت دلوں میں باقی نہیں رہتی اور اس کا ذکر ان آیات و احادیث کے خلاف ہے جن میں صحابہ کے مغفور اور مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی تصریح کی گئی ہے۔ یہ ساری باتیں سراسر مبالغہ ہیں، جن کے لیے قرآن و حدیث میں کوئی سند موجود نہیں ہے۔ (حالانکہ قرآن میں بھی اس غلطی کا ذکر ہے) اور حدیث و تفسیر کی تمام کتابوں میں صحابہؓ سے لے کر بعد کے اکابر اہل سنت تک نے اس غلطی کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (اس کا) ذکر انہی صحابہ کی وقعت دلوں سے نکالنے کے لیے کیا ہے، جن کی وقعت وہ خود دلوں میں قائم فرمانا چاہتا ہے؟ اور کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ اور محدثین و مفسرین نے اس قصے کی ساری تفصیلات اس کی شرعی مسئلے سے ناواقفیت کی بنا پر بیان کر دی ہیں جو یہ غالی حضرات بیان کیا کرتے ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کوئی آسمانی مخلوق نہ تھے، بلکہ اسی زمین پر پیدا ہونے والے انسانوں میں سے تھے۔ وہ جو کچھ بھی بنے رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے بنے۔ یہ تربیت بتدریج سالہا سال تک ان کو دی گئی۔ اس کا جو طریقہ ہمیں قرآن و حدیث میں نظر آتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب کبھی ان کے اندر کسی کمزوری کا ظہور ہوا، اللہ اور اس کے رسولؐ نے بروقت اس کی طرف توجہ فرمائی اور فوراً اس خاص پہلو میں تعلیم و تربیت کا ایک پروگرام شروع ہو گیا جس میں وہ کمزوری پائی گئی تھی۔ اسی نماز جمعہ کے معاملہ میں، ہم دیکھتے ہیں کہ جب قافلہ تجارت والا واقعہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ جمعہ کا (ایک پورا) رکوع نازل فرما کر اس پر تنبیہہ کی اور جمعہ کے آداب بتائے۔ پھر اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے مسلسل اپنے خطبات مبارکہ میں فرضیت جمعہ کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین فرمائی اور تفصیل کے ساتھ ان کو آداب جمعہ کی تعلیم دی۔ چنانچہ احادیث میں یہ ساری ہدایات ہم کو بڑی واضح صورت میں ملتی ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۵، الجمعۃ، حاشیہ: ۱۹)

خطبہ کے دوران صدقہ کے لیے اعلان

۵۸۔ ایک شخص نماز جمعہ میں حاضر ہوا۔ آں حضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے پکار کر اس سے پوچھا ''اے شخص کیا تو نماز پڑھ چکا ہے؟'' اس نے عرض کیا ''نہیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''تو اٹھ اور نماز پڑھ''۔ دراصل یہ شخص پھٹے حالوں تھا۔ آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کی بدحالی کو دیکھ لیں۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو آپؐ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلائی۔

تخریج: (۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرًا، قَالَ.

دَخَلَ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ، فَقَالَ: اَصَلَّیْتَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ۔(٦٣)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن جب نبی ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے۔ اس نے عرض کیا ''نہیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''تو دو رکعت نماز پڑھ۔''

—— مسند کی ایک دوسری روایت میں ہے: فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ خفیفتَیْنِ۔

انہی سے مروی ایک دوسری روایت ہے:

〈۲〉قَالَ جَابِرٌ: جَآءَ رَجُلٌ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَالَ: اَصَلَّیْتَ، یَافُلَانُ؟ فَقَالَ: لَا، قَالَ: قُمْ فَارْکَعْ۔(٦٤)

ترجمہ: حضرت جابرؓ کا بیان ہے نبی ﷺ جب جمعہ کے روز لوگوں کو خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے، ایک آدمی آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا ''اے شخص! کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے؟'' اس نے عرض کیا ''نہیں''۔ آپؐ نے فرمایا ''تو اٹھ اور نماز پڑھ''۔

ترمذی میں ابوسعید خدریؓ کی روایت:

〈۳〉 اِنَّ اَبَاسَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ دَخَلَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَرْوَانُ یَخْطُبُ فَقَامَ یُصَلِّیْ فَجَاءَ الْحَرَسُ لِیُجْلِسُوْهُ فَاَبٰی حَتّٰی صَلّٰی، فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَیْنَاهُ، فَقُلْنَا رَحِمَکَ اللّٰهُ اَنْ کَادُوْا لَیَقَعُوْا بِکَ، فَقَالَ: مَا کُنْتُ لِاَتْرُکَهُمَا بَعْدَشَیْءٍ رَاَیْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ ذَکَرَاَنَّ رَجُلًا جَاءَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْ هَیْاَةٍ بَذَّةٍ وَالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاَمَرَهُ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وَالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ، قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ: کَانَ ابْنُ عُیَیْنَةَ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ اِذَا جَآءَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ وَیَاْمُرُبِهٖ، وَکَانَ اَبُوْعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِیُ یَرَاهُ، قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی: وَسَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ عُمَرَ، یَقُوْلُ: قَالَ ابْنُ عُیَیْنَةَ، کَانَ مُحَمَّدُبْنُ عَجْلَانَ ثِقَةً مَاْمُوْنًا فِی الْحَدِیْثِ۔(٦٥)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوئے۔ مروان اس وقت خطبہ دے رہا تھا۔ حضرت ابوسعید خدری کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ مروان کے باڈی گارڈ نے آگے بڑھ کر انھیں بٹھانا چاہا، مگر انھوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا اور نماز پوری کر لی۔ جب نماز سے پھرے تو ہم ان کے پاس آئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمت فرمائے۔ قریب تھا کہ مروان کے محافظ آپ پر پل پڑتے۔ انھوں نے کہا ''میں اس عمل کو کبھی ترک نہیں کر سکتا، جسے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ پھر انھوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اسی دوران میں ایک شخص پھٹے حالوں آیا۔ آپؐ نے اسے حکم دیا تو اس نے دو رکعتیں پڑھیں اس دوران میں آپؐ خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ ابن ابوعمر کا بیان ہے کہ ابن عیینہ جب امام آکر خطبہ دینا شروع کرتے، دو رکعتیں ضرور پڑھتے تھے اور اس کا دوسروں کو بھی حکم دیتے تھے۔

—— قَالَ اَبُوْعِیْسٰی: حَدِیْثُ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ اَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهٖ یَقُوْلُ الشَّافِعِیُّ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: اِذَا دَخَلَ وَالْاِمَامُ یَخْطُبُ فَاِنَّهٗ یَجْلِسُ وَلَا یُصَلِّیْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَاَهْلِ الْکُوْفَةِ وَالْقَوْلُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ۔

نسائی میں یہ روایت ابوسعید خدری سے قدرے وضاحت اور مختلف الفاظ میں بیان ہوئی ہے:

﴿۴﴾ جَآءَ رَجُلٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ بِهَیْأَةٍ بَذَّةٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَصَلَّیْتَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: صَلِّ رَكْعَتَیْنِ وَحَثَّ النَّاسَ عَلَی الصَّدَقَةِ، قَالَ: فَاَلْقَوْا ثِیَابًا فَاَعْطَاهُ مِنْهَا ثَوْبَیْنِ فَلَمَّا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الثَّانِیَةُ جَآءَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَخْطُبُ فَحَثَّ النَّاسَ عَلَی الصَّدَقَةِ، قَالَ: فَاَلْقٰی اِحْدٰی ثَوْبَیْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: جَآءَ هٰذَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِهَیْأَةٍ بَذَّةٍ فَاَمَرْتُ النَّاسَ بِالصَّدَقَةِ فَاَلْقَوْا ثِیَابًا فَاَمَرْتُ لَهُ مِنْهَا بِثَوْبَیْنِ ثُمَّ جَآءَ الْاٰنَ فَاَمَرْتُ النَّاسَ بِالصَّدَقَةِ فَاَلْقٰی اِحْدٰهُمَا فَانْتَهَرَهُ، وَقَالَ: خُذْ ثَوْبَكَ۔(٦٦)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص پھٹے حالوں آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا ”کیا تو نے نماز پڑھی ہے؟“ اس نے عرض کیا ”نہیں“ آپؐ نے فرمایا ”تو دو رکعتیں پڑھ لو۔“ اس دوران میں حضور ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلائی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس پر لوگوں نے بہت سارے کپڑے آپ کے سامنے ڈال دیئے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے (صدقات کے) اُن کپڑوں میں سے دو کپڑے اسے دے دیئے۔ آئندہ جمعہ وہ پھر ایسے وقت آیا جب آپؐ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے لوگوں کو صدقے کی ترغیب دلائی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے بھی اپنے (اُن) دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا (جو کہ رسول اللہ نے اس کو عطا کیا تھا) آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ یہ شخص پھٹے حالوں گزشتہ جمعہ بھی آیا تھا۔ میں نے لوگوں کو ترغیب دلائی تو انہوں نے کپڑے دیے جن میں سے دو میں نے اسے دینے کا حکم دیا۔ آج پھر آیا ہے میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ صدقہ وخیرات کریں، چنانچہ اس نے بھی اپنے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا میرے سامنے ڈال دیا۔ پھر آپ نے اس کو ڈانٹ پلائی اور فرمایا ”اپنا کپڑا لے لو۔“

تشریح: اس حدیث کے اطراف قریب قریب تمام صحاح اور سنن اور مسانید میں آئے ہیں۔ امام احمد نے جو حدیث نقل کی ہے۔ اس میں خود حضور کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ ”یہ شخص جب مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ بہت شکستہ حال ہے۔ اس لیے میں نے اسے حکم دیا کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔ میں چاہتا تھا کہ کوئی شخص اس کی حالت دیکھ لے اور اس کو کچھ صدقہ دے دے۔

(تفہیمات دوم، نماز اور...: چند خطب ماثورہ)

خطبہ جمعہ کے دوران بارش کے لیے دعا

۵۹۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک روز حضورؐ خطبہ دے رہے تھے اور قحط سالی کا زمانہ تھا۔ ایک شخص نے فریاد کی کہ یا رسول اللہؐ جانور مرگئے اور بال بچے فاقے کررہے ہیں، اللہ سے دعا فرمایئے کہ بارش ہو جائے۔ آپؐ نے اسی وقت دعا فرمائی۔ خدا کے فضل سے بارش شروع ہوگئی اور دوسرے جمعہ تک لگاتار جاری رہی۔ پھر دوسرے جمعہ کو آپؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو وہی شخص پھر اٹھا اور بولا کہ ”یا رسول اللہ، مکان گر گئے اور مال واسباب تباہ ہو رہے ہیں۔ خدا سے دعا فرمایئے آپؐ نے پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

(تفہیمات دوم، نماز اور...: چند خطب ماثورہ)

امام بخاری نے ایک اور روایت حضرت انس بن مالکؓ سے بخاری میں نقل کی ہے:

تخریج:〈۱〉 **اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَذْكُرُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وِجَاهَ الْمِنبَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ، فَاسْتَقْبَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَائِمًا، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ يُغِيْثُنَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، قَالَ اَنَسٌ: وَلَا وَاللّٰهِ مَانَرٰى فِي السَّمَآءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةٍ وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَادَارٍ، قَالَ: فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَآءِهٖ سَحَابَةٌ مِثْلَ التُّرْسِ فَلَمَّاتَوَسَّطَتِ السَّمَآءَ اِنْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ، قَالَ: وَاللّٰهِ مَارَاَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهٗ قَائِمًا، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُمْسِكَهَا، قَالَ: فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا. اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ، قَالَ: فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِيْ فِي الشَّمْسِ، قَالَ شَرِيْكٌ: فَسَاَلْتُ اَنَسًا اَهُوَالرَّجُلُ الْاَوَّلُ؟ قَالَ: لَا اَدْرِيْ۔**(٦٧)

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے روز مسجد کے ایک دروازے سے ایک شخص داخل ہوا یہ دروازہ منبر کے بالکل سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے۔ اتنے میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہوکر عرض کرنے لگا، یارسول اللہ! جانور مر گئے اور راستے منقطع ہوچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ خدایا! باران رحمت فرما۔ خدایا! باران رحمت فرما، خدایا! باران رحمت فرما۔ حضرت انس کا بیان ہے خدا کی قسم، آسمان پر ہمیں نہ کوئی بادل دکھائی دیتا تھا اور نہ کوئی چھوٹی موٹی بدلی، بلکہ کوئی چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ ہمارے سامنے کسی پختہ مکان، یا کچے گھر کی رکاوٹ بھی نہیں تھی۔ راوی کہتا ہے اتنے میں ڈھال کی مانند بادل اٹھا اور آسمان کے درمیان آکر پھیل کر خوب برسا۔ خدا کی قسم ہم نے سات دن تک سورج کو نہ دیکھا۔ آئندہ جمعہ پھر ایک آدمی اسی دروازے سے داخل ہوا۔ اس وقت بھی رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے۔ آپؐ کے بالکل سامنے کھڑے ہوکر عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہوگئے ہیں۔ راستے منقطع ہوگئے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ بارش بند فرمادے۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لیے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ پروردگار! ہم پر اب بارش نہ برسا۔ ہمارے جنگلات، پہاڑوں، ٹیلوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں برسا۔ راوی کہتا ہے بارش رک گئی اور ہم سورج کی روشنی میں چل کر گئے۔ شریک کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس سے دریافت کیا، کیا وہ پہلا ہی شخص تھا؟ انس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔

بخاری اور نسائی کی حضرت انس بن مالک سے مروی روایت کا متن مندرجہ ذیل ہے:

〈۲〉 **عَنْ اَنَسٍ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: هَلَكَتِ الْمَوَاشِيْ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَدَعَا، فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ اِلَى الْجُمُعَةِ، ثُمَّ جَآءَ، فَقَالَ: تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ**

الْمَوَاشِیُّ فَادْعُ اللّٰہ یُمْسِکُھَا فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاِکَامِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِیْنَۃِ اِنْجِیَابَ الثَّوْبِ۔(۶۸)

ترجمہ: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: مال مویشی ہلاک و برباد ہوگئے ہیں۔ راستے منقطع ہو چکے ہیں۔ آپؐ نے بارش کی دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بارش ہی بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی شخص آیا اور عرض کیا یارسول اللہ گھر بار تباہ ہوگئے ہیں، راستے ٹوٹ چکے ہیں، مویشی ہلاک ہو چکے ہیں لہٰذا اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ بارش بند فرمادے۔ آپؐ نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔ خدایا! اب ٹیلوں، ندی نالوں، وادیوں اور جنگلات پر بارش برسا۔ چنانچہ مدینہ سے بادل اس طرح پھٹ گیا جس طرح کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

〈۳〉 عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ، قَالَ: اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَۃٌ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ ﷺ، فَبَیْنَمَا النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ، قَامَ اَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلَکَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِیَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْہِ وَمَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ قَزَعَۃً، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا وَضَعَھَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِہٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحیَتِہٖ، فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِکَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِیْ یَلِیْہِ حَتَّی الْجُمُعَۃِ الْاُخْرٰی، وَقَامَ ذٰلِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْقَالَ غَیْرُہٗ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! تَھَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰہَ لَنَا، فَرَفَعَ یَدَیْہِ، فَقَالَ : اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا، وَلَا عَلَیْنَا فَمَا یُشِیْرُ بِیَدِہٖ اِلٰی نَاحِیَۃٍ مِنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِیْنَۃُ مِثْلَ الْجَوْبَۃِ وَسَالَ الْوَادِیْ قَنَاۃَ شَھْرًا وَلَمْ یَجِیْٔ اَحَدٌ مِنْ نَاحِیَۃٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ۔(۶۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ عہد رسالت مآب میں لوگ قحط سالی کا شکار ہوگئے۔ ایک دن جمعہ کے خطبہ کے دوران میں ایک بدو اٹھ کر کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہوگئے ہیں، بال بچے فاقے کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر باران رحمت کی دعا فرمائی۔ آسمان پر ہمیں ایک بدلی بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، آپ نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں رکھے کہ آسمان پر پہاڑوں کی مانند بادل امنڈ آئے۔ ابھی آپ منبر سے نیچے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے خود دیکھا کہ بارش کے قطرے آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ پھر مسلسل سات روز یعنی آئندہ جمعہ تک خوب بارش ہوئی۔ پھر وہی بدوی شخص، یا دوسرا اٹھا اور عرض کیا یارسول اللہ! گھر بار ڈھے گئے ہیں، مال غرق ہوگئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔ آپ نے اسی وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے اور عرض کیا، خدایا! ہمارے گردونواح پر بارش برسا، ہم پر نہ برسا۔ آپ اپنے دست مبارک سے جس طرف اشارہ فرماتے اس جانب سے بادل چھٹ جاتے اور مدینہ کی فضا بالکل صاف ہو کر حوض کی مانند ہوگئی۔ اور وادی قناۃ پورا مہینہ بہتی رہی۔ جس طرف سے بھی کوئی آتا تھا یہی اطلاع دیتا تھا کہ خوب بارش ہوئی ہے۔

ابوداؤد نے حضرت انس بن مالک سے جو روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

〈۴〉 عَنْ اَنَسٍ قَالَ: اَصَابَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطٌ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَبَیْنَمَا ھُوَ یَخْطُبُنَا یَوْمَ

جُمُعَةٍ اِذْقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هَلَکَ الْکُرَاعُ، هَلَکَ الشَّاءُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَسْقِيَنَا، فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا، قَالَ اَنَسٌ: وَاِنَّ السَّمَآءَ لَمِثْلُ الزُّجَاجَةِ فَهَاجَتْ رِيْحٌ، ثُمَّ اَنْشَاَتْ سَحَابَةٌ، ثُمَّ اجْتَمَعَتْ، ثُمَّ اَرْسَلَتِ السَّمَآءُ عَزَالِيَهَا، فَخَرَجْنَا نَخُوْضُ الْمَاءَ حَتّٰى اَتَيْنَا مَنَازِلَنَا، فَلَمْ يَزَلِ الْمَطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى، فَقَامَ اِلَيْهِ ذٰلِکَ الرَّجُلُ، اَوْ غَيْرُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَحْبِسَهُ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، فَنَظَرْتُ اِلَى السَّحَابِ يَتَصَدَّعُ حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ کَاَنَّهُ اِکْلِيْلٌ۔(۷۰)

ترجمہ: حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اہل مدینہ قحط سالی کا شکار ہو گئے۔ ایک روز آپ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! مال مویشی، بھیڑ بکریاں ہلاک ہو گئیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا فرمائیں کہ وہ باران رحمت سے نوازے۔ اسی وقت آپ نے اپنے ہاتھ مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ آسمان شیشے کی طرح شفاف تھا۔ ٹھنڈی ہوا چلی، پھر بادل اٹھے اور مجتمع ہوئے۔ پھر آسمان نے اپنے مشکیزوں کے منہ کھول دیے، یعنی لگا تار بارش شروع ہوگئی۔ ہم مسجد سے نکلے اور پانی کو عبور کرتے ہوئے اپنے گھروں میں پہنچے۔ برسات کی ایسی جھڑی لگی کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مسلسل برستی رہی۔ آئندہ جمعہ وہی شخص، یا دوسرا کوئی اٹھا اور عرض کیا یارسول اللہ! گھر بار ڈھے گئے ہیں، اللہ عزوجل سے دعا فرمائیں کہ وہ اسے بند فرمادے۔ رسول اللہ ﷺ زیر لب ذرا مسکرائے۔ پھر فرمایا: ہمارے اردگرد، ہمارے اوپر نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے بادلوں کی طرف دیکھا تو مدینہ کے اردگرد اس طرح چھٹ رہے تھے کہ گویا مدینہ مزین تاج کی طرح چمک رہا تھا۔

﴿۵﴾ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السِّمْطِ، اَنَّهُ قَالَ لِکَعْبٍ: يَا کَعْبَ بْنَ مُرَّةَ حَدِّثْنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاحْذَرْ، قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ اللّٰهَ، فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَرِيْئًا مُرِيْعًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِثٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ، قَالَ: فَمَا جَمَّعُوْا حَتّٰى اُحْيُوْا، قَالَ: فَاَتَوْهُ فَشَکَوْا اِلَيْهِ الْمَطَرَ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوْتُ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، قَالَ: فَجَعَلَ السَّحَابُ يَنْقَطِعُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا۔(۷۱)

ترجمہ: شرحبیل کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مرہ سے کہا کہ آپؐ احتیاط سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کریں۔ انہوں نے بتایا: نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص نے آ کر عرض کیا، یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے باران رحمت کی دعا فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لیے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور عرض کیا خدایا! ہمیں بارشوں سے سیراب کر جس کا انجام اچھا اور مفید ہو، جو بکثرت ہو، موسلا دھار ہو، جلدی آنے والی ہو، دیر سے آنے والی نہ ہو، نافع ہو، غیر مفید اور نقصان دہ نہ ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ نماز جمعہ سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ بارش نے انہیں سیراب کر کے زندگی بخش دی۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ پھر بارش کی کثرت کی شکایت لے کر آپؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! گھر بار تباہ ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے دعا فرمائی، خدایا! اب ہم پر نہ برسا، بلکہ ہمارے اردگرد برسا۔ راوی کہتا ہے کہ بادل دائیں بائیں چھٹ گئے۔

گم شدہ چیز کا مسجد میں اعلان

سوال: حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان نہ کیا جائے لیکن ہمارے ہاں تو مساجد میں گم شدہ بچوں کا اعلان اکثر و بیشتر کیا جاتا ہے۔ کیا یہ اس حدیث کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

جواب: کیا آپ ''گم شدہ چیز'' اور ''گم شدہ بچے'' میں فرق محسوس نہیں کر سکتے؟ ـــ اور پھر حدیث میں اعلان کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ اس بات کی ممانعت ہے کہ کوئی چیز کسی کے گھر میں گم ہو جائے اور تلاش اس کی مسجد میں شروع کر دی جائے ـــــ یہ بات یوں بھی بدتمیزی ہے اور نمازیوں کے لیے بھی تکلیف دہ ہے۔

سوال: ''اگر کوئی چیز مسجد ہی میں گم ہوئی ہو تو کیا اس کی تلاش بھی ناجائز ہوگی؟

جواب: ''نہیں وہ تو ناگزیر صورت ہے۔'' (۵۔اے ذیلدار پارک دوم،ص:۱۹۳)

ماٰخذ

(۱) بخاری،ج۱،کتاب الجمعة، باب الطیب للجمعة ☆مسلم،ج۱،کتاب الجمعة، فصل فی استحباب الغسل والسواك الخ۔ ☆ السنن الکبریٰ: ج۳، کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة الخ۔

(۲) مسند احمد، ج۳، ابوسعید الخدری مسند کی ایك روایت"ولومن طیب اهله" بهی هے۔

(۳) نسائی،ج۱، کتاب الجمعة: باب الهیأة للجمعة۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳،کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة بغسل واخذ شعر الخ۔

(٤) موطا امام مالك باب العمل فی غسل یوم الجمعة۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الغسل یوم الجمعة۔☆دارمی، باب ۱۹۰، باب الغسل یوم الجمعة۔

(۵) موطا امام مالك، باب ماجاء فی السواك۔☆ السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف الخ۔

(٦) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الزینة یوم الجمعة۔ ☆ السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة بغسل الخ۔

(۷) ترمذی،ج۱، ابواب الجمعة، باب فی السواك والطیب یوم الجمعة۔☆مصنف ابن ابی شیبه،ج۲، کتاب الصلوات، باب فی غسل الجمعة۔

(۸) کنزالعمال، ج ۷، ص ۷۵۱، عن ابی سعید و ابی هریره۔

(۹) مسلم: کتاب الجمعة، بَابُ الطِّیْبِ وَالسِّوَاكِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ☆ابوداوٗد،ج۱، کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة۔☆ نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب الهیأة للجمعة۔ نسائی نے "ماقدر" کی جگه "مایقدر" نقل کیا هے۔

☆السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة بغسل الخ۔

(۱۰) بخاری،ج۱، کتاب الجمعة، باب السواك یوم الجمعة۔

(۱۱) بخاری،ج۱، کتاب الجمعة، باب لایفرق بین اثنین یوم الجمعة۔☆ السنن الکبریٰ،ج۳،کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة بغسل الخ۔

(۱۲) بخاری،ج۱، کتاب الجمعة، باب الدهن للجمعة۔☆دارمی:باب۱۹۱، باب فی فضل الجمعة والغسل والطیب فیه۔☆مسند احمد،ج۵، ص ۴۳۸، عن سلمان الفارسی۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳،کتاب الجمعة، باب لایفرق بین اثنین اذا لم یکن بینهما فرجة الاباذنهما، عن سلمان الفارسی اور"باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة بغسل واخذ شعر الخ" کے تحت بھی منقول ہے۔

(۱۳) نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب فضل الانصات وترك اللغویوم الجمعة۔☆المستدرك للحاکم،ج۱، کتاب الجمعة۔

(۱٤) مسند احمد، ج ۱، ص ۲۳۰، ابن عباس۔

(۱۵) بخاری،ج۱، کتاب الجمعة، باب الانصات یوم الجمعة والامام یخطب الخ۔☆مسلم،ج۱، کتاب الجمعة، باب فی عدم من تکلم والامام یخطب الخ۔☆ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب الکلام والامام یخطب۔ ☆ترمذی،ج۱، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی کراهیة الکلام والامام یخطب۔☆ نسائی،ج۳،کتاب الجمعة، باب الانصات للخطبة یوم الجمعة۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الاستماع للخطبة والانصات لها۔ ☆ موطا امام مالك: باب ماجاء فی الانصات یوم الجمعة والامام یخطب۔☆ دارمی،باب۱۹۵، باب الاستماع یوم الجمعة عند الخطبة والانصات۔☆ السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب الجمعة، باب الانصات للخطبة۔

(۱٦) ابوداؤد،ج۱،کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب لایتخطی رقاب الناس، عن عبدالله بن عمرو بن العاص وابی هریره۔

(۱۷) ابوداؤد،ج۱،کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة۔☆ المستدرك،ج۱، کتاب الجمعة، باب من غسل یوم الجمعة الخ۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب السنة فی التنظیف یوم الجمعة بغسل الخ۔

(۱۸) ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الزینةِ یوم الجمعة۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، ☆کتاب الجمعة، باب لا یفرق بین اثنین اذا لم یکن بینهما فرجة الاباذنهما، عن سلمان الفارسی۔ الفاظ حدیث میں قدرے اختلاف۔

(۱۹) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب الکلام والامام یخطب۔

(۲۰) مسلم،ج۱، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة۔☆ نسائی،ج۳، کتاب صلوٰة العیدین، باب القصد فی الخطبة اور کتاب الجمعة، باب القراء ة فی الخطبة والذکر فیها۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی قصرالخطبة۔ ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الخطبة یوم الجمعة۔ ☆سنن دارمی،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب فی قصر الخطب۔ عن جابر بن سمرة۔☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب مایستحب من القصد فی الکلام وترك التطویل۔ عن جابر بن سمرة۔ ☆ مسند احمد، ج ۵، ص ۹۱، ۹۳، ۹۵، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰٦، ۱۰۷۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبه،ج۲،کتاب الصلوات : باب الخطبه تطول او تقصر۔

(۲۱) نسائی، ج۳،کتاب الجمعة، باب مایستحب من تقصیر الخطبة۔

(۲۲) مسلم،ج۱،کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلوة والخطبة۔☆مسند احمد،ج٤، ص۲٦۳، عن عمار بن یاسر۔ ☆السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب مایستحب من القصد فی الکلام وترک التطویل۔☆سنن دارمی، ج۱،کتاب الصلوٰة: باب فی قصر الخطب۔

(۲۳) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب اقصار الخطب۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب مایستحب من القصد فی الکلام و ترک التطویل۔ عن جابر بن سمرة السوائی۔

(۲٤) سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ٤۹٤، بناء مسجد قبا، وخروجه ﷺ من قباء وسفره الی المدینة۔

(۲۵) روح المعانی، ج ۱۲، پ ۲۸، ص ۸۸، سورة الجمعة۔

(۲٦) بخاری، ج۱،کتاب الجمعة، باب هل علی من لایشهد الجمعة غسل من النساء والصبیان وغیر هم الخ۔ وقال ابن عمر"انما الغسل علی من یجب علیه الجمعة الخ۔"☆ مسلم: ج۱، کتاب الجمعة، باب فی فضیلة یوم الجمعة علی باقی الأیام الخ۔☆نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب ایجاب الجمعة۔ ☆ دارقطنی،ج۲، کتاب الجمعة، باب من تجب علیه الجمعة۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة ☆ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۳٦، ابوهریره۔

(۲۷) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القرٰی۔☆ السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب الجمعة، باب العدد الذین اذا کانو ا فی قریة وجبت علیهم الجمعة۔

(۲۸) بخاری،ج۱، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القری والمدن۔☆ المستدرک ، ج۱،کتاب الجمعة۔☆السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، کتاب الجمعة، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریة وجبت علیهم الجمعة۔ عن ابن عباس۔

(۲۹) روح المعانی، ج ۱۲، پ ۲۸، سورة الجمعة ، بحواله تحفة المحتاج لا بن حجر۔

(۳۰) روح المعانی ج ۱۲، پ ۲۸، سورة الجمعة بحواله طبرانی۔

(۳۱) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب الجمعة فی القری۔☆ دارقطنی،ج۲، کتاب الجمعة، باب ذکر العدد فی الجمعة۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳،کتاب الجمعة، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریة وجبت علیه الجمعة۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب فی فرض الجمعة۔☆ المستدرک، ج۱، کتاب الجمعة۔

(۳۲) بخاری،ج۱، کتاب الجمعة، اذا زالت الشمس وکذالك یذکر عن عُمَرَ وَعَلِيٍ وَالنُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ وَعَمْرِ وبْنِ حُرَيْثٍ۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب وقت الجمعة۔

(۳۳) ابوداؤد،ج۱،کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب فی وقت الجمعة۔

(۳٤) مسلم،ج۱، کتاب الجمعة: باب صلوٰة الجمعة حین تزول الشمس۔☆ترمذی،ج۱، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی وقت الجمعة۔

(۳۵) السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب صلوٰة الجمعة رکعتان۔☆نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب عدد صلوٰة الجمعة۔

(۳٦) مسند ابی عوانه، ج ۲، ص ۳۳۵۔

(۳۷) احکام القرآن، ج ۵، ص ۲۳۸۔ ومن سورۃ الجمعة۔

(۳۸) بخاری،ج ۱، کتاب الجمعة، باب الاذان یوم الجمعة۔☆ نسائی، ج۳، ص ۱۰۰، ۱۰۱۔☆ ترمذی،ج ۱، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی اذان الجمعة۔☆السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب وقت الاذان للجمعة۔

(۳۹) بخاری،ج ۱، کتاب الجمعة، باب الجلوس علی المنبر عند التاذین۔

(۴۰) بخاری،ج ۱، کتاب الجمعة، باب التاذین عند الخطبة۔☆ ابوداؤد،ج ۱،کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب النداء یوم الجمعة۔☆السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب الامام یجلس علی المنبر حتیٰ یفرغ المؤذن عن الاذان ثم یقوم یخطب۔☆نسائی ، کتاب الجمعة ، باب الاذان للجمعة۔

(۴۱) ابوداؤد،ج ۱، کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب النداء یوم الجمعة۔

(۴۲) نسائی،ج۳،کتاب الجمعة، باب الاذان للجمعة۔☆ ابن ماجه:کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی الاذان یوم الجمعة۔

(۴۳) بخاری،ج ۱،کتاب الجمعة، باب الاستماع الی الخطبة۔کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة۔☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فی التهجیر الی الجمعة۔☆السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳،کتاب الجمعة، باب فضل التبکیر الی الجمعة۔

(۴۴) بخاری،ج ۱،کتاب الجمعة، باب فضل الجمعة۔☆مسلم،ج ۱، کتاب الجمعة، باب تکتب الملائکة علی ابواب المساجد الخ۔☆ابوداؤد، ج ۱،کتاب الطهارة، باب فی الغسل یوم الجمعة۔☆ ترمذی،ج ۱، ابواب الجمعة، باب ماجاء فی التبکیر الی الجمعة۔☆ نسائی،ج۳،کتاب الجمعة، العمل فی غسل یوم الجمعة۔☆السنن الکبریٰ:ج۳، کتاب الجمعة، باب فضل التبکیر الی الجمعة۔

(۴۵) نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب التبکیر الی الجمعة۔☆ دارمی: کتاب الصلوٰة، باب۱۹۳، باب فضل التهجیر الی الجمعة۔

(۴۶) نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب التبکیر الی الجمعة۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب فضل التبکیر الی الجمعة۔

(۴۷) نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب التبکیر الی الجمعة۔

(۴۸) مسند احمد، ج ۳، ص ۴۳۸۔

(۴۹) احکام القرآن لابی بکر الجصاص، ج ۳، ص ۴۴۵، طبع دارالکتب العربیة۔

(۵۰) المصنف لعبد الرزاق،ج۳، کتاب الجمعة۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب العدد الذین اذا کانوا فی قریة وجبت علیهم الجمعة۔ عن علی۔

(۵۱) کنزالعمال ، ج ۸، ص ۳۷۰، حدیث نمبر ۲۳۳۱۰۔

(۵۲) ابوداؤد،ج ۱،کتاب الصلوٰة، تفریع ابواب الجمعة، باب الجمعة للملوك، والمرأة ☆المستدرك،ج ۱،کتاب الجمعة، من یجب علیه الجمعة۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، کتاب الجمعة، باب من یجب علیه الجمعة۔

(۵۳) السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، کتاب الجمعة، باب من تجب علیه الجمعة۔

(٥٤) تفسیر ابن کثیر، ج ٤، ص ٣٦٧، سورة الجمعة بحواله مسند ابی یعلیٰ۔

(٥٥) فتح القدیر للشوکانی، ج ٥، ص ٢٢٩، سوره جمعة بحواله عبدبن حمید۔

(٥٦) بخاری، ج١، کتاب الجمعة، باب اذا نفر الناس عن الامام فی صلوٰة الجمعة فصلوٰة الامام ومن بقی جائزة۔

(٥٧) بخاری، ج٢، کتاب التفسیر: باب قوله و اذار اواتجارة سورة الجمعة۔

(٥٨) مسلم، ج ١، ص ٢٨٤، کتاب الجمعة، باب فی قوله تعالٰی: واذا رأو تجارة أو لهوا انفضوا الیها الخ۔☆ مسند احمد، ج ٣، ص ٣١٣ عن جابر۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج٣، کتاب الجمعة، باب الخطبة قآئمًا۔

(٥٩) ترمذی: ابواب التفسیر، سورة الجمعة۔ ☆ دارقطنی، ج١، اول کتاب الجمعة، باب ذکر العدد فی الجمعة۔ ☆تفسیر فتح القدیر للشوکانی، ج ٥، ص ٢٢٨، سوره جمعة۔

(٦٠) تفسیر فتح القدیر للشوکانی، ج ٥، ص ٢٢٩، سوره جمعة۔

(٦١) دارقطنی، ج٢، اول کتاب الجمعة: باب ذکر العدد فی الجمعة۔

(٦٢) تفسیر ابن جریر، ج ٢٨، ص، ٦٧،٦٨سورة الجمعة۔

(٦٣) بخاری، ج١، کتاب الجمعة، باب من جاء والإمام یخطب صلی رکعتین خفیفتین۔

(٦٤) بخاری، ج١، کتاب الجمعة، باب اذا رای الامام رجلا جاء وهو یخطب امره ان یصلی رکعتین۔ ☆ مسلم، ج١، کتاب الجمعة، فصل من دخل المسجد والامام یخطب او خرج للخطبة فلیصل رکعتین الخ۔☆ابوداؤد، ج١، کتاب الصلوٰة، باب اذا دخل الرجل والامام یخطب۔☆ ترمذی: ابواب الجمعة، باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب۔☆ نسائی، ج٣، کتاب الجمعة، باب الصلوٰة یوم الجمعة لمن جاء والامام یخطب۔ ☆ ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فیمن دخل المسجد والامام یخطب۔ مسلم، ج١، اور ابن ماجه وغیره نے سلیک غطفانی کانام بھی بیان کیا ھے۔ ☆ دارمی، ج١، باب الکلام فی الخطبة۔ ☆ مسند احمد، ج٣، ص٣٠٨، جابر بن عبداللّٰہ ۔ ☆ السنن الکبریٰ، ج٣، کتاب الجمعة، باب من دخل المسجد الخ۔

(٦٥) ترمذی : ابواب الجمعة، باب فی الرکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب۔

(٦٦) نسائی، ج٣، کتاب الجمعة، باب حث الامام علی الصدقة یوم الجمعة فی خطبته ☆ دارقطنی ، مسند احمد وغیره نے سلیک غطفانی کا نام بھی بیان کیا۔ ☆ دارقطنی: کتاب الجمعة، باب فی الرکعتین والامام یخطب۔ ☆ابن ماجه: کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فیها، باب ماجاء فیمن دخل المسجد والامام یخطب۔ ☆السنن الکبریٰ، ج٣، کتاب الجمعة ☆ دارمی، ج١، باب فیمن دخل المسجد یوم الجمعة۔

(٦٧) بخاری، ج١، ابواب الاستسقاء ، باب الاستسقاء فی المسجد الجامع۔☆ نسائی، ج٣، کتاب الاستسقاء، باب ذکر الدعاء۔ امام بخاری نے اس روایت کو ابواب الاستسقاء میں مختلف طرف اور عنوانات کے تحت بیان کیا ھے۔ اور باب الاستسقاء فی خطبة الجمعة غیر مستقبل القبلة کے تحت منقول روایت میں اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَاھے۔

(۶۸) بخاری،ج ۱، ابواب الاستسقاء، باب من اکتفیٰ بصلوۃ الجمعۃ فی الاستسقاء۔☆مسلم،ج ۱، فصل فی الکفایۃ بالدعاء من الصلوٰۃ فی خطبۃ الجمعۃ واجابۃ السائل والدعاء لقحوط المطر اذا کثر۔☆نسائی،ج ۳، کتاب الاستسقاء، متی یستسقی الامام۔☆ نسائی، میں اَللّٰھُمَّ عَلیٰ رُءوسِ الْجِبَالِ وَالْاٰکَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ... الخ ہے۔

(۶۹) بخاری ج ۱، کتاب الجمعۃ، باب الاستسقاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ۔ ☆مسلم، ج ۱، کتاب الاستسقاء۔

(۷۰) ابوداؤد،ج ۱، کتاب الصلوۃ ، باب رفع الیدین فی الاستسقاء ۔ ☆ نسائی،ج۳، کتاب الاستسقاء، باب کیف یرفع۔

(۷۱) ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی الدعاء فی الاستسقاء۔ ☆ مسند احمد، ج ٤، ص ۲۳۵،۲۳٦، روایات کعب بن مرۃ السلمی۔

فصل: ۷

دیہات میں نماز جمعہ اور اس کی اہمیت

پنجاب کے ایک دین دار بزرگ اپنے ایک عنایت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال: ''علماء احناف جمعہ کے لیے شہر کی شرط ابھی تک لگائے جاتے ہیں، حالانکہ شہروں کی حالت اب ایسی ہوگئی ہے کہ وہاں دیہاتی مسلمانوں کو (جو تمدن جدید کے مکروہات سے ابھی کچھ محفوظ ہیں) جانے سے جس قدر روکا جائے، اتنا ہی بہتر ہے۔ میں ایک موضع کا مالک ہوں جس میں مسجد تعمیر کی ہے، اور ایک مکتب دینیات جاری کیا ہے۔ اردگرد کے دیہات میں تھوڑی تھوڑی اسلامی آبادی ہے۔ وہ جمعہ کے جمعہ یہاں نماز کو آجاتے ہیں۔ اور قرآن شریف کا درس، جمعہ کا خطبہ اور کچھ وعظ سن جاتے ہیں۔ مدرس مکتب نماز یاد کراتا ہے اور جن کو صحیح یاد نہیں، ان کی نماز صحیح کراتا ہے۔ رمضان شریف میں مجمع بہت زیادہ ہوجاتا ہے، مگر علماء اس جگہ کے جمعہ کو جائز نہیں بتاتے۔ میں جمعہ کی نماز بند کردوں تو یہ لوگ ہرگز شہر کو نہ جائیں گے۔ اگر ان کو کہا جائے کہ یہاں جمعہ نہیں ہوسکتا، جمعہ کے روز یہاں آکر ظہر کی نماز پڑھ جایا کرو تو اسے کوئی نہیں مانتا۔ جمعہ کی عظمت اور ثواب ہی کا اثر ہے جس کے باعث یہ لوگ آٹھویں روز نماز پڑھنے آجاتے ہیں۔ مجھے فکر ہے کہ اگر یہاں جمعہ کی نماز نہ ہوئی تو دیہات کے لوگ اس تعلیم اور وعظ سے بھی محروم ہوجائیں گے۔ یہاں سے قریب چند میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے، جہاں کئی مسجدوں میں جمعہ ہوتا ہے، مگر وہاں کوئی عالم صحیح خیالات کا نہیں، جس سے کسی مفید تحریک کی امید ہو۔ اور شہر کے بازاروں میں سب کچھ وہی ہے جو آج سب جگہ ہے۔ اور کچھ نہیں تو جو دیہاتی وہاں جائے گا وہ کچھ نہ کچھ فضول خرچی تو کر ہی آئے گا۔ میری خواہش ہے کہ جناب اس کے متعلق ضرور کچھ نہ کچھ تحریر فرمائیں۔''[1]

جواب: دیہات میں نماز جمعہ قائم کرنے کا مسئلہ ایک سخت اختلافی مسئلہ ہے اور اس پر قدیم زمانے سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ ایسے مسائل میں کوئی ایسی بحث تو نہیں کی جاسکتی جو اختلافات کو بالکل رفع کردے۔ البتہ میں کوشش کروں گا کہ اس مسئلے میں میرے نزدیک جو مسلک درست ہے اسے واضح طور پر بیان کردوں۔

سب سے پہلے ضروری ہے کہ جمعہ کی شرعی حیثیت اور اقامت جمعہ سے شارع کے مقصود کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ پھر یہ دیکھا جائے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اقامت جمعہ کے متعلق کیا ہدایات دی گئی ہیں اور ان ہدایات میں کیا مصالح پوشیدہ ہیں۔ نیز اس امر کی تحقیق بھی کی جائے کہ ان ہدایات کی بنا پر اِقَامَةُ جُمُعَةٍ فِی الْقُریٰ کے جواز اور عدم جواز میں ائمہ مجتہدین کے درمیان جو اختلافات ہوئے ہیں، ان میں سے ہر ایک گروہ نے شارع کے پیش نظر مقاصد و مصالح کو

---

[1] ''محاذ جنگ پر لڑنے والوں کے لیے نماز جمعہ فرض نہیں۔ لیکن اگر وہ جمعہ کی نماز ادا کرلیں تو کوئی مضائقہ نہیں'' (۵۔اے ذیلدار پارک دوم، ص: ۱،۳)

کس حد تک ملحوظ رکھا ہے۔ اس کے بعد ہی یہ بات بخوبی سمجھ میں آسکے گی کہ اب انہی مقاصد و مصالح کالحاظ کرتے ہوئے جواز وعدم جواز میں سے کون سا پہلو اختیار کرنا زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا۔

اسلام کی اجتماعیت

شریعت اسلامی کے احکام میں تدبر کرنے سے یہ بات ہم کو واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ شریعت صرف انفرادی اصلاح و تزکیہ ہی کو اپنا آخری اور انتہائی مقصود نہیں بناتی ہے بلکہ اصلاح یافتہ اور تزکیہ شدہ افراد کو باہم جوڑ کر متقین و صالحین کی ایک ایسی جماعت بھی بنانا چاہتی ہے، جو زمین میں خلافت الٰہی کے فرائض کو ادا کرے اور ایک ایسا تمدن وجود میں لائے جس میں انسانی فطرت کی بھلائیوں کو نشوونما دینے اور برائیوں کو دبا دینے کی قوت ہو۔ یہ چیز شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے تمام احکام کا رجحان خالص انفرادیت کے بجائے اجتماعیت کی طرف ہے۔ وہ اگرچہ اپنی پوری قوت افراد کے تزکیہ و تصفیہ پر صرف کرتی ہے، مگر اس کام میں اس کے پیش نظر محض فرد کو بحیثیت فرد ہی کے پاک کر دینا نہیں ہوتا، بلکہ اسے پاک کر کے ایک بہترین سوسائٹی کی رکنیت اور کارکنی کے لیے تیار کرنا بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے افراد کے لیے جتنی تدبیریں اختیار کی ہیں وہ کم و بیش سب کی سب ایسی ہیں جو فرداً فرداً ان کا تزکیہ بھی کرتی ہیں اور اس کے ساتھ ان کو باہم جوڑ کر ایک اعلیٰ درجہ کی جماعت بھی بناتی ہیں۔

مثال کے طور پر روزے کو لیجیے۔ یہ بجائے خود صرف فرد کے تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے، لیکن شارع نے ایک ہی زمانے میں تیس دن کے روزے تمام مسلمانوں پر فرض کیے، تاکہ وہ اسی مزکی و مطہر حالت میں اس اجتماعی عبادت کے ذریعہ سے صالحین و متقین کی ایک جماعت بن جائیں۔ زکوٰۃ کو دیکھیے۔ اس کی تو بنیاد ہی اجتماعیت پر ہے۔ یہ ایک نفس کا تزکیہ ہی اس طرح کرتی ہے کہ وہ دوسرے نفس یا نفوس کی امداد و اعانت کرے۔ حج کو دیکھیے، اس میں اجتماع کا پہلو اس قدر نمایاں ہے کہ اس کو نمایاں کرنے کی حاجت ہی نہیں۔ ان سب کے بعد نماز کو لیجیے جو ان سب سے زیادہ اہم ہے اور افراد کو صلاح و تقویٰ کی تربیت دینے کے لیے سب سے زیادہ کارگر تدبیر ہے۔ وہ ہر روز پانچ مرتبہ وہی کام کرتی ہے جو سال میں تیس مرتبہ روزہ، اور سال میں ایک مرتبہ صدقہ اور عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کرتا ہے۔ اس عبادت میں بھی شارع نے تربیت افراد کے ساتھ مدنیت صالحہ کی تاسیس اور جماعت متقین کی تنظیم کا مقصد پیش نظر رکھا ہے۔ وہ روزانہ پانچ مرتبہ نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، تاکہ کم، یا زیادہ جتنے بھی مسلمان کہیں جمع ہوں، یا جمع ہو سکتے ہوں، وہ سب مل کر فریضہ ادا کریں۔ پھر وہ ہفتہ میں ایک مرتبہ، ایک خاص وقت اس غرض کے لیے مقرر کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان یک جا مجتمع ہوں اور مل کر باقاعدگی کے ساتھ خدا کا ذکر سنیں اور اس کی عبادت بجا لائیں۔ اس ہفتہ وار اجتماع کے بعد وہ ہر سال اختتام ماہ صیام اور یادگار اسوۂ ابراہیمی جیسے اہم نفسیاتی مواقع پر ان کو اجتماع عام کی دعوت دیتا ہے تاکہ اسی عمارت کی تکمیل ہو جس کی نماز پنج گانہ تاسیس کرتی ہے اور نماز جمعہ توسیع و ترصیص۔

فرضیت جمعہ کی حکمت

اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تمام فرض عبادات میں شارع کا رجحان اجتماعیت کی جانب ہے، اور وہ ان میں سے ہر ایک

میں موقع ومحل کی مناسبت کے لحاظ سے انفرادیت اور انتشار کو زیادہ سے زیادہ گھٹانے اور اجتماعیت کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ نماز پنج گانہ میں اس کا موقع نہ تھا کہ جماعت کو فرض کر دیا جاتا، کیونکہ ہر روز ہر شخص کے لیے پانچ مرتبہ جماعت کے التزام کو فرض کر دینے میں بہت زیادہ حرج تھا۔ اس لیے صرف جماعت کی تاکید کر کے چھوڑ دیا گیا اور اجازت دے دی گئی کہ اگر کوئی شخص کسی وقت کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکے وہ تنہا پڑھ لے۔ یہ ڈھیل جو شخصی حالات وضروریات کے لحاظ سے دی گئی تھی، اس کی تلافی کے لیے ہفتہ میں ایک مرتبہ ایک ایسی نماز فرض کر دی گئی جو بغیر فرض کے ادا ہی نہیں ہوتی۔ یہی نماز جمعہ ہے اور یہ فرض چونکہ اس رعایت کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے عائد کیا گیا ہے جو نماز پنج گانہ میں انفرادیت اور انتشار کو ایک حد تک راہ دیتی ہے، اس لیے شارع کا منشا یہ ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے میں زیادہ سے زیادہ اجتماع ہو اور جہاں تک ہو سکے تفریق وانتشار کو دور کیا جائے۔

فرضیت جمعہ کی اہمیت

اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جمعہ کی فرضیت پر کتاب وسنت میں اس قدر زور کیوں دیا گیا ہے اور اس کی اقامت کو اتنی اہمیت کس لیے دی گئی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

> يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (الجمعة:۹)
>
> ’’اے ایمان لانے والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے پکارا جائے تو دوڑو خدا کی یاد کی طرف اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو‘‘

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

٦٠۔ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقُ عَلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔

(مسلم، احمد)

’’میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آتے۔‘‘

تخریج: ﴿۱﴾ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: نَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ، سَمِعَهُ مِنْهُ. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ، قَالَ: لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقُ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر جو لوگ نماز جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے گھروں کو آگ لگا کر جلا دوں۔

〈۲〉 لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْیَانِیْ اَنْ یَجْمَعُوْا حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ انْطَلِقُ فَاُحَرِّقُ عَلَیْهِمْ بُیُوْتَهُمْ لَایَشْهَدُوْنَ الْجُمُعَةَ۔(۲)

ترجمہ: میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیوں کے گٹھے جمع کریں۔ پھر میں جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا کر جلا ڈالوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔

۶۱۔ مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَةٍ کُتِبَ مُنَافِقًا فِیْ کِتَابٍ لَا یُمْحیٰ وَلَا یُبَدَّلُ۔ (رواہ الشافعی)

’’جو شخص بلا ضرورت جمعہ چھوڑ دے اس کا نام منافق کی حیثیت سے اس کتاب میں لکھا جائے، جس کا لکھا نہ مٹایا جا سکتا ہے، نہ بدلا جا سکتا ہے۔‘‘

تخریج: مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَیْرِ ضُرُوْرَةٍ کُتِبَ مُنَافِقًا فِیْ کِتَابٍ لَا یُمْحیٰ وَلَا یُبَدَّلُ وَفِیْ بَعْضِ الرِّوَایَاتِ ثَلَاثًا۔(۳)

۶۲۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَیْهِ الْجُمُعَةُ...فَمَنِ اسْتَغْنٰی بِلَهْوٍ اَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَی اللّٰهُ عَنْهُ، وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ. (دارقطنی)

’’جو کوئی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جمعہ کے دن نماز جمعہ لازم ہے... پھر جو کسی کھیل تماشے یا کاروبار کی خاطر اس سے لاپروائی برتے، اللہ اس سے بے نیازی برتے گا اور وہ پاک بے نیاز ہے۔‘‘

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ ابْنِ الْمُهْتَدِیْ بِاللّٰهِ ، ثَنَا یَحْیٰ بْنُ نَافِعِ بْنِ خَالِدٍ بِمِصْرَ، ثَنَا سَعِیْدُبْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ، ثَنَا ابْنُ لَهِیْعَةَ، حَدَّثَنِیْ مُعَاذُبْنُ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِیُّ، عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ: مَنْ کَانَ یُوْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَیْهِ الْجُمُعَةُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَرِیْضٌ، اَوْمُسَافِرٌ، اَوِامْرَاَةٌ، اَوْصَبِیٌّ، اَوْمَمْلُوْکٌ، فَمَنِ اسْتَغْنیٰ بِلَهْوٍ، اَوْتِجَارَةٍ اسْتَغْنَی اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔(٤)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اس پر جمعہ کے روز نماز جمعہ فرض ہے۔ مگر مریض، مسافر، عورت اور بچہ اور غلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جو کوئی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جمعہ کے دن نماز جمعہ لازم ہے۔ پھر جو کسی کھیل تماشے یا کاروبار کی خاطر اس سے لاپروائی برتے، اللہ اس سے بے نیازی برتے گا اور وہ پاک ہے، بے نیاز ہے۔

ابوداؤد نے طارق بن شہاب کی روایت نقل کر کے لکھا ہے:

〈۲〉 عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلیٰ کُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا اَرْبَعَةٌ . عَبْدٌ مَّمْلُوْکٌ، اَوِامْرَاَةٌ، اَوْصَبِیٌّ، اَوْ مَرِیْضٌ۔(٥)

ترجمہ: طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا نماز جمعہ با جماعت ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، مگر چار افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ غلام، عورت، بچہ، یا بیمار۔

—— قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ: طَارِقُ بْنُ شِهَابٍ قَدْ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا۔

—— ابوداؤد کہتے ہیں طارق بن شہاب نے نبی ﷺ کو دیکھا تو ہے مگر آپ سے کچھ سنا نہیں۔

۶۳۔ لَيَنْتَهِنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيُخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔(مسلم)

''لوگ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا۔ پھر وہ غفلت میں مبتلا ہوکر رہیں گے۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، قَالَ: نَا اَبُوْتَوْبَةَ، قَالَ: نَا مُعَاوِيَةُ —— وَهُوَ ابْنُ سَلَامٍ —— عَنْ زَيْدٍ يَعْنِيْ اَخَاهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاسَلَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مِيْنَاءَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، وَاَبَاهُرَيْرَةَ، حَدَّثَاهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، يَقُوْلُ عَلٰى اَعْوَادِ مِنْبَرِهِ: لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ، ثُمَّ لَيَكُوْنَنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔(۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہؓ دونوں نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا ہے کہ لوگ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، پھر وہ غفلت میں مبتلا ہوکر رہیں گے۔

ایک اور روایت:

〈۲〉 لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَسْمَعُوْنَ النِّدَآءَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، ثُمَّ لَا يَاْتُوْنَهَا اَوْلَيَطْبَعَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔(۷)

ترجمہ: لوگ اس سے باز آجائیں کہ جمعہ کے دن اذان سنیں پھر نماز جمعہ کے لیے نہ آئیں، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر ٹھپے لگادے گا۔

ایک اور روایت:

〈۳〉 لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ تَرْكِهِمِ الْجُمُعَاتِ، اَوْلَيَخْتِمَنَّ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ، ثُمَّ لَيُكْتَبُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔(۸)

ترجمہ: لوگ جمعہ کی نمازیں ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا، پھر انھیں غفلت کرنے والوں کے ساتھ لکھ دیا جائے گا۔

〈۴〉 حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، ثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حَدَّثَنِيْ عُبَيْدَةُ ابْنُ سُفْيَانَ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ اَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ وَكَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ۔(۹)

ترجمہ: ابو جعد ضمری جو ایک صحابی ہیں، کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے تین جمعہ انہیں حقیر و ہلکا سمجھتے ہوئے ترک کیے، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

﴿۵﴾ عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مِرَارٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِه۔(۱۰)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ نبی ﷺ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا: بغیر کسی عذر شرعی کے جس نے تین مرتبہ جمعہ ترک کردیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

﴿۶﴾ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ۔(۱۱)

ترجمہ: جس نے بغیر کسی عذر شرعی کے تین جمعہ انہیں حقیر و ہلکا تصور کرتے ہوئے ترک کیے اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی۔

﴿۷﴾ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مُتَوَالِيَاتٍ مِنْ غَيْرِ ضُرُوْرَةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ۔(۱۲)

ترجمہ: جس نے شرعی ضرورت کے بغیر پے در پے تین جمعہ ترک کردیے، اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی۔

ترمذی نے ابوالجعد الضمری کی روایت نقل کر کے کہا ہے:

﴿۸﴾ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ فِيْمَا زَعَمَ مُحَمَّدُبْنُ عَمْرٍو ،قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ. (۱۳)

ترجمہ: جس نے تین مرتبہ جمعہ ترک کیا، اسے ہلکا و حقیر سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

مجاہد نے اس حدیث کا مفہوم درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

—— وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَمْرٍو وَابْنِ عَبَّاسٍ وَسَمُرَةَ۔ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى: حَدِيْثُ اَبِي الْجَعْدِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ، قَالَ: وَسَاَلْتُ مُحَمَّدًاعَنِ اسْمِ اَبِي الْجَعْدِ الضَّمْرِيِّ فَلَمْ يَعْرِفِ اسْمَهُ۔ وَقَالَ: لَا اعْرِفُ لَهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِبْنِ عَمْرٍو۔

- وَمَعْنَى الْحَدِيْثِ: اَنْ لَّا يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ وَالْجُمُعَةَ رَغْبَةً عَنْهَا، وَاسْتِخْفَا فًا لِحَقِّهَا وَتَهَاوُنًا بِهَا۔(۱۴)

  مجاہد نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ جماعت اور جمعہ کو بے رغبتی سے اسے ہلکا اور حقیر سمجھتے ہوئے حاضر نہ ہو۔

- مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ۔ (۱۵)

  جس کسی نے تین جمعہ بغیر کسی وجہ کے ترک کیے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی۔

- مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ وَلَا مَرَضٍ وَلَا عُذْرٍ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ ۔(۱۶)

  جس کسی نے بغیر کسی وجہ، کسی مرض اور کسی عذر کے تین مرتبہ جمعہ ترک کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی۔

- مَنْ تَرَكَ اَرْبَعَ جُمَعٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ نَبَذَ الْاِسْلَامَ وَرَاءَ ظَهْرِهٖ۔(۱۷)

  جس نے بغیر کسی عذر شرعی کے چار جمعہ ترک کردیے اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا (نظر انداز کردیا)۔

- مَنْ تَرَکَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔(۱۸)

جس نے بغیر کسی عذر شرعی کے تین مرتبہ جمعہ کو ترک کیا، وہ منافق ہے۔

- مَنْ تَرَکَ ثَلَاثَ جُمُعَاتٍ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ کُتِبَ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ۔(۱۹)

بغیر عذر کے جس نے تین جمعہ ترک کیے اسے منافقین میں لکھ دیا گیا۔

٦٤ ۔مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَمْ یَاْتِهَا ثُمَّ سَمِعَ النِّدَاءَ وَلَمْ یَاْتِهَا ثَلَاثًا طُبِعَ عَلٰی قَلْبِهٖ فَجُعِلَ قَلْبُ مُنَافِقٍ ۔ (طبرانی)

”جس نے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کے لیے نہ آیا، پھر دوسرے جمعہ اذان کی آواز سنی اور پھر نہ آیا۔ اسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا، اس کے دل پر مہر لگادی جاتی ہے اور اس کا دل ایک منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔“

تخریج: مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَمْ یَاْتِهَا، ثُمَّ سَمِعَ النِّدَآءَ، ثُمَّ لَمْ یَاْتِهَا طُبِعَ عَلٰی قَلْبِهٖ، فَجُعِلَ قَلْبَ مُنَافِقٍ۔(۲۰)

تشریح: غور کیجیے، یہ جمعہ کے لیے دوڑنے اور کاروبار چھوڑنے کی تاکید کیوں ہے؟ یہ نبی کریم ﷺ جیسے رؤف ورحیم انسان کے دل میں تارکین جمعہ کے گھروں کو آگ لگا دینے کا جذبہ کس لیے پیدا ہوتا ہے؟ آخر جمعہ میں کیا ہے جس کی وجہ سے ترک جمعہ اور نفاق کو ہم معنی قرار دیا گیا اور اس پر اتنی سخت وعیدیں بیان فرمائی گئیں؟ اس کی علت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ جمعہ کی اقامت سے دراصل امت مسلمہ کا قوام ہے۔ اس سے نماز پنج گانہ کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ اسلام کے اس مقصد عظیم کی تحصیل کا ایک اہم ذریعہ ہے جو حیات دنیا کی حد تک اس کا منتہائے مطلوب ہے، یعنی مدنیت فاضلہ کی تاسیس اور جمعیت صالحہ کی تشکیل۔ اس کا ضائع ہونا گویا اسلام کے مقصد کا ضائع ہونا ہے اور اس کی بنا کو صدمہ پہنچنا گویا اسلام کی عمارت کو صدمہ پہنچنا ہے۔

دواصولی باتیں

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا اس سے دو باتیں معلوم ہوگئیں: ایک یہ کہ جمعہ کی فرضیت عام نمازوں کی فرضیت سے زیادہ مؤکد ہے اور اس کی اقامت، اسلام کے مقاصد اصلیہ کی تکمیل کے لیے غایت درجہ اہمیت رکھتی ہے، لہٰذا فروعی واجتہادی مسائل میں ان پہلوؤں سے بچنا اولیٰ ہے جن سے جمعہ ضائع ہوتا ہے اور ان پہلوؤں کو اختیار کرنا انسب ہے جن سے جمعہ قائم ہوتا ہو۔ دوسرے یہ کہ اقامت جمعہ میں شارع کے پیش نظر مدنیت واجتماعیت ہے اور وہ اس ذریعہ سے انتشار دور کر کے اہل ایمان کو اجتماع کی طرف لانا چاہتا ہے۔ لہٰذا جمعہ کو قائم کرنے میں اس امر کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جماعتیں منتشر نہ ہوں بلکہ زیادہ سے زیادہ اجتماع ہو۔

عملی تفصیلات جو متفق علیہ ہیں

اب آگے بڑھیے۔ کتاب اللہ میں جمعہ کی فرضیت اور اس کی تاکید تو اس قوت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اس کی طرف دوڑنے

اور اس کے لیے سب کاروبار چھوڑ دینے کا حکم ہے۔ مگر ان سوالات پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی کہ نماز کب پڑھی جائے؟ کہاں پڑھی جائے؟ کون پڑھے اور کون نہ پڑھے؟ کن حالات میں پڑھی جائے اور کن میں نہ پڑھی جائے؟ ان سب سوالات کو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر چھوڑ دیا گیا اور اہل ایمان سے صرف اس قدر کہنے پر اکتفا کیا گیا کہ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ (الجمعۃ:۹) ’’جب پکارا جائے جمعہ کی نماز کے لیے تو خدا کی یاد کی طرف دوڑو اور کاروبار چھوڑ دو۔‘‘

مذکورہ بالا سوالات کے متعلق تفصیلی ہدایات ہم کو رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ کے متواتر عمل سے ملتی ہیں اور مزید روشنی ان بزرگوں کے اقوال و اعمال سے حاصل ہوتی ہے، جنہوں نے براہ راست حضور سے تعلیم پائی تھی۔ ان ذرائع سے ہم کو قطعی طور پر جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) آں حضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے جمعہ کی نماز ہمیشہ ظہر کے وقت پڑھی ہے۔ لہٰذا جمعہ کا وقت ظہر کا وقت ہے۔

(۲) آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا۔ لہٰذا جمعہ کی نماز کے ساتھ خطبہ ضروری ہے۔

(۳) جمعہ کی فرضیت سے غلام، عورتیں، بچے، مسافر اور مریض مستثنیٰ ہیں۔ فرض جن پر عائد ہوتا ہے وہ صرف ایسے عاقل و بالغ مرد ہیں جو آزاد ہوں اور صحیح و تندرست ہوں۔

(۴) عہد نبوی اور عہد صحابہ میں جمعہ کبھی ویرانوں اور جنگلوں اور عارضی فرودگاہوں اور کیمپوں میں نہیں پڑھا گیا۔ لہٰذا اقامت جمعہ کے لیے ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں مستقل آبادی ہو۔

(۵) جمعہ کبھی پرائیویٹ مکانوں میں نہیں پڑھا گیا، بلکہ ہمیشہ ایسی جگہ پڑھا گیا ہے جہاں ہر مسلمان کو حاضر ہونے کی آزادی ہو، لہٰذا جمعہ کے لیے اذنِ عام ضروری ہے۔

اختلافات اور ان کے وجوہ

یہ وہ امور ہیں جن پر تمام امت کا اتفاق ہے، کیونکہ یہ قطعی طور پر ثابت ہیں۔ ان کے علاوہ جتنے جزئی امور ہیں ان میں سے کوئی بھی قطعی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اسی لیے ان میں فقہاء کے درمیان بکثرت اختلافات ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ نصاب جماعت کیا ہو؟ جمعہ کون قائم کرے؟ خطبے دو ہونے چاہئیں یا ایک ہی کافی ہے؟ وغیرہ۔

اسی قبیل سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ جمعہ کے لیے کس قسم کی بستی ہونی چاہیے اور اس بستی سے کتنے فاصلے تک کے لوگوں کو نماز کے لیے آنا چاہیے۔

امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ ایسی قریوں میں جمعہ ناجائز ہے جن کے باشندے گرمی یا جاڑے میں کہیں اور منتقل ہو جاتے ہوں۔ ان کے سوا ایسے تمام قریوں میں جمعہ کی نماز ہو سکتی ہے جن میں چالیس یا اس سے زیادہ عاقل و بالغ آزاد مرد موجود ہوں۔ اس کی تائید میں وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو ابن عباس سے مروی ہے کہ مدینہ کے بعد پہلا جمعہ جو پڑھا گیا وہ بحرین کے ایک قریہ جواثی میں تھا۔ نیز یہ روایت بھی ان کے دلائل میں سے ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل بحرین

کے استفسار کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ جمعہ ادا کرو جہاں کہیں بھی ہو۔ مگر ان میں سے پہلی روایت میں محض قریہ کا لفظ ہے جس کا کوئی مفہوم متعین نہیں۔ کم از کم اس سے چالیس مردوں کی قید تو کسی طرح نہیں نکلتی۔ اور ہم کچھ نہیں جانتے کہ امام صاحب کے نزدیک اس قید کا ماخذ کیا ہے۔ رہی دوسری روایت تو وہ جس قدر امام صاحب کی تائید میں ہے اسی قدر ان کے خلاف بھی ہے۔ اس سے تو جنگل اور ویرانے میں بھی اقامت جمعہ کا جواز نکالا جاسکتا ہے، حالانکہ امام صاحب اس کے ناجائز ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

امام احمد کا مسلک امام شافعی سے ملتا جلتا ہے اور ان کے دلائل بھی وہی ہیں۔ امام مالک کے نزدیک جمعہ کی نماز ہر ایسے قریہ میں، ہوسکتی ہے جس کی آبادی مستقل ہو، خواہ اس کی آبادی چالیس مردوں سے بھی کم ہو۔

امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جمعہ صرف مصر یعنی شہر میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ دیہات میں قائم کرنا جائز نہیں۔

مصر جامع کی شرط اور اس کی تشریح

حنفیہ نے جمعہ کے لیے یہ جو مصر جامع کی شرط لگائی ہے اس کے حق میں ان کا استدلال اس روایت سے ہے جو حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ:

۶۵۔ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ، وَلَا فِطْرَ وَلَا اَضْحىٰ اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔[۱]

تخریج: حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ اَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: قَالَ عَلِىٌّ: لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ، وَلَا صَلَاةَ فِطْرٍ وَلَا اَضْحٰى اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ۔(۲)

تشریح: نیز وہ اس بات سے بھی دلیل لاتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب ممالک فتح کیے تو دیہات میں کہیں بھی منبر نصب نہیں کیے۔ یہ گویا جمعہ کے لیے مصر کے شرط ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے۔

لیکن مصر کی تعریف میں خود حنفیہ کے درمیان بہت اختلافات ہیں، حتیٰ کہ خود امام ابوحنیفہؒ کے بھی دو مختلف قول ہیں۔ مثال کے طور پر چند اقوال ملاحظہ ہوں:

۱۔ مصر جامع وہ ہے جہاں امیر اور قاضی ہو، جو احکام نافذ کرنے اور حدود جاری کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

۲۔ مصر وہ ہے جہاں کی سب سے بڑی مسجد میں اگر سب باشندے جمع ہوں تو نہ سما سکیں۔

۳۔ مصر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بازار اور سڑکیں اور محلے ہوں اور کوئی ایسا حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کا انصاف لے، اور کوئی عالم ایسا ہو جس کی طرف مسائل میں رجوع کیا جاسکے۔

---

[۱] اس روایت کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور عبدالرزاق نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ لیکن دونوں کے ہاں یہ حضرت علیؓ کے اپنے قول ہی کی حیثیت سے ہے۔ نبی ﷺ کی طرف اس کو منسوب نہیں کیا گیا۔

۴- امام جس مقام کو مصر قرار دے اور اقامت جمعہ کا حکم کرے، وہی مصر ہے۔

۵- مصر وہ ہے جہاں ہر پیشہ کا آدمی اپنے پیشہ سے بسر اوقات کر سکتا ہو۔

۶- جس کی آبادی دس ہزار ہو، صرف اسی جگہ کو مصر کہا جا سکتا ہے۔

۷- جس کی آبادی تین ہزار سے کم نہ ہو، وہ مصر ہے۔

اس قسم کی بیسیوں تعریفیں اور بھی ہیں جو فقہاء نے بیان کی ہیں۔

اب یہ امر غور طلب ہے کہ اول تو ''مصر'' کے شرط ہونے پر امت کا اجماع نہیں ہے، بلکہ محدثین اور فقہاء کی ایک کثیر جماعت اس سے اختلاف رکھتی ہے۔ دوسرے یہ شرط اگر ثابت بھی ہو تو واضح طور پر معلوم نہیں کہ مصر کہتے کس کو ہیں۔ ایسی حالت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی مختلف فیہ اور مبہم شرط کے فقدان پر کیا نماز جمعہ جیسے موکد اور اہم فریضہ کو مسلمانوں کی آبادی کے ایک کثیر حصے پر سے ساقط قرار دینا مناسب ہے؟ میں سمجھتا ہوں ایک طرف تقویٰ اور دوسری طرف تفقہ اس کا مقتضی ہے کہ اسقاط فرض کا فتویٰ دینے سے پہلے ہم یہ تحقیق کرنے کی کوشش کریں کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے اختلافات کا منشا کیا ہے، وہ جمعہ کے معاملہ میں شارع کا مقصد کیا سمجھے ہیں اور اسے پورا کرنے کے لیے جو عملی شکلیں انہوں نے اختیار کی ہیں ان کی اندرونی حکمت کیا ہے۔ شاید کہ اس طرح ہمیں ایک ایسا معتدل مسلک ہاتھ آجائے جس سے ہماری آبادیوں کا ایک بڑا حصہ جمعہ کی برکات سے متمتع ہو سکے۔

اختلافات کا اصل منشا

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں، اقامت جمعہ میں دو امور بنیادی اہمیت رکھتے ہیں: ایک جمعہ کی فرضیت، جو عام نمازوں سے بھی زیادہ مؤکد ہے اور ہر عاقل و بالغ آزاد اور تندرست مرد پر عائد ہوتی ہے۔ دوسرے اجتماعیت، جس کا مقصد انتشار کو دور کرنا اور مسلمانوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ اجتماع اور تالف پیدا کرنا ہے۔

ائمہ مجتہدین میں سے ہر ایک نے ان دونوں پہلوؤں پر نظر رکھی ہے اور دونوں کو مرعی رکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس معاملہ میں اشکال یہ واقع ہوتا ہے کہ بعض حالات میں یہ دونوں پہلو جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر فرضیت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے تو اجتماعیت کا پہلو چھوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ فرضیت کا تقاضا یہ ہے کہ دو چار آدمی بھی جہاں موجود ہوں، وہیں فرض ادا کر دیا جائے۔ اگر اجتماعیت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے تو فرضیت کا پہلو کمزور ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں کافی اجتماع نہ ہو، وہاں افراد پر سے فرض ساقط کر دیا جائے۔ ائمہ مجتہدین نے اس اشکال کو دور کرنے کے لیے دونوں پہلوؤں میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے چالیس آدمیوں کے اجتماع کو جمعہ کے لیے کافی سمجھا اور ہر ایسے قریہ میں اقامت جمعہ کا حکم دے دیا جہاں اجتماع کا یہ نصاب پورا ہوتا ہو۔ اس کے ساتھ انہوں نے یہ بھی فتویٰ دیا کہ اس قریہ سے جہاں جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہو، وہاں کے ہر بالغ اور آزاد مرد پر نماز کے لیے آنا فرض ہے۔

امام مالکؒ نے اجتماع کے لیے کم سے کم ۱۲ آدمیوں کی موجودگی کو کافی قرار دیا۔ لہٰذا ان کے مسلک کی بنیاد پر نسبتاً زیادہ چھوٹے قریوں میں بھی اقامت جمعہ کا حکم دیا گیا اور ان سب لوگوں پر جمعہ کی حاضری لازمی قرار دے دی گئی جو مقام جمعہ سے چھ میل کی حد میں ہوں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے محسوس کیا کہ اس طرح قریہ قریہ میں اقامت جمعہ کی اجازت دینے سے انتشار پیدا ہوتا ہے اور اجتماع سے شارع کا جو مقصد ہے وہ پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ عراق و شام وغیرہ ممالک میں جہاں عہد صحابہ کے آثار اس وقت بالکل تازہ تھے، کہیں دیہات میں نہ منبر پائے جاتے ہیں اور نہ جامع مسجدوں کا پتہ چلتا ہے، ان تک حضرت علیؓ کا وہ اثر بھی پہنچا جس میں تصریح ہے کہ جمعہ صرف امصار (شہروں) میں قائم کیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی سنا کہ جب حجاج بن یوسف نے اہواز میں جمعہ قائم کیا تو امام حسن بصری نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْحَجَّاجَ یَتْرُکُ الْجُمُعَۃَ فِی الْاَمْصَارِ وَیُقِیْمُھَا فِیْ حَلَاقِیْمِ الْبِلَادِ۔

''خدا کی لعنت ہو حجاج پر، یہ کم بخت شہروں کو چھوڑ کر ملک کے گوشوں میں جمعہ قائم کرتا ہے۔''

ان سب باتوں پر نظر کر کے انہوں نے فتویٰ دیا کہ ہر علاقہ کے صدر مقام میں جمعہ قائم کیا جائے اور جن جن لوگوں پر جمعہ کا فرض عائد ہوتا ہو، وہ تین تین میل کے مضافات سے صدر مقام پر اکٹھے ہو جایا کریں۔

مسلک حنفی کے اصل منشا کی تحقیق

اب ہمیں ایک نظر اس زمانے کے حالات پر بھی ڈالنی چاہیے۔ وہ اسلامی حکومت کا زمانہ تھا۔ جگہ جگہ پرگنوں اور قصبوں میں قاضی اور اصحاب شرطۃ (تھانہ دار) مقرر تھے، جو خصومات کے فیصلے کرتے اور مظالم کی دادرسی کرتے تھے۔ ایک کثیر جماعت کے مجتمع ہونے میں چونکہ فتنہ وفساد پیدا ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے اجتماع کی غرض سے ایسی ہی جگہ مناسب تھی جہاں امن قائم کرنے والے موجود ہوں۔ پھر اکابر احناف کا زمانہ وہ تھا جب عراق اور الجزیرہ اور فارس وغیرہ ممالک کی آبادی بہت زیادہ اور گھنی تھی۔ قصبات اور دیہات کثرت آبادی کے سبب سے باہم پیوستہ ہو گئے تھے۔ تمدن بھی انتہائی عروج پر تھا۔ صنعت وحرفت اور تجارت کے فروغ نے قصبوں کو بھی شہر بنا دیا تھا۔ انہی وجوہ سے ''شہر'' کی وہ تعریفیں کی گئیں جو آپ نے اوپر دیکھی ہیں۔ ورنہ فی نفسہٖ قاضی اور کوتوال کو، یا بازار اور سڑکوں کو، یا دس ہزار اور تین ہزار کی آبادی کو فرضیت جمعہ کے اشتراط میں کوئی بھی دخل نہیں ہے۔ اصل شرط ''مصر'' ہے اور اس کے مدلول کو متعین کرنے کے لیے ہر فقیہ مجتہد نے وہ خصوصیات بیان کی ہیں جو اس کے پیش نظر امصار میں پائی جاتی تھیں۔

ان خصوصیات سے قطع نظر کر کے اگر دیکھا جائے کہ وہ چیز کیا ہے جس کی بنا پر ''مصر'' کو شرط جمعہ قرار دیا گیا ہے تو معلوم ہوگا کہ وہ ''مرکزیت'' کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جو مقام کسی علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہو، یا جمعہ کی غرض کے لیے مرکزی مقام ٹھہرا لیا جائے، وہ ''مصر'' ہے اور اس کے سوا گردوپیش کے مقامات پر اقامت جمعہ کا ناجائز ہونا اس معنی میں نہیں ہے کہ ان مقامات کے لوگوں سے جمعہ کا فرض ساقط ہے، بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو جمعہ کے لیے اس مرکزی مقام پر آنا چاہیے۔ اگر بغیر عذر شرعی کے وہ نہ آئیں گے تو گنہگار رہوں گے۔

اس باب میں فقہاء حنفیہ کے اقوال کی چھان بین کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی شرط عائد کرنے اور دیہات میں اقامت جمعہ کو ناجائز قرار دینے سے ان کا منشا بھی وہی تھا جو ہم نے سمجھا ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وَلَوْ مَصَّرَ الْإِمَامُ مَوْضِعًا وَاَمَرَ هُمْ بِالْإِقَامَةِ فِيهِ جَازَ۔(فتح القدير، جلد ١، ص:٤٠٥)

''اگر امام کسی مقام کو مصر قرار دے اور لوگوں کو وہاں جمعہ پڑھنے کا حکم دے تو جائز ہوگا۔''

یہاں ''مصر قرار دینے'' کا مجاز امام کو ٹھیرایا گیا ہے۔ اس لیے کہ صحیح معنوں میں اسلامی زندگی بغیر امام اور امیر کے نہیں ہو سکتی۔ لیکن جہاں بدقسمتی سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں امامت وامارت کا منصب باقی نہ رہا ہو، کیا ناجائز ہوگا، اگر وہاں امام مالک رحمہ اللہ کے اصول پر مسلمانوں کی جماعت باہمی اتفاق سے اپنے علاقے کے کسی بڑے گاؤں یا قصبہ کو، جہاں مسلمانوں کی آبادی نسبتاً زیادہ ہو، اور جہاں کوئی بڑی مسجد بھی موجود ہو، جمعہ کی اغراض کے لیے ''مصر'' قرار دے لے؟

آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں:

وَمَنْ كَانَ فِيْ تَوَابِعِ الْمِصْرِ فَحُكْمُهُ حُكْمُ اَهْلِ الْمِصْرِ فِيْ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ عَلَيْهِ بِاَنْ يَّأْتِيَ الْمِصْرَ فَلْيُصَلِّيَهَا فِيْهِ۔ وَاخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَعَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ اَنَّهَا تَجِبُ فِيْ ثَلٰثَةِ فَرَاسِخَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْرَ مِيْلٍ، وَقِيْلَ قَدْرَ مِيْلَيْنِ، وَقِيْلَ سِتَّةَ اَمْيَالٍ، وَعَنْ مَالِكٍ سِتَّةً، وَقِيْلَ اِنْ اَمْكَنَهُ اَنْ يَّحْضُرَ الْجُمُعَةَ وَيَبِيْتَ بِاَهْلِهِ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ تَجِبُ عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ وَاِلَّا فَلَا قَالَ فِي الْبَدَائِعِ وَهٰذَا اَحْسَنُ۔ (فتح القدير، ج ١، ص:٤١١)

''اور جو شخص مصر کے مضافات کا رہنے والا ہو، اس پر بھی اہل مصر کی طرح جمعہ فرض ہے اور لازم ہے کہ وہ وہاں جا کر نماز پڑھے۔ مضافات شہر کی حد میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ وہ تین کوس کی حد میں واجب ہے۔ بعض نے ایک میل، بعض نے دو میل، بعض نے چھ میل کی حد قرار دی ہے۔ امام مالک نے بھی چھ میل کہا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ میں شریک ہونے کے بعد رات آنے سے پہلے بلا کسی زحمت وتکلیف کے اپنے گھر پہنچ سکتا ہو، اس پر جمعہ کی حاضری واجب ہے ورنہ نہیں۔ صاحب بدائع نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔''

بعض احادیث سے بھی اس موخر الذکر قول کی تائید نکلتی ہے۔ چنانچہ ترمذی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے:

٦٦۔عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ اٰوَاهُ اللَّيْلُ اِلٰى اَهْلِهِ۔

''نبی ﷺ نے فرمایا جمعہ اس پر فرض ہے جو رات تک اپنے بال بچوں میں پہنچ سکتا ہو۔''

تخریج:〈١〉 حَدَّثَنَا عَبْدُبْنُ حُمَيْدٍ وَمُحَمَّدُبْنُ مَدُّوِيَه، قَالَا: ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، نَا اِسْرَائِيْلُ عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ قُبَاءَ عَنْ اَبِيْهِ، وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ اَنْ نَشْهَدَ الْجُمُعَةَ مِنْ قُبَاءَ۔(٢٢)

ترجمہ: اہل قبا کے ایک شخص نے اپنے والد کے حوالہ سے جو اصحاب النبی ﷺ میں سے تھے، بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو حکم دیا تھا کہ ہم قبا سے چل کر جمعہ میں حاضر ہوا کریں۔

ـــــ قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی : هٰذَا حَدِیْثٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ۔ وَلَایَصِحُّ فِیْ هٰذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ شَیْءٌ۔ وَقَدْ رُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ اٰوَاهُ اللَّیْلُ اِلٰی اَهْلِهٖ۔

ـــــ وَهٰذَا حَدِیْثٌ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ اِنَّمَا یُرْوٰی مِنْ حَدِیْثِ مُعَارِكِ بْنِ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ، وَضَعَّفَ یَحیٰ ابْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنَ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیَّ فِی الْحَدِیْثِ۔ وَاخْتَلَفَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰی مَنْ تَجِبُ الْجُمُعَةُ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: تَجِبُ الْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ اٰوَاهُ اللَّیْلُ اِلٰی مَنْزِلِهٖ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ :لَاتَجِبُ الْجُمُعَةُ اِلَّا عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ، وَهُوقَوْلُ الشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ، سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ الْحَسَنِ یَقُوْلُ کُنَّا عِنْدَ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ فَذَکَرُوْاعَلٰی مَنْ تُجِبُ الْجُمُعَةَ، فَلَمْ یَذْکُرْ اَحْمَدُ فِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ شَیْئًا، قَالَ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ: فَقُلْتُ لِاَحْمَدَبْنِ حَنْبَلٍ فِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، فَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ : عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ؟ قُلْتُ: نَعَمْ۔

ـــــ ابوعیسیٰ کہتے ہیں: اس طریق کے علاوہ ہمیں اس حدیث کے بارے میں کوئی علم نہیں اور نہ ہی کوئی صحیح چیز اس باب میں نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کے حوالہ سے نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو رات تک اپنے اہل وعیال میں پہنچ سکتا ہو۔ سند کے اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے کہ معارک نے عبداللہ بن سعید مقبری کے واسطہ سے اسے روایت کیا ہے۔ یحیٰ بن سعید قطان نے عبداللہ بن سعید المقبری کو حدیث کے بارے میں ضعیف قرار دیا ہے۔ جمعہ کس پر واجب ہے؟ اس بارے میں اہل علم حضرات کے مابین اختلاف رائے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو رات تک اپنے اہل وعیال میں پہنچ سکتا ہو۔ بعض کا قول ہے کہ جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے۔ یہ قول شافعی، احمد اور اسحاق کا ہے۔

ایک دوسری سند سے مروی روایت:

﴿۲﴾ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ نَضِیْرٍ نَامُعَارِکُ بْنُ عَبَّادٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، قَالَ: اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ اٰوَاهُ اللَّیْلُ اِلٰی اَهْلِهٖ: فَغَضِبَ عَلَیَّ اَحْمَدُ وَقَالَ لِیْ اسْتَغْفِرْ رَبَّکَ، اسْتَغْفِرْ رَبَّکَ۔(۲۳)

ـــــ وَاِنَّمَا فَعَلَ بِهٖ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هٰذَا لِاَنَّهٗ لَمْ یَعُدَّ هٰذَا الْحَدِیْثَ شَیْئًا وَضَعَّفَهٗ لِحَالِ اِسْنَادِهٖ۔

﴿۳﴾ اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ آوَاهُ اللَّیْلُ۔(۲٤)

﴿۴﴾ عَمْرُوبْنُ شُعَیْبٍ، عَنْ اَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهٖ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: اِنَّمَا الْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جمعہ اس پر فرض ہے جس نے جمعہ کی اذان سنی۔

ایک روایت میں:

〈۵〉 اَلْجُمُعَةُ عَلٰی مَنْ بِمَدَی الصَّوتِ، قَالَ دَاوٗدَ: یَعْنِیْ حَیْثُ یُسْمَعُ الصَّوْتُ۔(۲۵)

ابوداؤد میں ہے:

〈۶〉اَلْجُمُعَةُ عَلٰی کُلِّ مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ۔(۲۶)

بخاری میں ہے:

۶۷۔عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَتْ: کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَّنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِیَ فَیَاتُوْنَ فِی الْغُبَارِ فَیُصِیْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْسَانٌ مِّنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِیْ، فَقَالَ: لَوْ اَنَّکُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ هٰذَا.

’’حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ لوگ اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے نماز جمعہ کے لیے آیا کرتے تھے اور ان پر گرد اور پسینہ کی تہیں چڑھ جاتی تھیں۔ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے ہاں تشریف رکھتے تھے کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص آپ کے پاس حاضر ہوا۔آپ نے فرمایا: بہتر ہوتا اگر تم لوگ آج کے دن غسل کرلیا کرتے۔‘‘

تخریج:〈۱〉حَدَّثَنَا، اَحْمَدُبْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنَاعَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ،قَالَ:اَخْبَرَنِیْ عَمْرُوبْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ، اَنَّ مُحَمَّدَبْنَ جَعْفَرِبْنِ الزُّبَیْرِ، حَدَّثَهٗ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ،قَالَتْ: کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِیْ فَیَاتُوْنَ فِی الْغُبَارِ یُصِیْبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُمُ الْعَرَقُ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِیْ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : لَوْاَنَّکُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ هٰذَا۔(۲۷)

مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی روایت کے الفاظ تھوڑے سے مختلف ہیں:

〈۲〉عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَا زِلِهِمْ مِنَ الْعَوَالِیْ، فَیَاْتُوْنَ فِی الْعَبَاءِ، وَیُصِیْبُهُمُ الْغُبَارُ، فَتَخْرُجُ مِنْهُمُ الرِّیْحُ، فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِیْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَوْ اَنَّکُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ هٰذَا۔(۲۸)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ لوگ اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے نماز کے لیے آیا کرتے تھے۔اپنی محنت مزدوری کے کپڑوں میں آتے تھے، گردوغبار سے اٹے ہوئے، ان سے بدبو پھیل رہی ہوتی تھی۔ان میں سے ایک آدمی آپؐ کے پاس اس وقت آیا جب آپؐ میرے ہاں تشریف فرما تھے۔اسے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا بہتر ہوتا اگر تم لوگ آج کے دن غسل کرلیا کرتے۔

حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت:

〈۳〉 عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّهَا قَالَتْ: کَانَ النَّاسُ اَهْلَ عَمَلٍ وَلَمْ تَکُنْ لَهُمْ کُفَاةٌ، فَکَانُوا یَکُوْنُ لَهُمْ تَفَلٌ فَقِیْلَ لَهُمْ، لَوْ اغْتَسَلْتُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ۔(۲۹)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ مزدور لوگ ہوتے تھے۔ ان کے پاس زیب تن کپڑوں سے زائد کپڑا پہننے کے لیے نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ان کپڑوں میں جوئیں پڑ جاتی تھیں، اس لیے آپؐ نے فرمایا تھا اگر جمعہ کے دن تم لوگ غسل کر لیا کرو، تو بہتر ہے۔

بخاری میں ہے:

〈۴〉 قَالَتْ عَائِشَۃُ: کَانَ النَّاسُ مَھَنَۃَ اَنْفُسِھِمْ وَ کَانُوْا اِذَارَاحُوْا اِلَی الْجُمُعَۃِ رَا حُوْا فِیْ ھَیْاَتِھِمْ فَقِیْلَ لَھُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ۔ (۳۰)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ محنت مزدوری کرنے والے لوگ تھے۔ یہ جب جمعہ کے لیے آتے تو محنت مزدوری والے کپڑوں میں ہی آتے تھے، اس لیے آپؐ نے فرمایا کاش کہ تم لوگ غسل کر لیا کرو۔

تشریح: پہلی حدیث تو صاف ہے۔ رہی دوسری حدیث تو اس میں یہ ذکر ہے کہ لوگ شرکت جمعہ کے لیے عوالی سے آیا کرتے تھے۔ عوالی ان دیہات کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کے مضافات میں واقع تھے اور علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ دیہات مدینہ سے چار میل اور اس سے زیادہ مختلف فاصلوں پر تھے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ عوالی سے اونٹ پر یا پیدل جمعہ کے لیے آتے ہوں گے۔ وہ اس ریگ زار میں شام کے لگ بھگ ہی اپنے گھروں کو واپس پہنچتے ہوں گے۔ یہ اس زمانے کی کیفیت ہے جب بسیں اور لاریاں نہ چلتی تھیں۔ اس زمانے میں جب لوگوں کو چھ چھ میل کے فاصلوں سے آنے کے لیے کہا گیا تو آج جب کہ حمل ونقل کی آسانیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ لوگوں کے لیے بیس بیس میل سے بھی جمعہ کے لیے آنا کچھ مشکل نہیں۔ تاہم اختلاف احوال کو پیش نظر رکھ کر یہ مناسب نہیں کہ فاصلہ کی مقدار میلوں کے حساب سے متعین کی جائے، بلکہ وہی قید بہتر ہے جو شارع نے بیان فرمائی ہے، یعنی جو شخص نماز کے بعد مغرب تک اپنے گھر بآسانی پہنچ سکتا ہو، وہ اپنے علاقے کے صدر مقام میں جا کر جمعہ پڑھے اور جو نہ پہنچ سکتا ہو، وہ اپنے ہی گاؤں ظہر کی نماز پڑھ لیا کرے۔

اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فقہائے کرام نے مصر کی جو خصوصیات بیان کی ہیں وہ بالکل ناقابل لحاظ نہیں ہیں۔ کسی دیہاتی علاقہ کے مسلمان جب اپنے علاقے کے کسی قصبہ کو جمعہ کی اغراض کے لیے ''مصر'' قرار دینا چاہیں تو انہیں انتخاب میں حسب ذیل خصوصیات کو ترجیح دینی چاہیے:

۱- وہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ سے زیادہ ہو۔

۲- کوئی بڑی مسجد موجود ہو، جس میں زیادہ سے زیادہ اجتماع ہو سکتا ہو۔

۳- کوئی ایسا عالم موجود ہو جو مسائل شرعیہ کی تعلیم دے سکے اور وعظ وتذکیر کی اچھی قابلیت رکھتا ہو۔

۴- جہاں سرکاری حکام میں سے کوئی ایسا حاکم موجود ہو، جو امن قائم رکھنے کا ذمہ دار ہو۔

۵- جہاں اس کا بھی امکان ہو کہ آس پاس کے دیہات والے اپنی ضروریات وہاں سے خرید لے جائیں۔

یہ امور اقامت جمعہ کے شرائط میں سے نہیں ہیں بلکہ مقام جمعہ کے انتخاب میں ان کو ملحوظ رکھنا، انسب اور اولیٰ ہے۔

ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ (تفہیمات، جلد دوم، دیہات میں نماز جمعہ)

ماٰخذ

(۱) مسلم،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب فضل صلوٰة الجماعة وبیان التشدید فی التخلف عنها وانها فرض کفایة۔ ☆مسند احمد، ج۱ص ٤٢٢، عبدالله بن مسعود۔☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الصلوٰة اورکتاب الجمعة، باب ماجاء فی التشدید فی ترك الجمعة من غیر عذر۔☆ کنزالعمال ،ج ۷، ص ۷۲۸۔☆ مسند احمد، ج ۱، ص٤٠٢، ٤٢٢، ٤٥٠، ٤٦١۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبه ج۲،کتاب الصلوات، باب فی تفریط الجمعة وترکها۔

(۲) کنزالعمال، ج ۷، ص ۷۲۹۔ ☆ السنن الکبریٰ،ج۳، کتاب الصلوٰة، باب ماجاء فی التشدید فی ترك الجمعة من غیر عذر۔

(۳) الشافعی فی المعرفة عن ابن عباس☆مشکوٰة: کتاب الجمعة، باب وجوبها۔

(٤) دارقطنی،ج۲، کتاب الجمعة، باب من تجب علیه الجمعة۔☆ابن عدی، عن جابر بحواله کنزالعمال،ج ۷، ص۷۲٦۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الجمعةُ، باب من لاتلزمه الجماعة۔☆طبرانی فی الأوسط، عن ابی هریره بحواله کنزالعمال، ج۷، ص ۷۲٦۔☆ابن ابی شیبه،ج۲، کتاب الصلوات، باب من لا تجب علیه جمعة۔ عن محمد بن کعب القرظی مرسلا۔ ☆ دارقطنی فی الافراد عن ابن عباس بحواله کنزالعمال، ج ۷، ص۷۲٦۔

(٥) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰة، باب الجمعة للملوك والمراة۔☆ دارقطنی،ج۲،کتاب الجمعة، باب من تجب علیه الجمعة۔ ☆ السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الجمعة، باب من لاتلزمه الجماعة اور باب من تجب علیه الجمعة۔

(٦) مسلم،ج۱، کتاب الجمعة: باب التغلیظ فی ترك الجمعة☆ نسائی،ج۳، کتاب الجمعة، باب التشدید فی التخلف عن الجمعة ☆ ابن ماجه: کتاب المساجد و الجماعات، باب التغلیظ فی التخلف عن الجماعة عن ابن عباس ، عن ابن عمر☆ دارمی: باب فیمن یترك الجمعة من غیر عذر☆ مسند احمد، ج۱، ص۳۳٥۔ عن ابن عباس ☆السنن الکبریٰ للبیهقی،ج۳، کتاب الجمعة ، باب التشدید علی من تخلف عن الجمعة ممن وجبت علیه ☆مصنف ابن ابی شیبه،ج۲، کتاب الصلوات، باب فی تفریط الجمعة وترکها۔ ابن ابی شیبة میں لیطبعن اللّٰه علی قلوبهم هے۔☆ موارد الظمآن الی زیادة لا بن حبان: کتاب الجمعة، باب فیمن ترك الجمعة ☆ ابن خزیمة، ابن عساکر عن ابی هریرة 'ابوسعید، ابن عساکر نے ابن عمر اور ابوهریره سے ☆ طبرانی اوسط، ابن حبان عن ابن عباس، ابن عمر بحواله کنزالعمال ، ج ۷، ص ۷۳۱ ۔

(۷) طبرانی ، حلیه لابی نعیم عن کعب بن مالك۔

(۸) کنزالعمال ج ۷، ص ۷۳۱ بحواله ابن نجار عن ابن عمر۔

(۹) ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، تفریع ابواب الجمعۃ، باب التشدید فی ترک الجمعۃ۔☆ ترمذی،ج۱، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر۔☆نسائی،ج۳، کتاب الجمعۃ، باب التشدید فی التخلف عن الجمعۃ۔ ☆ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب فیمن ترک الجمعۃ من غیر عذر۔☆ موطا امام مالک، ج۱، باب القراءۃ فی صلوٰۃ الجمعۃ والاحتباء ومن ترکھا من غیر عذر۔ موطا میں من ترک الجمعۃ ثلاث مرات من غیر عذر ولاعلۃ طبع اللّٰہ علی قلبہ ھے۔ ☆ دارمی: باب فیمن یترک الجمعۃ من غیر عذر۔☆ مسند احمد، ج ۳، ص۳۳۲۔ جابر بن عبداللّٰہ ☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعۃ، باب من تجب علیہ الجمعۃ۔ ☆المستدرک للحاکم،ج۱، کتاب الجمعۃ، التشدید فی ترک الجمعۃ۔☆ مصنف ابن ابی شیبہ ج۲، کتاب الصلوات، باب فی تفریط الجمعۃ وترکھا۔

(۱۰) مسند احمد، ج ۳، ص ۳۳۲، جابر بن عبداللّٰہ۔

(۱۱) کنزالعمال ، ج ۷، ص ۷۳۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ ، مسند احمد۔ ☆ طبرانی ، بغوی، باوردی، حاکم فی الکنی، ابو نعیم فی المعرفۃ۔

(۱۲) مسند احمد، مستدرک حاکم عن ابی قتادہ۔ ☆ مسند احمد، نسائی اور ابن ماجہ عن جابر۔ ☆ مصنف ابن ابی شیبہ، ج۳، کتاب الصلوات، باب فی تفریط الجمعۃ وترکھا۔ اس میں من غیر ضرورۃ کے الفاظ نہیں ھیں۔

(۱۳) ترمذی،ج۱، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء فی ترک الجمعۃ من غیر عذر۔

(۱٤) ترمذی،ج۱، ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فیمن سمع النداء فلا یجیب۔

(۱۵) ابن عساکر ، عن ابی ھریرۃ۔

(۱٦) المحاملی فی امالیہ، الخطیب البغدادی، ابن عساکر عن عائشۃ۔

(۱۷) الشیرازی فی الالقاب عن ابن عباس۔

(۱۸) موارد الظمآن، کتاب الصلوٰۃ، باب فیمن ترک الجمعۃ۔

(۱۹) کنزالعمال، ج ۷، ص ۷۲۹، بحوالہ طبرانی، عن اسامہ بن زید۔

(۲۰) کنزالعمال ج ۷، ص ۷۳۱، بحوالہ طبرانی، بیہقی فی شعب الایمان عن ابن ابی اوفیٰ۔

(۲۱) مصنف ابن ابی شیبہ،ج۲، کتاب الصلوات، کتاب الجمعۃ، باب من قال لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع۔ ☆المصنف لعبد الرزاق، ج ۳، کتاب الجمعۃ اور ص ۱٦۸ پر"لاجمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامعٍ۔ وکان یعد الامصار: البصرۃ والکوفۃ والمدینۃ والبحرین ومصر و الشام، والجزیرۃ وربما قال الیمن والیمامۃ" بھی منقول ھے۔ ☆ المصنف لعبدالرزاق، ج ۳، ص ۱٦۷ پر حضرت علی سے لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع بھی منقول ھے۔

(۲۲) ترمذی ،ج۱، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء من کم یوتیٰ الی الجمعۃ۔

(۲۳) ترمذی ،ج۱، ابواب الجمعۃ: باب ماجاء من کم یوتی الی الجمعۃ۔

(۲٤) دیلمی ، عن عائشۃ بحوالہ کنزالعمال ، ج ۷، ص ۷۲٦۔

(۲۵) دارقطنی،ج۲، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ علی من سمع النداء۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی،ج۳، کتاب الجمعۃ، باب وجوب الجمعۃ علی من کان خارج المصر فی موضع یبلغہ النداء۔

(۲٦) ابوداؤد،ج۱، تفریع ابواب الجمعۃ، باب من تجب علیہ الجمعۃ۔ عن عبداللّٰہ ابن عمرو۔

(۲۷) بخاری،ج۱، کتاب الجمعۃ، باب من این توتی الجمعۃ وعلی من تجب۔☆ ابوداؤد،ج۱، کتاب الصلوٰۃ، باب من

تجب علیہ الجمعۃ ☆ ابوداؤد میں "ومن العوالی" تک روایت ہے۔☆ السنن الکبریٰ للبیہقی، ج۳، کتاب الجمعۃ، باب مایستدل بہ علی ان غسل یوم الجمعۃ علی الاختیار۔

(۲۸) مسلم، ج۱، کتاب الجمعۃ، باب وجوب غسل الجمعۃ علی کل بالغ من الرجال الخ۔

(۲۹) مسلم، ج۱، کتاب الجمعۃ، باب وجوب غسل الجمعۃ علی کل بالغ من الرجال الخ۔

(۳۰) بخاری، ج۱، کتاب الجمعۃ، باب وقت الجمعۃ اذا زالت الشمس۔

فصل ۸:

دیہات میں نماز جمعہ اور مسلک حنفی

اس باب میں کچھ عرض کرنے سے پہلے ایک بات صاف کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ میری حیثیت ایک معاند کی نہیں ہے جو دلائل شرعیہ سے بے پرواہو کر محض اپنی رائے سے امور دینی میں ایک مسلک اختیار کر لیتا ہو، اور اہل علم کی حجتوں کا جواب مکابرہ سے دیتا ہو، بلکہ میں ایک طالب علم ہوں۔ اپنی حد استطاعت تک مسائل کی تحقیق کرنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچتا ہوں اس کا اظہار بے کم وکاست کر دیتا ہوں۔ اور اگر میری رائے کے خلاف حجت قائم ہو جائے تو اس سے رجوع کے لیے بھی ہر وقت تیار رہتا ہوں۔ جمعہ فی القریٰ کا مسئلہ چھیڑنے سے میرا مقصد کسی نئے فتنے کا دروازہ کھولنا نہیں ہے۔ دراصل حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس وقت اس مسئلے کی چھان بین کر کے صحیح شرعی حکم معلوم کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس لیے میں نے علمائے کرام کو اس طرف توجہ دلائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جن بزرگوں کو اللہ نے علم شریعت دیا ہے وہ بھی مسئلے کی اہمیت کو محسوس فرمائیں اور اپنی تحقیق سے مجھے اور عام مسلمانوں کو استفادہ کا موقع دیں۔ البتہ چونکہ مسئلے کو چھیڑنے کا باعث میں خود ہوں، اس لیے اپنی تحقیق کو واضح طور پر بیان کرنا مجھ پر لازم ہے۔

جمعہ فی القریٰ کے مسئلے پر اس سے پہلے جو بحث کی گئی تھی اس کی بنا چونکہ زیادہ تر آثار وسنن اور قیاس شرعی پر رکھی گئی تھی، اس وجہ سے غالباً بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا کہ میں مسلک حنفی کا مخالف ہو کر خود ایک مجتہدانہ (جسے عرف عام میں غیر مقلدانہ کہا جاتا ہے) رائے ظاہر کر رہا ہوں۔ لہٰذا اب میں چاہتا ہوں کہ صرف مسلک حنفی کے مطابق اپنے دلائل بیان کروں۔

ہمارے سامنے چار امور تنقیح طلب ہیں، جن کے تصفیہ پر اس مسئلے کے تصفیہ کا مدار ہے:

۱- جمعہ کی فرضیت کیسی ہے؟

۲- جمعہ کی شرائط کیا ہیں اور کس نوعیت کی ہیں؟

۳- کیا ان شرائط میں کبھی ترمیم ہوئی ہے، اور کسی مزید ترمیم کی گنجائش بھی ہے؟

۴- اور کیا یہ جائز ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے ایک ایسا نظام اختیار کیا جا سکے جو فقہائے حنفیہ کے فتاویٰ سے چاہے مختلف ہو، مگر ان کے اصول کے خلاف نہ ہو؟

میں ان چاروں تنقیحات پر ترتیب وار بحث کروں گا۔

فرضیت جمعہ

تمام علمائے امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ جمعہ فرض عین ہے۔ فقہائے حنفیہ بھی اس اجماع میں شریک ہیں۔ چنانچہ علامہ سرخسی اپنی کتاب ''المبسوط'' میں لکھتے ہیں ''جمعہ از روئے کتاب وسنت فرض ہے... اس کی فرضیت پر امت کا اجماع ہے۔''

علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

''جمعہ ایک ایسا فرض ہے، جس کو محکم کرنے والی چیز کتاب وسنت ہے اور اس کے منکر کے کفر پر امت کا اجماع ہے۔''

(ج ا،ص: ۴۰۷)

پھر نہایت تفصیل کے ساتھ دلائل فرضیت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''ہم نے فرضیت کے باب میں ایک طرح کے طول کلام سے اس لیے کام لیا ہے کہ بعض جاہلوں کے متعلق سننے میں آیا ہے کہ وہ جمعہ کی عدم فرضیت کا خیال مذہب حنفی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کی یہ غلط فہمی دراصل قدوری کے اس قول سے ہوئی جس پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے کہ ''جس نے جمعہ کے روز بغیر کسی عذر کے گھر ہی پر ظہر کی نماز پڑھ لی اس کی نماز تو ہوگئی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔'' اس قول میں مکروہ سے مراد دراصل حرام ہے، اور نماز ظہر کے صحیح ہوجانے کا جو مطلب ہے وہ ہم آگے بیان کریں گے۔ بہر حال ہمارے اصحاب (حنفیہ) نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جمعہ کی فرضیت ظہر کی فرضیت سے بھی زیادہ سخت ہے، اور یہ کہ جمعہ کا منکر کافر ہے۔''

(ص: ۴۰۸)

علامہ بابرتی شرح العنایہ علیٰ الہدایہ میں لکھتے ہیں:

''ہم کو اقامت جمعہ کی خاطر نماز ظہر چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا ہے اور ظہر لامحالہ فرض ہے، اور فرض صرف اسی چیز کے لیے چھوڑا جاسکتا ہے جو اس سے زیادہ فرض ہو۔'' (ج ا،ص: ۴۰۸)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ استنباطی اور اجتہادی واجبات میں سے نہیں ہے، بلکہ نصوص صریحہ نے اس کو مسلمانوں پر فرض کیا ہے اور اس کی فرضیت اس نوع کی ہے کہ اس سے (یعنی اس کی فرضیت سے) انکار انسان کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے فرض کو مسلمانوں کے کسی گروہ پر سے ساقط کرنے میں سخت احتیاط اور خشیت کی ضرورت ہے۔

اول تو فرض منصوص کو صرف نص ہی ساقط کرسکتی ہے۔ کسی انسان کا قول اس درجہ کی حجت نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر اسے ساقط کیا جاسکے۔

دوسرے اگر کسی امام یا فقیہ کے کسی قول سے اس کے اسقاط کا پہلو نکلتا ہو، تو نہایت احتیاط کے ساتھ یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ قائل کا مدعا حقیقت میں ہے کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جن حالات اور جن وجوہ سے اس نے یہ پہلو اختیار کیا تھا، وہ اپنی جگہ درست ہوں اور ہم وجوہ واحوال سے صرف نظر کر کے، مجرد اس کے الفاظ کی پیروی کرنے میں غلطی کر رہے ہوں؟

پھر کسی فرض کو کسی حال یا مقام پر غیر فرض قرار دینے میں جتنی احتیاط کی ضرورت ہے، اس سے بدرجہا زیادہ احتیاط کی ضرورت اسے ممنوع اور حرام اور گناہ قرار دینے میں برتنی چاہیے۔ فرض منصوص اور حرمت ومعصیت کے درمیان بہت بڑی

مسافت ہے، اس مسافت کو قطع کرنے کے لیے بڑی محکم سواری کی ضرورت ہے۔ کمزور سواریوں کے بل پر اس راہ میں آگے بڑھنا خطرناک ہے۔

شرائط جمعہ

اب دیکھنا چاہیے کہ جمعے کی وہ شرائط جن کے فقدان سے فرض کے سقوط کا حکم لگایا جاسکتا ہے، کون کون سی ہیں، اور ان کی کیا نوعیت ہے۔

حنفیہ کے نزدیک جمعہ کی شرائط دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو مصلی کی ذات میں پائی جانی چاہئیں۔ دوسری وہ جو خارج میں متحقق ہونی چاہئیں۔ پہلی قسم کی شرائط یہ ہیں کہ مصلی مقیم ہو، مسافر نہ ہو۔ آزاد ہو، مملوک نہ ہو۔ مرد بالغ ہو، بچہ یا عورت نہ ہو، صحیح وتندرست ہو، بیمار یا معذور نہ ہو۔ (المبسوط، ج۲،ص:۲۲)

ان شرائط کا ماخذ علمائے حنفیہ نے ذیل کی حدیث کو قرار دیا ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ اِلَّا مُسَافِرٌ وَ مَمْلُوْكٌ وَصَبِيٌّ وَامْرَاَةٌ وَمَرِيْضٌ۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو، اس پر جمعہ فرض ہے، مگر مسافر، غلام، بچہ، عورت اور مریض اس سے مستثنیٰ ہیں۔''

یہ رعایت جو مسافروں، غلاموں، عورتوں اور مریضوں کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس کے معنی صرف یہی ہیں کہ اگر یہ جمعہ میں شریک نہ ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کسی شخص نے بھی اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ ان کے لیے نماز جمعہ ممنوع ہے۔ نہ کسی نے یہ کہا کہ اگر وہ شریک جمعہ ہوں تو ترک ظہر کی وجہ سے گنہگار ہوں گے۔ خود نبی ﷺ کے عہد میں عورتیں جمعہ کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔ غلام بھی شریک ہوتے تھے۔ اندھوں کو بھی اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر پہنچا دینے والا مل جاتا تو وہ گھر نہ بیٹھے رہتے تھے۔ ان میں سے کسی شخص سے نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم پر سے جمعہ کا فرض ساقط ہو گیا، تم کو جمعہ کے بجائے ظہر پڑھنی چاہیے، ورنہ ترک ظہر کی وجہ سے گنہگار ہوگے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

''یہ وجوب کی شرائط ہیں نہ کہ ادا کی شرائط۔ اگر مسافر اور غلام اور عورت اور مریض نماز جمعہ میں شریک ہو جائیں تو جائز ہوگا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھتی تھیں۔ اور ان سے کہا جاتا تھا کہ خوشبو لگا کر نہ آیا کرو۔ ان لوگوں سے فرض کے سقوط کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس نماز میں کوئی ایسی بات ہے جو ان کی شرکت سے مانع ہو، بلکہ صرف ان کو تکلیف سے بچانے کے لیے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اگر یہ اس تکلیف کو برداشت کرلیں تو پھر اداء نماز میں یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ مساوی ہوں گے۔'' (ج۲،ص:۲۳)

دوسری قسم کی شرائط کو ادا، یا شرائط صحت قرار دیا گیا ہے یعنی اگر یہ نہ ہوں تو جمعہ ادا ہی نہ ہوگا۔ یہ چھ شرطیں ہیں۔ مصر،

وقت، خطبہ، جماعت، سلطان، اذن عام۔ ان میں سے پہلی شرط یعنی مصر کی شرط ہی یہاں زیر بحث ہے، لیکن اس پر کلام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کرنا ضروری ہے کہ بجائے خود ان شرائط کی نوعیت کیا ہے؟

ان میں سے بعض شرائط ایسی ہیں جو نصوص قولی وعملی سے صریحاً ثابت ہیں، مثلاً وقت، کہ اس کا وقت ظہر ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح خطبہ بھی صریحاً شرط جمعہ ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے کبھی خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں پڑھا اور قرآن میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح جماعت کا بھی شرائط جمعہ میں سے ہونا ثابت ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف جو کچھ بھی ہوا ہے۔ مقدار جماعت میں ہوا ہے۔ اذن عام بھی رسول اکرمؐ اور صحابہ اور ائمہ کے متواتر عمل سے ثابت ہے اور اہم مصالح شرعیہ اس کی مقتضی ہیں۔

بخلاف اس کے مصر اور سلطان کی شرائط ایسی ہیں جن کا ماخذ کوئی نص صریح نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر ان کا مدار استنباط واجتہاد پر ہے، اور اسی لیے ان کا شرط ادا ہونا بھی مختلف فیہ ہے۔

سلطان کی شرط کا ماخذ یہ حدیث ہے:

۶۸۔۔۔ فَمَنْ تَرَكَهَا تَهَاوُنًا وَاسْتِخْفَافًا بِحَقِّهَا وَلَهُ اِمَامٌ جَائِرٌ اَوْعَادِلٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهُ اَلَا فَلَاصَلَاةَ لَهُ، اَلَا فَلَا صَوْمَ لَهُ، اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ، فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ....

''... پس جس نے جمعہ کو ایک معمولی چیز سمجھ کر اور اس کے حق کو ہلکا جان کر چھوڑ دیا۔ درآں حالیکہ اس کا کوئی ظالم یا عادل امام موجود ہو، تو خدا اس کی پراگندگی کو دور نہ کرے۔ جان رکھو کہ نہ اس کی نماز درست، نہ اس کا روزہ درست، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے۔ اگر توبہ کرے گا تو اس کی توبہ اللہ قبول کرے گا....''

تخریج: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ، ثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ بُكَيْرٍ، اَبُوْ جَنَّابٍ (خَبَّابٍ) حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَدَوِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَقَالَ: يَاَيُّهَاالنَّاسُ! تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا وَبَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ اَنْ تُشْغَلُوْا وَصِلُوا الَّذِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ لَهُ وَكَثْرَةِ الصَّدَقَةِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ تُرْزَقُوْا وَتُنْصَرُوْا وَتُجْبَرُوْا. وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا، فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِيْ هٰذَا، مِنْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ. فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيَاتِيْ، اَوْبَعْدِيْ، وَلَهُ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ اِسْتِخْفَافًا بِهَا، اَوْ جُحُوْدًا لَهَا، فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ لَهُ شَمْلَهُ، وَلَا بَارَكَ لَهُ فِيْ اَمْرِهِ، اَلَا، وَلَا صَلٰوةَ لَهُ، وَلَا زَكٰوةَ لَهُ وَلَا حَجَّ لَهُ، وَلَا صَوْمَ لَهُ، وَلَا بِرَّ لَهُ حَتّٰى يَتُوْبَ، فَمَنْ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَلَا لَاتَؤُمَّنَّ اِمْرَاَةٌ رَجُلًا، وَلَا يَؤُمُّ اَعْرَابِيٌّ مُهَاجِرًا، وَلَايَؤُمُّ فَاجِرٌ مُؤْمِنًا اِلَّا اَنْ يَقْهَرَهُ بِسُلْطَانٍ يَخَافُ سَيْفَهُ وَسَوْطَهُ۔(۱)

——— فِي الزَّوَائِدِ: اِسْنَادُهُ ضَعِيْفٌ لِضُعْفِ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جَدْعَانَ وَعَبْدِاللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْعَدَوِيِّ۔

نیز حضرت حسن بصری کا یہ قول جس کو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے:

۶۹۔ اَرْبَعٌ اِلَی السُّلْطَانِ مِنْهَا اِقَامَةُ الْجُمُعَةِ وَالْعِيدَيْنِ۔

ترجمہ: چار چیزیں سلطان سے متعلق ہیں، جن میں سے اقامت جمعہ وعیدین بھی ہے۔

تشریح: لیکن اوپر کی حدیث اور یہ اثر دونوں اس باب میں ناطق نہیں ہیں کہ امام یا سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز ہی نہیں ہے۔ حدیث سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں اسلامی نظام جماعت قائم ہو، وہاں جمعہ کو ترک کرنا اور بھی زیادہ شدید گناہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے کہ جس نے مسجد میں چوری کی اس پر خدا کی لعنت۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس شخص کے نزدیک چوری کا حرام ہونا، اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا ارتکاب مسجد میں ہو، بلکہ دراصل وہ ارتکاب فی المسجد کو ایک مزید وجہ شناعت کی حیثیت سے بیان کررہا ہے۔ بالکل اسی طرح حضورؐ نے بھی امام المسلمین کی موجودگی، یا بالفاظ دیگر اسلامی نظام جماعت کی موجودگی کو ترک جمعہ کے لیے ایک اور سبب مردودیت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری احادیث جن میں فرضیت جمعہ کی تاکید آئی ہے، امام کے ذکر سے خالی ہیں اور دوسری احایث میں تارک جمعہ کو جتنی توبیخ کی گئی ہے، اس حدیث میں اس سے زیادہ توبیخ پائی جاتی ہے۔

اسی طرح وہ اثر بھی جو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے جمعہ کے لیے سلطان کے اشتراط پر دال نہیں ہے، اس میں صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ چار چیزوں کا اہتمام سلطان کو کرنا چاہیے، جن میں سے ایک اقامت جمعہ وعیدین ہے۔ اس سے یہ مطلب کیونکر نکالا جاسکتا ہے کہ اگر سلطان نہ ہو تو یہ کام بند رہیں۔ اگر کوئی کہے کہ لڑکی کی شادی کرنا باپ کا کام ہے تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ باپ نہ ہو تو لڑکی بیٹھی رہے۔

رہی مصر کی شرط، تو اس کا ماخذ یہ حدیث ہے:

لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ[1]

''جمعہ اور عیدین مصر جامع کے سوا کہیں نہ پڑھی جائیں۔''

نیز حضرت علیؓ کا یہ اثر کہ:

لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا فِطْرَ وَلَا اَضْحٰی اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ۔

''جمعہ اور تشریق اور عید فطر اور عید الاضحیٰ مصر جامع کے سوا کہیں نہ پڑھیں جائیں۔''

لیکن ''مصر جامع'' کی کوئی تعریف کسی نص سے ماخوذ نہیں ہے۔ میں نے حتیٰ الامکان پوری جستجو کی، مگر مجھے ابھی تک کسی حدیث یا کسی اثر سے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ مصر کی حد کیا ہے۔ فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں مصر کی جو تعریفات بیان ہوئی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی کسی حدیث یا اثر کا حوالہ نہیں دیا گیا۔

یہ ہے ان دونوں شرطوں کا حال، اور یہی وجہ ہے کہ ان کی شرائط صحت و ... ا ہونے میں کلام کیا جاسکتا ہے، اور کیا

---

[1] واضح رہے کہ یہ حدیث حضرت علیؓ کے واسطے سے مرفوعاً روایت ہوئی ہے، مگر امام احمد کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ (نیل الاوطار، ج ۳، ص: ۱۹۸)

گیا ہے۔ خود علمائے احناف نے وقتاً فوقتاً ان شرائط میں ترمیمیں کی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلک حنفی میں اتنی گنجائش ہے کہ حسب موقع وضرورت ان میں قواعد شرعیہ کو ملحوظ رکھ کر مزید ترمیم کی جا سکے۔

قابل ترمیم شرائط

سب سے پہلے سلطان کی شرط کو لیجیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کے شرط جمعہ ہونے سے ابتدا ہی میں انکار کر دیا تھا مگر خود فقہائے حنفیہ بھی بعد میں اس شرط کے اسقاط پر مجبور ہو گئے۔ جب تک ایسے سلاطین وامراء برسر اقتدار رہے جو کسی حد تک اپنے فرائض دینی کا احساس رکھتے تھے، اس وقت تک تو حنفیہ کو اپنے اس فتوے میں بظاہر کوئی قباحت نظر نہ آئی کہ ''جمعہ کی اقامت اذن سلطان کے ساتھ مشروط ہے اور سلطان کے بغیر اقامت جمعہ جائز نہیں۔'' مگر جب دین سے غافل حکام وسلاطین کا دور آیا تو فقہاء نے محسوس کیا کہ شرط سلطان نے ایک دینی فرض کو دنیوی سلاطین کی مرضی پر موقوف کر دیا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ نہ چاہیں تو فرض ہی ساقط ہوا جاتا ہے۔ اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر حکام غفلت برتیں تو جمعہ مسلمانوں کی باہمی رضامندی پر قائم کیا جائے۔ پھر وہ دور آیا جب اسلامی ممالک پر کفار مسلط ہونے لگے اور بڑی بڑی اسلامی آبادیاں سلطان اسلام سے کلیۃً محروم ہو گئیں۔ اس وقت فقہاء کو یہ فتویٰ دینا پڑا:

> وَاَمَّافِی الْبَلَادِ عَلَیْهَا وُلَاةٌ کُفَّارٌ فَیَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ اِقَامَةُ الْجُمَعِ وَالْاَعْیَادِ وَیَصِیْرُ الْقَاضِیُ قَاضِیًا بِتَرَاضِی الْمُسْلِمِیْنَ وَیَجِبُ عَلَیْهِمْ طَلَبُ وَالٍ مُسْلِمٍ۔ (شامی)
>
> ''رہے وہ ممالک جن پر کافر حکام مسلط ہیں، تو ان میں مسلمانوں کے لیے اقامت جمعہ وعیدین کا خود انتظام کر لینا جائز ہے۔ اور وہاں مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے جو قاضی مقرر ہو، وہ قاضی ہو سکتا ہے اور ان پر مسلمان حاکم کی طلب واجب ہے۔''

اس طرح وہی شرط، جو پہلے شرط ادا سمجھی گئی تھی، شرط وجوب بھی نہ رہی، اور تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ سلطان اسلام کی موجودگی سرے سے شرط جمعہ ہی نہیں ہے۔

یہیں سے نبی اور مجتہد کا فرق واضح ہوتا ہے۔ نبی کی بصیرت براہ راست علم الٰہی سے مستفاد ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے احکام تمام ازمنہ واحوال کے لیے مناسب ہوتے ہیں، مگر مجتہد خواہ کتنا ہی باکمال ہو، زمان ومکان کے تعینات سے بالکل آزاد نہیں ہو سکتا، نہ اس کی نظر تمام ازمنہ واحوال پر وسیع ہو سکتی ہے، لہٰذا اس کے تمام اجتہادات کا تمام زمانوں اور تمام حالات کے مطابق ہونا غیر ممکن ہے۔

جن لوگوں کو اللہ نے تفقہ فی الدین کی نعمت سے نوازا تھا، وہ چوتھی صدی ہجری کے بعد بھی اس راز کو سمجھتے تھے اور تغیر احوال کے ساتھ اپنے مذہب فقہی کے جزوی احکام میں مناسب ترمیم کر دیتے تھے اور ان کی ترمیمات، اجتہادی ترمیمات ہونے کے باوجود اسی مذہب کا ایک جزو بن جاتی تھیں جس کے وہ متبع ہوتے تھے۔ مگر افسوس کہ دور انحطاط کے لوگ امام کی نص کو خدا اور رسولؐ کی نص کی طرح محکم اور اٹل سمجھنے لگے اور انہوں نے اس بات کو گناہ سمجھ لیا کہ مجتہد کے کسی قول پر جو فتویٰ مبنی

ہو، اس میں تغیرِ احوال کے ساتھ کوئی ترمیم کی جائے، خواہ اس سے خدا اور رسولؐ ہی کا کوئی حکم منصوص کیوں نہ ساقط ہو جائے۔ چنانچہ اسی قسم کے بعض فقہاء جامد نے انگریزی تسلط کے بعد ہندوستان میں فتوے دینے شروع کر دیے تھے کہ اب یہاں اقامت جمعہ جائز نہیں، کیونکہ سلطان اسلام کے اٹھ جانے سے اقامت جمعہ کی ایک شرط مفقود ہو گئی ہے، مگر خوش قسمتی سے اس وقت ہندوستان میں ایسے علماء بھی موجود تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے علم حق سے سرفراز فرمایا تھا۔ انہوں نے اٹھ کر سختی کے ساتھ اس تحریک کی مخالفت کی، حتیٰ کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے زیادہ درشت الفاظ میں یہاں تک لکھ دیا:

اِنَّہٗ،لَا شَكَّ فِیْ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ وَصِحَّةِ اَدَائِهَا فِیْ بِلَادِ الْهِنْدِ الَّتِیْ غَلَبَتْ عَلَيْهِ النَّصَارٰی وَجَعَلُوْا عَلَيْهَا وُلَاةً كُفَّارًا وَذَالِكَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَرَاضِيْهِمْ وَمَنْ اَفْتٰی بِسُقُوْطِ الْجُمُعَةِ لِفَقْدِ شَرْطِ السُّلْطَانِ فَقَدْ ضَلَّ وَاَضَلَّ۔

''اس میں شک نہیں کہ بلادِ ہند میں جہاں نصاریٰ کا غلبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے کافر حکام مقرر کر دیے ہیں، جمعہ واجب ہے، اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق اور رضامندی سے اس کو ادا کرنا درست ہے۔ جس کسی نے سقوط جمعہ کا فتویٰ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اس نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔''

اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تمام ہندوستان کے حنفی، عالم اور عامی سب اس ملک میں جمعہ پڑھ رہے ہیں۔[1] حالانکہ ہدایہ کی یہ عبارت اب بھی پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے کہ:

لَا يَجُوْزُ اِقَامَتُهَا اِلَّا لِسُلْطَانٍ اَوْ لِمَنْ اَمَرَهُ السُّلْطَانُ۔

''اور جائز نہیں ہے جمعہ کا قائم کرنا سوائے سلطان کے یا ایسے شخص کے جس کو سلطان نے حکم دیا ہو۔''

اگر احوال کے لحاظ سے مجتہدین کے احکام میں جزوی ترمیم کرنا بھی غیر مقلدیت ہے تو ایسی غیر مقلدیت میں تمام احناف ہند پہلے مبتلا ہو چکے ہیں۔

شرط مصر

شرط سلطان کی طرح شرط مصر کو بھی امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ امر تو متفق علیہ ہے کہ جنگلوں اور خیموں اور عارضی فرودگاہوں میں جمعہ قائم کرنا درست نہیں۔ یہ امر بھی متفق علیہ ہے کہ جمعہ کے لیے ایک نوع کا تمدن ضروری ہے مگر اس امر میں اختلاف ہے کہ جمعہ کتنی بڑی بستی میں قائم کیا جا سکتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس جگہ کم از کم چالیس آدمیوں کی مستقل بستی ہو (یعنی وہ گرمی جاڑے میں مہاجرت نہ کرتے رہتے ہوں) وہ مقام اقامتِ جمعہ کا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک چالیس آدمیوں سے کم کی بستی میں بھی اقامت جمعہ ہو سکتی ہے، مگر حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے ''مصر جامع'' ہونا چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ ''مصر جامع'' کا لفظ حدیث میں آیا ہے۔ مگر جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں، اس کی کوئی

---

[1] حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت خدانخواستہ یہ غلطی جڑ پکڑ گئی ہوتی تو آج ہم اپنے بڑے بوڑھوں ہی سے یہ سنتے کہ اس ملک میں کبھی نماز جمعہ بھی ہوا کرتی تھی۔

حد نہ اس حدیث میں مذکور ہے نہ کسی دوسری مرفوع یا موقوف روایت میں۔ اسی لیے اس میں اجتہاد کی گنجائش ہے، اور اجتہاد ہی سے مختلف زمانوں میں مختلف حدیں مقرر کی گئی ہیں، حتیٰ کہ ایک ہی امام نے مختلف اوقات میں اس کی مختلف حدیں بیان کی ہیں۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے تین مختلف تعریفیں منقول ہیں:

۱۔ مصر جامع وہ ہے جہاں امیر اور قاضی احکام اسلامی کی تنفیذ اور حدود شرعی کی اقامت کرتا ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے بھی ایک قول اسی مضمون کا منقول ہے، اور کرخی وغیرہ فقہاء نے اس کو اختیار کیا ہے۔

۲۔ مصر وہ مقام ہے جس کے باشندے (یعنی وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے) اگر سب کے سب وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو وہ ان کے لیے کافی نہ ہو اور ایک دوسری مسجد بنانے کی ضرورت پڑ جائے۔ اس رائے کو ابن شجاع نے پسند کیا ہے اور ابو عبداللہ الثلجی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔

۳۔ مصر وہ جگہ ہے جہاں کم از کم دس ہزار کی آبادی ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ تینوں تعریفیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک ہی امام نے ان کو مختلف اوقات میں اختیار کیا ہے۔ پھر بعد کے مختلف فقہاء نے اپنی پسند کے مطابق ان میں سے بعض کو رد اور بعض کو قبول کیا حالانکہ وہ مجتہد مطلق نہ تھے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک قول تو وہ منقول ہے جو اوپر بیان ہوا۔ اور انہی سے دوسرا قول یہ روایت کیا گیا ہے کہ:

"مصر وہ ہے جہاں سڑکیں اور بازار ہوں، محلے ہوں، کوئی والی ظالم سے مظلوم کا انصاف لینے والا ہو اور کوئی عالم موجود ہو جس سے مسائل شرعیہ میں رجوع کیا جا سکے۔" (ہدایہ، فتح القدیر و شرح العنایہ علی الہدایہ، ج ۱، ص: ۴۰۹، ۴۱۱)

اس طرح امام اعظمؒ نے دو مرتبہ اور امام ابو یوسف نے تین مرتبہ مصر کی تعریف میں ترمیم فرمائی۔ اس کے بعد مختلف لوگوں نے مختلف تعریفیں کیں اور ترمیمات کا سلسلہ جاری رہا۔ مثلاً علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

"ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے (بلا اس تصریح کے کہ وہ مشائخ ہیں کون؟) کہ مصر وہ ہے جہاں ہر پیشے کا آدمی اسی مقام پر کام کر کے گزر بسر کر سکتا ہو۔ اور اسے باہر جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔" (کتاب المبسوط، ج ۲، ص: ۲۴)

ایک اور تعریف 'برجندی' نے 'کنز العباد' سے نقل کی ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک:

"مصر وہ ہے جہاں ہر روز ایک بچہ پیدا اور ایک آدمی مرے"۔

ایک اور تعریف 'کنز العباد' میں کسی نامعلوم الاسم فقیہ سے نقل کی گئی ہے کہ:

"مصر وہ ہے جس کی مردم شماری بغیر انتہائی تکلیف اور سخت مشقت کے معلوم نہ کی جا سکے۔"

اسی قسم کی اور تعریفات کا سلسلہ قریب قریب ہر زمانے میں برابر جاری رہا ہے حتیٰ کہ ہم سے بہت قریبی دور میں بھی مختلف علماء نے مختلف تعریفیں کی ہیں، جن کی تعداد درجنوں سے متجاوز ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصر کی تعریف خود حنفیہ میں مختلف فیہ ہے۔ مصر کوئی متعین چیز نہیں ہے۔ اگر اب اس کی کوئی نئی تعریف کی جائے تو حنفیت سے خارج ہو کر غیر مقلدیت کے

دائرے میں چلے جانے کا خطرہ نہیں ہے، اور سب سے زیادہ یہ کہ اگر حنفیہ ہی کے اصول پر مصر کے مفہوم کا تعین اس طرح کیا جائے کہ اس سے اسقاطِ فرض کے بجائے اقامتِ فرض میں مدد ملتی ہو، تو وہ اہلِ تقویٰ کے لیے زیادہ قابلِ قبول ہونا چاہیے۔

آخری تنقیح

اب میں آخری تنقیح کی طرف توجہ کرتا ہوں جس پر مسئلے کے تصفیہ کا مدار ہے۔ اس تنقیح کے الفاظ پھر ایک مرتبہ ملاحظہ فرما لیجیے:

''کیا یہ جائز ہے کہ اس فرض کو ادا کرنے کے لیے ایک ایسا نظام اختیار کیا جاسکے جو فقہائے حنفیہ کے فتاویٰ سے چاہے مختلف ہو۔ مگر ان کے اصول کے خلاف نہ ہو۔''

اوپر میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر شرط سلطان کو بالکل ساقط کر دینے اور مصر کی تعریفات میں پے در پے ترمیمات کرنے کے باوجود حنفیت کے دائرے سے کوئی شخص خارج نہیں ہوتا، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس مذہب کے دائرے میں ادائے فرض کے کسی ایسے نظام کی گنجائش نہ ہو، جو اصول مذہب حنفی پر پورا اترتا ہو۔ لہٰذا اب مجھ پر صرف اس امر کا بارِ ثبوت رہ جاتا ہے کہ جو نظام میں تجویز کر رہا ہوں وہ اصول مذہب حنفی کے مطابق ہے۔

میں نے جہاں تک احکام پر غور کیا ہے، اس سے مجھے شریعت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کو منتشر طور پر چھوٹے چھوٹے قریوں میں الگ الگ ادا کرنا مقاصد جمعہ کے لیے مفید نہیں ہے۔ اس لیے شارع نے حکم دیا کہ جمعہ ''مصر جامع'' میں ادا کیا جائے۔ ''مصر جامع'' کا لفظ خود اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس سے مراد کوئی ایسی بستی ہے جو چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو یکجا کرنے والی، یا جامع الجماعات ہو۔ یعنی جہاں بہت سی چھوٹی بستیوں کے لوگ اکٹھے ہو کر جمعہ ادا کریں۔ اس غرض کے لیے دوکانوں اور بازاروں، اور آبادی کی تعداد، اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو مصر کی جامعیت میں کوئی دخل نہیں ہے۔ نہ اقامت جمعہ سے ان اجزائے مصر کا براہ راست کوئی تعلق ہے کہ جمعہ کی نماز اپنی صحت کے لیے بازار اور بہت سی دوکانیں مانگتی ہو۔ اس کے لیے صرف ایک ایسی بستی کی ضرورت ہے جو مرکزی حیثیت رکھتی ہو، تاکہ اطراف کے منتشر مسلمان وہاں مجتمع ہو جائیں۔ اگر کوئی بڑا شہر موجود ہو، جسے تمدن نے خود ہی ایک مرکزی حیثیت دے رکھی ہو تو بہت اچھا، ورنہ امام وقت جس بستی کو مناسب سمجھے ''مصر جامع قرار دے کر اطراف کے لوگوں کو وہاں جمع ہونے کا حکم دے سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ:

وَلَوْ مَصَّرَ الْاِمَامُ مَوْضِعًا وَاَمَرَهُمْ بِالْاِقَامَةِ فِيْهِ جَازَ، وَلَوْ مَنَعَ اَهْلُ مِصْرٍ اَنْ يُجَمِّعُوْا لَمْ يُجَمِّعُوْا۔

''اگر امام کسی جگہ کو مصر ٹھہرا دے اور لوگوں کو وہاں جمعہ قائم کرنے کا حکم دے تو وہاں نماز جائز ہے، اور اگر کسی مقام کے باشندوں کو جمعہ قائم کرنے سے منع کر دے تو ان کو قائم نہ کرنا چاہیے۔'' (ج ۱، ص ۴۰۹)

لیکن اگر امام موجود نہ ہو تو جس طرح مسلمانوں کی تراضی سے جمعہ قائم ہو سکتا ہے اور جس طرح ان کی تراضی سے قاضی مقرر ہو سکتا ہے، اسی طرح ان کی تراضی، امام کی قائم مقام بن کر، کسی بستی کو ''مصر جامع'' بھی ٹھیرا سکتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس میں کون سی نص مانع ہے، یا یہ بات اصول میں سے کس اصل کے خلاف پڑتی ہے۔

مصر جامع کی شرط لگانے سے شارع کا منشا تو یہ تھا کہ دیہات کے لوگ فریضہ جمعہ کو منتشر طور پر ادا کرنے کے بجائے ایک مرکزی مقام پر مجتمع ہو کر ادا کریں۔ مگر نہ معلوم کن وجوہ سے اس شرط کے معنی بالکل الٹ دیئے گئے اور دیہات کے لوگوں کو اجتماع کا حکم دینے کے بجائے الٹا فریضہ جمعہ ہی سے سبکدوش کر دیا گیا۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہوئی کہ لفظ ''مصر'' سے علماء کا ذہن ''شہر'' کے عرفی مفہوم کی طرف منتقل ہو گیا اور انہوں نے حدیث کا مطلب یہ سمجھا کہ جمعہ صرف شہروں میں قائم کیا جاسکتا ہے۔ پھر چونکہ شہر بہت دور دور ہوتے ہیں، اور مسافت بعیدہ طے کر کے ان کی طرف جانے سے آدمی مسافر کی تعریف میں آجاتا ہے، جس پر جمعہ از روئے نص فرض ہی نہیں ہے۔ اس لیے بات یہاں تک پہنچ گئی کہ مضافات شہر کے سوا باقی تمام دیہات کے باشندوں پر سے فریضہ جمعہ ساقط ہے۔ حالانکہ جس چیز کو قرآن اور احادیث مشہورہ اور سنت و اجماع نے مسلمانوں پر فرض عین ٹھیرایا ہو، اسے دیہات کے رہنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لیے غیر فرض بنا دینا، اور وہ بھی ایک ضعیف الاسناد، مختلف فیہ اور مبہم المعنی حدیث کی بناء پر کسی طرح مقتضائے احتیاط نہیں ہے۔ حدیث نے تو اقامت جمعہ کے لیے محض ''مصر جامع'' کی شرط لگائی ہے۔ مردم شماری کی ایک خاص مقدار اور دو کانوں کی ایک خاص تعداد اور ایسی ہی دوسری چیزوں کی تصریح اس میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ چیزیں بجائے خود اقامت جمعہ کے لیے شرط منصوص نہیں ہیں، بلکہ ان کو اس مفہوم نے شرط بنایا ہے جو لفظ مصر سے علمانے سمجھا۔ بالفاظ دیگر فریضہ منصوصہ کو دیہات کے مسلمانوں پر سے ساقط کرنے والی چیز خود نص نہیں ہے، بلکہ وہ مفہوم ہے جو نص سے اخذ کیا گیا ہے۔ اگر اس مفہوم کے سوا نص کا کوئی اور مفہوم نہ ہوتا، یا نص اپنے الفاظ میں صریح ہوتی، تو بلاشبہ اس کی بناء پر اسقاط فرض درست ہوتا۔ مگر جب کہ اس کا کوئی دوسرا مفہوم بھی ہو سکتا ہے، تو میرے نزدیک تقویٰ اور خشیت کا تقاضا یہ ہے کہ اسقاط فرض کا راستہ کھولنے والے مفہوم کی بہ نسبت اقامت فرض کا راستہ کھولنے والا مفہوم زیادہ لائق ترجیح ہو۔

میں نے مصر کی جو تعریف کی ہے اس کو اختیار کرنے سے اکثر و بیشتر دیہاتی مسلمانوں کے لیے، بلکہ خانہ بدوش مسلمانوں کے لیے صحیح شرعی طریق پر جمعہ ادا کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دیہی علاقوں کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں تقسیم کیا جائے، جن کا دور مقامی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے، ۴-۵ میل سے لے کر ۸-۹ میل تک ہو۔ ان حلقوں میں ایک مرکزی مقام کو مسلمان باشندوں کی باہمی رضامندی سے مصر جامع قرار دے دیا جائے اور گردوپیش کے دیہات کو توابع مصر قرار دے کر اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مسلمان باشندے وہاں آکر جمعہ کی نماز ادا کریں۔ یہ نظام نہ صرف احادیث صحیحہ کی رو سے درست ہوگا۔ بلکہ فقہائے حنفیہ کی تصریحات کے بھی خلاف نہ ہوگا۔ فقہا نے توابع مصر کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ بعض لوگوں نے توابع مصر کی حد ۹ میل مقرر کی ہے، بعض نے دو میل، بعض نے چھ میل اور بعض کہتے ہیں کہ ''جس مقام سے مصر میں آکر نماز ادا کرنے کے بعد آدمی رات ہونے سے پہلے پہلے گھر پہنچ سکے۔ وہ توابع مصر میں شمار ہوگا۔'' صاحب بدائع نے اسی آخری تعریف کو پسند کیا ہے، اور حدیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:

عَنِ النَّبِیِّ ﷺ، قَالَ: اَلْجُمُعَۃُ عَلٰی مَنْ اٰوَاہُ اللَّیْلُ اِلٰی اَھْلِہٖ۔[۱]

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ اس پر فرض ہے جو رات سے پہلے اپنے گھر پہنچ جائے۔''

اور بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَۃَ مِنْ مَّنَازِلِھِمْ وَالْعَوَالِیْ ۔

''لوگ جمعہ کے روز اپنی فرودگاہوں اور عوالی سے آیا کرتے تھے۔''

ابوہریرہؓ ہی سے مروی ایک اور روایت ہے:

۷۰۔قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَلَا ھَلْ عَسٰی اَحَدُکُمْ اَنْ یَّتَّخِذَ الصُّبَّۃَ مِنَ الْغَنَمِ عَلٰی رَاْسِ مِیْلٍ اَوْ مِیْلَیْنِ فَتَعَذَّرَ عَلَیْہِ الْکَلَاءُ فَیَرْتَفِعُ ثُمَّ تَجِیْءُ الْجُمُعَۃَ فَلَا یَجِیْءُ وَلَا یَشْھَدُھَا (ثَلَاثًا) حَتّٰی یُطْبَعَ عَلٰی قَلْبِہٖ۔

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنو! تم میں سے ایک شخص بکریوں کا ریوڑ لیے ہوئے چارے کی تلاش میں تو میل دو میل چلا جائے، مگر جب جمعہ آئے تو اس میں شریک ہونے کے لیے یہاں نہ آئے۔ (یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا، پھر فرمایا) ایسے شخص کے دل پر مہر لگائی جائے گی۔''

تخریج:〈۱〉 حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ بَشَّارٍ، ثَنَا مَعْدِی بْنُ سُلَیْمَانَ، ثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ اَبِیْہِ، عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَلَا ھَلْ عَسٰی اَحَدُکُمْ اَنْ یَّتَّخِذَ الصُّبَّۃَ مِنَ الْغَنَمِ عَلٰی رَاْسِ مِیْلٍ اَوْ مِیْلَیْنِ فَیَتَعَذَّرُ عَلَیْہِ الْکَلَاءُ فَیَرْتَفِعُ ثُمَّ تَجِیْءُ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَجِیْءُ وَلَا یَشْھَدُ ھَا وَتَجِیْءُ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُھَا وَتَجِیْءُ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُ ھَا حَتّٰی یُطْبَعَ عَلٰی قَلْبِہٖ[۲] (۲)

〈۲〉 اَلَاھَلْ عَسٰی رَجُلٌ یَتَّخِذُ الصُّبَّۃَ مِنْ غَنَمٍ عَلٰی رَاْسِ مِیْلَیْنِ اَوْثَلَاثَۃٍ فَتَاْتِیْ عَلَیْہِ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُ ھَا، ثُمَّ تَاْتِیْ عَلَیْہِ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُ ھَا، فَیَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ۔(۳)

ترجمہ: ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ سنو! ایک آدمی بکریوں کا ریوڑ لیے ہوئے چارے کی تلاش میں تو دو تین میل چلا جائے مگر جب جمعہ آئے تو اس میں شریک ہونے کے لیے نہ آئے۔ پھر جمعہ آئے مگر وہ پھر بھی شرکت کے لیے نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

〈۳〉 حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِیْسَ، عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ، عَنْ مُحَمَّدِبْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : عَسٰی اَحَدُکُمْ اَنْ یَّتَّخِذَ الصُّبَّۃَ مِنَ الْغَنَمِ عَلٰی رَاْسِ الْمِیْلَیْنِ اَوِ الثَّلَا ثَۃِ فَتَکُوْنُ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُھَا، ثُمَّ تَکُوْنُ الْجُمُعَۃُ فَلَا یَشْھَدُھَا، فَیَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ۔(٤)

---

[۱] اس حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے، لیکن یہ مضمون متعدد طریقوں سے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاویہ سے منقول ہوا ہے اور اسے نافع، حسن اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی اور عطا اور اوزاعی اور ابوثور نے قبول کیا ہے۔

[۲] ترجمہ ص ۳۷۴ پر آ چکا ہے۔

ترجمہ: ''ایسا تو ممکن ہے کہ تم میں سے ایک آدمی بکریوں کا ریوڑ لیے ہوئے چارے کی تلاش میں دو تین میل چلا جائے، مگر جمعہ آ جائے تو اس میں شریک ہونے کے لیے نہ آئے۔ پھر جمعہ آئے تو وہ پھر بھی شریک جمعہ نہ ہو۔ پھر تیسری مرتبہ جمعہ آئے مگر وہ پھر بھی جمعہ کی نماز میں شریک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔''

بیہقی فی شعب الایمان میں حضرت جابرؓ سے مروی روایت منقول ہے:

﴿۴﴾ عَسٰی رَجُلٌ تَحْضُرُ الْجُمُعَةُ وَهُوَ عَلٰی قَدْرِ مِيْلٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ لَا يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ عَسٰی رَجُلٌ تَحْضُرُ الْجُمُعَةُ وَهُوَ عَلٰی قَدْرِ مِيْلَيْنِ مِنَ الْمَدِيْنَةِ لَا يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ عَسٰی رَجُلٌ يَكُوْنُ عَلٰی قَدْرِ ثَلَاثَةِ اَمْيَالٍ مِنَ الْمَدِيْنَةِ لَا يَحْضُرُ الْجُمُعَةَ فَيَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ۔(۵)

ترجمہ: ایسا بھی ہے کہ ایک آدمی مدینہ سے میل کے فاصلہ پر ہو اور جمعہ کا وقت آ جائے مگر وہ شریک جمعہ نہ ہو اور یہ بھی کہ جمعہ کا وقت آ جائے اور ایک آدمی دو میل کے فاصلہ پر ہوتے ہوئے بھی جمعہ میں شرکت نہ کرے اور یہ بھی کہ ایک آدمی تین میل کے فاصلہ پر ہوتے ہوئے بھی جمعہ کے آنے پر اس میں شریک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

تشریح: ان احادیث سے اور فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ توابع مصر کی حد چھ سات میل یا اس کے قریب قریب ہے، جہاں کے باشندے نماز پڑھ کر شام تک اپنے گھر پہنچ سکیں۔ اس حد کے اندر رہنے والے تمام مسلمانوں پر، خواہ وہ مستقل دیہات میں رہتے ہوں، یا خانہ بدوش ہوں، مصر جامع میں حاضر ہو کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے۔

جیسا کہ ابن ہمام نے فتح میں لکھا ہے:

وَمَنْ كَانَ مِنْ مَّكَانٍ مِّنْ تَوَابِعِ الْمِصْرِ فَحُكْمُهٗ حُكْمُ اَهْلِ الْمِصْرِ فِیْ وُجُوْبِ الْجُمُعَةِ عَلَيْهِ بِاَنْ يَّاْتِیَ الْمِصْرَ فَلْيُصَلِّيْهَا فِيْهِ۔ (ج ۱، ص ۴۱۱)

''اور جو شخص توابع مصر میں سے کسی جگہ ہو، اس کے لیے خود اہل مصر کی طرح جمعہ واجب ہے۔ اسے مصر میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنی چاہیے۔''

خلاصہ کلام

اب میں اپنے مدعا کی تسہیل کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ پچھلے مباحث کا ایک خلاصہ آپ کے سامنے پیش کر دوں تا کہ بیک نظر آپ کو معلوم ہو جائے کہ اِقَامَةُ جُمُعَةٍ فِی الْقُرٰی کے لیے جو نظام میں تجویز کر رہا ہوں، وہ کہاں تک مسلک حنفی کے خلاف یا موافق ہے۔

(۱) حنفیہ کے نزدیک الگ الگ دیہات میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

(۲) حنفیہ کی رائے میں جمعہ صرف ''مصر جامع'' میں قائم ہونا چاہیے۔ میں اس امر میں بھی ان کا متبع ہوں۔

(۳) حنفیہ صرف دو قسم کے مقامات کو مصر جامع تسلیم کرتے ہیں۔ ایک وہ جن کو تمدن نے خود بخود جامع بنا دیا ہو، جیسے شہر

اور قصبے۔ دوسرے وہ جن کو امام وقت جمعہ قائم کرنے کے لیے مصر ٹھہرا دے۔ اس میں صرف اتنی ترمیم میں نے تجویز کی ہے کہ جہاں امام موجود نہ ہو، وہاں عامۃ المسلمین کے اتفاق کو امام کا قائم مقام قرار دیا جائے اور ان کے اس اختیار کو تسلیم کیا جائے کہ وہ کسی مقام کو مصر جامع قرار دے لیں۔ چونکہ اقامت جمعہ کے معاملہ میں حنفیہ نے مسلمانوں کی تراضی کو امام کا قائم مقام تسلیم کیا ہے، لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ تعین مصر کے معاملہ میں ایسا کرنا حنفیہ کے اصول کے خلاف سمجھا جائے۔

(۴) حنفیہ نے دیہاتیوں کے حق میں جمعہ کی عدم فرضیت کا حکم صرف اس لیے لگایا ہے کہ امراء وسلاطین نے اقامت جمعہ کے لیے کوئی نظام قائم کرنے سے بے پروائی برتی، جس کی وجہ سے جمعہ محض پہلی قسم کے امصار جامعہ، یعنی شہروں اور بڑے بڑے قصبوں تک محدود ہو کر رہ گیا، اور چونکہ شہر دور دور ہوتے ہیں، اس لیے مجبوراً حنفیہ کو یہ فتویٰ دینا پڑا کہ دیہات کے باشندوں پر جمعہ فرض نہیں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ دیہاتی کا محض دیہاتی ہونا، اس پر سے جمعہ کے ساقط ہونے کا سبب نہیں ہے۔ چنانچہ جو دیہات توابع مصر میں ہوں، یعنی ''مصر'' سے سات آٹھ یا نو میل کی حد میں ہوں، ان پر حنفیہ کے نزدیک جمعہ اسی طرح فرض ہے جس طرح اہل مصر پر فرض ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جو فتویٰ اس مجبوری کی بنا پر دیا گیا ہے اس کے سبب کو دور کرنا ہم پر لازم ہے، تاکہ سبب زائل ہونے کے ساتھ فتویٰ خود بخود زائل ہو جائے۔ اور مسلمانوں کے لیے ایک فرض مکتوب کے ادا کرنے کا راستہ کھلے۔ بخلاف اس کے بعض علماء فرماتے ہیں کہ سبب کو قائم رکھو تا کہ وہ پرانا فتویٰ جو قدامت کی وجہ سے مقدس ہو چکا ہے، اٹل رہے، چاہے فرض مکتوب کی رحمتوں سے کروڑوں مسلمان محروم رہ جائیں۔

تغیر فتویٰ کی دینی ضرورت

بحث کے اس خلاصہ کو دیکھ کر بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اقامت جمعہ کا جو نظام میں تجویز کر رہا ہوں، اس کے لیے مذہب حنفی میں پوری گنجائش موجود ہے، اور اسے ناجائز ٹھیرانے کے لیے حقیقتاً کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ اب میں مختصراً یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس قسم کا ایک نظام تجویز کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی ہے اور شرعی نقطہ نظر سے اس ضرورت کی اہمیت کیا ہے۔

ہندوستان میں جب تک مسلمانوں کی حکومت تھی، خواہ وہ شرعی حیثیت سے کتنی ہی ناقص ہو، بہر حال اس کی وجہ سے اسلام کا اجتماعی نظام کسی نہ کسی حد تک ضرور قائم تھا۔ کم از کم اتنا تو تھا کہ اسلامی قوانین مسلمان حاکموں کے ذریعہ سے نافذ ہوتے تھے اور ہماری قوم کے عوام و خواص، شہری اور دیہاتی اپنی زندگی کے معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ افراد امت کو ایک دینی سر رشتہ سے وابستہ رکھنے کا یہ ایک قوی ذریعہ تھا۔ مگر جب وہ نیم اسلامی حکومت بھی ختم ہوگئی تو امت کو باہم مربوط رکھنے کے لیے کوئی نظام باقی نہ رہا۔ اب لے دے کر ہماری جمعیت، بلکہ حیات ملی کا تمام تر انحصار ان روابط پر رہ گیا ہے جو عقائد، عبادات اور تمدن ومعاشرت کے شرعی قوانین سے پیدا ہوتے ہیں۔ انہی کی طاقت سے ہمارے طاقت ہے۔ ان کی کمزوری سے ہماری کمزوری ہے اور ان کی موت سے ہماری موت ہے۔ ابھی تک بے شمار مخالف اسباب کی کارفرمائی کے باوجود شہروں میں یہ روابط نسبتاً کافی طاقتور ہیں، مگر دیہات میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی منتشر آبادیاں جو لاکھوں میل کے

رقبہ پر پھیلی ہوئی ہیں، ان کو دینی رابطہ میں جوڑنے والا سررشتہ اَب اس درجہ کمزور ہو چکا ہے کہ ایک اشارہ میں ٹوٹ سکتا ہے۔ وہ منتشر بھیڑوں کی طرح ہر گمراہ کن بھیڑیے کے لیے آسان شکار بن گئے ہیں، اور جہاں وہ قلیل التعداد ہیں، وہاں تو ان کی جان و مال اور عزت و آبرو تک محفوظ نہیں۔ اس صورت حال کی اصلاح اگر جلدی نہ کی گئی تو آپ دیکھیں گے کہ دیہات کی مسلمان آبادیاں فوج در فوج امت سے کٹتی چلی جائیں گی اور ان کا کٹ جانا گویا امت کا ختم ہو جانا ہے، کیونکہ ہماری آٹھ کروڑ آبادی میں سے کم از کم ساڑھے چھ کروڑ افراد دیہات میں آباد ہیں۔

اب اگر محض غیر قوموں کی تقلید کرنی ہو، تو دیہات سدھار کے بہت سے پروگرام بن سکتے ہیں، اور بن رہے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ایسے پروگرام سے اسلامی جمعیت اور دینی شیرازہ بندی ممکن نہیں۔ اسلامی جمعیت تو صرف رابطہ دینی کو مضبوط کرنے سے پیدا ہو سکتی ہے، اور اس کو مضبوط کرنے کے جتنے طریقے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ دیہات میں اقامت جمعہ کا نظام قائم نہ کر دیا جائے۔ دینی اصلاح و تنظیم کی راہ میں پہلا قدم، منتشر افراد اور پراگندہ ٹکڑیوں میں دین کے واسطے سے ربط و مرکزیت سے پیدا کرنا ہے اور اس ربط و مرکزیت کو پیدا کرنے کی بہترین صورت جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے پسند فرمائی ہے، وہ اقامت جمعہ ہے۔ (تفہیمات دوم: دیہات میں...)

ماٰخذ

(۱) ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب فى فرض الجمعة۔ ☆ السنن الكبرىٰ للبيهقى، ج ٣، كتاب الجمعة۔ ☆ شعب الايمان، ج ٣، ص ١٠٥-١٠٦، حديث نمبر ٣٠١٤۔

(۲) ابن ماجه: باب فرض الجمعة، باب فيمن ترك الجمعة من غير عذر۔ ☆ شعب الايمان ج ٣، ص ١٠٤، ١٠٥ حديث نمبر ٣٠١١۔

(۳) كنزالعمال، ج ٧، ص ٧٣١ ☆ بيهقى فى شعب الايمان ج ٣، حديث نمبر ٣٠١٠ ☆ ابن عدى فى الكامل عن ابن عمر۔

(٤) مصنف ابن ابى شيبه، ج٢، كتاب الصلوات، باب فى تفريط الجمعة وتركها۔ ☆ كنزالعمال، ج٧، ص ٧٣٢۔

(٥) كنزالعمال، ج ٧، ص ٧٣١۔ ☆ شعب الايمان ج ٣، حديث نمبر ٣٠١٢۔

فصل ۹:

نماز اور خطبہ جمعہ کی زبان

چند ضروری مقدمات

قبل اس کے کہ اصل مبحث پر کچھ عرض کیا جائے، چند مقدمات ذہن نشین کر لیجیے کہ ان سے ہمارے آئندہ بیانات کو سمجھنے میں سہولت ہوگی:

(۱) یہ امر مسلم ہے کہ شریعت حقہ کی بنیاد حکمت اور مصلحت پر قائم ہے۔ شارع حکیم نے کوئی حکم بھی بے معنی اور بے مقصد نہیں دیا ہے۔ نہ کسی حکم کو بجالانے کا طریقہ مقرر کرنے میں کہیں حکمت و مصلحت کو نظر انداز کیا ہے۔ جب یہ مسلم ہے تو لامحالہ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ شریعت کا صحیح اتباع تفقہ کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ کسی کام کا حکم دینے، یا کسی فعل سے منع کرنے میں شارع کے پیش نظر کون سا مقصد یا کون سی مصلحت ہے، اور جو شخص یہ نہیں سمجھتا کہ کسی حکم کی بجا آوری کے لیے شارع نے جو عملی صورت مقرر کی ہے۔ اس خاص صورت میں کیا حکمت مدنظر ہے، اور اصل مقصد کی تحصیل میں کون کون سا جزئیہ کس کس طرح مددگار ہوتا ہے، اس کے لیے زندگی کے مختلف احوال میں شریعت کا صحیح اتباع کرنا بہت مشکل بلکہ تقریباً محال ہوگا۔ اس کے پاس شریعت کا صرف جسم ہوگا۔ اس کی روح نہ ہوگی۔ وہ محض استخواں کا مالک ہوگا، مغز کو نہ پاسکے گا۔ بعض حالات میں نہیں، بلکہ اکثر حالات میں اس طرح عمل کرے گا کہ بظاہر تو وہ شارع کے احکام کی پیروی ہوگی، مگر درحقیقت شارع کے اصلی مقاصد فوت ہوجائیں گے۔ کیونکہ اس کی نگاہ احکام کی مجرد عملی صورتوں اور ان کے جزئیات پر ہوگی۔ ان احکام میں جو مصالح اور مقاصد پوشیدہ ہیں، وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہی رہیں گے۔ پھر کس طرح وہ مقاصد و مصالح کے لحاظ سے جزئیات میں تغیر و تبدل کر سکے گا۔

(۲) یہ حقیقت یقیناً ناقابل انکار ہے کہ شارع نے غایت درجہ کی حکمت اور کمال درجہ کے علم سے کام لے کر اپنے احکام کی بجا آوری کے لیے زیادہ تر ایسی ہی صورتیں تجویز کی ہیں، جو تمام زمانوں اور تمام مقامات اور تمام حالات میں اس کے مقاصد کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بکثرت جزئیات ایسے بھی ہیں، جن میں تغیر حالات کے لحاظ سے احکام میں تغیر ہونا ضروری ہے۔ جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ میں عرب اور دنیائے اسلام کے تھے، لازم نہیں کہ بعینہ وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں۔ لہٰذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان

حالات میں اختیار کی گئی تھیں، ان کو ہو بہو تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح و حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے، جس کو روح اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔ ایک موٹی سی مثال لے لیجیے۔ نبی ﷺ نے نماز کے لیے سورج کی حرکت کے لحاظ سے اوقات مقرر فرمائے ہیں۔ اس لیے کہ عرب اور ربع مسکوں کے بیشتر حصوں کے لیے تعین اوقات کی یہی صورت مناسب ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص قطب شمالی کے قریب رہنے والوں کے لیے بھی نمازوں کے اوقات معین کرنے میں وہی سورج کے طلوع و غروب اور سایہ کے اتار چڑھاؤ کا لحاظ کرے، تو بظاہر یہ شارع کے منصوص احکام کی حرف بحرف پیروی ہوگی، مگر درحقیقت اس سے شارع کا اصل مقصد فوت ہو جائے گا اور اس کا شمار خلاف ورزی احکام میں ہوگا۔ کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ ترک صلوٰۃ اور اسقاط فرض ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جزئیات میں دلالۃ النص اور اشارۃ النص تو درکنار، صراحۃ النص کی پیروی بھی تفقہ کے بغیر درست نہیں ہوتی۔ اور تفقہ کا اقتضا یہ ہے کہ انسان ہر مسئلہ میں شارع کے مقاصد و مصالح پر نظر رکھے اور انہی کے لحاظ سے جزئیات میں تغیر احوال کے ساتھ ایسا تغیر کرتا رہے جو شارع کے اصول تشریع پر مبنی اور اس کے طرز عمل سے اقرب ہو۔

(۳) مگر تفقہ کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان محض اپنی عقل و فہم کی پیروی کرنے لگے اور اس کے پیچھے پیچھے جدھر چاہے نکل جائے، خواہ وہ حدود شریعت سے متجاوز ہی کیوں نہ ہو۔ اس قسم کی عقل وہ چیز نہیں ہے جس کو اسلام کی اصطلاح میں ''تفقہ'' کہتے ہیں، بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کو قرآن میں اتباع ہویٰ کہا گیا ہے۔ ہویٰ پرستی کی لازم خصوصیت افراط پسندی ہے، اور اسلامی تفقہ کی سب سے بڑی خصوصیت اعتدال اور توازن ہے۔ ہویٰ پرست ہر معاملہ میں کسی ایک مصلحت یا ایک فائدے کا ایسا شیدائی بن جاتا ہے کہ اس کی خاطر دوسرے مصالح اور فوائد سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ بخلاف اس کے اسلامی تفقہ، تمام مصالح اور فوائد کا مناسب لحاظ کرتا ہے اور کسی مصلحت کو اگر نظرانداز کرتا بھی ہے تو صرف اس صورت میں جب کہ کوئی عظیم تر مصلحت اس چھوٹی مصلحت کی قربانی چاہتی ہو۔ پھر مصلحت اور مضرت کے معیار میں بھی اسلامی تفقہ اور ہوا پرستی کے درمیان اختلاف ہے۔ ہوا پرست اسلام کے معیار پر نہیں بلکہ اپنے رجحان طبع کے معیار پر مصلحت و مضرت کا تعین کرتا اور مصالح میں سے بعض کو اہم اور بعض کو غیر اہم قرار دیتا ہے۔ بخلاف اس کے اسلامی تفقہ کا مقتضا یہ ہے کہ آپ کی نظر اسلام کی نظر ہو، آپ اس چیز کو مصلحت سمجھیں جسے اسلام مصلحت سمجھتا ہے اور اس چیز کو مضرت سمجھیں جسے اسلام مضرت سمجھتا ہے اور مختلف مصالح اور مضرات کے درجے مقرر کرنے میں وہی معیار مدنظر رکھیں جو اسلام کے پیش نظر ہے۔ پس کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مجرد عقل پرستی کا نام تفقہ ہے اور ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی عقل کی پیروی میں شریعت کے جس حکم کو چاہے، بدل دے۔ ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں۔ اسلامی تفقہ یہ نہیں ہے کہ آپ اپنی نگاہ میں جس چیز کو مصلحت سمجھتے ہیں اس کی خاطر ان بہت سی مصلحتوں کو قربان کر دیں جنہیں شارع نے اپنے احکام میں ملحوظ رکھا ہے۔ یا آپ بزعم خود جس مضرت کو اہم سمجھتے ہیں اس سے بچنے کے لیے ایسی بہت سی مضرتوں کو قبول کر لیں جن سے شارع آپ کو بچانا چاہتے ہیں۔ بلکہ اسلامی تفقہ یہ ہے کہ آپ شارع کی تمام مصلحتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان میں سے

ایک ایک کو وہی اہمیت دیں جو خود شارع نے دی ہے اور جزئیات میں تغیر و تبدل اس طور پر کریں کہ شارع کے قائم کیے ہوئے توازن میں فرق نہ آنے پائے۔ یاد رکھیے کہ شارع کے تجویز کردہ طرز عمل میں تغیر صرف اسی صورت میں جائز ہوسکتا ہے، جب کہ تغیر احوال کی بنا پر اس کی پیروی سے کوئی ایسی مصلحت فوت ہوتی ہو جو آپ کے شخصی رجحان کے لحاظ سے نہیں، بلکہ خود شارع کے نقطہ نظر سے اہم ہو۔ پھر ایسی صورت میں بھی صرف اس حد تک جزئی تغیر کیا جاسکتا ہے کہ اس اہم تر شرعی مصلحت کی حفاظت کے ساتھ دوسری شرعی مصلحتوں کو نقصان نہ پہنچے، یا اگر پہنچے بھی تو وہ ایسی مصلحتیں ہوں جو شارع کی نگاہ میں نسبتاً زیادہ اہمیت نہ رکھتی ہوں۔

(۴) نبی ﷺ اور آپ کے تربیت یافتہ بزرگوں کے عمل سے احکام کے استنباط میں ایک قاعدہ کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ "شرعی عمل" اور "طبیعی" یا "عادی عمل" میں فرق کیا جائے۔ شرعی عمل سے مراد ایسا عمل ہے جو اس بنا پر اختیار کیا گیا ہو کہ شریعت کا منشا وہی خاص طرز عمل اختیار کرنے سے پورا ہوتا ہے اور طبیعی یا عادی عمل سے وہ طرز عمل مراد ہے جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے اپنے شخصی و طبیعی رجحان یا اپنے خاص زمانے اور ملک کے اجتماعی حالات کے اقتضاء سے اختیار کیا تھا۔ یہ دوسری قسم کا طرز عمل متعدد حیثیات سے ہمارے لیے سبق آموز اور موجب رشد و ہدایت ہوسکتا ہے۔ مگر اس سے شرعی احکام کا استنباط درست نہیں۔ دلیل شرعی صرف پہلی قسم ہی کا طرز عمل ہے۔ بعض معاملات میں ان دونوں کا فرق بالکل نمایاں ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہر شخص سرسری نظر میں اس کو سمجھ سکتا ہے۔ مگر بعض امور میں یہ دونوں طرز عمل اس درجہ مخلوط ہوتے ہیں کہ ان کے درمیان فرق کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں ایک قسم کے طرز عمل کو دوسری قسم کے طرز عمل کی حیثیت سے لینے اور اس سے غیر مناسب نتائج اخذ کرنے کی غلطی اکثر پیش آئی ہے اور بڑے بڑوں کو پیش آئی ہے۔ نبی ﷺ ایک ہی وقت میں رسول بھی تھے، ایک انسان بھی تھے، ایک عرب بھی تھے، ایک خاص زمانے اور خاص اجتماعی ماحول کے رہنے والے بھی تھے۔ آپ کے ہر فعل میں، خواہ دینی ہو یا دنیوی، یہ سب حیثیتیں ایک ساتھ موجود تھیں۔ ان مختلف حیثیات کے مخلوط ہونے کی وجہ سے بسا اوقات یہ تمیز کرنا بہت مشکل ہوجاتا ہے کہ کسی فعل میں کون سا حصہ آپ کی حیثیت رسالت سے تعلق رکھتا ہے، تاکہ اسے حجت شرعی بنایا جائے اور کون سا حصہ آپ کی دوسری حیثیات سے متعلق ہے جو حجت شرعی نہیں ہے۔ اس سے زیادہ اختلاط حیثیات صحابہ کرام کے افعال میں ہے۔ ہمارے لیے ان کے عمل میں شرعی رہنمائی صرف اس حیثیت سے ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے بلاواسطہ تربیت پائی ہے اور آپ سے احکام شریعت کا براہ راست استفادہ کیا ہے۔ اس حیثیت کے علاوہ ان کی دوسری حیثیات جس قدر بھی ہیں، وہ خواہ کتنی ہی اہمیت رکھتی ہوں، بہرحال کسی شرعی ہدایت کی حامل نہیں۔ اب ان کے افعال میں، خصوصاً دینی افعال میں، یہ تمیز کرنا بسا اوقات بہت مشکل ہوجاتا ہے کہ کون سی چیز رسول اللہ ﷺ کی شرعی ہدایت سے ماخوذ ہے، کون سی ان کی اپنی رائے اور اجتہاد پر مبنی ہے اور کون سی ان کے خاص شخصی اور زمانی و مکانی حالات سے تعلق رکھتی ہے۔ یہاں امتیاز کا ذریعہ ہمارے پاس صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن اور سنت کے وسیع اور غائر مطالعہ سے آدمی کے اندر جو اسلامی بصیرت پیدا ہوتی ہے، اس سے وہ شرعی عمل اور طبیعی و عادی عمل کے باریک فرق کو

محسوس کرسکتا ہے اوراس کا ذوق اس کو بتا دیتا ہے کہ کون سی چیز طبیعت اسلام سے تعلق رکھتی ہے اور کون سی اس سے غیر متعلق ہے۔کون سی چیز مصالح شرعیہ کی حامل ہے اور کون سی نہیں۔کون سی چیز اسلامی سسٹم کا ایک جز ہے اور کون سی نہیں۔اس باب میں اختلاف کی بھی کافی گنجائش ہے۔ کیونکہ ایک شخص کا ذوق اوراس کی بصیرت لازماً دوسرے شخص کے ذوق اور بصیرت کے بالکل مطابق نہیں ہوسکتی، اگرچہ ماٰخذ دونوں کا ایک ہی ہو۔لہٰذا کسی شخص کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ صرف وہی چیز ''شرعی'' ہے جس کو میری بصیرت شرعی کہہ رہی ہے اور دوسرے شخص کی بصیرت جس کو ''شرعی'' کہتی ہے، وہ قطعاً ویقیناً غلط ہے۔

ان مقدمات کو ذہن نشین کرلینے کے بعد نماز اور خطبہ جمعہ کی زبان کے مسائل پر الگ الگ غور کیجیے۔اس لیے کہ ان دونوں مسئلوں کی نوعیتیں باہم مختلف ہیں، اگرچہ بظاہر ایک نظر آتی ہیں۔

نماز کی زبان

نماز کی زبان کے متعلق آج کل عام طور پر لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء: ۴۳) ''نشہ کی حالت میں نماز کی قریب نہ جاؤ تاوقتیکہ تم یہ نہ جانو کہ کیا کہہ رہے ہو۔'' سے استدلال کیا جاتا ہے۔لیکن درحقیقت اس آیت سے استدلال درست نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے حَتّٰى تَعْلَمُوْا فرمایا ہے، حَتّٰى تَفْقَهُوْا یا حَتّٰى تَفْهَمُوْا نہیں فرمایا۔علم اور فقہ وفہم میں جو باریک فرق ہے، اس کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دوران نماز میں ایک ایک لفظ اور ایک ایک فقرے کے معنی ومفہوم کو سمجھنا اور ہر لفظ کے معنی کی طرف ملتفت رہنا ضروری ہے، اور جب تک یہ فہم اور التفات حاصل نہ ہو، نماز صحیح نہیں ہوتی۔حالانکہ یہ بداہتاً غلط ہے۔اگر ایک عربی نہ جاننے والے کی نماز محض اس وجہ سے صحیح نہیں ہوسکتی کہ وہ نماز میں جو کچھ پڑھتا ہے اسے نہیں سمجھتا، تو ایک عربی دان کی نماز بھی ایسی حالت میں درست نہ ہونی چاہیے جب کہ وہ سمجھ سمجھ کر نہ پڑھ رہا ہو، اول سے لے کر آخر تک پوری نماز میں ایک ایک لفظ کے معنی کی طرف ملتفت نہ ہو۔ایسی کڑی شرط کے ساتھ تو شاید مشکل ہی سے کوئی شخص روزانہ پانچوں وقت کی نمازیں صحیح ادا کرسکتا ہے۔زندگی میں انسان پر ہر طرح کے حالات گزرتے ہیں، کبھی رنجیدہ ہوتا ہے، کبھی متفکر ہوتا ہے، کبھی کسی کام میں اس کا ذہن مشغول ہوتا ہے، کبھی غیر محسوس طور پر خیالات اور وسوسے اس کے ذہن میں داخل ہوجاتے ہیں اور کافی دیر تک اس کو یہ شعور بھی نہیں ہوتا کہ میرا ذہن کہیں بھٹک گیا ہے۔اگر نماز کے لیے یہ شرط ہو کہ ان سب دماغی وقلبی کیفیات سے بالکل خالی ہوکر انسان پورے شعور اور التفات کے ساتھ کھڑا ہو تو نماز ادا کرنا ہی مشکل ہوجائے گا۔

یہ وہ سختیاں ہیں جو انسان خود اپنی عقل سے اپنے لیے پیدا کرلیتا ہے۔شارع نے اس پر ایسی سختی نہیں کی، کیونکہ وہ اس کی فطری کمزوریوں کو خوب جانتا ہے۔اس نے سمجھ اور التفات اور استغراق اور خشوع وخضوع کو نماز کا کمال اور اس کا حسن تو ضرور قرار دیا ہے اور اس کی خواہش یہی ہے کہ انسان کی نماز ایسی ہی کامل اور حسین ہو، لیکن اس نے ان چیزوں کو شرط نماز قرار نہیں دیا کہ بغیر ان کے نماز درست ہی نہ ہو۔

آیت کا صحیح مفہوم

اب ذرا آیت کے الفاظ پر پھر غور کیجیے۔ اگر سمجھنا اور معانی کی طرف ملتفت ہونا ہی صحت نماز کے لیے ضروری تھا اور اسی بنا پر حالت سکر میں نماز سے دور رہنے کا حکم دیا گیا تھا تو پھر سکر ہی میں کون سی خصوصیت تھی؟ یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ جب تم متفکر ہو، تو نماز سے دور رہو۔ جب تمہیں رنج یا پریشانی یا کسی اور قسم کی ذہنی مشغولیت لاحق ہو تب بھی نماز کے پاس نہ آؤ۔ جب تمہیں محسوس ہو کہ دوران نماز میں تمہارے خیالات کسی اور طرف بھٹک گئے ہیں، تب بھی نماز توڑ دو اور پھر سے شروع کرو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کوئی قید بھی نہیں لگائی بلکہ صرف حالت سکر میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس حالت میں تم کو علم نہیں ہوتا کہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ سکر میں کسی اور قسم کی بے خبری ہوتی ہے جو عدم فہم اور عدم التفات سے مختلف ہے۔ اس حالت میں انسان کو یہ بھی شعور نہیں ہوتا کہ وہ عبادت کے لیے کھڑا ہو رہا ہے یا کسی اور کام کے لیے، قرآن پڑھ رہا ہے یا کچھ اور، قبلہ رخ بھی ہے یا نہیں۔ اس پر کچھ ایسی مدہوشی طاری ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپے میں نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ قرآن پڑھتے پڑھتے کوئی شعر گانے لگے۔ یا خدا کا ذکر کرتے کرتے کچھ اول فول بک جائے، یا قبلہ رخ کھڑے کھڑے کسی دوسری طرف ڈھلک پڑے۔ یا نماز پڑھتے پڑھتے بھول جائے کہ نماز پڑھ رہا ہوں اور ادھوری نماز چھوڑ کر کسی سے باتیں کرنے لگے، یا مصلے پر سے کہیں چل کھڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ سے دراصل ایسی ہی بے شعوری کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ جب تم اپنی حماقت سے اپنے اوپر ایسی حالت طاری کرلو جس میں تم کو اپنی زبان اور اپنے دل و دماغ پر قابو نہ رہتا ہو، تو ہمارے دربار میں حاضر ہونے کی جرأت نہ کرو۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیت مذکور الصدر کا کوئی تعلق نماز کی زبان کے مسئلے سے نہیں ہے اور اس سے یہ استدلال کرنا درست نہیں کہ نماز اس زبان میں پڑھنا ضروری ہے جسے مصلی اچھی طرح سمجھتا ہو۔

ائمہ مجتہدین کے اختلافات

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ آیا نماز کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے؟ اور کیا غیر عربی میں نماز جائز ہے؟ اس سوال کا حل اپنے طریق پر عرض کرنے سے پہلے ہم ان اختلافات کو بیان کیے دیتے ہیں جو اس باب میں ائمہ مجتہدین کے درمیان ہوئے ہیں، تاکہ مسئلہ کی صحیح شرعی حیثیت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

امام اعظمؒ کا مذہب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ فارسی میں (اور فارسی کی کچھ خصوصیت نہیں ہے، ہر زبان میں)[1] نماز پڑھنا یا خدا کا نام لے کر ذبح کرنا، یا اذان دینا (بشرطیکہ وہ غیر عربی اذان معروف ہو اور اس کو سن کر لوگ جان لیں کہ یہ اذان ہے) جائز ہے خواہ ایسا کرنے والا عربی پڑھنے پر قادر ہو یا نہ ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِنَّهٗ لَفِیْ

---

[1] ابوسعید البردعی نے امام صاحب کا یہ مسلک نقل کیا ہے کہ فارسی کے سوا کسی دوسری زبان میں پڑھنا درست نہیں۔ لیکن کرخی نے لکھا ہے کہ امام اعظم کا صحیح مسلک یہ ہے کہ ہر زبان میں پڑھنا جائز ہے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں وَیَجُوْزُ بِاَیِّ لِسَانٍ کَانَ سِوَی الْفَارِسِیَّةِ هُوَ الصَّحِیْحُ۔

زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (الشعراء: ۱۹۶) یعنی ''وہ پچھلی کتابوں میں بھی ہے'' اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن اپنے موجودہ نظم کے ساتھ پچھلی کتابوں میں نہ تھا۔ پس لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ان کتابوں میں اپنے معنی کے اعتبار سے تھا اور جب وہ معنوی ہونے کے باوجود ''قرآن'' ہی تھا تو یہ ماننے میں کیا قباحت ہے کہ قرآن کا فارسی ترجمہ بھی معنیً قرآن ہے اور نماز میں اس کا پڑھنا جائز ہے۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا (حم سجدہ: ٤٤) ''اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عجمی زبان میں بھی یہ معنی ادا کیے جاتے تب بھی وہ قرآن ہی ہوتا۔ مزید برآں روایات میں آیا ہے کہ ایران کے نومسلموں نے حضرت سلمان فارسیؓ سے درخواست کی تھی کہ سورۂ فاتحہ ہم کو فارسی میں لکھ دیجیے۔ چنانچہ انہوں نے لکھ دی اور وہ اس کو نمازوں میں پڑھتے رہے، یہاں تک کہ جب ان کی زبانیں نرم ہو گئیں اور وہ عربی پڑھنے پر قادر ہو گئے تو انہوں نے عربی میں پڑھنی شروع کر دی۔ ان دلائل کی بناء پر امام صاحب کی رائے یہ ہے کہ اگر غیر عربی میں نماز پڑھی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ مگر وہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ بلکہ ابوبکر رازی نے تو لکھا ہے کہ امام صاحب نے آخر میں اپنی اس رائے سے بھی رجوع کر لیا تھا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے قبول کر لی تھی۔

صاحبین کا مذہب

امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عربی پڑھنے پر قدرت رکھتا ہو تو غیر عربی میں نماز پڑھنا درست نہیں۔ ہاں اگر وہ عربی کا تلفظ کرنے پر قادر ہی نہ ہو تو غیر عربی میں پڑھ سکتا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ نماز میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (المزمل: ۲۰) اور ظاہر ہے کہ قرآن کے ترجمہ پر ''قرآن'' کا اطلاق نہیں ہوتا۔ لہٰذا جس نماز میں قرآن کے بجائے اس کا ترجمہ پڑھا جائے وہ نماز ہی نہ ہو گی۔ مگر جو شخص عربی کے ''تلفظ'' پر قادر نہ ہو، اس کے لیے مجبوری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے۔ ایسے شخص کی نماز بالکل اسی طرح ہو جائے گی، جس طرح اس شخص کی نماز جو رکوع و سجود سے عاجز ہو اور اشارہ سے ادا کرے۔

امام شافعیؒ کا مذہب

امام شافعیؒ کا ایک قول وہی ہے جو صاحبین کا اوپر مذکور ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جو شخص عربی تلفظ پر قادر نہ ہو، وہ بغیر قراءۃ کے نماز ادا کرے۔ اگر اس نے دوسری زبان میں ترجمہ پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ کلام اللہ کا ترجمہ کلام اللہ نہیں، کلام الناس ہے۔ اللہ کا کلام صرف عربی قرآن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ (یوسف: ۲) [1]

مسئلہ کی پوری تحقیق

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ سلف صالح کے پیش نظر سوال کی نوعیت صرف یہ تھی کہ اگر نماز غیر عربی میں پڑھی جائے تو آیا ہو بھی جائے گی یا نہیں؟ کسی نے کہا کہ ہو گی مگر مکروہ ہو گی۔ کسی نے کہا سرے سے ہو گی ہی نہیں۔ کسی نے کہا کہ عاجز کی نماز ہو جائے گی بالکل اسی طرح جیسے معذور کی نماز اشارہ سے ہو جاتی ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کے ''مجتہدین'' کے سامنے سوال کی

---

[1] اس بحث کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو کتاب المبسوط للسرخسی، ج ۱ ص ۳۷، اور فتح القدیر و شرح العنایہ علی الہدایہ اول، ص ۱۹۹ تا ۲۰۱۔

نوعیت اس سے بالکل مختلف ہوگئی ہے۔ وہ اس سوال پر اس حیثیت سے نگاہ ڈالتے ہیں کہ غیر عربی دان کی نماز عربی میں ادا ہوتی بھی ہے، یا نہیں؟ اور غیر عرب کے لیے عربی میں نماز اولیٰ ہے یا اپنی مادری زبان میں؟ اب چونکہ صورت مسئلہ بدل گئی ہے، لہٰذا جواب مسئلہ کی صورت بھی بدل جانی چاہیے۔

مصالح شرعیہ

نماز کے لیے کون سی زبان انسب اور اولیٰ ہے؟ اس سوال کے صحیح حل کا انحصار ایک دوسرے سوال کے صحیح حل پر ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام میں نماز کی حیثیت کیا ہے؟ اور اس سے کون کون سے شرعی مصالح وابستہ ہیں؟

اسلام کا اصل مقصد محض فرد کی تہذیب نفس اور اس کا تزکیہ ہی نہیں ہے، بلکہ وہ افراد کو فرداً فرداً پاک اور متقی بنانے کے بعد انہیں باہم جوڑ کر ایک ایسی اعلیٰ درجے کی صالح جماعت بنانا چاہتا ہے جو زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت کے فرائض ادا کرے۔ اس غرض کے لیے اس نے تمام عبادات اس طریقہ پر فرض کی ہیں کہ افراد میں رجوع الی اللہ کے ذریعہ سے تقویٰ کی روح پھونکنے کے ساتھ ساتھ ان کو صالحین کی ایک جماعت بھی بناتی چلی جائیں۔ ان عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے جو تہذیب نفس بھی کرتی ہے۔ قرآنی ہدایات کی اشاعت بھی کرتی ہے، قرآن کی حفاظت بھی کرتی ہے اور مسلمانوں کو ایک جماعت بھی بناتی ہے۔ نماز کی ان مختلف حیثیات اور اسلام کے ان متعدد مقاصد پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز محض ایک بندے کی اپنے خدا سے مناجات ہی نہیں ہے، اور محض ایک ایک فرد میں الگ الگ روح تقویٰ پھونکنے کا ذریعہ ہی نہیں ہے، بلکہ وہ اسلام کا قوام بھی ہے۔ اور انفرادی مصلحت سے عظیم تر مصالح بھی اس سے وابستہ ہیں۔

اب دیکھیے کہ جہاں تک انفرادی مصالح کا تعلق ہے، ان کے لحاظ سے ضروری ہے کہ انسان نماز میں جو کچھ پڑھے، اس کو سمجھے بھی تا کہ تہذیب نفس اور تزکیہ روح کا مقصد پوری طرح حاصل ہو سکے۔ اس غرض کے لیے نماز کا اس زبان میں ہونا مفید ہوگا جسے مصلی جانتا ہو اور سمجھتا ہو۔ لیکن انفرادی مصالح سے اہم تر جو مصالح شارع کے پیش نظر ہیں، ان کو یہ چیز نقصان پہنچا دے گی۔

اولاً قرآن کی حفاظت کا عظیم الشان مقصد اس سے بڑی حد تک فوت ہو جائے گا۔ جب قرآن کے ترجمے کو بھی لوگ قرآن سمجھنے لگیں گے اور یہ خیال عام ہو جائے گا کہ عبادت اور تلاوت کے مقاصد کے لیے ترجمہ اصل کتاب کا قائم مقام ہے تو اصل کتاب سے اعتنا کم ہو جائے گا، اس کو یاد کرنے کا ذوق بھی باقی نہ رہے گا اور ترجمہ ہی کو عملاً بطور اصل لے لیا جائے گا۔

ثانیاً اصل کتاب اللہ سے بے اعتنائی اور تراجم کی طرف روز افزوں التفات کا نتیجہ دین کی خرابی کے سوا کچھ نہ ہوگا، کیونکہ ناقص اور باہم مختلف متعارض ترجموں کے الگ الگ جماعتوں اور الگ الگ قوموں میں معتبر بن جانے سے اسلام کا انجام بھی وہی ہوگا جو مسیحیت اور یہودیت کا ہوا۔

ثالثاً اس سے امت کی وحدت کا خاتمہ ہو جائے گا، اور اسلام میں لسانی قومیتوں کی بنا پڑ جائے گی۔ ہر زبان کے بولنے والوں کی نمازیں اور جماعتیں الگ الگ ہوں گی۔ ایرانی عرب کے پیچھے نماز پڑھے گا اور نہ ترک ہندیوں کی

جماعت میں شریک ہوگا۔ایک ہی جگہ بنگالیوں اور مدراسیوں اور پنجابیوں کی جماعتیں لسانی قومیت کی بنیاد پر الگ الگ قائم ہوں گی،اور نماز کے ٹکڑے ہوتے ہی امت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے۔

ان عظیم تر اجتماعی نقصانات سے بچنے کے لیے ناگزیر ہے کہ نماز کے لیے ایک ہی بین الملی زبان ہو اور وہ وہی زبان ہو جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔رہا انفرادی نقصان،تو اس کو دور کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔نماز کا بیشتر حصہ وہ ہے جس کے لیے ایک ہی عبارت مقرر ہے۔تکبیر،تسبیح،تسمیہ،تعوذ،سورۂ فاتحہ،تشہد،ان سب کا ترجمہ زیادہ سے زیادہ ایک دو گھنٹہ میں بآسانی ذہن نشین ہوسکتا ہے۔عام طور پر جو سورتیں نماز میں پڑھی جاتی ہیں،وہ بھی دس بارہ سے زیادہ نہیں ہیں اور بہت چھوٹی چھوٹی ہیں۔ان کے ترجمے یاد کرلینا بھی مشکل نہیں۔اس کے بعد قرآن کریم کی لمبی لمبی سورتیں باقی رہ جاتی ہیں جو کبھی کبھار سورۂ فاتحہ کے ساتھ ملالی جاتی ہیں۔سو اگر بعض یا بیشتر مصلی ان کو نہ سمجھیں تو یہ ایسی کون سی قباحت ہے جس سے بچنے کے لیے تمام اجتماعی مصالح کی قربانی گوارا کرلی جائے۔

دلائل شرعیہ

مصالح اور حکمتوں سے قطع نظر کر کے جب ہم منصوص احکام پر غور کرتے ہیں تو ہمیں امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک سب سے زیادہ صحیح نظر آتا ہے اور قرین قیاس یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آخر کار اسی کی طرف رجوع فرمایا ہوگا۔

۱- قرآن مجید میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے کہ نماز میں قرآن کی تلاوت کرو۔

یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ (المزمل: ۱-۴)

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ... فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (المزمل: ۲۰)

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

یہ تمام آیات نماز میں تلاوت قرآن کا حکم دیتی ہیں اور ان میں ''القرآن'' (الف لام تعریفی کے ساتھ) پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جس کا اطلاق ترجمہ قرآن پر نہ لغوی حیثیت سے ہوسکتا ہے نہ معنوی حیثیت سے۔

۲- قرآن میں متعدد مقامات پر تصریح ہے کہ ''قرآن'' صرف عربی قرآن کا نام ہے اور کلام اللہ وہی ہے جو عربی الفاظ کے ساتھ خدا نے نازل فرمایا ہے۔دوسرے الفاظ میں اس کے جو معنی بیان کیے جائیں گے،خواہ وہ عربی زبان ہی میں کیوں نہ بیان ہوں،وہ نہ صرف یہ کہ قرآن نہ ہوں گے بلکہ اس کے مثل بھی نہ ہوں گے،لہٰذا وہ کبھی قرآن کے قائم مقام ہو ہی نہیں سکتے۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔(طٰہٰ: ۱۱۳)

اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا۔(یوسف:۲)

قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا غَيۡرَ ذِىۡ عِوَجٍ۔(الزمر: ۲۸)

تَنۡزِيۡلٌ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتۡ اٰيٰتُهٗ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا۔(حم سجدہ: ۲، ۳)

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ۔(مریم: ۹۷)

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ۔(بنی اسرائیل: ۸۸)

۳- یہ تصریح بھی قرآن ہی میں ہے کہ تحریف سے حفاظت کا وعدہ صرف اس کتاب سے متعلق ہے جو خدا کے پاس سے نازل ہوئی ہے۔انسانوں کے کیے ہوئے تراجم سے متعلق نہیں ہے۔ان میں ہر طرح سے تحریف کا دروازہ کھلا ہوا ہے،خواہ وہ ارادی تحریف ہو یا مترجمین کے عجز اوران کے عدم فہم اوران کی قلت علم کی بنا پر ہو۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيۡزٌ ۝ لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ ۝
(حم سجدہ: ۴۱،۴۲)

لہٰذا نماز میں قرآن کا ترجمہ پڑھنے والا یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ معنیً قرآن کی صحیح تلاوت کر رہا ہے۔

۴- رجوع الی اللہ اور انابت اور خشیت جو نماز کی اصل جان ہے،اس کو پیدا کرنے کی خاصیت جیسی قرآن منزل من اللہ میں ہے،ویسی کسی اور کلام میں نہ ہو سکتی ہے،نہ پائی جاسکتی ہے۔اس پر بھی خود قرآن شاہد ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ۔ (زمر: ۲۳)

ایسے صریح اور محکم شرعی دلائل کو دیکھنے کے بعد یہ کہنا بہت ہی مشکل ہے کہ جو نماز ترجمہ قرآن پڑھ کر ادا کی جائے وہ درست ہو جاتی ہے مکروہ ہونا کیسا،ہم تو کہتے ہیں کہ وہ کسی درجے میں بھی ادائے فرض کے لیے کافی نہیں۔البتہ جیسا کہ صاحبین نے فرمایا ہے،اس شخص کا معاملہ بالکل جداگانہ ہے،جو عربی تلفظ پر قادر ہی نہ ہو۔اس کے حق میں یہی فتویٰ مناسب ہے کہ جب تک وہ عربی میں نماز پڑھنے کے قابل نہ ہو جائے،اس کا فریضہ غیر عربی کے ساتھ ادا ہو جائے گا۔اس لیے کہ وہ رخصت اضطرار کے تحت آجاتا ہے۔

خطبہ جمعہ کی زبان

اس مسئلے میں یہ ایک عام غلطی ہے کہ خطبے کی زبان کے سوال کو نماز کی زبان کے سوال سے مربوط کر دیا جاتا ہے۔اس سے بڑا خلط مبحث واقع ہوتا ہے۔لہٰذا پہلے ہم اسی امر کی توضیح کریں گے کہ نماز اور خطبہ کی حیثیتوں میں کیا فرق ہے؟

خطبہ نماز جمعہ کا جزو نہیں ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خطبہ نماز جمعہ کا جزو ہے۔اس کی دلیل وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر کی چار رکعتوں میں سے دو رکعتیں

خطبہ ہی کے لیے کم کی گئی ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ اِنَّمَا قُصِرَتِ الْجُمُعَةُ لَاَجْلِ الْخُطْبَةِ اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ خطبہ چونکہ نماز کی دو رکعتوں کا قائم مقام ہے، لہٰذا اس کی حیثیت بھی وہی ہے، جو نماز کی ہے اور جب نماز غیر عربی میں پڑھنا درست نہیں تو خطبہ بھی غیر عربی میں پڑھنا درست نہیں۔

لیکن یہ محض ایک سطحی رائے ہے۔ دونوں کے احکام کی تفصیلات پر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ جو امور نماز کے لیے شرط ہیں وہ خطبے کے لیے شرط نہیں ہیں۔

نماز کے لیے طہارت شرط ہے، مگر خطبہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ حتیٰ کہ اگر سہواً حالت جنابت میں بھی خطبہ پڑھ دیا ہو تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔

نماز کے لیے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے، مگر خطبہ جمعہ کے لیے نہ صرف یہ کہ استقبال قبلہ ضروری نہیں ہے، بلکہ قبلہ کی طرف پشت کر کے مقتدیوں کی طرف رخ کرنے کا حکم ہے۔

نماز میں گفتگو کرنے سے فساد واقع ہو جاتا ہے۔ مگر خطبہ میں کلام کیا جا سکتا ہے اور خود نبی اکرم اور صحابہ کرامؓ سے یہ فعل ثابت ہے، جیسا کہ آگے چل کر ہم بیان کریں گے۔ نماز کے لیے وقت بھی مشروط ہے، لیکن خطبہ اگر وقت سے پہلے شروع کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

نماز جمعہ میں حنفیہ کے نزدیک کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، لیکن خطبہ میں اگر امام کے سوا صرف ایک آدمی ہو، تب بھی کافی ہے۔

نماز جمعہ اگر فاسد ہو جائے تو اس کا اعادہ کیا جائے گا۔ لیکن خطبہ کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔

یہ سب امور اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ خطبہ نماز جمعہ کا جز نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ مَشَائِخِنَا الْخُطْبَةُ تَقُوْمُ مَقَامَ رَكْعَتَيْنِ وَلِهٰذَا لَا تَجُوْزُ اِلَّا بَعْدَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ وَالْاَصَحُّ اِنَّهَا لَا تَقُوْمُ مَقَامَ شَطْرِ الصَّلٰوةِ۔ (المبسوط ج ۱: کتاب الجمعة)

”ہمارے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ خطبہ چونکہ دو رکعت کا قائم مقام ہے اس لیے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے خطبہ پڑھنا جائز نہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ خطبہ کی حیثیت نماز کے ایک حصے کی نہیں ہے۔“

اور شرح العنایہ علی الہدایہ میں ہے:

اِنَّهَا لَيْسَتْ بِرُكْنٍ لِاَنَّ رُكْنَ الشَّيْءِ مَا يَقُوْمُ بِهِ ذَالِكَ الشَّيْءُ، وَصَلٰوةُ الْجُمُعَةِ لَا تَقُوْمُ بِالْخُطْبَةِ وَاِنَّمَا تَقُوْمُ بِاَرْكَانِهَا فَكَانَتْ شَرْطًا۔

”خطبہ رکن نماز نہیں ہے، کیونکہ کسی چیز کا رکن تو وہ ہوتا ہے جس سے وہ چیز قائم ہوتی ہے، اور نماز جمعہ خطبہ سے قائم نہیں ہوتی، بلکہ اپنے ارکان سے قائم ہوتی ہے۔ لہٰذا خطبہ جمعہ کے لیے رکن نہیں، بلکہ شرط ہے۔“

نماز اور خطبہ کے مقاصد کا فرق

اس میں شک نہیں کہ خطبہ بھی نماز کی طرح ایک عبادت ہے، لیکن دونوں کے مقاصد مختلف ہیں۔ نماز سے جو کچھ مقصود ہے وہ بغیر اس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے کہ انسان ان عبارات کو سمجھے جن کو وہ نماز میں پڑھتا ہے۔ اس لیے کہ اس کا خدا کی فرض کی ہوئی عبارت کو فرض سمجھنا، اور نماز کا وقت آنے پر ادائے فرض کے لیے اٹھنا، اور اس کا اہتمام کرنا، پھر پوری شرائط اور تمام ارکان کے ساتھ نماز کو اس طرح ادا کرنا کہ گویا اسے اس امر کا شعور ہے کہ خدا اس کی خفی سے خفی باتوں کو بھی سن رہا ہے اور یہ کہ اگر وہ نماز میں کوئی چیز بھی کم کر دے گا تو خدا کو اس کا علم ہو جائے گا، پھر اس کا یہ سمجھنا کہ یہ رکوع و سجود اور قیام و قعود جو کچھ بھی میں کر رہا ہوں، صرف خدا کے لیے ہے، اور خدا کے سوا میں کسی کا عبادت گزار نہیں ہوں۔ یہ سب امور اس مقصد کی تحصیل کے لیے بالکل کافی ہیں جس کے لیے نماز فرض کی گئی ہے۔ لیکن خطبہ جس غرض کے لیے مقرر کیا گیا ہے، وہ بغیر اس کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ سامعین اس کو سمجھیں۔ اس لیے کہ خطبہ کا مقصد محض خدا کی یاد اور ذات حق کی طرف رجوع اور خشیت اور انابت ہی نہیں ہے، بلکہ احکام دین کی تبلیغ و تعلیم اور وعظ و تذکیر بھی ہے۔ اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ لوگ ان احکام اور مواعظ کو نہ سمجھیں جو خطبہ میں بیان کیے جاتے ہیں۔

خطبے کا مقصد

بعض لوگ اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ خطبے کا مقصد تبلیغ احکام اور وعظ و تذکیر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خطبے کو ذکر اللہ سے تعبیر کیا ہے۔ ''فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ'' (اَلْجُمُعَۃ:۹) لہٰذا خطبہ بھی ویسی ہی عبادت ہے جیسی کہ نماز ہے اور اس کے لیے بھی یہ ضروری نہیں کہ لوگ اس کو سمجھیں۔ اس کی تائید میں وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ خطبہ کی شرط پوری کرنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کافی ہے، اور عرف عام میں جس چیز کو خطبے سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہ نماز جمعہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ نیز وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ جب آپ خلیفہ ہوئے اور خطبہ دینے کے لیے اٹھے تو آپ پر مجمع کا رعب طاری ہو گیا اور صرف الحمد للہ کہہ کر بیٹھ گئے اور صحابہ کرامؓ کی جماعت نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ لیکن یہ استدلال متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

اولاً: یہ یقینی نہیں کہ آیت فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ میں ذِکۡرِ اللّٰہِ سے مراد خطبہ جمعہ ہے۔ ذکر سے مراد نماز بھی ہو سکتی ہے، بلکہ قرآن میں اکثر اس لفظ سے نماز ہی مراد لی گئی ہے۔ مفسرین اور اہل فقہ میں یہ امر مختلف فیہ ہے کہ آیا ذکر سے مراد صرف خطبہ ہے، یا صرف نماز یا نماز اور خطبہ دونوں[1]۔ مگر آیت کے سیاق پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذکر کو نماز کے معنی میں لینا زیادہ درست ہے، کیونکہ پہلے اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ (الجمعۃ:۹) فرمایا، پھر اس کی جزا یہ بیان کی کہ

---

[1] ابن ہمام کہتے ہیں: فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ، فَالظَّاھِرُ اَنَّ الۡمُرَادَ بِالذِّکۡرِ الصَّلٰوۃُ، وَیَجُوۡزُ کَوۡنُ الۡمُرَادُ بِہٖ الۡخُطۡبَۃُ (فتح القدیر) صاحب روح المعانی لکھتے ہیں: وَالۡمُرَادُ بِذِکۡرِ اللّٰہِ الۡخُطۡبَۃُ وَالصَّلٰوۃُ، وَسَتَظۡھِرُ اَنَّ الۡمُرَادَ بِہٖ الصَّلٰوۃُ، وَیَجُوۡزُ کَوۡنُ الۡمُرَادُ بِہٖ الۡخُطۡبَۃُ۔ سعید ابن المسیب کے نزدیک ذکر سے مراد موعظۃ الامام ہے۔ (احکام القرآن للجصاص) علامہ ابوبکر جصاص کی رائے یہ ہے کہ ذکر سے مراد صرف خطبہ ہے۔ وَیَدُلُّ اَنَّ الۡمُرَادَ بِالذِّکۡرِ ھٰھُنَا ھُوَ الۡخُطۡبَۃُ۔ لِاَنَّ الۡخُطۡبَۃَ ھِیَ الَّتِیۡ تَلِی النِّدَاءَ وَقَدۡ اُمِرَ بِالسَّعۡیِ اِلَیۡہِ فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ الۡمُرَادَ الۡخُطۡبَۃَ۔

فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل میں ذکر سے مراد نماز ہی ہے، اور خطبہ محض ضمناً ذکر میں شامل ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر ذکر سے مراد صرف خطبہ ہوتا تو اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ فرمایا جاتا۔

ثانیاً: ذِكۡرِ اللّٰهِ کو اگر نماز کے معنی میں نہ لیا جائے، بلکہ یادِ خدا کے معنی میں لیا جائے، تو یہ کس دلیل سے ثابت ہوا کہ خدا کی یاد صرف عربی زبان ہی میں ہونی چاہیے؟ اللہ کے ذکر کو عربی زبان تک محدود کرنا تو عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔ قرآن اور حدیث میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ خدا کو یاد کرنا ہو تو صرف عربی میں کرو۔ چنانچہ اسی بنا پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اَلذِّكۡرُ الۡمُفِيۡدُ لِلتَّعۡظِيۡمِ يَحۡصُلُ بخدائے بزرگ ہست كَمَا يَحۡصُلُ بِقَوۡلِهِ اللّٰهُ اَكۡبَرُ۔ یعنی "اللہ کی بڑائی بیان کرنے کے لیے جس طرح اللہ اکبر کہنا مفید ہے، اسی طرح فارسی میں "خدا بزرگ است" کہنا بھی مفید ہے۔" اور امام محمد ان کی تائید میں کہتے ہیں "اَلذِّكۡرُ يَحۡصُلُ بِكُلِّ لِسَانٍ" "خدا کی یاد ہر زبان میں ہو سکتی ہے۔"

ثالثاً: خطبے کی شرط پوری کرنے کے لیے اگر حنفیہ نے محض حمد و ثنا کو کافی سمجھا ہے تو اس کے معنی یہ کب ہیں کہ خطبے کا جو مقصد ہے وہ بس حمد و ثنا ہی سے حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے سوا دوسری چیزیں محض زوائد ہیں جن کی کوئی اہمیت نہیں؟[1]

حنفیہ یہ بھی تو کہتے ہیں کہ نماز جمعہ کے لیے جماعت کی شرط صرف تین آدمیوں سے پوری ہو جاتی ہے۔ پھر کیا اس کا مطلب یہ لینا درست ہوگا کہ جمعہ کی اقامت سے جو مقصد ہے، وہ بس اسی مختصر سی جماعت سے حاصل ہو جاتا ہے اور جماعت کثیرہ کا فراہم ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

رابعاً: خود اکابر حنفیہ ہی نے یہ تصریح کی ہے کہ خطبہ سے مقصود ذکر اور موعظت ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

وَلَوۡ خَطَبَ قَاعِدًا اَوۡ عَلٰی غَيۡرِ طَهَارَةٍ جَازَ لِحُصُوۡلِ الۡمَقۡصُوۡدِ۔

"اگر امام بیٹھ کر خطبہ دے، یا غیر طاہر ہونے کی حالت میں دے، تب بھی جائز ہے۔ کیونکہ مقصد اس طرح بھی حاصل ہو جاتا ہے۔"

اور علامہ ابن ہمام اس مقصود کی شرح یہ کرتے ہیں کہ وَهُوَ الذِّكۡرُ وَالۡمَوۡعِظَةُ۔ یعنی "اس سے مراد ذکر خدا اور نصیحت ہے۔" ایک حنفیہ پر ہی کیا موقوف ہے، متقدمین سب کے سب خطبے کا مقصد یہی سمجھتے تھے اور اسی بناء پر ان کی زبان میں اکثر خطبے کے لیے "مَوۡعِظَةُ الۡاِمَامِ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر فتح الباری میں ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] حضرت عثمانؓ کے واقعہ سے اس معاملہ میں جو استدلال کیا جاتا ہے وہ درست نہیں ہے۔ اول تو اس واقعہ میں خود اس امر کی تصریح ہے کہ حضرت عثمان نے قصداً ایسا نہیں کیا تھا، بلکہ مجمع سے مرعوب ہو جانے کی وجہ سے ان کی قوت گویائی جواب دے گئی تھی، اس لیے انہوں نے خطبے کو مختصر کر دیا۔ دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ انہوں نے صرف حمد و ثنا پر اکتفا کی تھی۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ قوت گویائی جواب دے رہی ہے تو صرف اتنا کہہ کر بیٹھ گئے کہ اِنَّ اَبَا بَكۡرٍ وَعُمَرَ كَانَا يُعِدَّانِ لِهٰذَا الۡمَقَامِ مَقَالًا وَاَنۡتُمۡ اِلٰی اِمَامٍ فَعَّالٍ اَحۡوَجُ مِنۡكُمۡ اِلٰی اِمَامٍ قَوَّالٍ وَسَتَأۡتِيۡكُمُ الۡخُطَبُ بَعۡدُ وَاَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ لِيۡ وَلَكُمۡ "یعنی اس موقع کے لیے ابوبکرؓ اور عمرؓ تقریر تیار کر کے آتے تھے۔ اور تم کو اصل حاجت تو کام کرنے والے امام کی ہے نہ کہ بولنے والے امام کی۔ رہیں تقریریں تو وہ بھی آگے چل کر پیش کی جائیں گی اور میں اللہ سے اپنے لیے اور تم سب کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔"

وَمِنْ حِكْمَةِ اسْتِقْبَالِهِمُ الْإِمَامَ التَّهَيُّؤُ لِسِمَاعِ كَلَامِهِ وَسُلُوكُ الْأَدَبِ مَعَهُ فِي اسْتِمَاعِ كَلَامِهِ فَإِذَا اسْتَقْبَلَهُ بِوَجْهِهِ وَأَقْبَلَ عَلَيْهِ بِجَسَدِهِ وَبِقَلْبِهِ وَحُضُورِ ذِهْنِهِ كَانَ أَوْعَى لِتَفَهُّمِ مَوْعِظَتِهِ وَمُوَافَقَتِهِ فِيمَا شَرَعَ لَهُ الْقِيَامُ لِأَجْلِهِ۔ (کتاب الجمعة باب یستقبل الامام القوم)

''حاضرین کو جو امام کی طرف رخ کرکے بیٹھنے کی ہدایت کی گئی۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ اس کے کلام کو سننے کے لیے تیار ہوں اور کلام کی سماعت میں اس کے ساتھ ادب کو ملحوظ رکھیں۔ جب سننے والا اپنا چہرہ اس کی طرف رکھے گا اور اپنے جسم و قلب کے ساتھ اس کی جانب متوجہ ہوگا اور حضور ذہن کے ساتھ سنے گا تو امام کی موعظت اچھی طرح اس کی سمجھ میں آئے گی اور یہ اس مقصد کے لیے مددگار ہوگا جس کے لیے امام کو کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔''

خامساً: یہ امر غور طلب ہے کہ اگر خطبے کا طریقہ جاری کرنے سے شارع کا مقصد محض اللہ کا ذکر ہی کرنا ہوتا تو کیا اس کے لیے نماز کافی نہ تھی، حالانکہ وہ اس مقصد کو بدرجہ اتم پورا کرتی ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ نماز جیسی کامل و اکمل عبادت کو مختصر کر کے اس کے وقت کا ایک حصہ خطبہ کو دیا گیا اور اس کو جمعہ کی شرائط میں داخل کیا گیا؟

سادساً: نماز جمعہ کے لیے خطبے کا شرط ہونا جس چیز سے فقہا نے نکالا ہے، وہ نبی ﷺ کا متواتر عمل ہے۔ چونکہ آں حضرتؐ اور آپ کے خلفاء اور صحابہ کرام نے کبھی جمعہ، بغیر خطبے کے نہیں پڑھا۔ اس لیے یہ حکم مستنبط کیا گیا کہ جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے۔ بالکل اسی طرح آپؐ کے اور صحابہ کرام کے متواتر عمل سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ محض حمد و ثنا ہی پر مشتمل نہ ہوتا تھا، بلکہ اس میں خوف خدا کی تلقین بھی ہوتی تھی، شریعت کے احکام بیان ہوتے تھے، اخلاق و اعمال کی اصلاح کے لیے نصیحتیں ہوتی تھیں، قومی اور شخصی معاملات پر توجہ کی جاتی تھی، حتیٰ کہ عین خطبے کی ہی حالت میں امام کسی خاص شخص کی کوئی غلطی دیکھتا تو اس کی اصلاح کرتا، کسی مصیبت زدہ کو دیکھتا تو اس کی مدد کے لیے لوگوں کو توجہ دلاتا، عوام میں سے کسی کی کوئی شکایت ہوتی تو وہ امام کے سامنے اس کو پیش کرتا اور امام اس کی طرف متوجہ ہوتا۔ جس طرح نبی ﷺ اور خلفائے راشدین نے کوئی جمعہ بغیر خطبے کے نہیں پڑھا۔ اسی طرح آپ نے اور آپ کے صحابہ نے کوئی خطبہ ایسا بھی نہیں پڑھا جو مذکورۂ بالا خصوصیات سے عاری ہو۔

چند خطب ماثورہ

اس مطلب کی توضیح کے لیے ہم نبی ﷺ کے چند خطبات یہاں نقل کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ شارع کی نگاہ میں خطبہ جمعہ کی دراصل کیا حیثیت تھی۔

۷۱۔ عَنْ عُبَيْدِبْنِ السَّبَّاقِ مُرْسَلاً، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي جُمُعَةٍ مِّنَ الْجُمَعِ، يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ! إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ عِيدًا فَاغْتَسِلُوا، وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طِيبٌ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ. (موطا، ابن ماجہ)

''عبید بن السباق سے مرسلاً مروی ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں فرمایا ''اے مسلمانو! اس دن کو اللہ نے عید مقرر کیا ہے۔ لہٰذا تم آج کے دن غسل کیا کرو۔ اور جس کے پاس خوشبو موجود ہو وہ اگر استعمال کرلے تو کیا نقصان ہے اور دیکھو مسواک ضرور کرو۔''

تخریج: حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی عَنْ مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ، عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ، قَالَ فِیْ جُمُعَۃٍ مِنَ الْجُمَعِ، یَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ! اِنَّ ھٰذَا یَوْمٌ جَعَلَہُ اللّٰہُ عِیْدًا فَاغْتَسِلُوْا، وَمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ طِیْبٌ فَلَا یَضُرُّہٗ اَنْ یَمَسَّ مِنْہُ وَعَلَیْکُمْ بِالسِّوَاکِ۔(۱)

۷۲۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ”مجھے تمہارے حق میں سب سے زیادہ جس چیز کا خوف ہے، وہ زمین کی برکات ہیں۔“ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ زمین کی برکات سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا ”دنیا کی زینت و شوکت۔“ اس پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ”کیا بھلائی سے بھی برائی آتی ہے؟“ حضورؐ سن کر کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ کوئی چیز آپ پر اتر رہی ہے۔ پھر آپ نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھا اور فرمایا وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا ”بھلائی صرف بھلائی سے آتی ہے۔ اس دنیا کا مال بہت خوشنما اور شیریں ہے۔ فصل بہار میں جب یہ خوب پھلتی ہے تو اسے پیٹ بھر کر کھانے والا جانور بدہضمی سے مرجاتا ہے یا مرنے کے قریب جا لگتا ہے۔ البتہ وہ جانور بچ جاتا ہے جس نے دیکھا کہ کھاتے کھاتے کوکھیں پھول گئی ہیں تو کھانا چھوڑ دیا، دھوپ میں چلا پھرا، کچھ جگالی کی، کچھ بول و براز کی راہ سے نکالا اور جب پیٹ خالی ہو گیا تب دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس مال کو جو شخص حق کی راہ سے لے گا اور حق کی راہ میں نکال دے گا۔ اس کے لیے تو یہ بہترین مددگار ہے اور جو حق کے بغیر لے گا اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھاتا چلا جائے اور شکم سیر نہ ہو۔“

تخریج: حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ، قَالَ : حَدَّثَنِیْ مَالِکٌ عَنْ زَیْدِبْنِ اَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ، عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِنَّ اَکْثَرَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مَا یُخْرِجُ اللّٰہُ لَکُمْ مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ، قِیْلَ مَا بَرَکَاتُ الْاَرْضِ؟ قَالَ: زَھْرَۃُ الدُّنْیَا، فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ: ھَلْ یَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ ؟ فَصَمَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّہٗ یُنْزَلُ عَلَیْہِ، ثُمَّ جَعَلَ یَمْسَحُ عَنْ جَبِیْنِہٖ، قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ؟ قَالَ : اَنَا ، قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ: لَقَدْ حَمِدْنَاہُ حِیْنَ طَلَعَ ذٰلِکَ، قَالَ لَایَاْتِی الْخَیْرُ اِلَّا بِالْخَیْرِ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ وَاِنَّ کُلَّ مَا اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْیُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَۃَ الْخُضْرَۃِ، اَکَلَتْ حَتّٰی اِذَا امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاھَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ، فَاجْتَرَّتْ، وَثَلَطَتْ، وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ، فَاَکَلَتْ، وَاِنَّ ھٰذَا الْمَالَ حُلْوَۃٌ مَنْ اَخَذَہٗ بِحَقِّہٖ وَوَضَعَہٗ فِیْ حَقِّہٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَۃُ ھُوَ، وَمَنْ اَخَذَہٗ بِغَیْرِ حَقِّہٖ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ.(۲)

۷۳۔ عمرو بن تغلب کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے پاس کچھ مال آیا تھا جس کو آپ نے بعض لوگوں میں بانٹ دیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ بعد میں آپ کو معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو چھوڑ دیا گیا ہے، انہیں رنج ہے۔ اس کے متعلق آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ ”میں ایک شخص کو دیتا ہوں اور دوسرے کو نہیں دیتا۔ جس کو میں نہیں دیتا وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔ ایک جماعت کو دیتا ہوں۔ جب کہ ان کے دلوں میں بے تابی اور بے چینی دیکھتا ہوں۔ اور ایک جماعت کو اس کی بے نیازی اور نیکی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں پیدا کی ہے۔“ (بخاری)

تخریج: حَدَّثَنَامُحَمَّدُبْنُ مَعْمَرٍ،قَالَ:حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ جَرِیْرِابْنِ حَازِمٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ، یَقُوْلُ:حَدَّثَنَا عَمْرُو ابْنُ تَغْلِبَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اُتِیَ بِمَالٍ اَوْسَبِیٍّ فَقَسَمَهُ، فَاَعْطٰی رِجَالًا وَتَرَکَ رِجَالًا، فَبَلَغَهُ اَنَّ الَّذِیْنَ تَرَکَ عَتَبُوْا فَحَمِدَ اللّٰهَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَیْهِ، ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ! فَوَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُعْطِی الرَّجُلَ، وَاَدَعُ الرَّجُلَ، وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنْ اُعْطِی اَقْوَامًا لِمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْهَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ فِیْهِمْ. عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ فَوَاللّٰهِ ، مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُمْرَ النَّعَمِ ۔(۳)

۷۴۔ مشہور حدیث ہے کہ ایک شخص نماز جمعہ میں حاضر ہوا۔ آں حضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے پکار کر اس سے پوچھا اے شخص! کیا تو نماز پڑھ چکا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو اٹھ اور نماز پڑھ۔ دراصل یہ شخص پھٹے حالوں تھا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اس کی بدحالی کو دیکھ لیں۔ جب وہ نماز پڑھ چکا تو آپ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دلائی۔ اس حدیث کے اطراف قریب قریب تمام صحاح اور سنن اور مسانید میں آئے ہیں۔ امام احمد نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں خود حضورؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ ”یہ شخص جب مسجد میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ بہت شکستہ حال ہے؟ اس لیے میں نے اسے حکم دیا کہ دو رکعت نماز پڑھ لے۔ میں چاہتا تھا کہ کوئی شخص اس کی حالت دیکھ لے اور اس کو کچھ صدقہ دے دے۔“

۷۵۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ خطبہ دے رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک شخص لوگوں کے اوپر سے پھاندتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ آپ نے پکار کر فرمایا ”بیٹھ جاؤ، تم نے لوگوں کو تکلیف دی۔“ (ابوداؤد، نسائی)

۷۶۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک روز حضورؐ خطبہ دے رہے تھے اور قحط سالی کا زمانہ تھا۔ ایک شخص نے فریاد کی کہ یا رسول اللہ جانور مر گئے اور بال بچے فاقے کر رہے ہیں، اللہ سے دعا فرمائیے کہ بارش ہو جائے۔ آپ نے اسی وقت دعا فرمائی۔ خدا کے فضل سے بارش شروع ہو گئی اور دوسرے جمعہ تک لگاتار جاری رہی۔ پھر دوسرے جمعہ کو آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو وہی شخص پھر اٹھا، یا راوی نے کہا دوسرا شخص اٹھا اور بولا کہ یا رسول اللہ مکان گر گئے اور مال واسباب تباہ ہو رہے ہیں۔ خدا سے دعا فرمایئے۔ آپ نے پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

تخریج: حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو ، قَالَ: حَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ، قَالَ: اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ فَبَیْنَا النَّبِیُّ ﷺ یَخْطُبُ فِیْ یَوْمِ جُمُعَةٍ ، قَامَ اَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ، هَلَکَ الْمَالُ، وَجَاعَ الْعِیَالُ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ، وَمَا نَرٰی فِی السَّمَآءِ قَزَعَةً، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰی ثَارَ السَّحَابُ اَمْثَالَ الْجِبَالِ، ثُمَّ لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَلٰی لِحْیَتِهٖ فَمُطِرْنَا یَوْمَنَا ذٰلِکَ ، وَمِنَ الْغَدِوَمِنْ بَعْدِ الْغَدِوَالَّذِیْ یَلِیْهِ حَتَّی الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰی، فَقَامَ ذٰلِکَ الْاَعْرَابِیُّ اَوْ قَالَ: غَیْرُهٗ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَهَدَّمَ الْبِنَآءُ وَغَرِقَ الْمَالُ ، فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ یَدَیْهِ الخ۔(٤)

۷۷۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عثمان تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جمعہ کی اذان کے بعد نماز کے لیے آنے میں دیر کرتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا یہ کون سا وقت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں کام میں لگا ہوا تھا۔ اذان کی آواز سنی تو گھر جانے کے بجائے وضو کر کے سیدھا یہاں چلا آ رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا خوب! آنے میں دیر تو لگائی ہی تھی اب معلوم ہوا! کہ آپ صرف وضو ہی پر اکتفا کر آئے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے روز غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (بخاری، موطا، مسلم)

تشریح: یہ ان کثیر التعداد خطبوں میں سے چند ہیں جو معتبر روایات میں آں حضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے منقول ہیں۔ ان کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کا خطبہ جن کے متواتر عمل کی بدولت مشروع سمجھا گیا ہے ان کے ہاں خطبے کے معنی محض ذکر اللہ کے نہ تھے، بلکہ وہ اس سے تبلیغ، تعلیم، اصلاح، ہدایت اور بہت سے قومی و شخصی معاملات کی انجام دہی کا کام لیتے تھے۔ دراصل یہ چیز اس لیے مشروع نہیں کی گئی تھی کہ لوگ ہفتہ میں ایک بار نماز سے پہلے رسمی طور پر اسی قسم کی ایک چیز سن لیں جیسی مسیحی گرجاؤں میں درس (Sermon) کے نام سے سنائی جاتی ہے۔ بلکہ اس کو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا ایک متحرک اور کارفرما پرزہ بنایا گیا تھا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ لازمی طور پر تمام مسلمانوں کو جمع کر کے اللہ کے احکام سنائے جائیں، دین کی تعلیمات ان کے ذہن نشین کی جائیں، ان کی جماعت میں یا ان کے افراد میں جو کچھ خرابیاں رونما ہوں، ان کی اصلاح کی جائے، اور قومی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف انہیں توجہ دلائی جائے۔ نیز مرکز حکومت میں امام (Head of the State) براہ راست خود اپنی حکومت کی پالیسی پبلک کے سامنے پیش کرتا رہے اور وہیں عوام الناس میں سے ہر ایک کو اس سے سوال کرنے اور اس کے سامنے اپنی بات کہنے کا موقع حاصل ہو۔

نماز اور خطبے کا ایک اور فرق

نماز اور خطبہ جمعہ کے درمیان ایک فرق اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نماز میں جتنی چیزیں پڑھی جاتی ہیں وہ سب لفظاً معین کر دی گئی ہیں۔ جو شخص عربی نہ جانتا ہو، وہ تھوڑا سا وقت صرف کر کے بآسانی ان کا ترجمہ یاد کر سکتا ہے، یا ان کے مفہومات ذہن نشین کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے نماز کے عربی میں ہونے سے اس امر کا کوئی خوف نہیں ہے کہ عربی نہ جاننے والے ان عبارات کے معنوی فوائد سے بالکل ہی محروم رہ جائیں گے، جنہیں نماز میں وہ پڑھتے ہیں۔ بخلاف اس کے خطبہ جمعہ کے لیے کوئی عبارت مقرر نہیں ہے۔ ہر جمعہ کو ایک نیا خطبہ ہوتا ہے اور اس کا ترجمہ پہلے سے یاد کر لینا، یا اس کا مفہوم ذہن نشین کر کے آنا لوگوں کے لیے کسی طرح ممکن نہیں ہوتا۔ لہٰذا خطبے کے لیے عربی کو لازم کر دینے کا نتیجہ قطعاً یہی ہے کہ غیر عربی دان لوگوں کے حق میں وہ محض ایک بے معنی چیز اور ایک بے جان مذہبی رسم بن کر رہ جائے اور شارع کے وہ تمام مقاصد فوت ہو جائیں جن کے لیے اس نے جمعے کا خطبہ مشروع کیا ہے۔ ایک معمولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ ترکی بولنے والوں کے سامنے سنسکرت میں تقریر کرنا اور فارسی زبان والوں کو جرمن زبان میں مخاطب کرنا محض ایک مہمل حرکت ہے۔ پھر شارع حکیم کے متعلق یہ کیوں کر گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ احکام دین کی تفہیم اور مکارم اخلاق کی تعلیم کے لیے کسی ایسی زبان میں وعظ کرنے کا حکم دے گا جس کو سامعین سمجھتے ہی نہ ہوں۔

خلاصہ مباحث گزشتہ

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس سے تین باتیں واضح ہو جاتی ہیں:

ایک یہ کہ خطبہ نماز کا جز نہیں ہے، لہٰذا نماز کے لیے عربی زبان کے لازم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خطبے کے لیے بھی عربیت واجب ہو۔

دوسرے یہ کہ خطبہ کا طریقہ مقرر کرنے سے شارع کے پیش نظر جس قدر مقاصد ہیں، وہ سب کے سب ایسی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں جب کہ خطبے کسی ایسی زبان میں پڑھا جائے، جس کو سامعین نہ سمجھتے ہوں۔ بخلاف اس کے نماز جن مقاصد کے لیے شارع نے فرض کی ہے، ان میں سے کوئی اہم مقصد مصلیوں کے عدم فہم سے فوت نہیں ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ عدم فہم سے نماز میں تو محض ایک جزئی سا نقصان آتا ہے مگر خطبے میں اس سے کلی نقصان واقع ہو جاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ نماز میں عدم فہم سے جو ایک جزئی سا نقصان واقع ہوتا ہے، وہ بھی نماز کا ترجمہ یاد کر کے بآسانی رفع کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خطبے میں اس سے جو کلی نقصان واقع ہوتا ہے اسے رفع کرنے کی کوئی سبیل نہیں۔

مانعین خطبۂ غیر عربیہ کے دلائل

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ غیر عربی خطبے کے جواز میں کوئی امر شرعی تو مانع نہیں ہے؟ اس سلسلے میں جب ہم قرآن اور سنت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو کہیں صراحتاً کیا معنی کنایتاً بھی کوئی حکم ایسا نہیں ملتا، جس سے خطبے کے لیے عربی زبان ضروری سمجھی جا سکے۔ جو لوگ عربیت کے لزوم پر زور دیتے ہیں، انہوں نے بھی کوئی آیت یا حدیث پیش نہیں کی ہے۔ ان کا استدلال صرف یہ ہے کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ اور سلف صالح نے ہمیشہ عربی زبان ہی میں خطبہ پڑھا ہے اور کبھی خطبے کے لیے عربی کے سوا دوسری زبان استعمال نہیں کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی مجالس میں کبھی کبھی غیر عرب بھی موجود ہوتے تھے، مگر کسی روایت میں نہیں آیا کہ آپ نے ان کی تفہیم کے لیے غیر عربی میں خطبہ دیا ہو، یا عجمی زبانیں جاننے والے صحابہ میں سے کسی کو ان کی تفہیم پر مامور کیا ہو۔ حضورؐ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے بڑھ کر تبلیغ دین اور تذکیر وارشاد کا جذبہ رکھتے تھے، اور ان کے عہد میں بکثرت عجمی ممالک بھی فتح ہو چکے تھے جن کے باشندے عربی نہ سمجھتے تھے، مگر ان بزرگوں نے بھی عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ جاری نہیں کیا۔ اسی بنا پر متقدمین اور متاخرین میں سے ایک گروہ کثیر نے یہ رائے قائم کی ہے کہ صحت خطبہ اور ادائے سنت کے لیے خطبے کا عربی میں ہونا شرط ہے۔ صرف ایک امام ابوحنیفہ ہیں جو غیر عربی خطبے کو مطلقاً جائز رکھتے ہیں۔ ان کے سوا سلف میں اور کوئی نہیں جو اس کے جواز کا قائل ہو۔[1]

استدلال مذکور پر تنقیدی نظر

ہمارے نزدیک اس استدلال میں متعدد اصولی غلطیاں ہیں۔ اولین غلطی یہ ہے کہ یہ حضرات شرعی عمل اور عادی وطبعی عمل میں

---

[1] امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے متعلق بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ خطبہ کے مسئلہ میں امام اعظم سے متفق ہیں اور بعض روایات میں یہ ہے کہ وہ صرف اس شخص کے لیے غیر عربی خطبے کو جائز رکھتے ہیں جو عربی زبان میں خطبہ دینے پر قادر نہ ہو۔

فرق نہیں کرتے، جس کی طرف ہم ابتداءً اپنے چوتھے مقدمے میں اشارہ کر آئے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی زبان عربی تھی۔ آپ کے مخاطب بھی عرب تھے، یا ایسے عجمی تھے جو عرب میں رہتے تھے اور عربی جان گئے تھے، مثلاً سلمان فارسی۔ اگر آپ ان کے سامنے عربی میں خطبہ نہ دیتے تو اور کس زبان میں دیتے؟ نبی عربی کا اہل عرب کے سامنے عربی میں تقریر کرنا ایک طبعی فعل ہے۔ اس کو حجت شرعی بنانا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ اگر آپ نے یہ فرمایا ہوتا کہ خطبہ عربی ہی میں دیا کرو اور کوئی دوسری زبان اس غرض کے لیے نہ استعمال کرو تو بلاشبہ یہ ارشاد حجت شرعی ہوتا۔ لیکن جب کہ آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو خطبہ عربیہ کو محض اس بنا پر ''سنت'' قرار نہیں دیا جاسکتا کہ حضورؐ نے ہمیشہ عربی میں خطبہ دیا ہے۔ اس طرح کے طبیعی اور عادی افعال کو شرعی اصطلاح میں سنت قرار دینے کے تو یہ معنی ہوں گے کہ عربی زبان میں گفتگو کرنے کو بھی مسنون ٹھہرایا جائے۔ کیونکہ حضورؐ نے تمام عمر اسی زبان میں کلام فرمایا ہے اور غیر عربی میں گفتگو کرنا آپ سے ثابت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کا عربی میں نماز پڑھنا بھی تو ایک طبیعی فعل تھا۔ پھر تم اس کو کس بنا پر شرعی فعل قرار دیتے ہو؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ نماز کے لیے عربیت کا وجوب محض اس بنا پر نہیں ہے کہ حضورؐ نے ہمیشہ عربی میں نماز پڑھی ہے، بلکہ اس طبیعی عمل کے ساتھ شرعی حکم بھی موجود ہے اور متعدد مصالح شرعیہ بھی اس کے ساتھ وابستہ ہیں جن کو پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس لیے عربی زبان میں نماز ادا کرنا واجب قرار پایا ہے۔ بخلاف اس کے عربی نہ جاننے والے لوگوں کے سامنے عربی میں خطبہ دینا کسی مصلحت شرعی کا حامل نہیں۔ بلکہ اس سے شریعت کے مقاصد الٹے فوت ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اس کو محض اس دلیل سے لازم قرار نہیں دیا جاسکتا کہ رسول عربی ﷺ نے عربی جاننے والے لوگوں کے سامنے ہمیشہ عربی میں خطبہ دیا ہے۔

استدلال مذکور کی دوسری غلطی یہ ہے کہ اس میں زمانے اور حالات کے اختلاف سے قطع نظر کرلیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کے عہد میں جو عجمی الاصل لوگ مجالس نبویہ میں حاضر ہوتے تھے وہ زیادہ تر وہی تھے جو عربی زبان سے واقف تھے اور اگر بفرض محال ان میں کوئی اکاّ دکاّ ایسا ہو بھی جو عربی سے ناواقف ہو تو ظاہر ہے کہ عربی بولنے والوں کے کثیر التعداد گروہ کو چھوڑ کر اس ایک شخص یا دو چار شخصوں کی خاطر خطبے کی زبان نہیں بدلی جاسکتی تھی۔[1]

پھر عہد نبویؐ کے بعد جب صحابہ کرام فتح وظفر کے جھنڈے لے کر عجمی ممالک میں پہنچے تو ان کی حیثیت ایک حاکم قوم کی تھی۔ ان کے پاس سیاسی طاقت تھی۔ وہ غالب تھے، مغلوب نہ تھے۔ وہ دوسروں کے سمجھانے کے حاجت مند نہ تھے بلکہ دوسرے خود ان سے سمجھنے کے حاجت مند تھے۔ ان کے اندر اتنا بل بوتا تھا کہ اپنی زبان کو دوسرے ملکوں میں پھیلا دیں، اور درحقیقت انہوں نے بخارا سے لے کر اسپین تک اسے پھیلا کر ہی چھوڑا۔ حتیٰ کہ ان کے فتح کردہ اکثر و بیشتر ممالک کی اصلی زبانیں عربی زبان کے مقابلے میں قریب قریب فنا ہوگئیں۔ پھر ان کو کیا ضرورت تھی کہ اپنی زبان کو چھوڑ کر مفتوح قوموں کی زبانوں میں خطبے دیتے؟ لیکن آج وہ حالت نہیں ہے۔ مدتیں ہوئیں کہ عربیت کا غلبہ ختم ہو چکا ہے۔ دنیائے اسلام کے بیشتر ممالک میں اب صدیوں سے عربی زبان کا چرچا نہیں ہے اور سیاسی و علمی ضعف کی بنا پر روز بروز کم ہوتا جارہا ہے۔ عربیت کے

---

[1] اس مقام پر یہ جاننا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر عرب لوگوں سے خط وکتابت کرنے کے لیے اپنے سکریٹری حضرت زید بن ثابت کو سریانی زبان کی تعلیم دلوائی تھی۔ (ملاحظہ ہو الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص ۱۸۹) اسی طرح بعض دوسرے صحابہؓ کے متعلق یہ ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے غیر زبانیں سیکھی تھیں۔

پاس اب وہ طاقت ہی نہیں ہے جس سے وہ پھیلے اور زبانوں پر چھائے۔اس کمزوری کی حالت میں اس طرزِعمل پر اصرار کرنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے، جو صحابہ کرام اور ان کے قریب العہد لوگوں نے غلبہ وطاقت کے عہد میں اختیار کیا تھا؟

تیسری غلطی یہ ہے کہ سلف صالح نے جو رائے مخصوص حالات میں قائم کی تھی، اس کو شرعی معنوں میں اجماع کی حیثیت دی جارہی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر عرض کرچکے ہیں، صدر اول کے تمام اکابر غالب اور فاتح قوم کے لوگ تھے۔ اگرچہ اسلام نے ان کو وطنی اور نسلی اور لسانی عصبیتوں سے پاک ضرور کردیا تھا، مگر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ ان کے اندر وہ کیفیات پیدا نہ ہوتیں جو طبعاً ہر قوم میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا مفتوح قوموں کی زبانوں سے پرہیز کرنا اور اپنے آپ کو ان کی بولیوں سے بچانا اور ان کے اندر اپنی زبان پھیلانے کی کوشش کرنا ایک طبعی امر تھا اور غلبہ وطاقت کی فطرت ہی اس کی مقتضی تھی کہ یہ بات ان میں پیدا ہو۔ اس پر مزید یہ کہ ان کی زبان قرآن اور سنت کی زبان تھی۔ اسلام کا سارا سرمایہ اسی زبان میں تھا۔ اسلام کی اصلی اسپرٹ کا تحفظ خالص عربیت کے تحفظ ہی پر موقوف تھا۔ اس چیز نے ان کے اندر زبان کی حد تک عربیت کا تعصب اور بھی زیادہ پیدا کردیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر سلف کسی حال میں بھی عجمی زبان بولنے کو پسند نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ عجمی الفاظ کا استعمال بھی ان کو گوارا نہ تھا۔ سیدنا عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ لَاتَتَعَلَّمُوْا رَطَانَةَ الْاَعَاجِمِ۔ ''عجمیوں کی بولی نہ سیکھو۔'' سیدنا علیؓ کے سامنے ایک مرتبہ نوروز کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپؓ نے دریافت فرمایا، کیا ہے؟ عرض کیا گیا، آج نوروز ہے۔ آپؓ نوروز کا سن کر چیں بجبیں ہوگئے۔ محمد بن سعید بن ابی وقاص نے ایک جماعت کو فارسی بولتے سنا تو کہنے لگے مَابَالُ الْمَجُوْسِيَّةِ بَعْدُ۔ ''یہ مجوسیت لوگوں میں کہاں سے گھس آئی؟'' امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ عجمی زبان میں دعا کرنا کیسا ہے؟ فرمانے لگے لسان سوء ''بری زبان ہے۔'' امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ ''عجمی زبان میں نہ دعا مانگو اور نہ قسم کھاؤ۔'' امام شافعی عربی زبان کے سوا ہر دوسری زبان میں بات چیت کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ یہی حال اس زمانے کے اکثر فقہاء کا تھا۔ وہ عجمی زبان کے استعمال کو عموماً اور دعا وذکر میں اس کے استعمال کو خصوصاً برا سمجھتے تھے۔ ان بزرگوں کے اس طرزِعمل پر اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ دراصل کسی شرعی بنیاد پر نہ تھا، بلکہ ایک بڑی حد تک اس طرزِعمل کی بنا فطری اسباب پر تھی، اور حالات کی طاقت نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ ورنہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کو وطنی اور لسانی عصبیت سے کوئی علاقہ نہیں۔ وہ کسی خاص قوم کا مذہب نہیں ہے۔ نہ وہ اس لیے آیا ہے کہ کسی خاص زبان کی حمایت کرے اور بس ایک ہی زبان بولنے والوں کا دین بن کر رہ جائے۔

بزرگانِ سلف نے عجمی زبانوں کی کراہت اور ان سے اجتناب اور دینی ودنیوی اغراض کے لیے ان کے استعمال کی ممانعت پر جو زور دیا تھا، اس کا ایک سبب اور بھی تھا۔ صدر اول کی تاریخ پر آپ نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس زمانے میں عرب کے سوا دوسری قومیں عموماً غیر مسلم تھیں اور اسلام زیادہ تر عربی قوم میں ہی تھا۔ اس صورتِ حال نے اس وقت عربیت کو اسلام کا اور عجمیت کو کفر کا ہم معنی بنا رکھا تھا۔ عجمی قوموں کے جو افراد اسلام لاتے تھے، ان کا رشتہ ملت کفر سے توڑنے کے لیے اور ملت اسلام میں ان کو جذب کرنے کے لیے ناگزیر تھا کہ ان کو عربیت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جاتی، اور ان کی معاشرت، لباس، آداب واطوار، بول چال، ہر چیز کو بدل ڈالا جاتا۔ کیونکہ باطنی تغیر کی تکمیل خارجی تغیر کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اگر ان کو محض مسلمان بنا کر چھوڑ دیا جاتا اور تمدنی ولسانی اور ادبی حیثیت سے وہ بدستور کفار اقوام کا جز بنے رہتے تو کفر کے سمندر میں اسلام کے یہ چھوٹے چھوٹے جزیرے پیدا ہونے کے ساتھ ہی فنا بھی ہوتے چلے جاتے۔ یہ حالت ایک طویل مدت تک

رہی۔ اس کے بعد جب دوسرے ممالک کی بڑی بڑی قومیں مسلمان ہوگئیں تو عربیت اور اسلام کے ہم معنی ہونے کی وہ کیفیت جو ابتدائی صدیوں میں تھی، باقی نہ رہی۔ اب ترکی، فارسی، اردو اور دوسری مسلمان قوموں کی زبانیں کفار کی زبانیں نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں کی زبانیں ہیں۔ اب عربی لباس اور عربی طرز معاشرت میں بھی لازمی طور پر شعار اسلام نہیں ہے۔ ہندستان میں مسلمانوں کا جو عام لباس ہے وہ بھی اسی طرح شعار اسلام ہے جس طرح عربی لباس۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ہر وہ لباس اور ہر وہ طرز معاشرت، جس سے مسلمان غیر مسلموں کے مقابلے میں ممیّز ہوتے ہیں، یقیناً اسلامی شعار ہی ہے۔ پس اب حالات کے بدل جانے کے باوجود فقہائے اسلام کا عربیت پر اس طرح زور دینا درست نہیں جس طرح صدر اول کے فقہا بالکل مختلف حالات میں زور دیتے تھے۔ ہمارے نزدیک متاخرین کی یہ ایک اصولی غلطی ہے کہ وہ متقدمین کے زمانے اور ان کے حالات کو نہیں دیکھتے اور آنکھیں بند کر کے ان کے اقوال سے استناد کرنے لگتے ہیں۔

ایک اور دلیل

خطبہ عربیہ کے لزوم پر ایک دلیل یہ بھی پیش کی جاتی ہے کہ خدا کا کلام اور اسلام کے تمام احکام زبان عربی میں ہیں اور ہر مسلمان پر عربی سے واقف ہونا لازم ہے۔ اگر لوگ عربی کی تحصیل میں غفلت کرتے ہیں اور عربی نہیں سمجھتے تو یہ ان کا قصور ہے۔ ان کی خاطر خطبے کی زبان بدلنا کیا ضرور؟

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے عربی سے واقف ہونا نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر انہیں اپنے دین کی سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ مسلمانوں میں گمراہیوں کے پھیلنے کا ایک بڑا سبب یہی ہے کہ علم دین کے اصل ماخذ تک ان کی رسائی نہیں۔ اسی لیے ہم نے خود بارہا اس ضرورت کا اظہار کیا ہے اور ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم میں عربی زبان کو لازمی طور پر شامل ہونا چاہیے۔ لیکن ''ہے'' اور ''ہونا چاہیے'' میں بہت فرق ہے۔ جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لیے کوشش کیجیے، مگر جو کچھ فی الواقع ہے اس سے آنکھیں بند نہ کر لیجیے۔ شریعت نے آپ کو یہ تعلیم نہیں دی ہے کہ بس ''چاہیے'' کے پیچھے پڑے رہیے اور واقعات کی پروا نہ کیجیے۔ آپ کے حالات تو یہ ہیں کہ آپ کے ہاں مسلمانوں کے لیے عربی تو در کنار، دین کی ابتدائی تعلیم تک لازم نہیں ہے، اور اس پر آپ کے تحکم کی کیفیت یہ ہے کہ مسلمان اگر عربی نہیں سمجھتے تو آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس کی پروا نہیں، ہم تو عربی ہی میں خطبہ سنائیں گے۔ کیا عربی خطبہ پر آپ کے اصرار کا یہ نتیجہ نکلنے کی کوئی امید ہے کہ مسلمان محض اس کو سمجھنے کے لیے عربی زبان سیکھنے پر مجبور ہو جائیں؟

تیسری دلیل

تیسری دلیل جو پیش کی جاتی ہے، وہ نسبتاً زیادہ وزنی ہے۔ یعنی یہ کہ عربی زبان کے سوا دوسری زبانوں میں خطبے کے جاری ہونے سے اسلام میں لسانی قومیتوں کی بنا پڑ جانے کا خوف ہے۔ جمعہ تو تمام مسلمانوں کو بلا لحاظ نسل اور زبان و وطن ایک جگہ جمع کرنا چاہتا ہے، مگر غیر عربی خطبہ ان کو چھانٹ دے گا اور مختلف زبانیں بولنے والوں کو جمع الگ الگ کرا کے چھوڑے گا۔

یہ خطرہ یقیناً اہمیت رکھتا ہے مگر اس کا علاج کچھ زیادہ دشوار نہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ خطبے کا ایک حصہ تو لازماً عربی زبان

میں ہو، اور اسے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل واصحاب پر صلوٰۃ وسلام اور آیات قرآنی کی تلاوت کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرا حصہ، جس میں احکام اور مواعظ اور ضروریات زمانہ کے لحاظ سے اسلامی تعلیمات ہوں۔ وہ ایسی زبان میں ہونا چاہیے، جس کو حاضرین یا ان کی اکثریت سمجھتی ہو، اور اس غرض کے لیے بھی زیادہ تر ان زبانوں کو ترجیح دی جانی چاہیے، جو مسلمانوں میں بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہوں۔ مثلاً ہندوستان میں صوبہ وار زبانوں اور مقامی بولیوں کے بجائے زیادہ تر اردو زبان کا خطبہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسے قریب قریب ہر صوبے کے مسلمان سمجھتے ہیں۔ البتہ دور دراز کے گوشوں میں جہاں اردو سمجھنے والے کم ہیں، مقامی زبانوں کو خطبے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں مسلمانوں کا بین الاقوامی اجتماع ہو، وہاں عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں خطبہ نہ ہونا چاہیے۔

عملی مشکلات

یہاں تک جو کچھ ہم نے عرض کیا ہے، وہ صرف شرعی مسئلہ سے متعلق تھا۔ یعنی قانون کی حد تک ہمارے نزدیک غیر عربی خطبے میں کوئی حکم شرعی مانع نہیں ہے، اور جو لوگ اس کو ناجائز یا مکروہ تحریمی یا خلاف سنت قرار دیتے ہیں وہ ہماری رائے میں غلطی کرتے ہیں لیکن اس مسئلے کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ احکام سے نہیں بلکہ عملی مشکلات اور قباحتوں سے تعلق رکھتا ہے۔

عام فہم زبان میں خطبہ ہونے کی ضرورت جس بنا پر ظاہر کی جاتی ہے وہ تو یہی ہے کہ لوگ جب اس کو سمجھیں گے تو فائدہ اٹھائیں گے۔ گویا اصل مقصود سمجھنا نہیں بلکہ فائدہ اٹھانا ہے۔ لیکن اگر صورت یہ ہو کہ بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہونے لگے تو ایسی صورت میں غالباً ہر صاحب عقل یہی کہے گا کہ ایسا سمجھنے سے نہ سمجھنا بہتر ہے۔ اب ذرا اپنی قوم کی حالت کا جائزہ لیجیے۔

آپ کے ہاں امامت کا معیار حد سے زیادہ پست ہو چکا ہے۔ جو منصب مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں سب سے زیادہ اہم تھا، وہ اب سب سے زیادہ غیر اہم ہے۔ جس منصب کے لیے بہتر سے بہتر آدمی منتخب کرنے کا حکم تھا، اب اس کے لیے بدتر سے بدتر آدمی چھانٹا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ذہن میں اب امام کا تصور یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے کسی اور کام کا نہ ہو اس کو مسجد کا امام ہونا چاہیے۔ دس پانچ روپیہ تنخواہ اور دونوں وقت کی روٹی مقرر کر دی اور کسی نیم خواندہ ملا کو رکھ لیا۔ یہ گویا مسجد کی امامت کا انتظام ہو گیا۔ امامت کو اس درجہ پست کر دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری مسجدیں، وہی مسجدیں جنہوں نے کبھی ہماری قوم کے قصر فلک بوس کی تعمیر کی تھی، آج ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو بے علم، تنگ نظر، پست حوصلہ اور دنیئ الاخلاق ہیں۔ کیا آپ ان لوگوں سے امید رکھتے ہیں کہ یہ اردو میں خطبے دے کر آپ کی دینی و دنیوی رہنمائی کرسکیں گے؟

اس گروہ کو چھوڑ کر اگر آپ نے جمعہ کی امامت کے لیے کسی دوسرے گروہ کا انتخاب کرنا چاہا تو لامحالہ اس کے لیے آپ کو علماء ہی کے طبقے کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور باستثناء چند اس طبقے کے سواد اعظم کا جو حال ہے، اسے بیان کرنا گویا اپنی ٹانگ کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا ہے۔ ان حضرات کو اگر آپ نے عام فہم زبان میں من مانے خطبے دینے کا موقع دیا تو یقین جانیے کہ آئے دن مسجدوں میں سر پھٹول ہوگی۔ اس لیے کہ ان میں کا ہر شخص اپنا ایک الگ مشرب رکھتا ہے اور اپنے مشرب میں وہ اتنا سخت ہے کہ دوسرے مشرب والوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کرنا اس کے نزدیک گناہ سے کم نہیں۔ پھر اللہ نے اس کی زبان میں ایک ڈنک رکھ دیا ہے۔ جس سے دلوں کو زخمی کیے بغیر وہ کوئی بات نہیں کرسکتا۔ وہ جس ماحول سے تعلیم و تربیت پا کر

آتا ہے، اور جس ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے، وہاں دین کے مہمات اور قوم کے مصالح کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ تمام دلچسپیاں سمٹ کر چند چھوٹی چھوٹی نزاعی باتوں میں جمع ہوگئی ہیں، اس لیے لامحالہ جب وہ زبان کھولے گا انہی مسائل پر کھولے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ کے گھر میں گالم گلوچ اور جوتی پیزار ہوگی اور آخر کار ہر مشرب کے مسلمان اپنے جمعے الگ الگ قائم کرنے لگیں گے۔ یہ تو مذہبی ذہنیت رکھنے والوں کا حال ہوا۔ رہے نئے تعلیم یافتہ حضرات، جو ان مسائل سے دلچسپی نہیں رکھتے تو ان پر ایک دوسری مصیبت نازل ہوگی۔ وہ ہر جمعہ کو رسول اللہؐ کے منبر سے وہ وہ موضوع اور ضعیف روایتیں اور لاطائل کہانیاں اور احکام اسلامی کی غلط تعبیریں سنیں گے، جن کو سن کر غیر مسلموں کا مسلمان ہونا تو درکنار، ذی ہوش مسلمانوں کا مسلمان رہنا بھی مشکل ہے۔

مذہبی دھڑے بندیوں کے علاوہ اب مسلمانوں میں سیاسی دھڑے بندی کا بھی زور ہو رہا ہے۔ جہاں کہیں مولوی قسم کے مسٹروں، یا مسٹر قسم کے مولویوں کو امامت و خطابت کا موقع مل گیا ہے، وہاں وہ نہایت منہ پھٹ اور بے لگام طریقے سے اپنے سیاسی مسلک کی تائید اور مسلک مخالف کے لوگوں کی تذلیل و تضحیک و تفسیق کرنے لگے ہیں۔ یہ ایک اور فتنہ ہے جو اگر کچھ زیادہ بڑھ گیا تو مسلمانوں کے لیے مل کر نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ مسجدوں میں وہ کچھ ہونے لگا ہے جو پولنگ اسٹیشنوں پر ہوا کرتا ہے اور بالآخر ہر سیاسی مسلک کے لوگوں کی مسجدیں الگ ہو کر رہیں گی۔

خطبہ غیر عربیہ کے اجراء سے پہلے آپ کو ان خرابیوں کا کوئی علاج سوچنا چاہیے۔ میری رائے میں ان کا علاج صرف یہی ہوسکتا ہے کہ اہل علم کی کوئی معتدل جماعت خطبات جمعہ کی تیاری کا کام اپنے ہاتھ میں لے اور ایسے خطبے لکھے جو نزاعی مسائل سے پاک ہوں اور مسلمانوں میں صحیح دینی روح پھونکنے والے ہوں۔ پھر ہندستان میں ہر جگہ صحیح الخیال اور بااثر لوگ کوشش کریں کہ اسی مرکزی جماعت کے تیار کیے ہوئے خطبے نماز جمعہ میں پڑھے جائیں۔ اگر ایسی کوئی تنظیم ہو جائے (جس کی امید کم ہی نظر آتی ہے) تو خطبہ غیر عربیہ کے اجراء میں میری تحقیق کی حد تک کوئی امر شرعی مانع نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ تنظیم نہ ہو سکے تو مصلحت کا اقتضاء یہی ہے کہ عربی کے انہی پرانے خطبوں کو چلنے دیا جائے جن سے کوئی مفید نہیں تو مضر نتیجہ بھی برآمد نہیں ہوتا۔ البتہ اگر خوش قسمتی سے کوئی موزوں خطیب میسر آجائے اور وہ اس خدمت کو باحسن وجوہ انجام دے سکے تو اس سے فائدہ اٹھانے میں دریغ بھی نہ کرنا چاہیے۔ (تفہیمات ج ۲: نماز خطبہ...)

خطبہ جمعہ کی زبان پر مزید بحث

مسئلہ کا ایک پہلو فقہی ہے اور اس نقطہ نظر سے صرف یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا خطبہ کو عربی زبان میں پڑھنا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟ اس سوال کے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیے حسب ذیل امور کی تحقیق ہونی چاہیے۔ کیا خطبہ عربیہ کے وجوب پر کوئی نص ہے؟ اگر نص نہیں ہے اور یہ حکم صرف شارع کے عمل سے ماخوذ ہے تو کیا شارع کا یہ عمل سنت کی تعریف میں آتا ہے؟ آیا اصطلاح شرح میں سنت ہر اس عمل کو کہتے ہیں جو شارع نے کیا ہو، اس باب میں شرعی عمل اور عادی و طبعی عمل میں کوئی فرق کیا گیا ہے؟ اگر فرق ہے تو شارع کا عربی میں خطبہ دینا کس قسم کا فعل ہے، شرعی یا طبعی؟

مسئلہ کا دوسرا پہلو مصالح سے تعلق رکھتا ہے اور اس بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کے لیے حسب ذیل امور کا تصفیہ ضروری ہے۔ خطبہ کا مقصد کیا ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے شارع نے اور صدر اول کے ائمہ نے جو طریقہ

اختیار کیا تھا اس کی پابندی سے آج بھی وہ مقصد حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں مقصد زیادہ اہمیت رکھتا ہے، یا وہ وسیلہ جو اس کو حاصل کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو؟ اگر مقصد زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور کسی خاص صورت حال میں طریقہ متوارثہ کی پابندی سے وہ فوت ہو رہا ہو اور اس صورت حال کو بدلنے پر ہم قادر نہ ہوں تو کیا ہم اصول شرع کے تحت طریقہ متوارثہ میں کوئی تغیر کر سکتے ہیں؟ اگر تغیر کرنے کا حق ہم کو حاصل ہے تو حالات کے لحاظ سے ہمیں کتنا اور کس طرح کا تغیر کرنا چاہیے؟

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر ان دلائل کو تسلیم کر لیا جائے تو قرآن مجید کا ترجمہ کرنا بھی اسی طرح ناجائز قرار پائے گا جس طرح غیر عربی میں خطبہ دینا ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ عربی زبان اسلام کی سرکاری زبان ہے، جو لوگ اسلام کے محکوم ہیں، ان پر اس زبان سے واقف ہونا لازم ہے اور اگر وہ عربی سے واقفیت پیدا نہیں کرتے تو یہ ان کا قصور ہے، لہٰذا ان کو سمجھانے کے لیے قرآن کے مطالب کو ان کی مادری زبان، یا بالفاظ دیگر کسی ''غیر سرکاری زبان'' میں بیان نہیں کیا جائے گا۔ اسی طریقے سے آپ یہ بھی کہہ دیجیے کہ ان کے سامنے اسلامی احکام، اسلامی عقائد، اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور دوسری ''سرکاری'' چیزوں کو بھی صرف ''سرکاری زبان ہی میں بیان کیا جائے گا۔ کوئی چیز غیر سرکاری زبان میں نہ بیان ہوگی خواہ وعظ کی صورت میں ہو یا تحریر کی صورت میں۔

فرمایئے! اگر کوئی شخص یہ موقف اختیار کرے تو کیا آپ اس کو قبول کریں گے؟ غالباً نہیں اس لیے کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ حالات میں ایسا کرنے سے مسلمانوں کی تقریباً ۸۰ فی صد آبادی اسلام کے علم سے بالکل بے بہرہ ہو جائیگی۔ اسی بنا پر آپ قرآن حکیم کے ترجمے دوسری زبانوں میں کرنے کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھتے ہیں، اور اسی بنا پر آپ ''غیر سرکاری زبان'' میں ''سرکاری'' مضامین کی اشاعت کو مواعظ اور تحریروں کی شکل میں صرف گوارا ہی نہیں بلکہ پسند کرتے ہیں۔ جب حال یہ ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ یہ تمام بحثیں صرف خطبہ جمعہ کے مسئلہ میں پیدا ہوتی ہیں؟ مسجد میں اگر کوئی شخص نماز کے بعد یا خطبہ سے پہلے عجمی زبان میں وعظ کہے تو جائز بلکہ مفید۔ اور انہی مضامین کو اگر وہی شخص منبر کی دو سیڑھیوں پر چڑھ کر خطبہ جمعہ کی حیثیت سے بیان کرنے لگے تو ناجائز، بلکہ بدعت!

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ عادت قدیمہ کی محبت میں مبتلا ہوتے ہیں، اور جب کوئی مجتہد، حالات کے تغیر اور زمانے کی بدلی ہوئی ضروریات کو محسوس کر کے، طریقہ متوارثہ میں ترمیم کی جرات کرتا ہے تو وہ محض اس بنا پر اس کی مخالفت کرنے لگتے ہیں کہ اس نے ایک ایسا طریقہ اختیار کیا ہے جس سے ان کے طبائع مانوس نہیں ہیں، مگر جب یہ نیا طریقہ چل پڑتا ہے اور اجنبیت دور ہو جاتی ہے تو لوگ اس کو نہ صرف جائز بلکہ مفید سمجھنے لگتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جب قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کیا تو اسی بنا پر ان کی مخالفت کی گئی تھی۔ ان سے پہلے ایک دور ایسا بھی گزرا ہے جس میں عربی زبان کے سوا کسی اور زبان میں دعا کرنا، وعظ کہنا اور دینی مسائل پر اظہار خیال کرنا ایک نئی چیز تھی۔ اور لوگ اس پر معترض ہوتے تھے۔ ٹرکی میں جب پہلی مرتبہ جدید طرز پر فوجوں کو مرتب کرنے اور نئے آلات جنگ کا استعمال رائج کرنے کی کوشش کی گئی تو ایک جماعت نے اس پر سخت اعتراض کیا تھا۔ ان میں سے ہر موقع پر یہی کہا گیا کہ یہ بدعت اور احداث فی الدین ہے، مگر آج کوئی نہیں جس کو ان چیزوں پر اعتراض ہو۔ اعتراض تو درکنار آج عامی اور عالم سب ان کو جائز بلکہ مستحسن سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ پر آپ

غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کے اعتراضات دراصل غیر شرعی محرکات سے پیدا ہوتے ہیں، پھر ان کی تائید میں شریعت سے استدلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اسلام سے عربی زبان کا خاص تعلق ہے۔ قرآن عربی میں نازل ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام کی سیرت کے متعلق تمام معلومات عربی میں ہیں۔ اسلام کا صحیح علم حاصل ہونا، جس پر انسان کے مسلمان ہونے کا مدار ہے۔ عربی زبان کی واقفیت کے بغیر ممکن نہیں۔ امت مسلمہ کی وحدت برقرار رکھنے کے لیے بھی عربی زبان ایک ضروری اور ناگزیر ذریعہ ہے۔ انہی وجوہ سے ہر زمانہ کے علماء نے عربی کی تعلیم پر زور دیا ہے، اور انہی وجوہ سے آج بھی ہر صاحب عقل وفہم مسلمان یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم میں عربی کو بحیثیت ایک ثانوی زبان کے لازمی طور پر شامل ہونا چاہیے۔ یہ تمام باتیں بالکل برحق ہیں اور ان میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن جیسا کہ اس سے پہلے میں عرض کر چکا ہوں ''ہے'' اور ''ہونا چاہیے'' میں بڑا فرق ہے۔ جو کچھ ہونا چاہیے اس کے لیے ضرور کوشش کیجیے۔ لیکن اگر عالم واقعہ میں موجود نہیں ہے تو اپنے طرز عمل کو واقعات کے مطابق بنانے سے انکار نہ کر دیجیے۔ عقل اور دین دونوں کا اقتضا یہ ہے کہ مقصد کو وسیلہ پر مقدم رکھا جائے۔ ایک وسیلہ اگر زیادہ بہتر ہے، لیکن اب کارگر نہیں رہا ہو، تو دوسرا وسیلہ اختیار کیجیے جو کارگر ہو، اگرچہ بہتر نہ ہو۔ لیکن اگر آپ وسیلہ پر اصرار کر کے اصل مقصد کو کھو دیں گے تو یہ نہ عقلمندی ہے نہ دینداری۔

اب آپ خود غور کیجیے کہ دین کا اصل مقصد کیا ہے؟ آیا یہ ہے کہ عربی زبان کو ''سرکاری'' اور قومی زبان کی حیثیت سے پھیلایا جائے؟ یا یہ کہ خدا کے بندوں کو اس کی تعلیم اور اس کے احکام سے واقف کرایا جائے؟ ظاہر ہے کہ اصل مقصد دوسری چیز ہے۔ پس جب حال یہ ہے اور ہر شخص اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ غیر عربی ممالک میں دو فی صدی آدمی بھی عربی زبان سمجھنے والے باقی نہ رہے، اور ہم اس طاقت سے محروم ہو چکے ہیں جس سے صدر اول کے مسلمانوں نے عربی کے علم کو پھیلایا تھا، تو آپ کو سوچنا چاہیے کہ ہمارے لیے صحیح طریق کار کیا ہے؟ یہ کہ مقصد اصلی کو کسی دوسرے ممکن ذریعہ سے حاصل کریں؟ یا یہ کہ قدیم ذریعہ پر اصرار کر کے مقصد کو فوت ہو جانے دیں؟

دین ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ انسانی زبانوں میں سے کسی کے ساتھ اس کا مختص بالذات رشتہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد دین کو اپنے بندوں تک پہنچانا ہے، اور اس مقصد کے لیے جس طرح وہ ایک انسان کو وسیلہ بناتا ہے اسی طرح ایک زبان کو بھی وسیلہ بناتا ہے۔ نبی ﷺ سے پہلے اسی دین کو پہنچانے کے لیے وہ دوسری قوموں کے انسانوں اور دوسری قوموں کی زبانوں کو بھی وسیلہ بنا چکا ہے۔ پس اگر آخری تبلیغ کے موقع پر اس نے عربی قوم اور عربی زبان کو وسیلہ بنایا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کہ اب صرف عربی زبان ہی سے اسلام کا رشتہ ہو گیا ہے اور دوسری زبانوں کو تبلیغ دین کے لیے استعمال کرنا ناجائز یا مکروہ ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نبی ﷺ صریح ہدایت فرما دیتے کہ عربی زبان کے سوا کسی زبان کو تبلیغ دین کے لیے قیامت تک استعمال نہ کرنا۔ حالانکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے بعض صحابہ کو غیر زبانیں سیکھنے کا حکم دیا تھا اور عہد صحابہ میں حضرت سلمان فارسیؓ جیسے غیر عربی الاصل حضرات عجمیوں کو ان کی اپنی زبانوں میں دین کی تعلیمات سمجھاتے تھے۔

رہی یہ بات کہ قیصر روم اور شاہ ایران کو جو دعوت نامے بھیجے گئے تھے وہ عربی میں کیوں بھیجے گئے، تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے جو خطوط ان لوگوں کو بھیجے تھے، وہ ایک ملک کے فرمانروا کی طرف سے دوسرے ملک کے

فرمانرواؤں کی جانب تھے، اور ایسی مراسلت میں اپنے ملک کی زبان کے بجائے مخاطب کے ملک کی زبان استعمال کرنا اس مملکت کی توہین ہے جس کا فرمانروا کمتر موقف اختیار کرے۔ اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضورؐ تبلیغ کی خاطر ہر مخاطب فرمانروا کو اسی کی زبان میں خطاب فرمانا چاہتے بھی تو اس وقت عملاً اس کا انتظام مشکل تھا، کیونکہ صحابہ میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو غیر عربی زبانیں جانتے ہوں، اور جو لوگ جانتے تھے وہ بھی ان زبانوں کے ایسے ادیب نہ تھے کہ ایک نبی کے شایانِ شان فصیح و بلیغ خط لکھ سکتے۔ نیز یہ بات بھی حضور اکرمؐ کو معلوم تھی کہ جن بادشاہوں کے نام آپ دعوت نامے بھیج رہے ہیں ان کو ایسے لوگ میسر آسکتے ہیں جو ان خطوط کا صحیح مفہوم انہیں سمجھا سکتے ہیں۔[1] پس حضورؐ کا عربی میں اسلام کے دعوت نامے بھیجنا عملی زندگی کے موانع کا نتیجہ تھا، اور اس کی حیثیت بالکل ایسی ہی تھی جیسے پانی نہ ملنے کی صورت میں آپ نے تیمّم بھی کیا ہے اور قیام کی طاقت نہ ہونے کی حالت میں بیٹھ کر بھی نماز پڑھی ہے۔ حالانکہ اگر اللہ چاہتا تو ہر جگہ آپ کے لیے ایک چشمہ پیدا کرسکتا تھا، اور آپ کو ہمیشہ بیماری اور ضعف سے محفوظ رکھ سکتا تھا۔ ایسی مثالوں سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز درست نہیں کہ شریعت دین کی تبلیغ کو صرف عربی زبان تک محدود رکھنا چاہتی ہے اور اس کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ اس زبان سے واقف نہ ہوں، ان کو ضلالت اور جہالت میں مبتلا رہنے دیا جائے۔

صحابہ کرام اور ائمہ متقدمین کی غیر زبانوں سے نفرت اور عربیت پر ان کے اصرار کے متعلق میں نے ''تعصب'' کا لفظ جو استعمال کیا تھا۔ تعصب محض جاہلیت ہی کا نہیں ہوتا۔ ایک قسم کا تعصب وہ ہے جو ہر انسان کی فطرت میں ہوتا ہے اور جس کو عیب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر ایک ہندوستانی جب چین جائے گا تو وہاں کی زبان، عادات، خصائل، طرز بود و ماند ہر چیز سے اجنبیت محسوس کرے گا۔ ان پر ناک بھوں چڑھائے گا۔ اور اس کو پسند نہ کرے گا کہ اس کے اہل و عیال ''چینیت'' اختیار کریں۔ یہ ایک فطری منافرت ہے جو ہر انسان کی طبیعت میں اجنبی چیزوں سے ہوتی ہے۔ صحابہ کرام بھی بہر حال انسان تھے اور عجمیت سے ان کی نفرت ایک حد تک اس بنا پر بھی تھی۔ اس میں مزید اضافہ اس وجہ سے ہوگیا کہ عجمی اقوام اس وقت سب کی سب کافر تھیں اور ان کے جو افراد مسلمان ہوجاتے تھے، ان کو صحابہ کرام عربیت کے رنگ میں رنگ لینا ضروری سمجھتے تھے، تاکہ وہ کفار کی جمعیت سے الگ ہوکر اہل اسلام کی جمعیت میں جذب ہوجائیں۔ نیز صحابہ کرام یہ بھی پسند نہ کرتے تھے کہ مسلمان (جو اس وقت تمام تر عرب ہی تھے) عجمی ممالک میں اہل عجم کی سی بولیاں بولنا اور ان کے سے لباس پہننا شروع کردیں۔ کیونکہ اس طرح کفار کی اکثریت میں ان کے جذب ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ پس صحابہ کرام نے جو طرز عمل اختیار کیا، اس کی بنیاد دو وجوہ پر تھی۔ ایک وجہ فطری تھی اور دوسری وجہ حالات کے اقتضاء سے تعلق رکھتی تھی۔ ان میں سے پہلی وجہ کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لیے اس کو حجت بنانا درست نہیں۔ رہی دوسری وجہ تو اب وہ حالات باقی نہیں ہیں۔ اردو، فارسی، ترکی، جاوی، اور ایسی ہی دوسری زبانیں بھی عربی کی طرح اب مسلمانوں کی زبانیں ہیں، اور ان سے کسی اسلامی مصلحت کے تحت نفرت و اجتناب کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی ہے۔ (تفہیمات ج ۲: خطبۂ جمعہ...)

---

[1] واضح رہے کہ ایرانی اور رومی، دونوں سلطنتوں کے حدود میں، اور ان کے زیر اثر علاقوں میں عربی ریاستیں موجود تھیں، بڑے بڑے عرب قبائل آباد تھے، اور عرب سرداروں کی رسائی قیصر و کسریٰ کے درباروں میں تھی۔ اسی طرح مصر اور حبش کے ساتھ بھی عرب کے وسیع تجارتی تعلقات تھے اور دونوں ملکوں کے اپنے حدود میں عربی بولنے والی آبادیاں پائی جاتی تھیں۔

کیا خطبہ غیر عربیہ واجب ہے؟

یہ ایک دلچسپ صورت حال ہے۔ ایک جماعت عجمی زبان کے خطبہ کو مکروہ تحریمی ثابت کر رہی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا فاعل گناہ گار ہو۔ دوسری جماعت اسی چیز کو واجب ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا تارک گناہ گار ہو۔ حالانکہ نہ ایک فریق کے پاس اس کی حرمت کا کوئی شرعی ثبوت ہے اور نہ دوسرے کے پاس اس کے وجوب کا۔ اس معاملہ میں یہ بات ہر شخص کو بطور ایک اصول کے سمجھ لینی چاہیے کہ شریعت میں فرض و واجب، یا حرام و ناجائز صرف وہی امور ہیں، جن کو شارع نے خود یہ حیثیت دی ہو اور جن کے بارے میں کتاب وسنت سے اس طرح کا کوئی حکم ثابت ہو۔ ایسے ہی امور کے فعل یا ترک پر گناہ کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ باقی رہے وہ امور جو ہم قیاس واستدلال کے ذریعہ سے شارع کے قول یا عمل سے مستنبط کرتے ہیں، تو ان کو فرض یا واجب قرار دینا، یا حرام یا ناجائز ٹھیرانا اور ان کی بنا پر ثواب یا عقاب کا حکم لگانا اصلاً غلط ہے۔ اس لیے کہ انسان کو انسان پر کوئی چیز فرض وواجب کرنے یا حرام یا ناجائز ٹھیرانے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے، اور عذاب وثواب خدا کے اختیار میں ہیں نہ کہ انسان کے اختیار میں۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔ (النحل: ۱۱۶) ایک بڑے سے بڑا عالم اور امام جلیل القدر بھی زیادہ سے زیادہ جو کچھ کہنے کا حق رکھتا ہے، وہ صرف اس قدر ہے کہ میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے ایسا سمجھتا ہوں، میرے نزدیک فلاں بات کی جاسکتی ہے یا اس کا کرنا اولیٰ ہے، یا فلاں بات نہیں کی جاسکتی، یا اس کا کرنا درست نہیں۔ اگرچہ رائے کا اختلاف اس صورت میں بھی باقی رہتا ہے۔ اس لیے کہ ایک شخص کا فہم دوسرے شخص کے فہم سے بالکل مطابق نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ اختلاف احکام شریعت میں نہیں بلکہ انسانی اجتہاد میں ہوگا اور اس کی وجہ سے وہ فتنے نہ پیدا ہوسکیں گے جو اجتہادی اختلافات کی بنیاد پر فرض اور حرام کا فرق پیدا کرنے اور پھر ایک دوسرے کو گناہ گار اور گمراہ ٹھہرانے سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس اصل کو اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ اس کے بعد زبان خطبہ کے مسئلہ پر غور کیجیے۔ شارع نے ایسی کوئی تصریح نہیں فرمائی ہے کہ خطبہ فلاں زبان میں دینا واجب ہے۔ یا فلاں زبان میں دینا مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح شارع نے ان مقاصد کی تفصیل بھی بیان نہیں کی ہے جن کے لیے خطبہ کو نماز جمعہ کے ساتھ لازم کیا گیا ہے۔ اس باب میں جتنی مختلف باتیں مختلف خیالات کے اہل علم بیان کرتے ہیں، وہ شارع کے کسی صریح حکم پر مبنی نہیں ہیں۔ بلکہ انہوں نے صاحب شریعت کے عمل کو دیکھ کر اپنی فہم کے مطابق مختلف امور اخذ کیے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک گروہ کا فہم صحیح ہو۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے گروہ کا فہم صحیح ہو۔ دونوں کو اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کا حق ہے۔ لیکن کسی کو یہ حق نہیں کہ اپنے فہم سے جو حکم وہ نکال رہا ہے اسے واجب ٹھیرائے اور اس کے تارک کو گناہ گار قرار دے، یا اسے حرام ٹھیرائے اور اس کے فاعل کو مجرم ٹھیرائے۔ لوگوں کو پوری آزادی حاصل ہے کہ جس کے دلائل کو وہ زیادہ وزنی سمجھیں اور جس کی رائے پر ان کو اطمینان ہو جائے، اس کا اتباع کرلیں۔ شارع کا تصریح نہ کرنا خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے لوگوں کو اس باب میں آزادی بخشی ہے۔ اگر اس میں لوگوں کے طریقے مختلف ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ جس کا مسلک زیادہ قوی دلائل پر مبنی ہوگا، اور جس کی رائے مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کو زیادہ مطمئن کرنے والی ہوگی، اسی کے اتباع پر بالآخر سواد اعظم مجتمع ہو جائے گا اور اختلاف عمل کا دائرہ خود بخود گھٹتا چلا جائے گا۔

خطبہ غیر عربیہ کو واجب قرار دینے کے لیے جو طریق استدلال اختیار کیا گیا ہے، وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ نماز کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد رجوع الی اللہ ہے، اور رجوع الی اللہ بغیر خشوع وخضوع کے ممکن نہیں۔ اور جس چیز پر فرض کے مقصد کا حصول موقوف ہو، وہ بھی فرض ہونی چاہیے، لہٰذا خشوع وخضوع نماز ہی کی طرح فرض ہے۔ یہ طرز استدلال ممکن ہے کہ منطق کی رو سے درست ہو، مگر شرع کی رو سے درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ شخص امت پر ایسی چیز فرض کرتا ہے جسے خدا نے فرض نہیں کیا۔ شریعت میں صرف وہی چیز فرض یا حرام ہے جس کو خدا نے فرض یا حرام قرار دیا ہے۔ ہم کو منطقی استدلال سے فرائض اور حرمات کی فہرست میں اضافہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ پچھلی امتوں نے یہی غلط طریقہ اختیار کر کے اپنے اوپر بہت سی چیزیں لازم کر لی تھیں، جو خدا نے ان کے اوپر لازم نہیں کی تھیں، اور یہی وہ بوجھ اور پھندے تھے جن سے انسانیت کو آزاد کرنے کے لیے نبی ﷺ بھیجے گئے۔ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۱۵۷)

اصل حقیقت یہ ہے کہ شرعی نظام کے درہم برہم ہو جانے کی وجہ سے اسلام کا کوئی حکم اپنی اصل پر باقی نہیں رہا ہے۔ جمعہ اور خطبہ ہمارے شرعی نظام کے اہم ترین اجزاء میں سے تھے۔ ایک عظیم الشان اجتماعی مقصد تھا جس کی تحصیل کے لیے دوسرے اجزاء کے ساتھ ان دونوں چیزوں کو بھی خاص حکیمانہ تناسب سے ایک نظام میں نصب کیا گیا تھا۔ اب وہ نظام ٹوٹ گیا، اجزاء پراگندہ ہو گئے، ان کا باہمی ربط اور اجتماعی زندگی کے ساتھ ان سب کا مجموعی ربط ٹوٹ گیا، اور سرے سے وہ عظیم الشان مقصد ہی اب دلوں سے محو ہوتا جا رہا ہے جس کے لیے یہ تمام اجزاء فراہم کیے گئے تھے۔ اس حالت کی صحیح اصلاح تو اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ شرعی نظام پھر سے قائم کیا جائے اور اس کے بکھرے ہوئے اجزاء کو پھر اسی طرح جمع کر کے ایک مشین کے پرزوں کی طرح نصب کر دیا جائے، تاکہ اس کی حرکت کے ساتھ ساتھ وہ نتائج برآمد ہوتے چلے جائیں جو اس سے مطلوب ہیں۔ تاہم اگر یہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم اتنا ہی ہو کہ مسلمانوں میں ایک رائے عام پیدا کر دی جائے، بڑے پیمانے پر نہیں تو چھوٹے پیمانے پر ہی ان کو اپنے اجتماعی کام ایک نظم کے ساتھ انجام دینے کی عادت ڈالی جائے، اور رائے عامہ کی طاقت سے ان مضرتوں کا سد باب کیا جائے جو غیر ذمہ دار لوگوں کی منتشر حرکات سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اگر یہ بھی نہیں ہو سکتا تو پھر اصلاح کا نام نہ لیجیے، اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کو اسی طرح ہونے دیجیے کیونکہ ہر شخص اپنے ذہن میں اصلاح کا جو مفہوم سمجھے بیٹھا ہے، اگر وہ اسی کے مطابق انفرادی طور پر عمل شروع کر دے تو بے شمار مصلحین، ایک دوسرے کے خلاف عمل کرنے والے پیدا ہو جائیں گے اور ان کی کارگزاریوں کا نتیجہ اصلاح کے بجائے مزید فساد ہوگا۔

نظام شرعی میں خطیب جمعہ کی حیثیت محض ایک واعظ کی نہیں ہے، بلکہ وہ ایک ذمہ دار شخص کی حیثیت رکھتا ہے جس پر اپنے حلقہ کی جماعت مسلمین کی نگرانی کرنے اور ان کی اجتماعی زندگی کو مفاسد سے بچانے اور ان سب کو عام قومی پالیسی کے مطابق چلانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ذمہ داری بجائے خود ایک معلم ہے۔ جس شخص پر اس کا بار پڑتا ہے، وہ خود ذمہ داری سے ہی سیکھ لیتا ہے کہ اس سے کیونکر عہدہ برآ ہو، بخلاف اس کے ایک غیر ذمہ دار شخص، جو نہ کسی نظام جماعت سے تعلق رکھتا ہو، نہ کسی کے سامنے جواب دہ ہو، نہ اس امر کا کوئی تصور رکھتا ہو کہ اس کا خطبہ جماعت کی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے، بلکہ اثر انداز ہوتا بھی ہے، یا نہیں۔ ایسا شخص خطبہ جمعہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ جماعت کی فلاح و بہبود کن چیزوں کی مقتضی ہے؟ کون سے مفاسد ہیں جن کی اصلاح اس کو پہلے کرنی چاہیے؟ کن تعلیمات کی

تلقین اور کن احکام کی تبلیغ مقدم ہے اور اس کام کو کس طرح انجام دیا جائے کہ فائدہ مطلوب حاصل ہو؟ ہمارے جمعوں کے امام چونکہ کوئی ذمہ دارانہ حیثیت ہی نہیں رکھتے، اس لیے درحقیقت وہ خطیب کے ان فرائض کو ادا کرنے کے ناقابل ہیں۔ وہ اگر عالم بھی ہوں تو ان کی حیثیت ایک واعظ اور مبلغ کی رہے گی۔ وہ محض اپنے شخصی اختیار تمیزی کی بنا پر تعلیم و تبلیغ کریں گے اور اس سے کوئی خاص اجتماعی فائدہ حاصل نہ ہوگا، بلکہ اس کے برعکس ان کے غیر ذمہ دارانہ مواعظ سے یہ تھوڑی بہت اجتماعیت بھی، جو اب حاصل ہوتی ہے، پراگندہ ہو جائے گی۔

اگر نظام شرعی کا احیاء اس وقت ممکن نہیں ہے، جیسا کہ بظاہر نظر آ رہا ہے، تو آخری صورت وہی ہے جو میں نے بیان کی ہے۔ اہل علم کی ایک جماعت، جو کسی حد تک ذمہ دارانہ حیثیت رکھتی ہو، خطبات جمعہ مرتب کرنے کے لیے مقرر ہونی چاہیے، اور اس کو ایسے خطبات مرتب کرنے چاہئیں جن میں اصول اسلام کو غیر اختلافی طریقوں سے بیان کیا جائے، مسلمانوں میں وحدت ملی کا احساس پیدا کیا جائے، ان کو عام اخلاقی مفاسد اور خلاف شریعت اعمال پر (جو متفق علیہ ہیں) متنبہ کیا جائے، اور ایسے احکام بیان کیے جائیں جن سے مسلمانوں کے کسی فرقہ کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ اجتماع جمعہ کے مقاصد کی تحصیل کا کم سے کم ذریعہ یہی ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ مختلف فرقوں کے جمعے جو الگ الگ ہونے لگے ہیں، ان کو بند کیا جائے اور ایسی صورتیں پیدا کی جائیں کہ کم از کم جمعہ میں تمام یا اکثر فرقوں کے مسلمان ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں۔ جمعوں کا الگ ہونا غایت درجہ نقصان دہ چیز ہے۔ اس کو مٹانے کی ضرورت ہے۔ نہ یہ کہ ایسے اسباب پیدا کیے جائیں جن سے یہ بیماری اور زیادہ ترقی کرے۔ واعظوں کو اگر اپنے نقطہ نظر کے مطابق وعظ کہنا ہے اور وہ اپنے مسلک کی تبلیغ کرنا چاہتے ہیں تو وہ مسجدوں سے باہر جہاں چاہیں، لب کشائی کریں۔ مسجدیں جمع کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں، نہ کہ تفریق کرنے کے لیے۔ ان کو مساجد ضرار بنانا ایک بدترین فعل ہے، جسے کسی حال میں گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ (تفہیمات، ج ۲: کیا خطبہ...)

ماٰخذ

(۱) موطا امام مالك ج ١، باب ماجاء فی السواك۔ ☆ابن ماجه: كتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب ماجاء فی الزينة يوم الجمعة۔ فی الزوائد: فی اسناده صالح بن أبی الاخضر، لينه الجمهور، و باقی رجاله ثقات۔

(۲) بخاری ج ٢، كتاب الرقاق، باب مايحذر من زهرة الدنيا و التنافس فيها۔ ج ١، كتاب الزكوٰة، باب الصدقة على اليتامى۔ اس مقام پر آغاز روایت "اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ، مِنْ بَعْدِیْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا" سے ہوا ہے اور بھی قدرے لفظی اختلاف ہے۔

(۳) بخاری ج ١، كتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء اما بعد۔

(۴) بخاری ج ١، كتاب الجمعة، باب الاستسقاء فی الخطبة يوم الجمعة۔

فصل: ۱۰

نمازِ تہجد

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ○ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۭ

(المزمل: ۱ - ۶)

''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے، رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو، مگر کم، آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کرلو، یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو، اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔ درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔''

سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۹ میں ارشاد باری تعالیٰ: وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ ''اور رات کو تہجد پڑھو، یہ تمہارے لیے نفل ہے۔''

تہجد کے معنی

تہجد کے معنی ہیں ''نیند توڑ کر اٹھنے کے۔'' پس رات کے وقت تہجد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رات کا ایک حصہ سونے کے بعد پھر اٹھ کر نماز پڑھی جائے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل، حاشیہ: ۹۶)

فرض نہیں، نفل ہے

نفل کے معنی ہیں ''فرض سے زائد''۔ اس سے خود بخود یہ اشارہ نکل آیا کہ وہ پانچ نمازیں، جن کے اوقات کا نظام پہلی آیت[۱] میں بیان کیا گیا تھا، فرض ہیں اور یہ چھٹی نماز فرض سے زائد ہے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، بنی اسرائیل حاشیہ: ۹۷)

يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ کے الفاظ کے ساتھ حضورؐ کو مخاطب کرنے اور پھر یہ حکم دینے سے کہ ''آپ اٹھیں اور راتوں کو عبادت کے لیے کھڑے رہا کریں'' یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت یا تو آپ سو چکے تھے، یا سونے کے لیے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے۔

---

[۱] اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

اے نبی یا اے رسول کے بجائے ”اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے“ کے خطاب کی لطافت

اس موقع پر آپ کو اے نبیؐ یا اے رسول کہہ کر خطاب کرنے کے بجائے ”اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے“ کہہ کر پکارنا ایک لطیف انداز خطاب ہے، جس سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اب وہ دور گزر گیا، جب آپ آرام سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے۔ اب آپ پر ایک کار عظیم کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے، جس کے تقاضے کچھ اور ہیں۔

قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا کا مطلب

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ رات نماز میں کھڑے رہ کر گزارو۔ اور اس کا کم حصہ سونے میں صرف کرو۔ دوسرا یہ کہ پوری رات نماز میں گزار دینے کا مطالبہ تم سے نہیں ہے، بلکہ آرام بھی کرو اور رات کا ایک قلیل حصہ عبادت میں بھی صرف کرو۔ لیکن آگے کے مضمون سے پہلا مطلب ہی زیادہ مناسبت رکھتا ہے اور اسی کی تائید سورۂ دہر کی آیت ۲۶ سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ”اور رات کو بھی اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو اور رات کا طویل حصہ اس کی تسبیح کرتے ہوئے گزارو۔“

مقدار وقت کی تشریح

نِصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۔ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ . (المزمل: ۳-۴)

”آدھی رات، یا اُس سے کچھ کم کرلو، یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو۔“

یہ اس مقدار وقت کی تشریح ہے، جسے عبادت میں گزارنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس میں آپ کو اختیار دیا گیا کہ خواہ آدھی رات نماز میں صرف کریں، یا اس سے کچھ کم کردیں، یا اس سے کچھ زیادہ۔ لیکن انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قابل ترجیح آدھی رات ہے، کیونکہ اسی کو معیار قرار دے کر کمی و بیشی کا اختیار دیا گیا ہے۔

نماز تہجد میں قرآن کو ٹھیر ٹھیر کر پڑھنے کا حکم

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ (المزمل: ۴) اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔ یعنی تیز تیز رواں دواں نہ پڑھو، بلکہ آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرو اور ایک ایک آیت پر ٹھیرو تاکہ ذہن پوری طرح کلام الٰہی کے مفہوم و مدعا کو سمجھے اور اس کے مضامین سے متاثر ہو۔ کہیں اللہ کی ذات و صفات کا ذکر ہے تو اس کے عظمت و ہیبت دل پر طاری ہو۔ کہیں اس کی رحمت کا بیان ہے تو دل جذبات تشکر سے لبریز ہو جائے۔ کہیں اس کے غضب اور اس کے عذاب کا ذکر ہے تو دل پر اس کا خوف طاری ہو۔ کہیں کسی چیز کا حکم ہے، یا کسی چیز سے منع کیا گیا ہے تو سمجھا جائے کہ کس چیز کا حکم دیا گیا ہے اور کس چیز سے منع کیا گیا ہے۔ غرض یہ قراءت محض قرآن کے الفاظ کو زبان سے ادا کردینے کے لیے نہیں، بلکہ غور و فکر اور تدبر کے ساتھ ہونی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کی قراءت کا طریقہ حضرت انس سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ آپ الفاظ کو کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ مثال

کے طور پر انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر بتایا کہ آپ اللہ، رحمٰن اور رحیم کو مد کے ساتھ پڑھا کرتے تھے (بخاری)۔ حضرت ام سلمہؓ سے یہی سوال کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حضورؐ ایک ایک آیت کو الگ الگ پڑھتے اور ہر آیت پر ٹھیرتے جاتے تھے، مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ پڑھ کر رک جاتے، پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پر ٹھیرتے اور اس کے بعد رک کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتے (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی)۔ دوسری ایک روایت میں حضرت ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضورؐ ایک ایک لفظ واضح طور پر پڑھا کرتے تھے (ترمذی، نسائی)۔ حضرت حذیفہ بن یمان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات کی نماز میں حضور کے ساتھ کھڑا ہوگیا تو آپ کی قراءت کا یہ انداز دیکھا کہ جہاں تسبیح کا موقع آتا وہاں تسبیح فرماتے، جہاں دعا کا موقع آتا وہاں دعا مانگتے اور جہاں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا موقع آتا وہاں پناہ مانگتے۔ (مسلم، نسائی)

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رات کی نماز میں جب حضورؐ اس مقام پر پہنچے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (المائدۃ: ۱۱۸)۔ (اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرمادے تو تو غالب اور دانا ہے) تو اسی کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ (مسند احمد، بخاری)

رات کی نماز کا حکم کیوں دیا گیا

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيْلاً (المزمل: ۵) ''ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔'' یعنی تم کو رات کی نماز کا یہ حکم اس لیے دیا جارہا ہے کہ ایک بھاری کلام ہم تم پر نازل کررہے ہیں، جس کا بار اٹھانے کے لیے تم میں اس کے تحمل کی طاقت پیدا ہونی ضروری ہے۔ اور یہ طاقت تمہیں اسی طرح حاصل ہوسکتی ہے کہ راتوں کو اپنا آرام چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھو اور آدھی آدھی رات، یا کچھ کم و بیش عبادت میں گزارا کرو۔

قرآن کو بھاری کلام کیوں کہا گیا؟

قرآن کو بھاری کلام اس بنا پر بھی کہا گیا ہے کہ اس کے احکام پر عمل کرنا، اس کی تعلیم کا نمونہ بن کر دکھانا، اس کی دعوت کو لے کر ساری دنیا کے مقابلے میں اٹھنا اور اس کے مطابق عقائد وافکار، اخلاق و آداب اور تہذیب وتمدن کے پورے نظام میں انقلاب برپا کردینا، ایک ایسا کام ہے، جس سے بڑھ کر کسی بھاری کام کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس بنا پر بھی اس کو بھاری کلام کہا گیا ہے کہ اس کے نزول کا تحمل بڑا دشوار کام تھا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اس حالت میں نازل ہوئی کہ آپ اپنا زانو میرے زانو پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ میرے زانو پر اس وقت ایسا بوجھ پڑا کہ معلوم ہوتا تھا، اب ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے زمانے میں حضورؐ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، آپ کی پیشانی سے اس وقت پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔ (بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، نسائی)۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب کبھی آپ پر اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپؐ اونٹنی پر بیٹھے ہوں تو اونٹنی اپنا سینہ زمین پر ٹکا دیتی تھی اور اس وقت تک حرکت نہ کرسکتی تھی جب تک نزول وحی کا سلسلہ ختم نہ ہوجاتا۔ (مسند احمد، حاکم، ابن جریر)

اَشَدُّ وَطْأً کے معنی

اس کے معنی میں اتنی وسعت ہے کہ کسی ایک فقرے میں اسے ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ رات کو عبادت کے لیے اٹھنا اور دیر تک کھڑے رہنا چونکہ طبیعت کے خلاف ہے اور نفس اس وقت آرام کا مطالبہ کرتا ہے اس لیے یہ فعل ایک ایسا مجاہدہ ہے، جو نفس کو دبانے اور اس پر قابو پانے کی بڑی زبردست تاثیر رکھتا ہے۔ اس طریقے سے جو شخص اپنے آپ پر قابو پالے اور اپنے جسم و ذہن پر تسلط حاصل کر کے اپنی اس طاقت کو خدا کی راہ میں استعمال کرنے پر قادر ہو جائے وہ زیادہ مضبوطی کے ساتھ دین حق کی دعوت کو دنیا میں غالب کرنے کے لیے کام کر سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ دل اور زبان کے درمیان موافقت پیدا کرنے کا بڑا موثر ذریعہ ہے، کیونکہ رات کے ان اوقات میں بندے اور خدا کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا اور اس حالت میں آدمی جو کچھ زبان سے کہتا ہے وہ اس کے دل کی آواز ہوتی ہے۔ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ آدمی کے ظاہر و باطن میں مطابقت پیدا کرنے کا بڑا کارگر ذریعہ ہے۔ کیونکہ رات کی تنہائی میں جو شخص اپنا آرام چھوڑ کر عبادت کے لیے اٹھے گا وہ لامحالہ اخلاص ہی کی بنا پر ایسا کرے گا، اس میں ریاکاری کا سرے سے کوئی موقع ہی نہیں ہے۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ یہ عبادت چونکہ دن کی عبادت کی بہ نسبت آدمی پر زیادہ گراں ہوتی ہے، اس لیے اس کا التزام کرنے سے آدمی میں بڑی ثابت قدمی پیدا ہوتی ہے، وہ خدا کی راہ میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ چل سکتا ہے اور اس راہ کی مشکلات کو زیادہ استقامت کے ساتھ برداشت کر سکتا ہے۔ (تفہیم القرآن، ج۶، مزمل، حاشیہ:۱-۷)

نماز تہجد میں تخفیف کا حکم

اِنَّ رَبَّکَ یَعۡلَمُ اَنَّکَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ مَعَکَ ؕ وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَیۡکُمۡ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنۡ سَیَکُوۡنُ مِنۡکُمۡ مَّرۡضٰی ۙ وَاٰخَرُوۡنَ یَضۡرِبُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ یَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوۡنَ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۫ۖ فَاقۡرَءُوۡا مَا تَیَسَّرَ مِنۡهُ ۙ۔ (المزمل: ۲۰)

''اے نبیؐ! تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو، اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ ہی رات اور دن کے اوقات کا حساب رکھتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم لوگ اوقات کا ٹھیک شمار نہیں کر سکتے، لہٰذا اس نے تم پر مہربانی فرمائی، اب جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھ لیا کرو۔ اسے معلوم ہے کہ تم میں سے کچھ مریض ہوں گے، کچھ دوسرے لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کرتے ہیں اور کچھ اور لوگ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس جتنا قرآن بآسانی پڑھا جا سکے، پڑھ لیا کرو۔''

یہ آیت جس کے اندر نماز تہجد کے حکم میں تخفیف کی گئی ہے، اس کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مسند احمد، مسلم اور ابوداؤد میں یہ روایت منقول ہے کہ پہلے حکم کے بعد یہ دوسرا حکم ایک سال کے بعد نازل ہوا اور رات کا

قیام فرض سے نفل کر دیا گیا۔ دوسری روایت حضرت عائشہؓ ہی سے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے یہ نقل کی ہے کہ یہ حکم پہلے حکم کے ۸ مہینہ بعد آیا تھا، اور ایک تیسری روایت جو ابن ابی حاتم نے انہی سے نقل کی ہے اس میں ۱۶ مہینے بیان کیے گئے ہیں۔ ابوداؤد، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک سال کی مدت نقل کی ہے۔ لیکن حضرت سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ اس کا نزول دس سال بعد ہوا ہے (ابن جریر وابن ابی حاتم)۔ ہمارے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے، اس لیے کہ پہلے رکوع کا مضمون صاف بتا رہا ہے کہ وہ مکہ معظّمہ میں نازل ہوا ہے اور وہاں بھی اس کا نزول ابتدائی دور میں ہوا ہے، جب کہ حضورؐ کی نبوت کا آغاز ہونے پر زیادہ سے زیادہ چار سال گزرے ہوں گے۔ بخلاف اس کے یہ دوسرا رکوع اپنے مضامین کی صریح شہادت کے مطابق مدینہ کا نازل شدہ معلوم ہوتا ہے، جب کفار سے جنگ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم بھی آچکا تھا۔ اس بنا پر لامحالہ ان دونوں رکوعوں کے زمانہ نزول میں کم از کم دس سال کا فاصلہ ہی ہونا چاہیے۔

اگرچہ ابتدائی حکم آدھی رات یا اس سے کچھ کم وبیش کھڑے رہنے کا تھا، لیکن چونکہ نماز کی محویت میں وقت کا اندازہ نہ رہتا تھا اور گھڑیاں بھی موجود نہ تھیں کہ اوقات ٹھیک ٹھیک معلوم ہو سکیں، اس لیے کبھی دو تہائی رات تک عبادت میں گزر جاتی تھی اور کبھی یہ مدت گھٹ کر ایک تہائی رہ جاتی تھی۔

ابتدائی حکم میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خطاب کیا گیا تھا۔ اور آپ ہی کو قیام لیل کی ہدایت فرمائی گئی تھی، لیکن مسلمانوں میں اس وقت حضورؐ کے اتباع اور نیکیاں کمانے کا جو غیر معمولی جذبہ پایا جاتا تھا، اس کی بنا پر اکثر صحابہ کرام بھی اس نماز کا اہتمام کرتے تھے۔

چونکہ نماز میں طول زیادہ تر قرآن کی طویل قراءت ہی سے ہوتا ہے، اس لیے فرمایا کہ تہجد کی نماز میں جتنا قرآن بہ سہولت پڑھ سکو، پڑھ لیا کرو، اس سے نماز کی طوالت میں آپ سے آپ تخفیف ہو جائے گی۔ اس ارشاد کے الفاظ اگرچہ بظاہر حکم کے ہیں، لیکن یہ امر متفق علیہ ہے کہ تہجد فرض نہیں بلکہ نفل ہے۔ حدیث میں بھی صراحت ہے کہ ایک شخص کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا کیا اس کے سوا بھی کوئی چیز مجھ پر لازم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا "نہیں، الا یہ کہ تم اپنی خوشی سے کچھ پڑھو۔"[۱] (بخاری ومسلم)

(تفہیم القرآن، ج ۶، المزمل، حاشیہ: ۱۸-۲۱)

---

[۱] اس آیت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ نماز میں جس طرح رکوع وسجود فرض ہے اسی طرح قرآن مجید کی قراءت بھی فرض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دوسرے مقامات پر رکوع یا سجود کے الفاظ استعمال کر کے نماز مراد لی ہے، اسی طرح یہاں قرآن کی قراءت کا ذکر کیا ہے اور مراد اس سے نماز میں قرآن پڑھنا ہے۔ اس استنباط پر اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب نماز تہجد خود نفل ہے تو اس میں قرآن کو پڑھنا کیسے فرض ہو سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز بھی جب آدمی پڑھے تو اس میں نماز کی تمام شرائط پوری کرنا اور اس کے تمام ارکان وفرائض ادا کرنا لازم ہوتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ نفل نماز کے لیے کپڑوں کی طہارت، جسم کا پاک ہونا، وضو کرنا اور ستر چھپانا واجب نہیں ہے۔ اور اس میں قیام وقعود اور رکوع وسجود بھی نفل ہی ہیں۔

(تفہیم القرآن، ج ۶، حاشیہ: ۲۱)